Nasir Naushahi . naushahi

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار

الحمد للہ والمنۃ

کہ کتاب لاجواب موسوم بہ

آفتاب ہدایت

رد رفض و بدعت

مصنفہ:

رئیس المناظرین مولانا ابو الفضل مولوی محمد کرم الدین صاحب دبیر، ساکن بھیں ضلع جہلم

ناشر

احقر مظہر حسین غفرلہ مہتمم مدرسہ اظہار الاسلام چکوال ضلع جہلم

مغربی پاکستان

قیمت Rs.6

انتساب

مَیں اپنی اِس ناچیز تصنیف کو حضورِ سرورِ دو عالم سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امّی کی ذات
سے منسوب کرتا ہوں جن کے یارانِ خاص اصحابِ پاک و ازواجِ مطہّرات کے تحفّظِ ناموس و دفعِ مطاعن
کے لیے لکھی گئی ہے۔ کیا عجب کہ یہ میری ناچیز خدمت بارگاہِ الٰہی اور دربارِ مصطفویؐ میں منظور ہو کر میرے
بے حد و عد کی مغفرت کا وسیلہ بنے اور یہ ذرّہ بے مقدار (کتاب) آفتابِ نصف النّہار ہو کر میری اندھیری
کرے اور جسرِ جہنّم کے اس ہولناک راہگزر سے مرکبِ باز رفتار بن کر مجھے پار کر دے اور قیامت میں شفاعتِ شفیع
اور دیدارِ رب العالمین نصیب ہو۔ رَبِّ اغْفِرْ لِذُنُوْبِیْ وَ اسْتُرْ لِعُیُوْبِیْ بِحُرْمَۃِ نَبِیِّکَ الْ
وَ اٰلِہِ الْاَطْہَارِ وَ اَصْحَابِہِ الْکِبَارِ رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ

مُناجاتِ فارسی

دراں روزے کہ از اہوالِ دوزخ پُرخطر باشد
شفیعِ من رسولِ پاکؐ و صدیقؓ و عمرؓ باش
بزیرِ ظلِّ عثمانؓ و علیؓ المرتضٰی باشم
چرا از فتنۂ محشر مرا باک و حذر باش
دو دستِ من بداماںِ بتولؓ و جملہ اولادشؓ
شفیقِ حالِ زارم سرورِ جنّ و بشر باش
چو عمرِ خویش کردم وقف بہرِ خدمتِ اسلام
چرا از شرِّ شیطاں بس مرا رنج و ضرر باش
سرِ خود فی سبیل اللہ پورِ من فدا کردہ
اگر منظورِ حق شد یادرم لختِ جگر باش
الٰہی رحم فرما بر دبیرِ خستہ حالِ خود
بفردوسِ برینش یومِ محشر مستقر باشد

از احقر ابو المنظور محمد کرم الدین دبیر عفی عنہ، متوطن بھیں، ضلع جھ

nasir naushahi naushahi

فہرست مضامین

تقریظ طبع ششم

از قلم فاضل محقق حضرت علامہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر مصنف گلدستۂ توحید، تبرید النواظر، راہ سنت، مقام امام ابو حنیفہ، طائفہ منصورہ وغیرہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ! تمام ادیان اور مذاہب میں جو مقام اور شان دینِ اسلام کو حاصل ہے، وہ اور کسی دین کو حاصل نہیں ہے، اور یہ خدا تعالیٰ کا آخری اور مکمل دین سراسر رحمتِ خداوندی ہے۔ یہ دینِ حق حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے امتِ مرحومہ کو دیتے وقت یہ فرمایا تھا کہ میں تمہیں دو چیزیں دے کر جا رہا ہوں۔ جب تک تم ان کو مضبوطی سے پکڑو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کی ان اصولی اور بنیادی چیزوں کی حفاظت سب سے پہلے جن حضرات نے کی ہے وہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ اگر خدانخواستہ وہی کافر و منافق مُرتد و بے ایمان ثابت ہوں (معاذ اللہ) تو پھر قرآن کریم پر کیا اعتبار؟ اور حدیث پر کیا اعتماد؟ پھر کیا معلوم ان میں کیا کچھ ردّ و بدل اور حک و اضافہ ہو چکا اور کر دیا ہو گا؟ الحمد للہ کہ اہلِ سنت والجماعت قرآن وحدیث اور ان اولین محافظین کو ان کے اپنے مقام پر رکھتے اور سمجھتے ہیں جن میں ازواجِ مطہرات رضؓ اور اہلِ بیت رضؓ سبھی حضرات شامل ہیں فرضی اللہ تعالیٰ عنہم کلہم، مگر شیعہ اور اہل رفض اس کے خلاف کچھ کہتے ہیں۔ کتاب بیشِ نظر "آفتاب ہدایت" جو مناظرِ اسلام حضرت مولانا ابو الفضل محمد کرم الدین صاحب دبیر مرحوم کی تصنیف ہے، اپنے انوکھے طرزِ بیان، ٹھوس استدلال، مسکت و منصفانہ جوابات اور عمدہ تشریح کی وجہ سے اپنے باب میں اردو زبان کے اندر لاجواب کتاب ہے۔ تمام اہلِ سنّت حضرات کیلئے بالعموم اور علماءِ کرام اور طلبۂ عظام کے لیے بالخصوص یہ بہت ہی مفید اور کارآمد ہے اور اس کی نشر و اشاعت خالص دینی خدمت ہے۔ اس کا مفید اور معلومات افزا مقدمہ مولف مرحوم کے فرزندِ ارجمند، ہمارے مخلص بزرگ اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی قدس سرّہٗ کے خلیفۂ مجاز حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہٗ کے قلمِ حق گو کا تحریر کردہ ہے جس میں بہت سے مخفی گوشے اُجاگر کر کے پیش کیے گئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مولف مرحوم اور ان کے لائق فرزند اور متوسلین حضرات کے لیے زادِ آخرت اور عام مسلمانوں کے لیے تازگیٔ ایمان کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین! وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہٖ محمّد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ اجمعین!

احقر ابو الزاہد محمّد سرفراز خطیب جامع گکھڑ
و مدرّس مدرسہ نصرۃ العلوم متصل گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

۹ رجب ۱۳۸۱ھ، ۱۸ دسمبر ۱۹۶۱ء
یوم الاثنین بعد از نماز ظہر

عرضِ حال (طبع ششم)

"آفتابِ ہدایت" کا یہ چھٹا ایڈیشن ہے جو قوم وملت کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے تمام اردو تصانیف میں ایک ممتاز مقام حاصل کر چکی ہے اور بلاشبہ اپنی خصوصیت کی بنا پر ایک بہترین تصنیف ہے، جس میں ان الزامات ومطاعن کا عقلی ونقلی دلائل وشواہد سے تسلی بخش جواب دیا گیا ہے جو دشمنانِ دین نے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار اصحاب وخلفاء پر وارد کیے ہیں اور قرآن وحدیث کی روشنی میں صحابہ کرام کی عظمت وشان اور علوِ مرتبت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ نے مصنف مرحوم کے قلب میں تحفظِ ناموسِ صحابہ رض کا ایک غیر معمولی داعیہ پیدا کر دیا تھا جس کی بنا پر آپ نے یہ کتاب تالیف کی اور آپ کے اسی جذبہ وہمت کا ثمرہ ہے کہ بفضلہ تعالیٰ یہ کتاب اہلِ دین میں قبولیت عامہ کا شرف حاصل کر چکی ہے اور دن بدن اس کی افادیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بلاشک حق تعالیٰ نے اصحابِ رض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے بلند مقام پر سرفراز فرمایا ہے کہ اگر ان کی مقدس زندگیوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ان کی للّٰہیت اور دینی خدمات کا انکار کر دیا جائے تو العیاذ باللہ اسلام اور داعیِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت اور برتری ہی مشتبہ اور مخدوش ہو جاتی ہے اور تکمیلِ دین اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قرآنی وعدے محض خوابِ پریشان بن کر رہ جاتے ہیں۔ ع

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

حقیقت الامر یہ ہے کہ اس دار الابتلاء میں حق وباطل ہر زمانہ میں برسر پیکار رہے ہیں۔ توحیدِ الٰہی اور سنتِ نبوی کے مقابلہ میں شرک وبدعت نے ہمیشہ جنگ آزمائی کی ہے ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز   چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

بعثتِ محمدیہ سے پہلے کی دنیا پر جبکہ شرک والحاد کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں۔ رحمتِ خداوندی نے آفتابِ رسالت کے ذریعے انوارِ توحید وسنت سے عالمِ انسانی کو منور کیا۔ فیضانِ نبوت سے ہزارہا انسانی نفوس کا تزکیہ ہوا اور ایک لاکھ سے زائد قلوب نے حیاتِ ابدی حاصل کی۔ آفتابِ نبوت کے بعد نسلِ انسانی کے لیے خداوندِ عالم نے اصحابِ رض رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نجومِ ہدایت بنایا۔ آسمانِ علم وحکمت رشد وعمل کے ان درخشندہ ستاروں نے جہان میں ایمان وعمل کی روشنی پھیلائی اور حق یہ ہے کہ یہ حضرات صحابہ رض کی مقدس زندگیاں محبوبِ خدا ہادیِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبلغانہ ومربیانہ کمالات کا ناقابلِ انکار

نشان ہیں۔ خاتم الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلم کے شیون و احوال کو صحابۂ کرامؓ نے اپنے ظرف و حوصلہ کے مطابق اپنے اندر سمو لیا تھا۔ ذواتِ صحابہؓ دراصل جمال و کمالِ محمدیؐ کے مختلف مظاہر ہیں۔ اگر مفہومِ قرآنی اور مرادِ ربّانی کی تعیین آنحضرتؐ کے ارشاد پر موقوف ہے تو تعاملِ صحابہؓ سُننِ نبویؐ کی بقا و حفاظت کا بہت مستحکم ذریعہ ہے۔ خلفائے راشدین کی سیرت اگر اہلِ علم و صلاح کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے تو اربابِ جاہ و حکومت کے لیے اس میں عدل و انصاف کا مکمل نمونہ ملتا ہے۔ چونکہ مخالفینِ اسلام نے صحابۂ کرامؓ کے کمالات و محاسن کو اشاعت و استحکامِ اسلام کا ایک قوی ترین سبب سمجھ لیا تھا۔ اس لیے انھوں نے بربادیٔ اسلام کے لیے پہلے انھی اساتینِ دین کو گرانے کی کوشش کی۔ قرونِ اولیٰ میں اگر اسلام کی برق رفتاری کو روکنے کے لیے اصحابِ رسولؐ کو مطعون و مجروح کرنے کی ناپاک تحریک شروع ہوئی تو عصرِ حاضر میں براہِ راست سُنّتِ رسولؐ پر حملہ کر کے تجدیدِ اسلام کے مقدس عنوان سے تخریبِ اسلام کے لیے ایک نامسعود تحریک منظم کی جا رہی ہے۔ حالانکہ دونوں کا منشاء و مقصود ایک ہی ہے۔ ان حالات میں علمائے حق کا فریضہ ہے کہ اپنی عالمانہ بصیرت اور مخلصانہ عمل سے ہر اس فتنہ کے استیصال کی کوشش کریں جو توحید و سنّت کے مقابلہ میں رونما ہو۔ واللہ علیٰ نصرھم لقدیر!

الاحقر مظہر حسین غفرلہٗ

متوطن بھیں، تحصیل چکوال، ضلع جہلم

مغربی پاکستان

۲۳ شعبان ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۹۵۵ء

آفتابِ ہدایت کا طلوع

مقدمہ طبعِ سوم

از مظہر حسین (ابنِ مولف)

اما بعد، برادران اسلام کی خدمت میں عرض ہے کہ حق تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے سلسلۂ نبوت قائم فرمایا۔ ہر نبی علیہ السلام نے اپنی اپنی امت کی اصلاح فرمائی منکرات کے مٹانے اور نیکیوں کے پھیلانے میں اپنی قوتیں صرف کر دیں۔ تا آنکہ پیغمبر آخر الزمان سرورِ کون و مکان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ملک عرب میں مبعوث ہوئے جو اس وقت ہر قسم کی گمراہیوں کا مرکز تھا۔ آفتابِ نبوت کی شعاعیں شرق و غرب تک پھیلیں اور انسانی قلوب کو روشن کر گئیں۔ مردہ روحوں نے دوبارہ زندگی حاصل کی۔ انوارِ نبوت کے فیض سے ان تیرہ دل اور درندہ خصلت انسانوں میں ملکوتی صفات پیدا ہو گئیں۔ ٹوٹے ہوئے دل اپنے خالق سے جا ملے۔ حق تعالےٰ کی محبت اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت لوگوں کی زندگی کا مقدس فریضہ بن گیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تئیس سالہ زمانۂ تبلیغ میں ہزارہا مسلمانوں کی ایک ایسی مقدس جماعت منظم کر لی جس کا ہر ہر فرد محبتِ الٰہی میں سرشار اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ اشارہ پر اپنی عزیز جان قربان کرنے کے لیے تیار تھا زمانۂ جاہلیت کے ان بھٹکے ہوئے انسانوں میں اتنا فوری اور زبردست انقلاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ حضورؐ کے صحابۂ کرام رضؓ نے اطاعتِ خدا اور رسولؐ میں وہ بلند مقام حاصل کیا جس کی نظیر اُمم عالم میں نہیں مل سکتی۔ ان کا مقصودِ حیات محض رضائے الٰہی کا حصول تھا۔ حق تعالےٰ نے قرآن میں ان کے اس کمال کی خبر دے دی یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانًا (فتح) ترجمہ: وہ اللہ کا فضل اور اُس کی رضامندی چاہتے ہیں ——— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے اُن کے قلوب جملہ امراضِ معنویہ سے پاک ہو گئے۔ ارادۂ خداوندی کے سامنے اُن کے اپنے ارادے فنا ہو گئے۔ اُن کا ہر عمل اللہ کے لیے ہوتا تھا۔ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ (وہ اللہ کی ذات کے طالب ہیں)

وہ اگر زندگی کے خواہاں تھے تو اطاعتِ حق کے لئے اور موت کی تمنا تھی تو لقائے محبوب کے لئے ۔ حق تعالیٰ نے ان کو اس دنیا میں رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کی بشارتیں سُنا دیں ۔ حق تعالےٰ نے اصحابِ رسول ؐ کے دلوں میں ایمان کی کامل محبت ڈال دی اور کفر و ضلالت سے ان کو طبعی نفرت ہو گئی ۔ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ ۔ (اللہ تعالیٰ نے تمھارے دِلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی ۔ اور کفر و بدعملی اور نافرمانی کی نفرت تم میں پیدا کر دی) ۔ جب قدسیوں کی یہ جماعت ہر طرح کامل و مکمل ہو گئی اور دوبارہ ان کے قلوبِ صافیہ میں کفر و ضلالت کے عود کرنے کا کوئی خطرہ باقی نہ رہا تو منصبِ نبوت کی تکمیل کے بعد خداوندِ عالم نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو واپس بُلا لیا ۔ اور اُمت کی باگ اکملین صحابہ رض کے حوالے ہوئی ۔ تمام صحابہ اور اہلِ بیت نے بالاتفاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ان کے فضائل و کمالات کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ برحق تسلیم کیا ۔ آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رض حضرت عثمان ذوالنورین رض ۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم بالترتیب خلیفۃ المسلمین بنائے گئے ۔ اور یہ ترتیب خلافت حق تعالےٰ کی مرضی کے مطابق تھی ۔ اس طرح اللہ تعالےٰ کا وہ وعدۂ[1] خلافت پورا ہوا ۔ جس کی قرآن مجید میں پیشینگوئی فرمائی گئی تھی ۔ اگر نزولِ قرآن سے اصولاً دینِ اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہوا تو صحابہ کرام رض کی اس مقدس جماعت کے ہاتھوں ۔ اسلام عملاً تمام ادیان پر غالب آ گیا ۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے پیغامِ حق کو دُنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچایا ۔ توحید و سُنت کے انوار ہر جگہ پھیل گئے ۔ قیصر و کسریٰ جیسے باجبروت سلاطین کی عظمتیں خاک میں مل گئیں ۔ خلافتِ اسلامیہ کے ذریعے ظلم و عدوان مٹا اور عدل و انصاف کی برکات سے مخلوقِ خدا نے اپنا دامن بھر لیا ۔ یہ سب رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی فیضِ صحبت کے اثرات تھے اور حق یہ ہے کہ ہر ایک صحابی کا وجود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک مستقل معجزہ ہے ۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ ط

انکارِ صحابہؓ کا فتنہ

حق تعالےٰ نے کائنات میں اضداد کا سلسلہ قائم کیا ہوا ہے ۔ نور و ظلمت ، کفر و ایمان ، جہل و علم ، خیر و شر ،

[1] مسئلہ خلافت پر مفصل بحث آفتاب ہدایت میں ملاحظہ فرمائیں ۔

ہدایت وضلالت، اصلاح و افساد، توحید و شرک وغیرہ سب اضداد میں سے ہیں
لیکن حق تعالیٰ کی تکوینی حکمتِ بالغہ کے ماتحت ہمیشہ دونوں کا وجود رہا ہے ؎

درکارخانۂ عشق کفر ناگزیر است — آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد

ہر شئے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔

اگر ظلمت نہ ہو تو نور کی قدر نہ رہے۔ جہل نہ ہو تو علم کی قدردانی کون کرے۔

وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْأَشْيَاءُ

داعیانِ حق کے مقابلہ میں ہمیشہ مفسدین اُمت موجود رہے ہیں۔ صحابہ کرام اپنے گوناگوں کمالات موہوبہ سے متصف ہو کر کب مفسدین کے شر سے محفوظ رہ سکتے تھے۔ بہت جلدی اُمت میں ایک حیرت انگیز فتنہ کا ظہور ہوا۔ کچھ ایسے مدعیانِ اسلام پیدا ہوئے جنھوں نے نہ صرف اصحابِ رسول ص کے فضائل و محاسن کا انکار کیا بلکہ بڑی شدت سے اللہ تعالےٰ کے ان قدسی صفات بندوں پر کفر و نفاق کا الزام لگایا اور یہاں تک کہہ دیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات[1] کے بعد سب مہاجرین و انصار مرتد ہو گئے۔ صرف معدودے چند حضرات ایمان پر مستقیم رہے۔ ان لوگوں نے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت بلافصل کے مستحق صرف حضرت علی رض تھے۔ اصحاب ثلاثہ رض نے اپنے اقتدار کے ذریعہ ان سے خلافت چھین لی۔ منکرینِ خلافت نے یہاں تک جسارت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن پاک بیبیوں کو بھی صاف طور پر منافق و کافر کہہ دیا جو آخری دم تک حضور صلعم کی زوجیت میں رہیں۔ اور قرآن کریم میں ان کو صاف طور پر "مومنوں کی مائیں" کہا گیا۔ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ (رسولِ خدا کی بیویاں تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں) صرف اسی پر بس نہیں کی بلکہ اصحابِ ثلاثہ کے خلاف یہ الزام بھی تراشا کہ اُنھوں نے قرآن پاک میں تغیر و تبدل کر دیا۔ اور اہلِ بیت کے فضائل میں جو آیات نازل ہوئی تھیں ان کو نکال دیا اور اپنے فضائل میں آیات وضع کر لیں۔ العیاذ باللہ۔ ان عقل کے اندھوں نے نہ صرف اصحابِ ثلاثہ کو مطعون کیا بلکہ حضرت علی رض، جن کی آڑ لے کر یہ فتنہ اُٹھایا

---

[1] دیکھو فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص۱۱۵ (ترجمہ) امام باقر فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے۔ صرف یہ تین اصحاب مسلمان رہ گئے۔ مقداد رض، سلمان فارسی رض، ابوذر رض۔ اس کی تفصیل کتاب میں آئے گی۔

گیا تھا۔ ان پر بھی یہ اہتمام قائم رکیا کہ انھوں نے اصلی قرآن کو جمع کر کے اصحابِ ثلاثہ رضؓ کے سامنے پیش کیا تھا۔ چونکہ اس میں اہلِ بیت کے فضائل کا بیان تھا اور اصحاب رضؓ کے کفر و نفاق پر صریح آیات تھیں۔ اس لئے اصحاب رضؓ نے حضرت علی رضؓ کے جمع کردہ قرآن کو قبول نہ کیا۔ حضرت علی رضؓ نے اس اصلی قرآن کو چھپا دیا اور غصہ میں آکر قسم کھا لی کہ امام مہدی کے ظہور تک تم اس قرآن کو ہرگز نہ دیکھ سکو گے"۔ یہ حضرت علیؓ پر کتنا بڑا بہتان ہے۔ کیا حضرت علی رضؓ خدا کی کلام کو جو ہدایتِ عالم کے لئے نازل ہوئی پوشیدہ کر سکتے تھے؟ غرضیکہ اس گروہ کے مطاعن سے نہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ محفوظ رہے نہ اہلِ بیت ؎

خنجرِ ناز تو تنہا نہ مرا کشتہ و بس ۔۔۔ یعلم اللہ کہ جہاں جملہ قتیل است و قتیل

چونکہ قرآنِ پاک میں صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کے فضائل و کمالات اس کثرت سے بیان ہوئے ہیں کہ ان کا انکار مشکل تھا۔ اس لئے عقیدہ تحریفِ قرآن وضع کیا گیا اور چونکہ حضرت علی رضؓ اور دوسرے حضرات اہلِ بیت رضؓ نے اصحابِ ثلاثہ رضؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا۔ ان کی اقتداء میں نماز بھی پڑھتے رہے اور کبھی ان کے خلاف قتال نہیں کیا۔ ان حقائق کا جھٹلانا آسان نہ تھا۔ اس لئے تقیہ کا عقیدہ ایجاد کیا اور تقیہ (یعنی دین میں جھوٹ بولنے) کو جزوِ دین تسلیم کیا۔ اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہ و ام کلثوم کو یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضؓ کے نکاح میں دیا۔ اس لئے حضرت فاطمہ رضؓ کے علاوہ باقی تینوں کے متعلق حضور صلعم کی صاحبزادیاں ہونے سے ہی انکار کر دیا۔ غرضیکہ انکارِ صحابہ پر بڑے بڑے عقایدِ فاسدہ متفرع ہوئے ؎

خشتِ اول چوں نہد معمار کج ۔۔۔ تا ثریا می رود دیوار کج

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ در اصل اس فتنہ کی بنیاد انکارِ قرآن پر رکھی گئی تھی لیکن صراحتاً قرآن کے انکار کی تحریک چونکہ مسلمانوں میں پھیل نہیں سکتی تھی۔ اس لئے اہلِ بیت کی محبت کی آڑ لے کر اصحابِ ثلاثہ رضؓ کی خلافتِ حقہ کو مطاعن کا نشانہ بنایا گیا اور امامت و عصمت ائمہ اور بداء (خدا کا بھول جانا) وغیرہ کے عقایدِ فاسدہ وضع ہوئے! انکار و بغض صحابہ رضؓ کا فتنہ کوئی معمولی فتنہ نہیں۔ اصحابِ رسول صلعم کو غیر مخلص اور غیر مومن تسلیم

کرنے سے بہت بُرے نتائج پیدا ہوتے ہیں جس کی وجہ سے سارا دین مشکوک ہو جاتا ہے۔ مثلاً (۱) امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلّم کی بعثت کا مقصود اعلائے کلمۃ اللہ فوت ہو جاتا ہے۔ (۲) حضور صلعم کی تعلیم کا ناقص ہونا لازم آتا ہے۔ (۳) اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے کہ قرآن میں ان لوگوں کے فضائلِ ایمانی بیان فرمائے جو آخر میں کافر و مرتد ہونے والے تھے۔ العیاذ باللہ۔ (۴) قرآنِ کریم کی پیش گوئیاں اور بشارتیں سب غلط ثابت ہوتی ہیں۔ (۵) بالخصوص وعدہ استخلاف باطل ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ اس میں امن عامہ ہونے کی پیش گوئی ہے۔ جو باقی علامات موعودہ کے ساتھ صرف اصحابِ ثلاثہ رض کے زمانے میں پوری ہوئی۔ حضرت علی رض کے زمانہ میں امن نہیں تھا۔

علاوہ ازیں منکرین صحابہ رض سے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم سے بھی زیادہ ایمان شناس ہو کہ ایک طویل زمانہ اصحاب ثلاثہ رض کے ساتھ رہنے کے باوجود ان کے کفر و نفاق پر آپ مطلع نہیں ہو سکے۔ فراستِ نبوی م سے بھی ان کو نہ پہچانا۔ اور ان کے ایمان پر اتنا زبردست اعتماد کیا۔ کہ حضرت ابو بکر رض اور حضرت عمر رض کی بیٹیوں سے خود نکاح کر لیا۔ اور اپنی پیاری صاحبزادیاں حضرت عثمان رض کو دے دیں۔ اپنی بیویوں کے ساتھ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کو شب و روز کا گہرا تعلق رہتا تھا۔ اگر ان میں کفر و نفاق کا کچھ بھی اثر ہوتا تو ان کو حضور م طلاق[1] دے دیتے۔ کیونکہ کافر اور منافق عورتوں سے نکاح ایک عامی مسلمان کا بھی درست نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ ہادیٔ عالم صلے اللہ علیہ وسلّم ان سے نکاح کر لیں۔ حضور کی ازواج کا تو یہ مرتبہ ہے کہ ان کی علو شان قرآن پاک کی متعدد آیات میں صاف طور پر بیان کی گئی ہے۔ بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ رض پر جو تہمت لگائی گئی تھی، اُس سے برأت کا اعلان خود حق تعالیٰ نے سورۂ نور میں تفصیلاً فرمایا اور آپ کے مخالفین کو سخت زجر و توبیخ فرمائی ہے۔

علاوہ ازیں یہ امر قابلِ غور ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رض کو حضور اکرم م نے اپنی زندگی میں قائم مقام امام نماز بنایا تھا۔ اور حضرت صدیق رض نے امر نبوی م سے سترہ

---

[1] طلاق کے متعلق بھی شیعہ صاحبان نے ایک عجیب و غریب روایت وضع کر لی۔ چنانچہ حیات القلوب جلد ۲ ص ۶۲۷ مطبوعہ نولکشور میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی رض کو ازواج کے متعلق طلاق دینے کا اختیار دے دیا تھا اور بعد وفات رسول م حضرت علی رض نے عائشہ رض کو طلاق دے دی۔ یا للعجب ۱۲

نمازیں پڑھائیں۔ اور حضرت علی رضؓ و حضرت عباسؓ وغیرہ سب جلیل القدر اصحاب نے
آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی تھی۔ کیا سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کسی کافر و منافق کے
پیچھے نماز پڑھ سکتے تھے؟ یہ ابوبکر رضؓ کے افضل الامت ہونے کی زبردست دلیل ہے
پھر ہم منکرین صحابہ سے پوچھتے ہیں کہ حضرت علی رضؓ و دیگر اکابر اہلبیت جن کو تم اپنا مقتداء
و مطاع سمجھتے ہو بلکہ ان کے معصوم عن الخطاء ہونے کے قائل ہو۔ جب انہوں نے
اصحابِ ثلاثہ رضؓ کی بیعت کر لی اور اُن کو برحق خلیفہ سمجھتے ہوئے اُن سے کبھی جنگ
نہ کی۔ تو اب تم صدیاں گزر جانے کے بعد اصحابِ ثلاثہ رضؓ کے خلاف کیوں برسرِپیکار
ہو اور سب سے زیادہ تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لعن طعن کا ہدف بناتے ہو۔
حالانکہ حضرت علی رضؓ نے ان کو کافر نہیں کہا۔ طرفین میں جو لڑائیاں ہوئیں۔ وہ صرف
دمِ عثمان رضؓ پر مبنی تھیں۔ جس کا حضرت علی رضؓ نے اپنے خطبہ میں اعتراف فرمایا ہے۔ ہاں
حضرت معاویہ رضؓ کی اس میں اجتہادی غلطی تھی۔ لیکن اس خطاء سے ان کے ایمان و
اسلام میں کوئی فرق نہیں آتا۔ جس طرح قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت
ہارونؑ کا باہمی نزاع مذکور ہے۔ حالانکہ دونوں مقدس نبی تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے
غلبۂ جوش میں حضرت ہارونؑ کو داڑھی سے پکڑا اور سر کے بالوں کو کھینچا لیکن یہ سب کچھ
چونکہ غلط فہمی پر مبنی تھا۔ اس لئے نہ حضرت ہارونؑ کی علو شان میں کوئی فرق آیا
اور نہ حضرت موسیٰؑ سے منجانب اللہ مواخذہ ہوا۔ تو اگر صحابہ رضؓ کے درمیان اجتہادی
خطاء جو (معصوم نہ تھے) کی بناء پر باہم لڑائی ہو جائے تو ان کے ایمان و اسلام میں کب
فرق آ سکتا ہے اور یہ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کے خلاف نہیں۔ علاوہ ازیں حضرت امام حسنؓ
نے اپنی خلافت خود حضرت معاویہؓ کے حوالہ کر دی۔ اور ان سے بیعت بھی کر لی۔ اور

لہ علامہ علی بن عیسیٰ اردبیلی نے امام حسن رضؓ کا سارا خطبہ درج کیا ہے۔ جس میں حضرت امام فرماتے
ہیں: فرأیت أن أسالم معاویة وأضع الحرب بینی وبینه وقد بایعته ورأیت ان حقن الدماء
خیر من سفکها ولم ارد بذلك الا صلاحكم وبقاءكم (كشف الغمة فی معرفة الائمة مطبوعہ ایران ص ۱۷۰)
(ترجمہ) پس میں نے اس کو بہتر سمجھا کہ میں حضرت معاویہ سے مصالحت کر لوں۔ اور باہمی جنگ ترک کر دوں۔ چنانچہ میں نے
معاویہ سے بیعت کر لی اور مسلمانوں کے خون بچانے کو اُن کے خون بہانے سے بہتر سمجھا اور میری اس مصالحت سے محض تم
مسلمانوں کی صلاح و بقا ہے۔ خطبہ طویل ہے۔ بہت بوجہ عدم گنجائش کے یہاں سارا خطبہ درج نہیں کیا۔ ۱۲۔

حضرت حسین رضؓ بھی اس مصالحت پر راضی تھے۔ کیا امام حسنؓ اور امام حسینؓ کسی کافر و منافق کو خلافت اسلامیہ سپرد کر سکتے تھے؟ کیا تم امام حسن اور امام حسینؓ سے بھی زیادہ متقی ہو کہ انھوں نے حضرت معاویہؓ سے اتفاق کر لیا اور تم اب تک ان کو کوستے رہتے ہو۔ بھائیو! یہ اتباعِ حق نہیں، بلکہ اتباعِ نفس ہے۔ اگر تم صحیح معنوں میں حضرات اہل بیت رضؓ کی تابعداری کو باعثِ نجات سمجھتے ہو۔ تو ان کے طرزِ عمل کو تو مان لو ؎

ترجوا النّجاۃ ولم تسلک مسالکھا ترجمہ: تو نجات کا امیدوار ہے حالانکہ نجات کے راستوں

اِنَّ السّفینۃ لاتجری علی الیبس پر تو نہیں چلا۔ بلاشک کشتی کبھی خشکی پر نہیں چل سکتی۔

بہرحال انکارِ صحابہ اور اس پر مبنی تمام عقائدِ فاسدہ چونکہ براہِ راست کتاب و سنّت سے ٹکراتے تھے اس لئے علمائے اُمت نے اس فتنہ کے استیصال کی طرف ہمیشہ توجہ فرمائی۔ متقدمین و متاخرین علماء نے بڑی بڑی مبسوط کتابیں لکھیں جن میں حضرات صحابہ پر عاید کردہ الزامات و مطاعن کے نہایت شافی و کافی جوابات دیے گئے۔ متاخرین اکابرِ ہند میں سے امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے بڑی استقامت سے اس فتنہ کا مقابلہ کیا۔ اور اس موضوع پر محققانہ قلم اٹھایا۔ آپ کے بعد شیخ العالم قدوۃ المحققین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفا اور مرجع الکاملین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ لاجواب تصانیف فارسی میں لکھیں جس سے مجتہدین شیعہ کی کمر ٹوٹ گئی۔ بعدازاں مجاہد جلیل حضرت شاہ اسمٰعیل شہید قدس سرہٗ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے سخت قدم اٹھایا۔ اور روافض کے میل جول سے مسلمانانِ اہلِ سُنّت میں جن رسوم و بدعات کا شیوع ہو گیا تھا ان کا قلع قمع کیا۔ عصرِ حاضر کے علمائے محققین نے بھی بڑی مدلّل کتابیں رد شیعہ میں تصنیف کیں۔ چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت مولینا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ دارالعلوم دیوبند قدس سرہٗ نے بھی باوجود دیگر مشاغل کثیرہ کے فدک کے مسئلہ پر ایک مستقل کتاب ہدیۃ الشیعہ کے نام سے تصنیف فرمائی۔ ہندوستانی علماء میں سے اس فتنہ کے انسداد میں سب سے بڑا کارنامہ حضرت مولینا عبدالشکور صاحب لکھنوی کا ہے۔ جنھوں نے ہر موضوع پر نہایت محققانہ لاجواب رسائل تصنیف کئے۔ علمائے شیعہ سے معرکۃ الآراء مناظرے کئے اور آپ کی سرپرستی میں اخبار النجم و آفتاب نے اس معاملہ میں بے نظیر خدمات انجام دیں۔ اور مجتہدین شیعہ کا ناطقہ بند کر دیا

۱؎ قطب الاقطاب غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے بھی غنیۃ الطالبین میں روافض کا خوب رد فرمایا ہے۔ اور مسلمانوں کو ان کے اثرات سے محفوظ رہنے کی سخت ہدایت فرمائی ہے۔ ۱۲۰

پنجاب کے علماء میں جناب مولانا ابو الفضل محمد کرم الدین صاحب دبیر ساکن بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم نے ردِ شیعیت میں بہت نمایاں کام کیا ہے۔ اپنی عمر کا بیشتر حصہ آپ نے اس فتنہ کے استیصال میں گزار دیا۔ تحریر و تقریر کے ذریعے منکرینِ صحابہؓ کی تلبیسات کا ازالہ کیا اور اپنے بعد اس سلسلہ میں ایک جامع اور لاجواب تصنیف آفتابِ ہدایت بہترین یادگار چھوڑ گئے۔

یہ کتاب آپ نے سلیس اردو زبان میں لکھی ہے۔ صحابۂ کرام پر علمائے شیعہ کی طرف سے جو جو الزامات لگائے جاتے ہیں اُن کا مفصل اور مدلل رد فرمایا ہے۔ قرآن کریم کی بیسیوں آیات سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ثابت کئے ہیں۔ بلکہ کتبِ شیعہ سے بھی اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے کامل الایمان اور خلیفہ برحق ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے اور ساتھ ہی منکرینِ صحابہؓ کے سامنے انکے خود ساختہ مذہب کا آئینہ بھی رکھ دیا ہے تاکہ وہ اس میں اپنا چہرہ دیکھ لیں ؎

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت — دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

مولانا کرم الدین صاحب مرحوم کی یہ تصنیف اہلِ اسلام کے ہاں بہت مقبول ہوئی ہے چنانچہ مصنف کی حیات میں دو مرتبہ طبع ہو کر ملک کے دور دراز گوشوں تک اشاعت پذیر ہوئی۔ تیسری دفعہ طبع کرانے کا مصمم ارادہ تھا۔ کتابت کی ابتداء بھی ہو چکی تھی لیکن مولانا کی اچانک موت نے اس کام کو معرضِ التواء میں ڈال دیا۔ قوم کو اس کتاب کی بڑی ضرورت تھی۔ اطرافِ ملک سے خطوط آتے رہے لیکن طباعت کا انتظام نہ ہو سکا۔ ۱۹۴۶ء میں راقم الحروف جیل سے رہا ہوا، تو احباب نے اس کتاب کو طبع کرانے کی فرمائش کی۔ خود بھی اس کی ضرورت محسوس کی۔ کیونکہ عوام میں ان کی جہالت و بے عملی سے فائدہ اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کبار کے خلاف بغض و عناد کے جراثیم پھیلائے جا رہے تھے۔ حق تعالےٰ نے اس بندۂ ضعیف کو اس مفید کتاب کی طباعت کی توفیق عطا فرمائی جو اب قوم کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے۔ کتاب کی خوبیاں اس کے مطالعہ سے ہی معلوم ہوں گی ع

آفتاب آمد دلیل آفتاب

سابقہ ایڈیشن میں حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک مضمون اور شہدائے کربلا کے اسمائے گرامی سہواً درج نہ ہو سکے تھے۔ اب اس کمی کو پورا کر دیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر حسبِ ضرورت راقم الحروف نے مختصر حواشی کا اضافہ کیا ہے۔ اور وہاں فرق کے لئے اپنا نام بھی ظاہر کر دیا ہے۔ متن میں کہیں کہیں معمولی حذف و ترمیم بھی ہوئی۔ ماشاء اللہ یہ کتاب

مناظرین اہلسنت کے ہاتھ میں ایک زبردست حربہ کا حکم رکھتی ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے دوسری مبسوط کتابوں کے مطالعہ کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمادیں جو رفض و تشیع کی ظلمات کے لئے واقعی آفتابِ ہدایت ثابت ہو۔ اور مصنف مرحوم کے لئے آخرت میں مغفرت کا وسیلہ ہے۔ آمین۔ آمین

شیعہ صاحبان سے عرض ہے کہ وہ تعصب سے ہٹ کر بغور اس کتاب کا مطالعہ کریں ہم آپ کو حضرات اہلبیت کی سچی محبت و اتباع کی دعوت دیتے ہیں۔ اہلبیت، ازواج مطہرات اور دوسر کر تمام صحابہ کرام، سب اللہ تعالےٰ کے مقبول بندے ہیں۔ ان سے محبت کرو اور ان کے نقش قدم پر چلو۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اور ہم کو ان سب مقبولانِ خدا کی محبت و تابعداری نصیب فرمائیں۔ (ھو اللہ الھادی)

(بقیہ از صفحہ نمبر ۲۴) لاہور میں احقر کیطرف خط لکھا کہ پرسوں تمہاری ملاقات کیلئے لاہور پہنچ سکونگا لیکن حق تعا کے ہاں کچھ اور مقدر تھا۔ ۱۸ رشعبان ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۷ رجولائی ۱۹۴۶ء کی رات کو مکان کی چھت پر آرام فرمایا۔ اندھیری رات تھی پیشاب کی حاجت ہوئی، بستر سے اٹھے تو غلطی سے گلی کی طرف چلے گئے۔ آگے قدم رکھا تو گلی میں گر پڑے اور چند منٹوں کے بعد آپکی روح قفسِ عنصری سے آزاد ہو گئی۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رٰاجِعُون۔

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید ز جامِ دہر مے کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَان

ہمارے بڑے بھائی صوفی سید ار محمد ضیاء الدین صاحب جو اس سفر میں جناب والد مرحوم کے ہمراہ ہی تھے۔ بذریعہ لاری آپکی نعش کو واپس گھر لیگئے اور مولانا مرحوم اس قطعۂ زمین میں مدفون ہوئے جو آپ نے اپنی زندگی میں ہی قبرستان کیلئے وقف کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ابوالفضل مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائیں۔ واللہ ذوالفضل العظیم۔

آخر میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ مولانا مرحوم نے زندگی کے بالکل آخری حصہ میں چونکہ دیوبندی مسلک کے ایک شیخ جلیل حضرت مدنی مدظلہ سے عقیدت و ارادت کا تعلق قائم کر لیا تھا اسلئے اگر آپکو مزید زندگی ملتی تو سنت و بدعت کیمتعلق حضرات اکابر دیوبند کے نظریہ پر ہی عمل کرتے۔ لہٰذا جن لوگوں کو مولانا مرحوم سے عقیدت کا تعلق ہے وہ انکی پہلی زندگی کے اقوال و افعال کو پیش نظر نہ رکھیں۔ بلکہ زمانہ کی رسوم و بدعات سے ہٹ کر ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی اتباع کریں۔ کیونکہ سعادت دارین اسی سے وابستہ ہے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

کتبہ عبدہٗ الضعیف مظہر حسین غفرلہٗ۔ ساکن بھیں۔ تحصیل چکوال ضلع جہلم۔

۲۲ صفر ۱۳۷۰ھ مطابق ۲ دسمبر ۱۹۵۰ء

جنابِ مصنف کے مختصر حالاتِ زندگی

مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین صاحب مرحوم پنجاب کے مشہور فضلاء میں سے ہیں۔ موضع بھیں ایک غیر معروف بستی تھی جو آپ کا مولد و مسکن ہونے کی وجہ سے دُور دُور تک مشہور ہو گئی۔ آپ کی تاریخ ولادت محفوظ نہیں رہی۔ لیکن اندازہ یہ ہے کہ آپ کی پیدائش ۱۸۵۷ء سے چار پانچ سال پہلے کی ہے۔ ابتدائی درسی کتب اپنے وطن میں ہی پڑھیں اور امرتسر اور لاہور کے مختلف مدارس میں علوم و فنون کی تکمیل کی۔ عربی ادب کی بعض کتابیں آپ نے حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ خاص حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند قدس سرہٗ سے لاہور میں پڑھی ہیں۔ اس کے بعد فن حدیث کی تکمیل کے لئے حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سہارنپور چلے گئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے عمزاد بھائی حضرت مولانا محمد حسن[۱] صاحب فیضی مرحوم بھی تحصیلِ علم کیلئے گئے تھے لیکن دونوں بھائی بوجہ آب و ہوا کی ناموافقت کے وہاں بیمار ہو گئے اور بہت قلیل مدت رہ کر دونوں واپس چلے آئے اور امرتسر میں بقیہ کتب ختم کیں۔ درسیات سے فارغ ہونے کے بعد مولانا کرم الدین مرحوم اپنے گاؤں میں طلبہ کی تدریس میں مشغول ہو گئے اور چند سال تک کامیاب درس دیا۔

قادیانی فتنہ اس زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے دعاوی باطلہ کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا اور اپنے خیال میں ہر وقت کیا سے کیا بن جاتے تھے۔ اس فتنہ کے جراثیم پھیلنے کا اندیشہ تھا۔ مولانا مرحوم کی حساس طبیعت نے اس شجرۂ خبیثہ کے استیصال کی طرف اپنی تمام توجہات مبذول کر

---

[۱] مولانا فیضی مرحوم ادب عربی میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ عربی نظم میں ممتاز تھے۔ اور اکثر بے نقط قصائد عربی میں لکھا کرتے تھے مدرسہ نعمانیہ لاہور میں چند سال تدریس کرتے رہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے فتنہ کے استیصال میں آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ ۱۲ر فروری ۱۸۹۱ء کا واقعہ ہے کہ مولانا ممدوح نے ایک غیر منقوط عربی قصیدہ لکھا اور مرزا قادیانی کے پاس سیالکوٹ پہنچے۔ مرزا جی سے کہا کہ اگر آپ کو الہام ہوتا ہے تو مجھے آپ کی تصدیقِ الہام کے لئے یہی کافی ہے کہ اس قصیدہ کا مطلب حاضرین مجلس کو واضح سُنا دیں۔ مرزا صاحب اس قصیدہ کو بہت دیر تک چپکے چپکے دیکھتے رہے لیکن اس کی عبارت بھی نہ پڑھ سکے۔ حالانکہ خوشخط لکھا ہوا تھا۔ پھر اپنے ایک حواری کو دیا۔ اس سے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہم کو تو اس کی سمجھ نہیں آتی۔ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ۔ وہ قصیدہ تازیانہ عبرت میں چھپا ہوا ہے فیضی صاحب کی زندگی میں تو مرزا غلام احمد بغلیں جھانکتے رہے لیکن جب مولانا مرحوم تقدیر الٰہی سے ۱۶ر اکتوبر ۱۹۰۱ء کو اس دارِ فانی سے انتقال فرما گئے تو مرزا جی نے حسبِ عادت مرحوم کی وفات کو بھی اپنی صداقت کا ایک نشان بنا لیا۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲۸ میں نشان ۰ کے تحت لکھا ہے: "ایسا ہی مولوی محمد حسن بھیں والا میری پیشگوئی کے مطابق مرا۔" مواہب الرحمٰن میں لکھا ہے۔ نشان نمبر ۱۵۳۔ "مولوی محمد حسن بھیں والے نے میری کتاب اعجازِ احمدی کے حاشیہ پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین لکھ کر اپنے تئیں مباہلہ میں ڈالا۔ چنانچہ اس تحریر پر ایک سال نہیں گذرا تھا کہ مر گیا۔" لیکن مرزا کو یہ پیشگوئیاں گلے کا ہار بن گئیں اور مقدمہ میں مجسٹریٹ کے سامنے صاف انکار کر دیا۔ خسر الدنیا والآخرۃ ۱۲

دیں جسکی وجہ سے ناچار تدریس کا سلسلہ ترک کرنا پڑا۔ ان دِنوں جہلم میں آپ کے ایک دوست مولانا فقیر محمد
صاحب مرحوم نے ہفتہ وار اخبار "سراج الاخبار" جاری کر رکھا تھا۔ مولانا ابوالفضل مرحوم اخبار کے ایڈیٹر مقرر ہوئے
اور مرزا قادیانی کے خلاف پُر زور مضامین لکھنے شروع کئے۔ آپکے دلائل میں قوت تھی۔ تقریرات اور تحریرات کے ذریعہ
مرزا کے دجل و فریب کے پردوں کو چاک کر دیا۔ اُردو، فارسی اور عربی نظم و نثر پر آپ کو قدرت حاصل تھی۔ مرزائی علماء
آپکے سامنے عاجز آ گئے۔ حتیٰ کہ متنبی قادیان مرزا غلام احمد مقابلہ کی تاب نہ لا کر گھبرا اٹھا۔ مولانا مرحوم کے دلائل کا جواب تو
بن نہ سکتا تھا۔ اپنی خفت کو مٹانے کیلئے حسبِ عادت حکومت کی پناہ لی اور مولانا کی تحریرات کو بہانہ بنا کر آپ کے خلاف
مقدمات کی ابتداء کر دی۔ پہلا مقدمہ مرزا کے ایک حواری حکیم فضلدین بھیروی کی طرف سے ۱۴ر نومبر ۱۹۰۲ء کو زیر دفعہ ۱۷
تعزیراتِ ہند گورداسپور میں دائر ہوا۔ حق تعالیٰ کی نصرت شاملِ حال ہوئی اور آپ اس مقدمہ میں صاف بری ہو گئے
حالانکہ اس مقدمہ کی نسبت مرزا قادیانی نے اپنی فتح کے الہامات متواتر شائع کئے تھے۔ دوسرا فوجداری مقدمہ
بھی حکیم فضلدین بھیروی مذکور نے ۲۹ر جون ۱۹۰۳ء کو مولانا مرحوم کیخلاف گورداسپور میں دائر کیا۔ اس میں بھی
آپ کامیاب ہوئے اور مرزائیوں کا مقدمہ خارج ہو گیا۔ پھر تیسرا مقدمہ شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر اخبار الحکم کی طرف
سے مولانا مرحوم اور مولوی فقیر محمد صاحب مالک سراج الاخبار دائر ہوا جس میں ہر دو مستغاث علیہما پر صرف
۵۰ روپے جرمانہ ہوا جو ادا کر دیا اور کوئی اپیل نہ کی۔ مرزا غلام احمد حسبِ معمول اپنی پیشگوئیاں شائع کرتے رہتے
تھے۔ حتیٰ کہ ۱۷ر جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں ایک مطبوعہ کتاب مواہب الرحمٰن تقسیم کی جس میں مولانا مرحوم کیخلاف
سخت توہین آمیز کلمات استعمال کئے مثلاً لکھا کہ ومن آیاتی ما انبأنی العلیم الحکیم فی امر جل لئیم وبھتانہ العظیم
ترجمہ:۔ واز جملہ نشان ہائے من اینست کہ مرا در بارۂ معاملہ شخص لئیم و بہتان بزرگ او خبر داد۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے
فاذا ظھر قدر اللہ علی عدو مبین اسمہ کرم الدین ترجمہ:۔ پس ناگاہ ظاہر شد تقدیر خدائے تعالیٰ بر
دشمن صریح کہ نامِ او کرم الدین است۔" چونکہ مرزائیوں کی طرف سے پہلے مقدمات کی ابتداء ہو چکی تھی اسلئے مولانا مرحوم
نے بھی انتقاماً مرزا غلام احمد قادیانی اور حکیم فضلدین بھیروی کے خلاف استغاثہ دائر کر دیا۔ جو بعد میں حق و باطل کے
مابین ایک عظیم الشان معرکہ کی صورت اختیار کر گیا۔ اور مرزا قادیانی کیلئے سوہانِ روح بن گیا۔ اہلِ حق کی طرف سے شہادت
میں بڑے بڑے فضلاء پیش ہوتے تھے اور فریقِ مخالف کی طرف سے مولوی نورالدین بھیروی اور خواجہ کمال الدین
لاہوری بھی اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ مولانا ابوالفضل مرحوم نے نہایت استقلال اور ثابت قدمی
سے مرزا قادیانی کا مقابلہ کیا۔ آپ عدالت میں کتنے کتنے گھنٹے خود اتنی زبردست جرح کرتے تھے کہ مخالفین تلملا
اُٹھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مرحلہ پر آپ کی امداد فرمائی۔ تقریباً دو سال تک یہ مقدمہ چلتا رہا۔ آخر ۸ر اکتوبر ۱۹۰۴ء
کو گورداسپور کی عدالت سے مرزا غلام احمد قادیانی کو پانچ سو روپے جرمانہ یا چھ ماہ قید محض اور حکیم فضلدین بھیروی

کو دو سو روپیہ جرمانہ یا پانچ ماہ قید کی سزا کا حکم سنایا گیا۔ پھر اپیل میں ایک انگریز وکیل کی مدد سے بمشکل رہائی حاصل کی۔ گورداسپور کے ان مقدمات کے متعلق مرزاجی نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی صـ ۲۱۳ میں متعدد نشانات بیان کئے ہیں مثلاً نشان ۱۵۸ میں لکھا ہے: "کرم الدین جہلمی کے مقدمہ فوجداری کیلئے گورداسپور گیا تو مجھے الہام ہوا۔ یسئلونک عن شانک قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون نشان نمبر ۷۰ میں لکھا ہے۔ ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو رات کے وقت یہ فکر تھی کہ مقدمات کرم الدین کا کیا انجام ہوگا۔ الہام ہوا۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون نتیجہ یہ تھا کہ مقدمات کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا"۔ مرزاجی نے یہاں سفید جھوٹ بولا ہے کیونکہ آپ کو اس مقدمہ میں پہلے سزا کا فیصلہ سنایا گیا تھا نیز مندرجہ نشانات کے الفاظ خود بھی مرزاجی کی سخت پریشانی کی پردہ کشائی کر رہے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اس مقدمہ[1] میں مرزا غلام احمد قادیانی اور انکے حواریوں کو سخت ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ پیشگوئیاں بھی سب غلط ثابت ہوئیں اور مولانا ابو الفضل مرحوم ایسے شیر دل فاضل نے بامداد خداوندی مرزائیوں کی کمر توڑ کر رکھ دی لیحق الحق ویبطل الباطل ولو کرہ المجرمون

مولانا مرحوم کے کامیاب مناظرے

مخالف کے سامنے دلائل سے حق واضح کردینا کا نام مناظرہ ہے علمائے حق نے مناظرہ کو بھی اشاعت حق کا ذریعہ بنالیا ہے۔ اس زمانہ میں مناظرہ اگرچہ اکثر مجادلہ کا رنگ اختیار کرلیتا ہے۔ تاہم حسب ضرورت علماء مناظرہ کے ذریعہ مخالفین کو ساکت کرتے رہتے ہیں۔ مولانا ابو الفضل مرحوم نے بھی اس میدان میں نہایت مضبوط قدم رکھا اور اس فن میں خاص شہرت حاصل کی۔ آپ بہت ذکی الطبع تھے اور حاضر جوابی کا اللہ تعالیٰ نے خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ دلاور بہت تھے۔ آپ بلند قامت اور وجیہہ تھے۔ آواز بھی بلند اور پرصولت تھی۔ حوصلہ وسیع تھا کسی سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں مختلف فرقوں کیساتھ متعدد مناظرے کئے اور غالب رہے۔ مرزائیت اور شیعیت کے استیصال میں آپنے زندگی کا بیشتر حصہ خرچ کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد مولوی اللہ دتہ وغیرہ مرزائی مناظرین کے ساتھ مولانا مرحوم کے مناظرے ہوئے اور انکو ہر مرتبہ شکست فاش دی۔ جبکہ قادیانی مشن کے بانی ہی کو آپنے پچھاڑ دیا تھا تو اسکے پیروؤں کی کیا بساط تھی کہ آپ سے بازی لے جاتے۔ ہمیشہ ذلت کا سامنا نصیب ہوا۔

شیعہ مذہب کے علماء سے بھی آپ نے کامیاب مناظرے کئے۔ اور جو ایکبار سامنے آیا دوبارہ اسکو میدان میں آنیکی ہمت نہ ہوئی۔ کندیاں ضلع میانوالی میں ایکدفعہ آپکا مناظرہ مرزا احمد علی مشہور شیعی مناظر سے ہوا۔ مولانا مرحوم کے دلائل سے اسقدر مرعوب ہوا کہ گھبرا کر اثنائے مناظرہ میں یہ کہنے لگا کہ آپ بلند اسٹیج پر کھڑے ہیں اسلئے مجمع پر آپکی تقریر کا اثر ہو رہا ہے۔ مولانا نے جوابدیا کہ یہ اسٹیج کی بلندی کا اثر نہیں بلکہ حق کی بلندی کا اثر ہے۔ اگر میں آپکی جگہ پر کھڑا ہو جاؤں تو پھر بھی میری تقریر کا اثر وہی ہوگا۔ کیونکہ الحق یعلو ولا یُعلیٰ، حق غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا اس

---

[1] گورداسپور و جہلم کے ان تمام مقدمات کی تفصیل مولانا محمد کرم الدین صاحب مرحوم نے اپنی کتاب تازیانہ عبرت "المعروف بہ" قادیانی قانونی شکنجہ میں بیان کر دی ہے۔ کتاب بست پینہ دلائل سے کتاب کی ابتداء میں مرزا کے دوسرے عقائد باطلہ کا بھی لطیف رد ہے۔ قیمت ۱/۲ روپیہ

مناظرے کے بعد مرزا احمد علی صاحب نے پھر کبھی آپ سے مناظرہ کرنیکا نام نہیں لیا۔ جہاں مولانا مرحوم کی آمد کی خبر ہوئی، کترا گئے۔ مولانا مرحوم کی مناظرات میں عظیم الشان کامیابیوں کا غلغلہ اتنا بلند ہو گیا تھا کہ پھر شیعہ، مرزائی وغیرہ مناظرین کو مقابلہ میں آپکا حوصلہ ہی نہ پڑتا تھا۔ بسا اوقات آپکا نام لینا ہی کافی ہو جاتا تھا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

مولانا مرحوم حنفی المذہب تھے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مقلد تھے علماء اہلحدیث کے ساتھ بھی مختلف فیہ مسائل میں آپکے کامیاب مناظرے ہوتے۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری مشہور مناظر اہلحدیث سے تقلیدِ شخصی وغیرہ موضوع پر دو مرتبہ زبردست مناظرہ ہوا۔ پہلا مناظرہ بتاریخ ۳ مئی سنہ ۱۹۲۰ء کو میرپور میں ہوا۔ اور دوسرا ۴ اپریل سنہ ۱۹۲۳ء کو چک رجادی ضلع گجرات میں ہوا۔ باوجودیکہ مولوی ثناء اللہ صاحب مرحوم بھی فن مناظرہ میں خاص شہرت کے مالک تھے لیکن مولانا مرحوم کے سامنے آپ نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور چک جادی کے مناظرہ کے اختتام پر تو مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہاں تک کہہ دیا کہ آئندہ میں مولوی کرم الدین صاحب سے تقریری مناظرہ نہیں کرونگا۔ ان مناظرات کی مختصر روئداد "مناظراتِ ثلاثہ" میں چھپی ہے۔ اہلِ قرآن آریہ اور عیسائیوں کے ساتھ بھی آپکو مناظرہ کرنیکی نوبت آئی۔ آپ نے ایکدفعہ چکوال میں پادری عبدالحق عیسائی مناظر کو چیلنج دیا تھا لیکن اسکو مقابلہ کرنیکی ہمت نہ ہو سکی۔ بعض علمائے احناف سے بھی بعض فقہی مسائل میں اختلاف کی بناء پر آپکے مناظرے ہوئے ہیں۔

مرکز رشد و ہدایت دار العلوم دیوبند کیطرف رجوع

اللہ تعالیٰ نے اس دور میں دیوبند کو علمی و روحانی فیوض کا سرچشمہ بنایا ہے۔ اکابر دیوبند جامع الظاہر والباطن تھے۔ تجدید و احیاءِ دین میں ان بزرگوں نے وہی فرائض انجام دیئے جو ہر زمانہ کے مجددین کا منصب و العین رہا ہے۔ مسلمانوں میں عموماً بدعات و رسوم کا رواج تھا۔ عقاید و اعمال میں افراط و تفریط پیدا ہو گئی تھی۔ علمائے دیوبند نے کتاب و سنت کی روشنی میں اہلِ اسلام کو انکے صحیح موقف سے آگاہ کیا۔ اور اظہارِ حق کے نتیجہ میں انکو انہی مراحل سے گزرنا پڑا جو بہ تبعیت انبیاء ہمیشہ علمائے ربانیین طے کرتے رہے ہیں۔ قوم کے ناحق شناس طبقہ نے شدید مخالفت کی۔ علماء دنیا نے ان بزرگوں پر کفر و الحاد کے فتوے لگائے اور اتنا مکروہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ بہت سے نیک نیت لوگوں میں بھی غلط فہمیاں پھیل گئیں۔ علمائے دیوبند کی عبارتوں میں کتر و بیونت کر کے قوم کے سامنے پیش کیا گیا۔ مصنفین کی مراد سمجھنے کی کوشش نہ کی گئی۔ مولانا کرم الدین مرحوم بھی اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے اور آپکو اگرچہ حضرات دیوبند کے خلاف غلو نہ تھا لیکن انکے احوال و کمالات سے ناواقفیت کی بناء پر انکی صحیح عقیدت و عظمت حاصل نہ کر سکے۔ چونکہ زیادہ تر شیعیت و مرزائیت کی طرف توجہ رہتی تھی۔ اسلئے اکابر دیوبند کی تصانیفِ مبارکہ کو براہِ راست مطالعہ کرنے اور انکے پیش کردہ حقائق کو سمجھنے کا بہت کم موقعہ مل سکا۔ ان حضرات کے متعلق آپکے دل میں جو شبہات تھے جنکا منشاء زیادہ تر مخالفین ہی کی تصانیف تھیں۔ غالباً ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے کہ سلانوالی ضلع سرگودھا

میں علماء دیوبند نے علماء بریلی کے مابین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے "علم غیب کلی ماکان ومایکون" کے موضوع[1] پر ایک معرکۃ الآراء مناظرہ ہوا جسمیں مولانا مرحوم علماء بریلی کی طرف سے صدر مقرر ہوئے۔ اس مناظرہ سے واپس آکر آپ نے راقم الحروف سے دیوبندی مناظر مولانا منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان کی تہذیب ومتانت کی بہت تعریف فرمائی۔

اسکے علاوہ خدا جانے آپ نے اس مناظرہ سے کیا کیا اثرات لئے اگلے سال رمضان ۱۳۵۶ھ میں احقر نے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہونے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے بخوشی اجازت دے دی اور خود اعلیٰ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث دیوبند مم مدظلہ کی خدمت میں اس مضمون کا عریضہ لکھا کہ "میں اپنے فرزند کو دارالعلوم میں حضرت کے زیر سایہ تعلیم دلانا چاہتا ہوں"[2]۔ حضرت والا مدظلہ نے سلہٹ آسام سے جواب تحریر فرمایا جسکا مضمون یہ تھا کہ "آپ اپنے لڑکے کو ابتدا شوال میں دیوبند بھیجدیں۔ میں نے حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب کو اسکے متعلق لکھدیا ہے وہ مہربانی فرمائیں گے"۔ حضرت کے گرامی نامہ کو مولانا مرحوم نے اپنے لئے باعثِ افتخار جانا اور فرمایا کہ "آج ہندوستان کی ایک بڑی شخصیت کا خط آیا ہے"۔ یہ الفاظ آپ نے بڑی عقیدت سے کہے تھے۔ شوال میں بندہ دارالعلوم میں داخل ہوگیا شعبان ۱۳۵۸ھ میں جب میں وہاں سے فارغ ہوکر گھر آیا تو جناب والد مرحوم سے اکابر دیوبند کے حالات بیان کئے حضرت مدنی مدظلہ کے بعض ارشادات سنائے جو میں نے قلمبند کر لئے تھے۔ تو آپ نے حضرت کے متعلق فرمایا۔ کہ "آپ ولی اللہ ہیں"۔ قطب العارفین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ اور امام العالم حضرت مولانا محمود الحسن صاحب شیخ الہند کے حالات سنکر فرطِ عقیدت سے والد صاحب کی آنکھیں بعض وقت آنسوؤں سے تر ہوجاتی تھیں۔ تمام اکابر دیوبند سے مولانا مرحوم کو عقیدت کا گہرا تعلق پیدا ہوگیا تھا۔ ایکدفعہ راولپنڈی کے کتبخانہ میں آپکو امام الطریقت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کی تفسیر بیان القرآن کے بعض مقامات سننے کا موقعہ ملا۔ راولپنڈی جیل میں عند الملاقات بندہ کے سامنے اس تفسیر کی بہت تعریف کی اور اسکی بعض خصوصیات بھی بیان کیں ایکدفعہ آپ نے حضرت تھانوی کے چند مواعظ منگوائے اور مجھکو جیل میں مطالعہ کیلئے بھیجے۔ غرضیکہ اکابر دیوبند کیمتعلق جو پہلے شبہات تھے، وہ زائل ہوگئے اور یہ حضرات اکابر کی کرامت ہے۔

ملے اس بارہ میں علماء دیوبند کا یہ عقیدہ ہے کہ علم ماکان ومایکون" یعنی کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم ہر آن میں ہمیشہ کیلئے صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے کسی مخلوق کو حق تعالیٰ نے ایسا علم محیط کائنات کی تفصیلی عطا نہیں فرمایا۔ ہر جگہ حاضر ناظر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ باقی حضور سرور کائنات صلعم کو اولین وآخرین سب سے زیادہ علم بخشا ہے۔ کونیات کے متعلق بھی آنحضرت صلعم کو اتنے علوم غیبیہ سے مطلع فرمایا ہے جنکا شمار نہیں ہو سکتا۔ یہ عقیدہ کتاب وسنت پر مبنی ہے اور مولانا مرحوم نے بھی انتساب ہدایت میں علم ماکان ومایکون کو ذات باری تعالیٰ کا خاصہ تسلیم کیا ہے۔ ۱۲۔

(۲) برادرم مولوی منظور حسین صاحب مرحوم نے انگریزی تعلیم بی اے تک باقاعدہ کالج میں حاصل کی تھی۔ کالج کی زندگی میں آپکو جسمانی قوت بڑھانے کا زیادہ شوق تھا جسمیں آپ نے بڑا کمال حاصل کیا۔ مونگر کا وہ آپ سامنے سے سینہ سے لگاکر مضبوطی سے پکڑ لیتے تھے اور پھر خواہ کتنی سپیڈ سے چلائی جائے روک کے رکھتے تھے۔ وہیے کی دو نصف انچ موٹی سلاخوں کو جوڑ کر اپنے بازو پر بیٹھ بیٹھے اور ایک انچ موٹی سلاخ گردن میں لپیٹ لیتے تھے۔ کھڑے ہوکر ننگی چھاتی پر وزنی ہتھوڑوں کی ضربیں لگواتے تھے۔ ہاتھوں کی دو انگلیوں میں انڈے کو نوک کے بل رکھ کر توڑ ڈالتے تھے۔ اس قسم کے غیر معمولی قوت کے کرشموں کا آپ نے بہت دفعہ مظاہرہ کیا ہے۔ گارڈن کالج راولپنڈی سے فارغ ہونے کے بعد بھی آپ نے پہلوانی کا سلسلہ جاری رکھا لیکن بعد میں قرآن حکیم کی تلاوت اور اسلامی تاریخ کے مطالعہ نے آپکے قلب میں ایک زبردست انقلاب پیدا کردیا۔ انگریزوں کی تہذیب سے سخت نفرت ہوگئی۔ فرنگی اقتدار کے کسی اثر کو آپ برداشت نہ کرتے تھے۔ اجنبی کی غلامی میں رہنا آپکے لئے سخت مشکل ہوگیا۔ آپ نے پہلے اپنی اصلاح کی اور شریعت کے سانچے میں ڈھل گئے گو آپ چونکہ عربی پڑھی ہوئی نہ تھی اسلئے قرآن وحدیث سے (باقی صفحہ ۲۲ پر)

پیرانہ سالی میں مصائب کا ہجوم

حق تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمائش، اصلاح کیلئے مصائب میں بھی ڈالتے ہیں۔ ہر تکلیف صورتاً مصیبت ہوتی ہے اور باطناً مومن کیلئے وہ رحمت ثابت ہوتی ہے۔ مولانا مرحوم کی عمر غالباً ۹۰ برس سے متجاوز ہو چکی تھی۔ چند سال سے آنکھوں میں موتیا بند ہونیکی وجہ سے لکھنے پڑھنے میں معذور تھے۔ ایک آنکھ میں کچھ بینائی تھی جس سے کچھ چل پھر سکتے تھے۔ بتقاضائے عمر بدنی ضعف بھی بہت ہو گیا تھا۔ اور فتق کا بھی عارضہ تھا کہ یکایک جون ۱۹۴۰ء میں آپ پر حوادث کا نزول ہوا۔ ایک قتل کے سلسلہ میں راقم الحروف مع تین رفقاء کے گرفتار ہوا اور برادرم مولوی منظور حسین صاحب[ل] شہید مرحوم نے تھانہ ڈھمین کے ڈاک بنگلہ میں ایک متعصب ہندو چوہدری کھیم چند الیس ڈی اوچکوال کو رات کے وقت ہلاک کر دیا۔ ماسٹر عبد العزیز صاحب مرحوم بھی آپکے ساتھ تھے۔ دونوں رفیق وہاں سے بسلامت نکل گئے اور سرحد پشاور عبور کر کے آزاد علاقہ (یاغستان) میں چلے گئے۔ جہاں آپ حضرت بادشاہ گل صاحب خلف مجاہدِ اعظم حضرت حاجی ترنگزئی صاحب کے پاس مقیم ہو گئے۔ حضرت بادشاہ گل صاحب نے آپکے ساتھ عزیزوں کی طرح نہایت بہتر سلوک فرمایا۔ ادھر والد صاحب اور جملہ اقرباء کو پولیس نے اپنی حراست میں لے لیا۔ اور بھائی صاحب کے اس قتل کا سارا بوجھ والد مرحوم کے سر آ گیا۔ حالانکہ آپکو بھائی صاحب نے کسی راز سے مطلع نہیں کیا تھا اور نہ ہی یاغستان جانے کا آپکو علم تھا۔ مکانات اسباب ضبط کر لئے گئے۔ ادھر راقم الحروف کو تین رفقاء کے ساتھ ۲۰۔۲۰ سال عمر قید کی سزا سنائی گئی اور ہمکو سنٹرل جیل لاہور میں بھیجدیا گیا۔ نیز پولیس نے مولانا مرحوم پر دفعہ ۱۸۲ کے ماتحت ایک مقدمہ دائر کر دیا تھا۔ اس ضعیف العمری میں پیہم ایسے حوادث کا نزول بظاہر ناقابلِ برداشت تھا لیکن حق تعالیٰ نے آپکو کچھ ایسا غیر معمولی حوصلہ عطا فرمایا تھا کہ آپنے بڑی دلیری و استقلال سے ان حوادث کا مقابلہ کیا۔ کبھی ہمت نہیں ہاری نہ رحمتِ خداوندی سے مایوس ہوئے۔ ہمارے مقدمہ کیلئے بھی تقریباً ہر پیشی پر تشریف لاتے رہے۔ بڑی کوشش سے مقدمہ لڑکر اپنے مکانات و اسباب واپس لے لئے۔ اور الٹا حکومت کے خلاف ڈگری کرائی اور خرچہ وصول کیا۔ دفعہ ۱۸۲ کے مقدمہ میں بھی آپکو اللہ تعالیٰ نے براءت عطا فرمائی۔ سب سے زیادہ آپکو مولوی منظور حسین صاحب مرحوم کی روپوشی کا فکر تھا لیکن بعد میں جب بسلامت یاغستان پہنچنے کی خبر آ گئی۔ تو آپکو کچھ اطمینان ہو گیا۔

بھائی صاحب کا رفقاء سمیت شہید ہونا

قضاء الٰہی سب تدبیرات پر غالب آتی ہے۔ مولوی منظور حسین ایکسال یاغستان میں قیام کرنیکے بعد بعض عزائم

ل۔ حاشیہ گزشتہ صفحہ پر نشان (۲۰) سے شروع کریں: (گزشتہ صفحہ سے آگے) استفادہ آسان تھا۔ والد مرحوم سے فقہ و حدیث کی بعض کتابیں پڑھ لیں۔ آپنے تبلیغِ دین بھی شروع کر دی۔ جہاد بالسیف کا جذبہ آپ پر غالب تھا۔ اور اللہ کی راہ میں شہید ہونا آپکا حال بن گیا تھا۔ آپ انگریز سے جہاد کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ اس سلسلہ میں ایک جماعت خدام اسلام کے نام سے قائم کی جس میں داخل ہونے کے لئے شریعت کی پابندی اور جانبازی کی شرط ضروری تھی۔ آپکے عزائم بہت بلند تھے۔ اس زمانہ میں کشمیر کو فتح کرنے کا ارادہ تھا حضرت شاہ اسمٰعیل صاحب شہیدؒ سے خاص عقیدت تھی۔ انکی طرح اپنے جسم کو ہر قسم کی جفاکشی کیلئے تیار کرتے تھے۔ بڑے بڑے طویل سفر پیدل طے کرتے تھے۔ اور کچھ چنے کھا کر گزارہ کر لیتے تھے۔ جذبہ جہاد کیساتھ ساتھ آپ ذکر الٰہی میں اکثر مشغول رہتے تھے۔ آپکی طبیعت میں سوز تھا اور حضور اکرم صلعم سے خاص محبت تھی۔ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر خاص توکل رکھتے تھے۔ ظاہری اسباب پر کم نظر رکھتے تھے۔ شجاعت میں واقعی بے نظیر تھے۔ ۳۴ سال کی عمر میں شہید ہوئے اور یہی ان کا مقصود اصلی تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ ۰

کے پیش نظر اپنے دیگر چار رفقاء کی معیت میں وطن کی طرف واپس لوٹے۔ سرفروش غازیوں کی یہ قلیل جماعت رائفلوں سے مسلح تھی۔ وزیرستانی قبائل سے ہوتے ہوئے آپ نے بنوں کی سرحد کو عبور کیا اور موضع عباسیہ تحصیل لکی مروت کے قریب ایک جگہ آرام کیلئے ٹھہرے۔ ماسٹر عبدالعزیز صاحب[1] اور ایک دوسرے رفیق کو قریب کی بستی سے کھانا لانے کیلئے بھیجا۔ پولیس کو خبر ہو گئی۔ ان دونوں کو وہاں گرفتار کر لیا گیا! اور دو سب انسپکٹر پولیس کی مسلح گارڈ اور پبلک کی جمعیت ساتھ لیکر مولوی منظور حسین صاحب کے مقابلہ کیلئے نکلے۔ پہاڑ کا طویل سفر پیدل طے کرنیکی وجہ سے تھکان غالب تھی۔ گرمی کا موسم تھا آپ ایک درخت کی ٹھنڈی چھاؤں میں رفقاء سمیت گہری نیند سو گئے تھے۔ پولیس نے انکو بیدار ہونیکا موقع ہی نہ دیا اور بے خبری میں ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی اور یوں ان مجاہدوں کی سعید روحیں عالم بالا کو پرواز کر گئیں[2]

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن　　　خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

لکی مروت کے مسلمانوں نے جب انکی متشرع صورتیں دیکھیں اور انکے حالات سے آگاہی ہوئی۔ تو بہت غمگین ہوئے کثیر تعداد میں لوگ شریکِ جنازہ ہوئے اور لکی مروت کے قبرستان میں آپ مدفون ہوئے۔ مولانا مرحوم کیلئے پہلے صدمات ہی کم نہ تھے پھر ایسے باکمال لختِ جگر کا مع رفقاء کے اپنے وطن سے دور یوں مظلومیت کی حالت میں شہید ہونا ایک جانگداز حادثہ تھا۔ لیکن آپ نے اس موقعہ پر جس غیر معمولی صبر و حوصلہ کا ثبوت دیا۔ اس زمانہ میں اسکی نظیریں کم ملیں گی۔ ہماری والدہ ماجدہ بھی ان پیہم صدمات میں اپنے عزیز کی شہادت کے بعد جلد ہی رحلت فرما گئیں لیکن جو صبر دکھایا وہ انہی کا حصہ تھا۔ رحمہا اللہ تعالیٰ۔ مولانا مرحوم فطری شاعر بھی تھے۔ اور پنجابی، اردو، فارسی اور عربی میں شعر کہنے پر قادر تھے۔ فی البدیہہ اشعار بھی کہے ہیں۔ لیکن آپ نے شاعری کے فن میں انہماک نہیں کیا۔ حسب ضرورت شعر گوئی کرتے تھے۔ مشاعروں میں بھی شامل ہوتے رہے ہیں۔ اپنے فقید المثال فرزند کی شہادت و فراق سے متاثر ہو کر آپ نے جو اشعار لکھے ہیں، وہ بہت درد انگیز ہیں۔

حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی سے بیعت

انسان روح و بدن دو چیزوں سے مرکب ہے۔ جسمانی امراض کے علاج کیلئے جسطرح طبیب کی ضرورت

---

[1] ماسٹر عبدالعزیز صاحب چکوال کے باشندہ تھے۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد سکول میں ملازمت اختیار کر لی۔ باہمت اور دلیر نوجوان تھے مولوی منظور حسین صاحب کی رفاقت و صحبت نے آپ کے اندر بھی جہاد فی سبیل اللہ کی روح پھونک دی۔ اور ہمہ تن جہاد کی تیاریوں میں لگ گئے چوہدری کھیم چند کے قتل میں شریک تھے یاغستان میں بھی مولوی منظور حسین صاحب کے ہمراہ رہے گرفتاری کے بعد ماسٹر صاحب موصوف کو چکوال میں لایا گیا۔ وہاں ایس ڈی او مذکور کا مقدمہ چلایا گیا۔ اسکے نتیجہ میں آپکو سزائے موت کا حکم ہوا۔ لاہور سنٹرل جیل میں چند ماہ تک پھانسی کی کوٹھڑی میں رہے۔ شب و روز ذکر و شغل میں مصروف رہے۔ اب آپکی قلبی تمنا یہی تھی کہ زندہ دنیا میں واپس نہ جاؤں بلکہ اپنے رفقاء شہداء سے جا ملوں۔ پھانسی ہونے سے پہلے روز اپنے اقرباء و اعزہ سے بڑی بشاشت سے ملاقات کرتے رہے۔ انکو صبر کی تلقین کی۔ صبح کو جب پھانسی کے لئے نکلے تو راستہ میں سورۃ یٰسین بلند آواز سے نہایت اطمینان سے تلاوت کرتے گئے۔ اور نعرۂ تکبیر بلند کر کے تختۂ دار پر لٹک گئے۔ یہ غلامانِ محمد کی پرانی رسم ہے۔ کودتے ہیں آگ میں۔ چڑھتے ہیں اکثر دار پر۔

[2] مولوی منظور حسین صاحب کے ساتھ شہید ہونیوالوں میں غازی محمد خان ساکن بڈھیال ضلع جہلم بھی تھے۔ جو آپکے مخلص دوست تھے۔ فوج میں سپاہی تھے۔ وہاں سے چھٹی لے کر آئے تو گھر سے ہوتے ہوئے یاغستان میں آپ کے پاس پہنچ گئے۔ اور آخری دم تک آپ کی رفاقت میں رہے۔ اب لکی مروت میں مدفون ہیں۔ (رحمہ اللہ تعالیٰ)

ہوتی ہے۔ اسیطرح روحانی امراض کا کسی معالج روحانی سے علاج کرانا اشد ضروری ہے۔ اصلاحِ نفس اور تصفیۂ قلب خود شرع میں مطلوب ہے۔ علوم و اعمال شرعیہ کیطرح کیفیاتِ روحانی اور کمالاتِ باطنی بھی مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہیں۔ جہاں کہیں بھی قرب و معرفتِ الٰہی کی کوئی شعاع موجود ہے۔ وہ سب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و انوار کا عکس ہے تصوف کمالِ شرع ہی کا دوسرا نام ہے۔ طریقت خود شریعت کی جزو ہے۔ شریعت اور طریقت کو آپسمیں مخالف سمجھنا جاہلوں اور بے دینوں کا کام ہے۔ بدون اتباع شرع کے عند اللہ مقبولیت حاصل نہیں ہو سکتی ؎

محال است سعدی کہ راہِ صفا　　تواں یافت جز در پئے مصطفےٰ

ہاں حضرات اہلِ تحقیق کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نسبت باطنی بغیر کسی شیخ کامل سے تعلق رکھنے کے حاصل نہیں ہوتی اور بیعت کی حقیقت یہی ہے کہ مرشد کامل کی ہدایت کے مطابق سلوک الی اللہ کا پر از خطرات راستہ قطع کیا جائے ؎ یار باید راہ را تنہا مرد۔ بے قلاوز اندریں صحرا مرو ✦ پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر۔ ہست بس پر آفت و رنج و خطر بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق۔ عمر بگذشت و نشد آگاہِ عشق ✦ پیر کامل وہی ہے جو حدود شرع کا سخت پابند ہو اور قرب و ولایت محبت مشاہدۂ باطنی کی دولت سے مالامال ہو چکا ہو۔ جو درویش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و شریعت کے خلاف ہو، پیر بنانے کے لائق نہیں۔ اور شیخ کامل کی پہچان یہ ہے کہ اسکی صحبت میں دُنیا حقیر نظر آئے۔ مال و جاہ کی محبت اُٹھ جائے اور توجہ الی اللہ کا غلبہ نصیب ہو۔ اللّٰھم ارزقناہ

مولانا مرحوم ابتدائی عمر میں کتب درسیہ سے فارغ ہو کر پنجاب کے ایک شیخ سے بیعت ہوئے تھے لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد وہ بزرگ انتقال فرما گئے۔ پھر آپ دوسرے مشاغل میں پڑ گئے اور باقاعدہ سلوک الی اللہ کیلئے عملی قدم نہ اُٹھا سکے۔ اب زندگی کی آخری منزل میں جب مصائب کا ہجوم ہوا اور منزلِ آخرت قریب نظر آئی تو کسی مرشد کامل سے استفاضہ ضروری سمجھا۔ اکابر دیوبند سے عقیدت تو پیدا ہو چکی تھی۔ اس غرض کیلئے جامع علوم و معارف قدوۃ الواصلین شیخ العصر حضرت مولانا حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں بیعت کے لئے درخواست بھیجی۔ حضرت مدظلہ نے اپنے گرامت نامہ میں ارشاد فرمایا کہ تجدید بیعت کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنے سابق شیخ کے تلقین کردہ وظیفہ پر عمل کریں۔ میں آپکے لئے اور آپ کے عزیز کیلئے حسن خاتمہ کی دعا کرتا ہوں۔" اسکے بعد جناب والد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ جب سے بیعت کا تعلق اختیار کیا ہے، حضرت مولانا مدنی صاحب سے غائبانہ مجھ کو فیض حاصل ہوتا ہے۔ اسکے بعد جلد ہی مولانا انتقال فرما گئے۔

وفات

مولانا مرحوم نے آنکھوں کا اپریشن کرایا جس سے بصارت حاصل ہو گئی اور عینک کے ذریعہ کتاب کا مطالعہ کر لیتے تھے۔ اسکے بعد بندہ کی ملاقات کی غرض سے لاہور کا سفر اختیار کیا۔ مولوی منظور حسین صاحب شہید مرحوم کی سوانحعمری کا مسودہ خوشنویس سے لکھوانے کیلئے راہ میں حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں قیام کرنا پڑا۔ وہاں سے سنٹرل جیل

(باقی صفحہ ۱۶ پر ملاحظہ کریں)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آفتابِ ہدایت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمَلِکِ الْحَقِّ الْمُبِیْنِ رَبِّنَا وَرَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ ذَوِی الْمَجْدِ وَالْعُلٰی وَاَصْحَابِہِ الْمُھْدِیِّیْنَ ہ نُجُوْمِ الْحَقِّ وَالْاِھْتِدَاءِ ہ

اَمَّا بَعْدُ

پس واضح ملائے اولی الابصار ہو کہ ہر چند اقتضاءِ وقت یہی ہے کہ اسلام کے تمام فرقے متحد ہو کر مخالفینِ اسلام آریہ عیسائی وغیرہ کا مقابلہ کریں جو اس وقت دینِ حق اسلام پاک کے مٹانے کے درپے ہو کر ہر طرف سے پُرزور حملے کر رہے ہیں۔ کہیں شُدھی کی تحریک کی گرما گرمی ہے اور کہیں عیسائیت کے مناد لطائف الحیل سے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے اسلام کے بیرونی دشمنوں کے علاوہ اندرونی دشمن روافض مرزائی وغیرہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے ان سے بڑھ کر جد و جہد کر رہے ہیں اور فرقہ اہل السُّنّۃ والجماعۃ کی خاموشی سے فائدہ اُٹھا کر تحریر کے ذریعہ مرزائیت ارفض وغیرہ کی وبا پھیلائی جا رہی ہے' اور ڈر ہے کہ یہی رفتار رہی تو کسی وقت اسلام کا اصلی خوبصورت چہرہ بالکل مسخ ہو کر رفض و بدعت امرزائیت، نیچریت، چکڑالویت وغیرہ کی منحوس شکل اختیار کرے گا۔ (خدا ایسا نہ کرے) اس لئے علماءِ اہل السُّنّۃ والجماعت کا اوّلین فرض یہ ہے کہ ان اندرونی دشمنانِ دین کی شر کا انسداد کریں جو اسلام کے دعویدار ہو کر مسلمانوں کو جادۂ حق صراطِ مستقیم سے پھسلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

چونکہ میرے خیال میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ اس وقت رفض کا ہے جو فتنہ ارتداد سے بھی زیادہ خوفناک ہے اس لئے ہمیں اس کے انسداد کی طرف پہلے متوجہ ہونا چاہیئے۔ بناءً علیہ خاکسار متوکلاً علی اللہ اس کام کو شروع کرتا ہے۔ وَالسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی۔

خاکسار نے پہلے بھی متعدد مختصر رسالے اس بارے میں تصنیف کر کے شائع کئے ہیں اور خدا کے فضل سے وہ مقبول ہوئے ہیں لیکن بعض خواص نے چاہی کی جن میں سے ایک میرے مکرم دوست حاجی خواجہ

غلام یٰسین صاحب تلہ گنگی ہیں۔ دوم برخوردار مولوی محمد فیض الحسن صاحب مرحوم (مولوی فاضل) ابن اخی المرحوم مولانا مولوی محمد حسن صاحب فیضی ہیں، مدت سے یہ فرمائش تھی کہ ایسی جامع کتاب اس موضوع میں تصنیف کی جائے جس کے ہوتے ہوئے دوسری کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت باقی نہ رہے، جو تردید عقائدِ شیعہ میں تصنیف ہوئی ہیں۔ اور ایسا طریق اختیار کیا جائے کہ قرآن پاک سے استدلال کے علاوہ کتب مستند مسلّمہ خصم کی عبارات بقید صفحہ درج کر کے مسائل کی توضیح کر دی جائے۔ تاکہ کسی موافق و مخالف کو شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ سو اسی التزام سے میں نے یہ کتاب لکھنی شروع کی ہے۔ میری کوشش یہ ہوگی کہ اپنے مدعا کو نصِ صریح آیاتِ قرآن سے ثابت کروں گا۔ پھر خصم کی معتبر اور مسلّمہ کتابوں کی عبارات بقید صفحہ درج کر کے استدلال کیا جائے گا اور کوئی عبارت جو اصل کتاب سے بچشم خود نہ دیکھ لوں ہرگز درج نہ کی جائے گی۔ اور میری یہ کتاب اہلِ رفض کے عقائد و مسائل کی تردید کرے گی اور ہر طرح سے تہذیب و متانت کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

رافضی کا لقب

میرے شیعہ بھائی بُرا نہ منائیں اگر ان کو رافضی کے لقب سے خطاب کیا جائے کیونکہ یہ مبارک لقب اُن کو بقول امام جعفر صادق بارگاہِ ایزدی سے عطا ہوا ہے۔ جیسا فروع کافی کتاب الروضہ جلد ۳ ص ۱۲ میں قول امام ہمام درج ہے لَا وَاللّٰهِ مَا هُمْ سَمَّوْكُمْ بَلِ اللّٰهُ سَمَّاكُمْ (خدا کی قسم تمہارا یہ نام لوگوں نے نہیں رکھا بلکہ خدا نے تمہارا نام رافضی رکھا ہے) پھر ایسے مبارک لقب پر جو بارگاہ رب العزت سے عطا ہوا ہے اور حضرت امام والا مقام نے اس کی تصدیق فرمائی ہے ہمارے شیعہ حضرات کو فخر کرنا چاہئے۔ مبارک! مبارک!!

فتنۂ رفض

میرا یہ کہنا کہ فتنۂ رفض فتنۂ ارتداد سے بھی زیادہ خطرناک ہے سو ظاہر ہے کہ کافر یا مرتد کی صحبت کا اثر ایک مسلمان کے دل پر اس وجہ سے نہیں پڑ سکتا کہ وہ ایک کھلا ہوا دشمن اسلام کا ہے، جو کچھ بھی بکتا ہے مسلمان اس کو اس کی عداوت و عناد پر محمول کرے گا لیکن خارجی یا رافضی دعویدارِ اسلام ہو کر جو بات کہے گا ایک سادہ لوح اور بھولے بھالے مسلمان کا دل اس سے ضرور متاثر ہوگا جو کسی وقت اس کی گمراہی کا باعث ہوگا بلکہ میں تو کہوں گا آریہ، عیسائی وغیرہ مخالفین اسلام کو قرآنِ پاک اور احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ناپاک حملے کرنے کا مصالحہ بھی روافض کی تصانیف سے ملتا ہے۔ ورنہ آیات قرآن و حدیث

رسول (جو عربی میں ہیں) کے مضامین سے ایک اُردو دان آریہ یا عیسائی کب واقف ہو سکتا ہے۔ علومِ عربیہ سے نابلد ہونے کے باعث لوگوں کو آیاتِ قرآن یا احادیثِ رسول پر نکتہ چینی کرنے کا حوصلہ ہی کس طرح ہو سکتا ہے۔

اِسلام کی تصویر اہلِ سنّت کے نقطۂ خیال سے

سچ پوچھو تو اسلام کی اصلی پاک تصویر جو مذہب اہل السنت والجماعت پیش کرتا ہے کسی دشمنِ دین کی کیا مجال کہ اس کے خد و خال اور حسن و جمال پر کوئی بدنما دھبہ لگا سکے۔ کیونکہ اہل السنت کا مذہب یہ ہے کہ ہادیٔ اسلام رسولِ عربی فداہ ابی و امی نے پہلے اپنی واحد طاقت سے حسبِ فرمانِ ایزدی دُنیا کے بڑے بڑے بڑے اصحابِ جاہ و جلال اور با جبروت امراء و سلاطین کو چیلنج دے کر توحیدِ الٰہی کی طرف بلایا۔ ان کے خانہ ساز خداؤں ٹھاکروں اور بُتوں کی الوہیت کی دلائلِ قاہرہ سے تردید اور تذلیل کی اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تیغِ عریاں ہاتھ میں لے کر ھَلْ مِنْ مُبَارِز کی صدا بلند کی چونکہ خدائے جبار و قہار آپ کا حامی و مددگار تھا۔ ان بڑے بڑے جبابرہ کو آپ سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ نہ ہو سکا اور آپ کی وہ جادو بھری آواز (کلمۂ توحید) ان بدن دلوں کو فتح کرتی گئی تا آنکہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ، عمر فاروق رضؓ، عثمانؓ، حیدرِ کرار رضؓ جیسے مبارک نفوس آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ اور ان پاک نفوس نے داخلِ اسلام ہوتے ہی اپنی خداداد قوت و شجاعت (اللہ) جان و مال سے خدماتِ اسلام میں وہ حصہ لیا کہ تھوڑے زمانہ میں اسلام کو مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک پھیلا دیا اور مرتے دم تک اپنے آقا کا ایسا ساتھ نباہا کہ مخالف قومیں رشک کرتی ہیں۔ ان ہی پاک ہستیوں کے طفیل اقطاع الارض عرب و عجم میں اسلام کا نور ضیاء افگن ہوا۔ اُنہوں نے ہی ہندیوں کے بُت کدے توڑے اور فارس کے آتش کدے سرد کئے۔ انہوں نے ہی قیصر و کسریٰ جیسے عظیم الشان سلاطین کا قلع قمع کر کے وہاں اسلام کی حکومت قائم کی۔ انہی کے طفیل خدائے قدوس کی وہ کتاب (قرآن کریم) جو نبی آخر الزمان پر نازل ہوئی۔ ہم تک بحالتِ مجموعی پہنچی۔ یہ خدا کے جری (پہلوان) اگرچہ بحکم اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ مخالفینِ اسلام پر نہایت چیرہ دست تھے مگر وہ بحکم رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ آپس میں ایک دوسرے پر بڑے مہربان اور باہم شیر و شکر تھے۔ رسول اکرمؐ کے زمانہ میں ان پاک ہستیوں نے اعلاء کلمۃ الحق میں اپنی جان و مال سے دریغ نہ کیا۔ کفارِ مکہ کے ہاتھ سے سخت سے سخت اذیتیں اُٹھائیں۔ گھر بار چھوڑے، وطن سے بے وطن ہوئے لیکن اپنے پیارے رسولؐ کا دامن نہ چھوڑا۔ ہادیٔ اسلام رسولِ پاکؐ نے جس وقت دُنیا سے رحلت فرمائی غازیانِ اسلام لاکھوں

کی تعداد تک پہنچ چکے تھے۔ جن کے دلوں میں اسلام ایسا راسخ ہو چکا تھا کہ جان جاتی پر ایمان نہ جاتا۔ آپ کی وفات کے بعد مجلسِ شوریٰ نے جس صاحب کو حضور علیہ السلام کی جانشینی (خلافت) کے لئے انتخاب کیا۔ سب نے بلا چون وچرا اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کے آگے سر جھکایا۔ حتیٰ کہ نوبت بہ نوبت حسب وعدہ الٰہی ان چاروں بزرگوں کو خلافت کا حصّہ ملا۔ ان کے زمانہ میں اسلام نے وہ ترقی اور عروج حاصل کیا کہ دیگر مذاہب ان کے مقابلہ میں ہیچ ہو گئے۔

اسلام کی تصویر جو رافضی پیش کرتا ہے

اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھیں جو روافض پیش کرتے ہیں۔ ان کے مذہب میں ہادیِ اسلام رسولِ عربی نے اپنی عمر بھر کی وعظ و تبلیغ سے سچے مسلمان فاطمہ رض، علی رض، حسنین رض اپنے کنبہ کے لوگوں کے علاوہ صرف چندکس ابوذر رض، سلیمان رض پیدا کئے تھے جو آخر تک اسلام پر قائم رہے۔ باقی مسلمان سارے کے سارے برائے نام مسلمان ہوئے تھے جو رسولِ عربی کی وفات کے بعد سب کے سب بغیر ان چندکس کے مرتد ہو گئے[1]

اور طرفہ یہ کہ رسولؐ کو اپنی زندگی میں یہ خوب معلوم تھا کہ یہ لوگ منافق ہیں اور میری وفات کے بعد علانیہ طور پر میرے بھائی علی اور ان کی اولاد کے دشمن بن جائیں گے۔ ان کے حقوق چھین لیں گے اور ان کو سخت تکالیف پہنچائیں گے۔ ان میں سے اصحابِ ثلاثہ کا رسولؐ پر کچھ ایسا رعب پڑ گیا تھا کہ ڈر کے مارے اُن کو جرأت نہ پڑتی تھی کہ ان کو اپنے دربار سے نکال دیں بلکہ بقول روافض خدا نے جبریلؑ کے ذریعہ کئی دفعہ پیغام بھیجا کہ علی کی ولایت و خلافت کا اعلان کر دیں۔ مگر رسولؐ کو ایسا کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی حتیٰ کہ خدا نے ڈانٹ بتا کر کہا۔ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ (اے نبی ہم نے جو ولایتِ علیؓ کی

---

[1] فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۱۱۵ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ کَانَ النَّاسُ اَھْلَ رِدَّةٍ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ اِلَّا ثَلَاثَةٌ قَالَ مِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ وَاَبُوْذَرٍّ الْغِفَارِیُّ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ وَبَرَکَاتُهٗ۔ (ترجمہ:- امام باقر فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے بعد سب مرتد ہو گئے۔ صرف تین حسب ذیل مسلمان رہ گئے۔ مقداد۔ ابوذر۔ سلمان فارسی ۔[2] جلاء العیون اردو جلد ا صفحہ ۵۹ میں ہے۔ پس اے یا علی تم کیا کرو گے۔ اگر یہ گروہ میرے بعد تم پر امیر ہوں۔ اور تم پر سبقت کریں۔ اور ابوبکر تم کو بیعت کے لئے بلائے۔ اور جب تم انکار کرو تو تمہارا گریبان پکڑ لیں اور اندوہ ناک دھوم سے یار دیا ور تم کو ابوبکر کے پاس لے جائیں۔ اور بعد ازاں میری جگر گوشہ فاطمہؓ کو رنجیدہ کریں۔ پس جناب امیر نے فرمایا۔ یا حضرت اگر یا ورنہ ملیں گے۔ تو صبر کروں گا۔ لیکن ان سے (باقی صفحہ ۴۹ پر)

کی نسبت آپ کے پاس وحی بھیجی ہے وُہ ظاہر کر دیجئے۔ ایسا نہ کیا تو تم نے حقِ رسالت ادا نہیں کیا۔ اس پر بھی آنحضرت کو علانیہ طور پر ولائت علی اور اپنے بعد اُن کی جانشینی کے متعلق صاف اعلان دینے کا حوصلہ نہ ہو سکا۔ کچھ ایسے گول مول الفاظ کہے جن سے مدّعا حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ وُہ یہ تھے۔ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ ترجمہ: (جس کا میں دوست علی بھی اس کا دوست ہوگا، اے خدا علی کے دوست کو دوست رکھ اور اس کے دشمن کو دشمن) اس سے تو یہی ظاہر ہوا کہ علی رض سے دوستی رکھنا چاہیئے، دشمنی نہیں کرنی چاہیئے۔ یہاں ولائت یا خلافت کی طرف تو مطلقاً اشارہ بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بقول روافض بوقت وفات حضور علیہ السلام نے قلم دوات طلب فرمائی تا کہ علی رض کی خلافت کے متعلق کچھ وصیت کریں مگر وہ وقت بھی عمر رض نے حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ کہہ کر ٹال دیا۔ عمر رض تو دشمن ہی تھے۔ اہلِ بیت جن میں علی المرتضیٰ بھی تھے، یہ حوصلہ نہ کر سکے کہ کہیں سے قلم دوات لا کر اپنے حق میں وصیت لکھوا لیتے اور یوں پیغمبرِ خدا نے آیت بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ کی پروا نہ کرتے ہوئے ایک ضروری حکم وصیت خلافت علی رض، عمر رض کے خوف سے چھپا دیا۔

حضور علیہ السلام تو فوت ہو گئے۔ علی رض کے ساتھ سوائے معدودے چند مقداد رض، ابوذر رض، سلمان رض وغیرہ کے کوئی تھا ہی نہیں۔ تمام مسلمانوں نے اتفاق کر کے ابوبکر رض کو تختِ خلافت پر بٹھا ہی دیا۔ علی المرتضیٰ گوشہ نشین ہو کر قرآن جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ خالد رض بن ولید اور عمر رض نے دروازہ آکھٹکھٹایا۔ شیرِ خدا خود تو دروازہ تک نہ آئے خاتونِ جنت کو بھیجا۔ انہوں نے عمر رض کو ڈانٹ بتائی کہ ہمیں کیوں چھیڑتے ہو

بیعت نہ کروں گا۔ مگر جب یاور ملیں گے۔ ان سے قتال کروں گا۔ ۳؎ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۱۶ میں ہے۔ پس ہم پا خدا اے محمد علی را علی درمیاں خلائق و بہ گیر برایشاں بیعت را و تازہ گرداں عہد و پیماں را کہ پیشتر از ایشاں گرفتہ بودم بدرستی کہ من ترا قبض مے کنم سوئے خود و ترا بجوار رحمت خود مے طلبم۔ پس حضرت رسول ترسید از قوم کہ با اہل شقاق و نفاق پراگندہ شوند۔ و بجاہلیت و کفر خود برگردند زیرا کہ حضرت مے دانست کہ عداوت ایشاں با علی بن ابی طالب در چہ مرتبہ است و کینہ او در سینہ ایشاں جا کردہ است۔ پس سوال کرد از جبرائیل کہ از خداوند عالیان سوال نماید کہ او را از کید منافقاں حفظ کند و انتظار مے برد کہ جبرئیل از جانب خداوند عالیاں خبر محافظت او را از شر منافقاں بیاورد۔ پس تبلیغ رسالت را تا خیر نمود۔ تا بمسجد خیف پس در مسجد خیف جبرائیل بر آنحضرت نازل شد و امر کرد آنحضرت را کہ عہد ولایت را با ایشاں برساند و او را قائم مقام خود گرداند و وعدہ محافظت از شر اعادی را با ما نہ آں چہ حضرت طلب نمودہ بود نیاورد پس باز جبرئیل نازل شد و امر ولایت تاکید نمود و آیت عصمت را بیاورد پس حضرت فرمود کہ اے جبرئیل من از قوم خود مے ترسم کہ مرا تکذیب نمایند و قول مرا در حق علی قبول نکنند پس از آنجا باز گردید چوں بغدیر خم

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

عمرؓ نے غضب ناک ہو کر ان پر دروازہ گرا دیا۔ یا بقول روافض (نعوذ باللہ) خاتون جنتؑ کے بطن مبارک پر لات مار کر حمل گرا دیا (محسن کو شہید کر دیا)۔ علی المرتضیٰؑ پرلے درجہ کے بہادر اور جری تھے۔ آپ کی شجاعت کا کیا کہنا۔ ساتوں آسمان ایک انگلی پر رکھ کر اٹھا لینا اُن کی بہادری کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔ آپ کی ذوالفقار بھی غضب ڈھاتی تھی۔ عمرو و مرحب جیسے کوہ پیکر پہلوان کافر کو ایک اشارہ سے دو ٹکڑے کر دیا۔ شیرِ خدا نے خیبر کا دروازہ ایک ہاتھ سے توڑ کر کہیں کا کہیں پھینک دیا۔ مگر باایں ہمہ اپنی زوجہ محترمہ کی یوں بیعزتی دیکھ کر نہ ذوالفقار نیام سے نکالی نہ اپنی خداداد شجاعت کے کچھ جوہر دکھلائے۔ الٹا عمرؓ اور خالدؓ نے شیرِ خدا کی گردن میں (معاذ اللہ) رسی ڈال لی اور گھسیٹتے ہوئے ابوبکرؓ کے پاس لے گئے اور بزور بیعت کرائی۔ پھر ایام خلافت ابوبکرؓ میں شیرِ خدا تقیہ سے کام لیتے رہے۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں اور ہر ایک کام میں اُن کے مشیرِ کار بنے رہے۔ ایسا ہی ایام خلافت عمرؓ و عثمانؓ میں اندر سے دشمن لیکن مصلحتاً بظاہر دوست بنے رہے اور اس طرح خلقِ خدا گمراہ ہوتی رہی۔ آخر شہادتِ عثمانؓ کے بعد آپ کو منصبِ خلافت نصیب ہوا لیکن ثلاثہؓ کا خوف دل پر کچھ ایسا غالب تھا کہ ان کے انتقال کے بعد بھی ان کی مخالفت کا حوصلہ نہ ہو سکا۔ نہ فدک ورثاء فاطمہ کو واپس دے سکے۔ نہ متعہ جیسے کارِ ثواب کی ترویج کر سکے۔ نہ بدعت عمر تراویح کو موقوف فرما سکے۔ غرض منحوس تقیہ آپ کے لئے ایسی بلا ئے بے درمان تھی کہ جس نے مرتے دم تک پیچھا نہ چھوڑا۔ اور طرفہ یہ کہ خدا کے کلام پاک قرآن کریم کو بھی ثلاثہؓ نے بگاڑ کر کچھ کا کچھ کر دیا۔ سورتوں کی سورتیں اور آیتوں کی آیتیں نکال ڈالیں۔ سترہ ہزار آیت کا قرآن جبریلؑ رسول

رسید کہ بقدر سہ میل پیش از جحفہ است جبریل نزد آنحضرت صلعم آمد در وقتیکہ پنج ساعت از روز گذشتہ بود۔ تا نہایت زجر و تہدید و مبالغہ نمود۔ با ضامن شدن عصمت از شر اعادی پس گفت یا محمد خداوند عزیز جلیل ترا سلام مے رساند و مے گوید کہ اے پیغمبر بزرگوار تبلیغ کن آنچہ سوئے تو فرستادہ شدہ است در باب علیؑ و اگر نکنی نرسانیدہ خواہی بود پیغ یک از رسالت الہی را خدا ترا نگہدارد از شر مردم و اول قافلہ نزدیک جحفہ رسیدہ بود پس جبرئیل آنحضرت را امر کرد الخ

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ رسولؐ کو علیؑ کی ولایت کے اعلان کرنے کا صریح حکم پہنچا پس آپ اس کے اظہار کے لئے مارے ڈر کے لیت و لعل کرتے رہے۔ اور جبریل کا رسول اور خدا کے درمیان آمد و رفت کا ایک مدت تک تانتا بندھا رہا کہ دربار الٰہی سے زجر و توبیخ ہوئی۔ اور خدا نے شر دشمناں سے محافظت کا ذمہ بھی اٹھایا تب بمشکل تمام غدیر خم میں لوگوں کو جمع کر کے حضرت نے مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ الخ کے گول مول الفاظ فرمائے ناظرین خود بھی خیال فرمائیں کہ ایسے عقیدہ سے رسول پاک کی شان تبلیغ رسالت کی کس طرح توہین ہوتی ہے۔ (اَسْتَغْفِرُاللہ)

لے جلاء العیون جلد ا صفحہ ۳۷ ایں ہے۔ پس وہ اشقیائے امت گلوئے مبارک جناب امیر میں ریسمان ڈال کر مسجد میں لے گئے

(باقی صفحہ ۳۱)

پاکؐ کے پاس لایا تھا۔ ثلاثہ نے صرف ۶۶۶۶ آیات رہنے دیں۔ باقی سب نکال دیں۔ اصلی قرآن حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا جو ثلاثہ کے پیش کیا اُنھوں نے قبول نہ کیا۔ تو قسم اُٹھائی کہ اب اس قرآن کو ظہورِ مہدی سے پہلے کوئی دیکھ نہ سکے گا۔ یہ مسئلہ بالتفصیل آگے درج ہوگا۔

اب جائے غور ہے کہ وہ اسلام جو اہل السنت پیش کرتے ہیں اس کے متعلق کسی مخالف کو کسی قسم کا طعن کرنے کا کوئی موقعہ مل سکتا ہے (ہرگز نہیں۔ لیکن اسلام کا جو نقشہ روافض کھینچ کر دکھاتے ہیں یہ مخالفین کے اعتراضات سے ہرگز بچ نہیں سکتا۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہمارے رسولِ پاک نبی آخر الزمان نے اپنی پاک تعلیم سے جو شاگرد (اصحاب) پیدا کئے وہ ایسے کامل مکمل تھے کہ کسی قسم کی ترغیب و ترہیب ان کے راسخ عقیدۂ اسلام سے ان کو متزلزل نہ کر سکتی تھی۔ اپنی جانیں اپنے مال وہ اپنے آقا رسولِ پاک پر قربان کر چکے تھے۔ ہر مشکل وقت میں اپنے پیارے رسول کا ساتھ دیا۔ وطنِ مالوف کو خیرباد کہا۔ خویش و اقارب کو چھوڑ کر نبی اکرمؐ (فداہ ابی وامی) کے ہمراہ ہجرت اختیار کی۔ جان جوکھوں کے وقت صدیقِ اکبرؓ نے خدا کے حبیب حضرت رسولِ پاکؐ کو اپنے کندھے پر اُٹھا کر میلوں کا سفر قطع کر کے غارِ ثور میں پہنچایا۔ اپنی جان معرضِ خطر میں ڈالی۔ غار کے اندر جاکر پہلے سارے سوراخ بند کئے۔ پھر رسولِ پاک صلعم کو اندر داخل ہونے دیا تاکہ حضور گزندِ موذی سے محفوظ رہیں۔ حضور علیہ السلام کا سر اپنی گود میں رکھ کر سُلا دیا اور خود پاسبانی کرتا رہا۔ عاشقِ نبیؐ (صدیقِ اکبرؓ) کو جبکہ اس نے ایک سوراخ میں اپنے پاؤں کی ایڑی رکھی ہوئی تھی، سانپ نے ڈسا۔ آنکھوں سے شدتِ درد سے آنسو تو گرے لیکن مُنہ سے فریاد نہ نکلی تاکہ پیارے رسولؐ کی نیند میں خلل نہ پڑے۔ (یہ واقعات حملہ حیدری وغیرہ کتب معتبرہ شیعہ میں مذکور ہیں جن کو ہم اپنے کسی موقع پر نقل کریں گے) حضورؐ کی زندگی ہی میں نہیں بلکہ آپ کے یارانِ غمگسار نے بعد وفاتِ رسولؐ بھی خدمتِ اسلام میں اپنی جانیں وقف کر دیں اور

بقیہ حاشیہ صلاؔ اور بروایت دیگر جب دروازہ پر پہنچے۔ اور جناب فاطمہ مانع ہوئیں۔ اس وقت قنفذ نے اور بروایت دیگر عمرؓ نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہ پر مارا کہ بازو جناب فاطمہ کا شکستہ ہو گیا۔ اور سوج گیا۔ مگر پھر بھی جناب فاطمہ نے جناب امیر سے ہاتھ نہ اٹھایا۔ اور ان اشقیاء کو گھر میں آنے سے منع کیا۔ یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب فاطمہ پر گرا دیا۔ اور پسلیوں کو شکستہ کیا۔ اور اس فرزند کو جو شکم جناب فاطمہ کے تھا۔ اور حضرت نے اس کا نام محسن رکھا تھا شہید کیا (نعوذ باللہ) اصحاب رسول کو بدنام کرنے کے لئے روافض نے بے اصل روایات گھڑ کر اسد اللہ الغالب اور جناب سیدہ کی توہین کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ کیا عقل مان سکتی ہے کہ جناب سیدہ کی ایسی بے حرمتی ہو رہی ہو اور شیر خدا خاموش بیٹھے رہیں۔ پھر آپ کے گلے میں رسی ڈال کر اور گھسیٹ کر مسجد تک لے جائیں۔ اور شیر خدا جنبش نہ کریں۔

ع — این خیال است و محال است و جنوں

انہی کی برکت سے اسلام دُنیا میں پھیلا اور خدا کا پاک صحیفہ (قرآن کریم) جیسا کہ نازل ہوا تھا، ان ہی کی طفیل آب تک ہم میں موجود و محفوظ ہے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت عیسےٰ کے شاگردوں (حواریوں) کی طرف دیکھا جائے تو پتہ ملتا ہے کہ اس مشکل وقت میں جو یہودیوں کی شرارت سے مسیح کی جان پر آبنی تھی، کسی شاگرد نے ساتھ نہ دیا، بلکہ یہودا نے تیس روپے لے کر ان کو گرفتار کرا دیا۔ (متی باب ۲۶ ورس ۱۵) شمعون پطرس نے تین مرتبہ تعلق سے انکار کیا اور قسمیں کھائی ہیں اور لعنت بھی بھیجی (متی باب ۲۶ ورس ۶۹ لغائت ۷۴) ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب ان کو جہاد کے لئے بلایا گیا تو صاف کہہ دیا کہ فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ (یعنی تم اور تمہارا رب مل کر دشمن کا مقابلہ کرو ہم تو الگ بیٹھ کر تماشا دیکھیں گے) لیکن روافض کا اسلام وہ ہے کہ جو لوگ ہادیِ اسلام سے خاص الخاص تعلق رکھتے تھے جن کی تعلیم پر آپ نے سارا زور خرچ کیا اور ان کو عمر بھر اپنی صحبت سے مستفید فرمایا۔ اور سفر و حضر میں وہ آپ کے رفیقِ شام و صباح اور ہمدم رہے۔ اپنی بیٹیاں ان کو نکاح کر دیں۔ اُن کی اپنی زوجیت میں لے لیں۔ ان کا اسلام ہی منافقانہ تھا۔ وہ زبانی مسلمان تھے اور دل میں رسول اور اُس کی اولاد کے دشمن تھے۔ ہادیِ اسلام کے رخصت ہونے (فوت ہونے) کی دیر تھی کہ سارا نقشہ ہی بدل گیا۔ نہ مسلمان رہے نہ مسلمانی۔ صرف تین یا چار اشخاص اسلام پر ثابت قدم رہے باقی سب مرتد ہو گئے۔ (العیاذ باللہ) اب بتایئے کہ ایک مخالفِ اسلام کے دل میں اسلام اور ہادیِ اسلام کی کیا وقعت رہ جائے گی اور مسلمان صداقت اسلام کے لئے کونسی دلیل پیش کر سکے گا۔ علاوہ ازیں شیعہ قرآن کے بھی قائل نہیں ہیں۔

شیعہ قرآن کو نہیں مانتے

اسلام کا مایۂ ناز اسلام کا زندہ معجزہ خدائے پاک کا مقدس صحیفہ قرآن کریم ہے جس کے متعلق غیروں کو بھی اس امر کا قائل ہونا پڑا ہے کہ یہ ایک کامل مکمل کتاب ہے جس کا ایک کلمہ، ایک حرف، ایک نقطہ تک بھی تبدیل نہیں ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک عیسائی مصنف سر ولیم میور سابق لیفٹیننٹ گورنر صوبہ متحدہ "لائف آف محمدؐ" میں رقمطراز ہے:- "یہ بالکل صحیح اور کامل قرآن ہے اور اس میں ایک حرف بھی تحریف نہیں ہوا ہم ایک بڑی مضبوط بنا پر دعویٰ کر سکتے ہیں کہ قرآن کی ایک ایک آیت خالص اور غیر متغیر صورت میں ہے اور آخر کار ہم اپنی بحث کو ون ہلیم صاحب کے فیصلہ پر ختم کرتے ہیں۔ وہ فیصلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس جو قرآن ہے ہم کامل طور پر اس میں ہر لفظ محمد صلعم کا سمجھتے ہیں جیسا کہ مسلمان اس کے ہر لفظ کو خدا کا لفظ خیال کرتے ہیں"۔

لیکن افسوس ہے کہ شیعہ باوجود مدعی اسلام ہونے کے صرف اس خیال سے کہ قرآن پاک کی تدوین و ترتیب خلیفہ ثالث

حضرت عثمان رضؓ نے کی ہے اس کو قرآن نہیں مانتے۔ بلکہ شیعہ کا اعتقاد ہے کہ اصلی قرآن وہ تھا جو حضرت علی رضؓ نے جمع کیا تھا اور اصحاب ثلاثہ کے پیش کیا تھا۔ انہوں نے اس کو قبول نہ کیا تو حضرت علیؓ نے اس کو ایسا غائب کیا کہ قیامت سے پہلے اس کا نکلنا محال ہے۔ چنانچہ شیعہ کی بڑی مستند کتاب اصول کافی مطبوعہ نولکشور ۱۳۰۲ھ ص ۲۹ میں یوں لکھا ہے:۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ یَقُوْلُ مَا ادَّعٰی اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ اِنَّهٗ جَمَعَ الْقُرْآنَ كُلَّهٗ كَمَا اُنْزِلَ اِلَّا كَذَّابٌ وَمَا جَمَعَهٗ وَمَا حَفِظَهٗ كَمَا نَزَّلَهُ اللّٰهُ اِلَّا عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَالْاَئِمَّةُ مِنْ بَعْدِہٖ (ترجمہ) "جابر کہتا ہے میں نے امام محمد باقر سے سنا وہ کہتے تھے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس نے سارے قرآن کو جیسا کہ نازل ہوا ہے جمع کر لیا ہے وہ بڑا جھوٹا ہے۔ قرآن کو جیسا کہ خدا نے نازل کیا بغیر علی رضؓ اور ائمہ بعد کے کسی نے جمع نہیں کیا۔"

نتیجہ صاف ہے کہ چونکہ قرآن موجودہ باتفاق فریقین جمع کردہ علی رضؓ نہیں ہے بلکہ جمع کردہ عثمان رضؓ ہے اس لئے اس کو مکمل قرآن کہنے والے جھوٹے ہیں۔ (معاذ اللہ)

اور سنئے۔ شیعہ کی دوسری مستند کتاب جلاء العیون اردو مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ کے ص ۲۷ میں یوں درج ہے کہ "ابوبکر رضؓ نے جناب امیر کو اپنی بیعت کے لئے بلایا۔ جناب امیر نے فرمایا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ کر لوں گھر سے باہر نہ آؤں اور چادر دوش پر نہ ڈالوں۔ بعد چند روز کلام اللہ ناطق یعنی جناب امیر نے قرآن کو جمع فرمایا اور جزوہ دان میں رکھ کر سر بمہر کر دیا۔ اور مسجد میں تشریف لا کر مجمع مہاجرین و انصار میں ندا فرمائی کہ اے گروہِ مردماں جب میں دفنِ پیغمبر آخر الزمان سے فارغ ہوا، بحکم آنحضرت قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا اور جمیع آیات و سورہائے قرآنی کو میں نے جمع کیا ہے اور کوئی آیت آسمان سے نازل نہیں ہوئی جو حضرتؐ نے مجھے نہ سنائی ہو اور اس کی تاویل مجھے نہ تعلیم کی ہو۔ چونکہ اس قرآن مجید میں چند آیات کفر و نفاقِ منافقانِ قوم و نصِ خلافتِ جناب امیر پر صریح تھے اس وجہ سے عمر رضؓ نے اس قرآن کو قبول نہ کیا۔ پس جناب امیر خشمناک اپنے حجرہ طاہرہ کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اس قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمد (امام مہدی) نہ دیکھو گے۔"

اس عبارت سے بوضاحت ثابت ہو گیا کہ حسبِ اعتقاد شیعہ اصلی قرآن وہ تھا جو حضرت علی رضؓ نے جمع کر کے اصحاب کے پیش کیا۔ انہوں نے منظور نہ کیا تو آپ خفا ہو کر اپنے حجرہ میں چلے گئے اور کہا کہ اب اس قرآن کو تم لوگ امام مہدی کے ظہور سے پہلے ہرگز نہ دیکھو گے۔

اسی طرح اصول کافی ص ۶۷۱ حدیث بروایت امام صادق اسی مضمون کی درج ہے جس میں لکھا ہے

فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا تَرَوْنَهٗ بَعْدَ یَوْمِکُمْ هٰذَا اَبَدًا (حضرت علی رض نے کہا۔ خدا کی قسم اس قرآن کو آج کے بعد تم کبھی نہ دیکھو گے) اور لیجئے اصول کافی صـ۶۷۱ میں ہے :۔

عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ سَبْعَةَ عَشَرَ اَلْفَ اٰیَةٍ۔

(ہشام ابن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ جو قرآن جبرائیل رسول پاک کے پاس لے کر آئے وہ سترہ ہزار آیت کا ہے۔)

اس حدیث نے تو شیعہ کے مزعومہ قرآن کی آیتیں بھی گن دیں اور صاف بتا دیا کہ جو اصلی قرآن جبرائیل نبی کریم کو پہنچایا تھا وہ ۱۷ ہزار آیتہ کا قرآن ہے۔ چونکہ موجودہ قرآن ۱۷ ہزار آیت کا نہیں بلکہ ۶۶۶۶ آیتوں کا اس لئے یہ مکمل قرآن نہیں ہو سکتا۔ اب کہا جائے گا کہ یہ اعتقاد متقدمین شیعہ کا ہوگا آجکل کے شیعہ اسی قرآن مکمل اور صحیح سمجھتے ہیں۔ سو یہ خیال بھی درست نہیں ہے، کیونکہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص شیعہ ہو کر امام جعفر کی اس حدیث کو جھٹلا سکے۔ نیز قول امیر مندرجہ جلاء العیون کی تکذیب کر سکے۔ اس میں کلام نہیں کہ آجکل کے شیعہ اس قرآن کو صحیح نہیں مانتے اور ان کا اعتقاد بھی اسی فرضی قرآن پر ہے جو بخیال ان کے حضرت علی رض نے جمع کیا تھا اور اب اس کو امام منتظر مہدی علیہ السلام بغل میں دبائے کہیں غار میں چھپے ہوئے ہیں لیکن اس امر ثبوت کے لئے کہ زمانہ حال کے شیعہ بھی اس قرآن کو نہیں مانتے، تحریری ثبوت پیش کیا جاتا ہے تاکہ مخالف کو چون و چرا کی گنجائش باقی نہ رہے۔

لو سنو! آجکل شیعہ حضرات کے بڑے مجتہد و مسلم پیشوا جناب مولوی سید علی الحائری لاہوری ہیں۔ ان کے نفس ناطقہ میرزا احمد علی امرتسری نے ایک رسالہ اردو موسومہ "الانصاف فی الاختلاف" تصنیف کر کے شائع کیا ہے اس کے ٹائیٹل کے دوسرے صفحہ پر مولوی حائری نے تقریظ لکھی ہے جس میں مصنف رسالہ کی تعریف اور رسالہ کی تصدیق و توثیق کر کے آخر میں اپنی مہر ثبت کر دی ہے۔ اس رسالہ کے صفحہ ۱۴۵ میں مرزا موصوف نے قرآن کے متعلق اپنا عقیدہ صاف الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ قرآن موجودہ غلط اور ناقص غیر صحیح الترتیب ہے اور کہ اس طرح کا قرآن (معاذ اللہ) مرزا احمد علی بھی بنا سکتا ہے۔ عبارت یوں ہے :۔

"حضرت عثمان کا قرآن کی نقلوں کو پھیلانا مسلم۔ لیکن یہی ترتیب قرآن ان کی غفلت از اسلام کو طشت از بام کرتی ہے۔ اگر وہ حضرت علی کے جمع شدہ قرآن کو رائج کرتے تو ان پر کوئی الزام عائد نہ ہوتا۔ ہم نمونہ کے طور پر اس ترتیب کی چند غلطیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ باتفاق اہل اسلام سورۂ اقرأ سب سے اول نازل ہوئی لیکن قرآن مرتب میں اس کو اخیر پارہ میں جگہ دی گئی ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اخیر میں

نازل ہوئی ہے لیکن اس کو بیچ میں جگہ ملی ہے۔ دیکھئے اس آیت کو چھٹے پارہ سورۂ مائدہ میں یوں درج کیا ہے۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (پارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۶)

ترجمہ :- "حرام کئے گئے تم پر مردار، خون، گوشت خنزیر اور جو بانگ دیا جائے واسطے غیر خدا کے ساتھ اس کے اور جو گلا گھونٹ کر مرا ہو یا مار سے مرا ہو، اور جو بلندی سے گر کر مرا ہو۔ اور ضرب شاخ سے مرا ہو اور جس کو کھایا ہو درندوں نے۔ مگر جس کو تم نے ذبح کیا۔ اور جو ذبح کیا جائے اوپر بتوں کے۔ اور یہ کہ طلب قسمت کرو ساتھ تیروں کے یہ فسق ہے۔ آج کافر تمہارے دین سے ناامید ہو گئے۔ پس ان سے نہ ڈرو۔ اور مجھ سے ہی ڈرو۔ آج کے دن میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تمام کر دی تم پر نعمت اپنی اور راضی ہوا تمہارے لئے اسلام دین سے۔ پس جو مضطر ہو جائے بھوک میں۔ لیکن اس گناہ کے ارادہ کی طرف مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

ہر ایک عاقل بصیر پر ادنیٰ تدبر سے واضح ہو گا کہ ان دونوں اَلْيَوْمَ کو اصل آیت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ محرمات کے حرام ہو جانے سے کافر ناامید نہیں ہو جاتے۔ اور نہ اس سے کمالِ دین ہوتا ہے۔ اور اگر اسی سے تمام دین ہوا تو چاہئے تھا کہ اس کے بعد کوئی اور حکم نازل نہ ہوتا، حالانکہ بالاتفاق ثابت ہے کہ اس کے بعد بہت سے حکم نازل ہوئے۔ پھر یہ حکم مکمل دین کیسے ہو سکتا ہے۔ اور دیکھئے پارہ ۴ سورۂ نسا میں ہے۔ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً الخ یعنی اگر تم ڈرو کہ یتامیٰ میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح کرو جو پاک ہیں تمہارے لئے عورتوں سے دو تین اور چار۔ پس اگر ڈرو کہ عدل نہ کرو گے تو ایک ہی۔

فرمائیے: کہ خوف عدم انصاف یتامیٰ کو تعددِ ازدواج سے کیا تعلق اگر قسط یتامیٰ تین چار عورات کو نکاح میں لانے سے ہی قائم ہوتا ہے تو اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً کی قید بے فائدہ۔ یہ تو نمونہ مشتے از خروار ترتیب کی فروگذاشتیں ہیں۔ اب اعراب کی سن لیجئے۔ اِنَّ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ

یعنی بہ تحقیق یہ راستہ ہے اوپر میرے سیدھا۔ مہربانی کر کے اس عَلِیٌّ کو ذرا سمجھا دیجئے۔ خدا کے اُوپر کونسی راہ سیدھی ہے۔ یہ علی یا فوق کے معنی رکھتا ہے۔ لیکن خدا سے کوئی فائق نہیں ہے۔ اور یا نقصان کے معنی جیسے عَلَیۡکُمۡ مَّا حُمِّلۡتُمۡ لیکن خدا کے لئے کوئی نقصان نہیں۔ پھر یہ عَلِیٌّ ہے کیا چیز؟ اور لیجئے اِنۡ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ موجودہ صرف و نحو کے لحاظ سے غلط ہے۔ آپ کے مسیح نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۴ میں لکھا ہے کہ خدا کسی محاورہ کا پابند نہیں۔ یہ پرانا متروک محاورہ ہے۔ لیکن اس پر یہ سوال ہے کہ قرآن من حیث فصاحت معجزہ ہے۔ اگر متروک محاوروں کو بھی معجزہ کہا جائے تو بس خیر پھر تو میں بھی ایک ایسی کتاب لکھ سکتا ہوں، جو پرانے محاورات کو شامل ہو۔ اور وہ معجزہ ہوگا۔ پس حضور یہی آپ کے حضرت عثمان کی کارروائی ہے۔ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ میں ذکر سے رسول اللہ مراد ہیں۔

(دیکھو صفحہ ۶۷، تفسیر نورالدین صاحب)"

اس عبارت سے حسب ذیل باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرت علی رضؓ کا جمع کردہ قرآن اصلی تھا۔ جس کو رائج نہیں کیا گیا اور موجودہ قرآن کی ترتیب مسلمانوں کی ہدایت کا باعث نہیں۔ بلکہ اس سے غفلت از اسلام کا راز فاش ہوتا ہے۔ دوم مرزا احمد علی اس قرآن کو سراسر غلط سمجھتا ہے چنانچہ نمونہ کے طور پر پہلے اس کی ترتیب کی غلطیاں ظاہر کرتا ہے۔ ایک غلطی یہ کہ سورۂ اقرأ پہلے نازل ہوئی تھی۔ قرآن موجود میں آخری پارہ میں درج ہے۔ دوسری یہ کہ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ (آیہ) اخیر میں نازل ہوئی۔ اس کو چھٹے پارہ میں لکھا گیا ہے۔ تیسری آیۃ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِی الۡیَتٰمٰی کے ساتھ فَانۡکِحُوۡا مَا طَابَ لَکُمۡ الخ بے معنی ہے۔

اس کے بعد مرزا موجودہ قرآن کی صرف و نحو کی غلطیاں بیان کرتا ہے۔ پہلی یہ کہ آیۃ اِنَّ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسۡتَقِیۡمٌ، دوسری آیت اِنَّ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ بھی قاعدہ نحو کی رو سے غلط ہے، اِنَّ هٰذَیۡنِ چاہئے تھا۔ سوم۔ یہ قرآن جس کی نسبت مشہور ہے کہ من حیث فصاحت معجزہ ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ بلکہ اس میں متروک محاورے پائے جاتے ہیں اور اس قسم کا قرآن مرزا احمد علی جیسا کلرک بھی بنا سکتا ہے (لَا حَوۡلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ) اب مسلمان غور کریں کہ آج تک کسی بھی مسلمان نے یہ جرأت کی کہ قرآن کو غلط کہے۔ اور یہ ادعا کرے کہ ایسا قرآن وہ بھی بنا سکتا ہے۔ کاش! اسلامی سلطنت ہوتی تو احمد علی جیسے مسلمان کا وہی حشر ہوتا جو نعمت اللہ کا افغانستان میں ہوا۔ لیکن یہاں آزادی کا دور ہے۔ جو جی چاہے کہہ لو: ؎

کس نمی پرسد کہ بھیا کون ہو ‏ سیر ہو یا پاؤ ہو یا پون ہو

ہاں! ایک دن مرنا ہوگا۔ پھر معلوم ہو جائے گا کہ تم نے خدا کی پاک کتاب سے کیا سلوک کیا۔ یہ نہ خیال کیا جائے کہ مرزا اپنے ذاتی خیالات کا اظہار کر رہا ہے بلکہ وہ تمام شیعیانِ ہند و پاک کے خیالات کی ترجمانی کر رہا ہے۔

جس کی تصدیق و توثیق شیعوں کے قبلہ و کعبہ سرکار حائری نے بھی کر دی ہے۔ بلاشبہ شیعہ کا ایمان اس قرآن پر نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے۔ اگر کہہ دیتے ہیں کہ ہم اس قرآن کو مانتے ہیں۔ تو یہ ان کا تقیہ ہے۔ اب ہم احمد علی کے اعتراضات کا جو اس نے قرآن پر کئے ہیں مختصر جواب تحریر کرتے ہیں۔

اعتراضاتِ مرزا کا جواب

قرآن کریم پر معترض ہونا احمد علی بے چارہ کی کیا بساط ہے، قرآن اس وقت نازل ہوا جب عرب میں دریائے فصاحت بہ رہا تھا۔ سینکڑوں فصحا و بلغاء اپنے بے مثل قصائد پر ناز کر رہے تھے۔ لیکن قرآنِ کریم کی فصاحت کے سامنے سب نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ قرآن نے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ کا چیلنج دیا۔ کسی کو سورت تو کیا ایک آیت بنانے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ تعجب ہے کہ عجمی جاہل جس کی علمیت و قابلیت کی یہ حالت ہے کہ مباحثہ کندیاں میں بجائے إِلَّا تَنصُرُوهُ اَلَا تَنصُرُوهُ پڑھا تھا، قرآن پر اعتراض کرنے لگے اور کہتے ہیں ایسا قرآن میں بھی بنا سکتا ہوں، سو واضح ہو کہ خود احمد علی ان اعتراضات کا موجد نہیں ہے بلکہ ایک زندیق کا فضلہ خور ہے جس کا ذکر شیعوں کی مستند کتاب طبرسی مطبوعہ ایران صد ۱۱۹ لغایت صد ۱۳۲ میں ہے کہ اس نے یہ اعتراضات حضرت علی رضہ کے سامنے پیش کئے اور آپ سے کوئی جواب نہ بن آیا کہ قرآن میں تحریف ہو جانے کی وجہ سے ایسا ہے۔

(۱) یہ اعتراض کہ سورۃ اِقْرَاْ پہلے نازل ہوئی اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ اخیر میں، اِقْرَاْ کو آخری پارہ اور اَلْیَوْمَ الخ کو پارہ ۶ میں جگہ ملی سو واضح ہو کہ شیعہ معترض کو اب تک یہ بھی علم نہیں ہے کہ ترتیب قرآن مطابق تنزیل نہیں ہے بلکہ موافق تلاوت رسولِ خدا اور تعلیم جبرائیلؑ ہے۔ جیسا کہ اتقان میں ہے۔ علامہ کرمانی برہان میں لکھتے ہیں: تَرْتِیْبُ السُّوَرِ ھٰکَذَا ھُوَ عِنْدَ اللّٰهِ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ عَلٰی ھٰذَا التَّرْتِیْبِ وَعَلَیْهِ یَعْرِضُ النَّبِیُّ صَلَّی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جِبْرَائِیْلَ کُلَّ سَنَةٍ مَا کَانَ یَجْتَمِعُ عِنْدَهٗ مِنْهُ وَعَرَضَ عَلَیْهِ فِی السَّنَةِ الَّتِیْ تُوُفِّیَ فِیْهَا مَرَّتَیْنِ (سورتوں کی ترتیب وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوحِ محفوظ میں ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسی ترتیب کے ساتھ جبرائیل کو سنایا کرتے تھے اور جس سال کہ آپ کا انتقال ہوا دو بار سنایا۔)

دوسری جگہ میں لکھا ہے امام ابوبکر بن انباری فرماتے ہیں:۔ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی الْقُرْاٰنَ کُلَّهٗ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا ثُمَّ فَرَّقَهٗ فِیْ بِضْعٍ وَعِشْرِیْنَ سَنَةً وَکَانَتِ السُّوْرَةُ تَتَنَزَّلُ لِاَمْرٍ یَحْدُثُ وَالْاٰیَةُ جَوَابًا لِمُسْتَخْبِرٍ وَیُوْقِفُ جِبْرَائِیْلُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی مَوْضِعِ الْاٰیَةِ وَالسُّوْرَةِ فَاتِّسَاقُ السُّوَرِ

كَاتِّسَاقِ الْآيَاتِ وَالْحُرُوفِ كُلُّهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ قَدَّمَ سُورَةً أَوْ أَخَّرَهَا فَقَدْ أَفْسَدَ نَظْمَ الْقُرْآنِ (اللہ تعالےٰ نے تمام قرآن آسمان دُنیا کی طرف ایک بار نازل کر دیا تھا۔ پھر اس کو دُنیا میں حضرت پر تئیس ۲۳ برس میں تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا۔ جب کوئی بات پیدا ہوتی اس کے لئے اس میں سے اسی قدر کوئی سورۃ یا آیت نازل ہو جاتی تھی اور جبرائیل آپ کو اس کا موقع بتلا دیا کرتے تھے۔ پس سُورتوں کا باہمی ایسا ہی اتصال ہے جیسا کہ آیات وحروف کا اور سب آنحضرت صلعم کی طرف سے ہے۔ پھر جو کوئی سورۃ مقدم یا مؤخر کرتا ہے وہ نظم قرآن میں خلل ڈالتا ہے۔)

مفسرین کے اس بیان کی تصدیق قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ آیت لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ۔ جب جبرائیل کوئی آیت نازل کرتے تو حضور علیہ السلام اس کو جلدی جلدی پڑھتے تاکہ ٹھیک یاد ہو جائے اور بھول چوک نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا، آپ جلدی مت کریں قرآن کی جمع وترتیب ہمارے ذمہ ہے۔ سو جب ایزد متعال نے جمع وترتیب اپنے ذمہ لے لی پھر کوئی شخص اس جمع وترتیب کے خلاف تغیر وتبدل کس طرح کر سکتا ہے اور یہ بھی ممکن نہیں کہ تئیس سال متواتر تنزیل قرآن ہوتی رہی ہو اور آنحضرت صلعم نے اس کی جمع وترتیب کا کوئی اہتمام نہ کیا ہو۔ بیشک سُور وآیاتِ قرآن کی ترتیب عہدِ نبوی میں ہو چکی تھی، اور بہت سے لوگوں نے قرآن کو حفظ بھی کر لیا تھا اور اسی ترتیب کے مطابق حضرت عثمان نے قرآن کریم کی کتابت کرا کر قرآنِ پاک کی اشاعت کر دی۔ پھر احمد علی کا اعتراض اوّل خدا تعالےٰ پر ہے، پھر رسولِ پاک پھر جبرائیل پر ہے۔ نہ حضرت عثمان پر۔ کاش ؎

گر مسلمانی ہمین است کہ مرزا دارد حیف گر پس امروز بود فردائے

دوسرا اعتراض آیت قرآن وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً کے متعلق ہے۔ یہ اعتراض بھی معترض کی بے علمی کی وجہ سے ہے۔ اس کا شانِ نزول جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے، یوں ہے:

کہ بعض لوگ چھوٹی یتیم لڑکیوں سے جو ان کی ولایت میں ہوتی تھیں ان کے مال کے لالچ سے نکاح کر لیتے تھے اور چونکہ یتیم لڑکی کا اور کوئی سرپرست نہ ہوتا تھا۔ یہ لوگ بے انصافی سے ان کا مہر کم مقرر کرتے اور ان کے مال کو دبا لیتے اور حسن سلوک نہ کرتے تھے۔ اس لئے حق تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ یتامیٰ (صغیر لڑکیوں) سے منصفانہ برتاؤ نہیں کر سکتے تو ان سے نکاح مت کرو بلکہ ان کے علاوہ دوسری اجنبی عورتوں میں سے دو تین چار سے نکاح کر سکتے ہو اور ان میں بھی بے انصافی کا ڈر ہو تو صرف ایک سے نکاح کر لینا کافی ہے۔ بتلایئے اب کونسا اشکال باقی رہ جاتا ہے۔ آیت کا مضمون بالکل صاف ہے۔ البتہ ؎

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

(۳) اِنَّ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ کے متعلق کہتا ہے کہ عَلَیَّ یا فوق کے لئے آتا ہے یا نقصان کے معنے دیتا ہے۔ یہ دونوں یہاں درست نہیں۔ اِس لئے آیت میں عَلَیَّ صحیح نہیں ہے۔ سو اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ بیچارے علوم صرف و نحو سے بالکل ہی نابلد ہوتے ہیں، ورنہ ایسے اعتراضات نہ کریں۔ جناب من! کتب نحو میں مذکور ہے کہ بعض جگہ عَلَیَّ بمعنی اِلیٰ بھی ہوتا ہے۔ اکثر مفسرین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ تفسیر خازن میں ہے قَالَ الْحَسَنُ مَعْنَاہُ هٰذَا صِرَاطٌ اِلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ اور تفسیر حسینی میں ہے۔ گویند علی بمعنی الیٰ است یعنی اخلاص راہِ راست بسوی من۔ سو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ راستہ سیدھا میری طرف ہے۔ اس میں کون سی غلطی ہے؟ یہ عَلَیَّ کی جگہ علی صحیح سمجھ کر اس کو بھی علی رضؓ کی فضیلت کا ثبوت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ صِرَاطٌ عَلَیَّ کو علی رضؓ کا راستہ قرار دینا کمال حماقت ہے قرآن میں صراط کی اضافت یا تو حق تعالیٰ کی طرف ہے جیسا اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا ہے، یا عام مقربین حق کی طرف جیسا صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ سارا قرآن مطالعہ کرو۔ اس کے خلاف کسی ایک شخص نبی یا ولی کی طرف ہرگز اضافت نہیں ہے۔ صِرَاطٌ عَلَیَّ علی کا راستہ کیا مسلمانوں کے راستے سے الگ تھا کہ ان کی طرف خصوصیت سے اضافت کی جاتی۔ سوچو اور غور کرو۔ نیز قرآن کی ایک اور آیت ہے اور عَلَی اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِیْلِ یعنی سیدھا راستہ خدا کی طرف ہے۔ (پ۱۴ سورۃ النحل ع ۱) یہاں تو عَلٰی کا معنی اِلیٰ کے سوا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ کیا شیعہ صاحبان یہاں بھی کہیں گے کہ عَلِیُّ اللّٰهِ ہے یعنی علی خدا ہے ع:۔

بریں فہم و ادراک باید گریست

(۴) چوتھا اعتراض اِنَّ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ پر ہے۔ معترض کا اعتراض یہ ہے کہ اِنَّ کا اسم منصوب ہوتا ہے اِنَّ هٰذَیْنِ چاہئے۔ سو اس اعتراض سے تو شیعہ حضرات کی علمیت کا سارا پردہ فاش کر دیا ہے۔ شیعہ اس اعتراض اور ہمچو قسم کے دیگر اعتراض کو ایسا لاینحل کہتے ہیں کہ اس کا جواب باب العلم حضرت علی سے بھی معاذ اللہ نہ بن سکا۔ ہر ایک شخص جس نے نحو کی ادنیٰ کتاب عبد الرسول وغیرہ ہی پڑھی ہو جانتا ہے کہ اِنْ مُخَفَّفَہ اکثر اوقات ملغیٰ (بے عمل) ہو جاتا ہے اور اس صورت میں خبر پر لام آیا کرتا ہے۔ نحو کی مستند کتاب شرح ملّا جامی بحث حروف مشبہ بالفعل (صـ۲۶۹) میں ہے۔ وَتُخَفَّفُ اِنَّ الْمَکْسُوْرَةُ لِثِقْلِ التَّشْدِیْدِ وَکَثْرَةِ الْاِسْتِعْمَالِ فَیَلْزِمُهَا بَعْدَ التَّخْفِیْفِ اللَّامُ وَحِیْنَئِذٍ یَجُوْزُ اِلْغَاءُ هَا اَیْ اِبْطَالُ عَمَلِهَا وَهُوَ الْغَالِبُ لِفَوَاتِ بَعْضِ وُجُوْهِ مُشَابَهَتِهَا مَعَ الْفِعْلِ کَفَتْحِ الْاٰخِرِ وَکَوْنِهَا عَلٰی ثَلَاثَةِ اَحْرُفٍ۔ اِنَّ مکسورہ مخفف (اِنْ) بھی ہو جاتا ہے کیونکہ تشدید میں ثقالت ہے اور یہ کثیر الاستعمال ہے۔ اِس وقت لام ضروری ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ مشابہت فعل کی بعض وجوہ مثلاً مفتوح الآخر ہونا یا تین حروف کا ہونا معدوم ہو جاتی ہیں۔

چونکہ آیت میں اِنْ مخفف ہے اس لئے قاعدہ نحو کی رو سے اس کا ابطال عمل جائز بلکہ اغلب ہو
وجہ سے ھٰذَانِ کو اس نے عمل نہیں دیا۔ افسوس اس مسئلہ سے ایک ادنیٰ طالب علم بھی واقف ہو سکتا
شیعہ کے علامہ حائری اور ان کے تلمیذ اور شوعی کو یہ مسئلہ معلوم نہیں ہے۔ شرح جامی تو ان کی بلا جا
مسئلہ تو مائۃ عامل۔ عبدالرسول میں بھی درج ہے۔ اس علمی بضاعت پر جرأت یہ کہ قرآن پاک کتاب اللہ پر اع
کرنے لگے ہیں۔ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا ؕ

ایک اور ثبوت

اس امر کا مزید ثبوت کہ شیعہ کے نزدیک اصلی قرآن وہ ہے جو حضرت علی رضؓ نے جمع کیا۔ اصول کافی
میں ہے : عَنْ سَالِمِ ابْنِ سَلَمَۃَ قَالَ قَرَءَ رَجُلٌ عَلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاَنَا اَسْتَمِعُ حُرُ
مِنَ الْقُرْاٰنِ لَیْسَ عَلٰی مَا یَقْرَءُ ھَا النَّاسُ فَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ کُفَّ عَنْ ھٰذِہِ الْقِرَاءَۃِ اِ
کَمَا یَقْرَءُہُ النَّاسُ حَتّٰی یَقُوْمَ الْقَائِمُ فَاِذَا قَامَ الْقَائِمُ قَرَءَ کِتَابَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰی حَدِّہٖ اَخْرَجَ الْمُ
الَّذِیْ کَتَبَہٗ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَقَالَ اَخْرَجَہٗ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلَی النَّاسِ حِیْنَ فَرَغَ مِنْہُ وَکَتَبَہٗ فَقَالَ لَھُمْ ھٰذَا
اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ کَمَا اَنْزَلَہُ اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ جَمَعْتُہٗ مِنَ اللَّوْحَیْنِ فَقَالُوْا ھُ
عِنْدَنَا مُصْحَفٌ جَامِعٌ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ لَا حَاجَۃَ لَنَا فِیْہِ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰہِ مَا تَرَوْنَہٗ بَعْدَ یَوْمِکُمْ ھٰ
اِنَّمَا کَانَ عَلَیَّ اَنْ اُخْبِرَکُمْ حِیْنَ جَمَعْتُہٗ لِتَقْرَءُوْہُ ؕ

سالم بن سلمہ راوی ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق رضؓ کے پاس قرآن پڑھا۔ اس قرآن کے ایسے ح
میں نے سُنے جو اس قرآن میں نہیں ہیں جو لوگ پڑھا کرتے ہیں۔ امام صاحب نے اسے کہا۔ ابھی اس ق
کا پڑھنا بند رکھو بلکہ یہی پڑھا کرو جو لوگ پڑھتے ہیں۔ جب تک امام مہدی علیہ السلام کا ظہور نہ ہو۔ جب
تشریف لائیں گے۔ وہ دوسرا قرآن پڑھیں گے۔

امام جعفرؒ نے حضرت علی رضؓ کا لکھا ہوا قرآن نکالا اور فرمایا! ———— یہ
وہ قرآن جو خدا نے رسول اللہ پر نازل کیا۔ میں نے اس کو ہر دو لوح سے جمع کر لیا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ ہمار
پاس قرآن جامع موجود ہے، تمہارے قرآن کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا، بخدا تم اس قرآن کو آج کے بع
بھی نہ دیکھ سکو گے۔ مجھے لازم تھا کہ تمہیں اپنے جمع کردہ قرآن سے آگاہ کر دوں تاکہ تم اُسے پڑھو۔" اب اس حدیث
بوضاحت ثابت ہو گیا کہ شیعوں کا قرآن (جمع کردہ علیؓ) کہیں موجود ہے۔ جو کسی نے امام جعفر صادق کے پاس

بھی دیا تھا۔ سننے والے نے معلوم کیا کہ اس قرآن کے حروف اس قرآن سے نہیں ملتے۔ پھر امام علیہ السلام نے اسے مصلحتاً روک دیا کہ ابھی اس کو ظاہر نہ کرو۔ یہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ہاں بطور خزانہ مخفیہ رہے گا۔ جب وہ تشریف لائیں گے ساتھ لائیں گے۔ امام جعفر صادق نے یہ بھی فرمادیا کہ حضرت علی رضہ نے قرآن جمع کر کے لوگوں کے پیش کیا تھا۔ اُنہوں نے کہا۔ ہمارے پاس کامل مکمل قرآن موجود ہے۔ ہمیں تمہارے قرآن کی ضرورت نہیں ہے۔ پس امیر علیہ السلام اتنی بات سے خفا ہو گئے اور فرمانے لگے۔ آج سے بعد اس قرآن کو تم لوگ کبھی بھی نہ دیکھ سکو گے۔

آج کل کے شیعہ مولوی بھی اس قرآن کے قائل ہیں۔ چنانچہ رسالہ نافع نمبر ۲۱ مصنفہ مولوی محسن علی شاہ صاحب سبزواری جس کو جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور نے شائع کیا ہے اس کے صفحہ ۲۳ پر لکھا ہے کہ امیرالمومنین نے جو قرآن جمع کیا تھا وہ اِس وقت شیعہ سُنی دونوں کے پاس نہیں ہے مگر ہے ضرور کہیں ہو آخر کچھ لوگوں نے اس کو دیکھا ہے"۔

ہم حضرات شیعہ سے پُوچھتے ہیں کہ جس قرآن کے آپ لوگ قائل ہیں، وہ تو امام غائب کے ساتھ کہیں غائب ہے۔ موجودہ قرآن بقول آپ کے ناقص اور غلط ہے تو فرمایئے آپ کے ہاتھ میں خدا کی کتاب ہدایت کونسی موجود ہے؟ جس کی وجہ سے آپ مومن ہو سکتے ہیں سنیوں کے ہاتھ میں ایک قرآن موجود تو ہے (نا مکمل سہی) مگر جب ساڑھے تیرہ سو سال ہو چکے ہیں۔ ابھی تم لوگوں نے اپنا مکمل قرآن خواب میں بھی نہیں دیکھا تو اس قرآن کا وجود و عدم تو تمہارے لئے یکساں ہے۔ تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مُردہ شود۔ کب امام غائب آئیں قرآن لا کر تمہیں دکھائیں۔ اس تمام عرصہ میں تو تم گمراہ ہی رہے۔ جو مر گئے ان کے لئے اُن کی آمد کا کیا فائدہ؟

جب مر چکے تو آئے ہمارے مزار پر ـ پتھر پڑیں صنم ترے ایسے پیار پر

امام مہدی علیہ السّلام کب آئیں گے؟

اس میں شک نہیں کہ ہم لوگ بھی حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد کے منتظر اور ان کی زیارت کے مشتاق ہیں۔ مگر نہ اس خیال سے کہ وہ آکر ہمیں اصلی قرآن دکھائیں گے۔ قرآن تو ہمارے پاس موجود ہے جس کو پڑھ کر ہم اپنا ایمان تازہ کرتے ہیں البتہ شیعہ کو آپ کی آمد کی اس لئے سخت ضرورت ہے کہ ان کا قرآن انہوں نے چھپا رکھا ہے۔ آئیں تو شیعہ بے چارے بھی قرآن کی شکل دیکھیں گے لیکن امام مہدی علیہ السلام بقول شخصے ـ

کچھ ایسے سوئے ہیں سونے والے کہ جاگنے کی نہیں قسم ہے

کہیں ایسے غائب ہوئے ہیں کہ ظاہر ہونے کی صورت نظر نہیں آتی۔

امام غائب کی آمد کے متعلق شیعہ کے عجیب و غریب خیال ہیں جن کے سمجھنے سے ہماری عقل قاصر ہے

اصولِ کافی ص۲۳۲ میں ہے: اِنَّ اللہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی قَدْ کَانَ وَقَّتَ ھٰذَا الْاَمْرَ فِی السَّبْعِیْنَ فَلَمَّا قُتِلَ الْحُسَیْنُ صَلَوٰاتُ اللہِ عَلَیْہِ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللہِ عَلٰی اَھْلِ الْاَرْضِ فَاَخَّرَہٗ اِلٰی اَرْبَعِیْنَ وَمِائَۃٍ فَحَدَّثْنَاکُمْ فَاَذَعْتُمُ الْحَدِیْثَ فَکَشَفْتُمْ قِنَاعَ السِّتْرِ وَلَمْ یَجْعَلِ اللہُ لَہٗ بَعْدَ ذٰلِکَ وَقْتًا عِنْدَنَا وَیَمْحُو اللہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ ط

(خدا نے اس کام (ظہورِ مہدیؑ) کا وقت ۷۰ھ ہجری مقرر کیا تھا مگر جب امام حسینؑ شہید کیے گئے تو اللہ تعالیٰ اہلِ زمین پر غضب ناک ہو گیا اور اس لیے اس کام کو ۱۴۰ھ تک پیچھے ہٹا دیا۔ ہم نے تم سے بیان کر دیا اور تم نے بات مشہور کر دی اور پردہ فاش کر دیا۔ خدا نے اس کے بعد اس کا کوئی وقت ہم کو نہیں بتایا۔ راوی کہتا ہے میں نے یہ حدیث امام جعفر صادق سے بیان کی۔ انہوں نے کہا، ہاں ایسا ہی ہوا۔)

اس حدیث سے پتہ ملتا ہے کہ قاتل امام حسین علیہ السلام شیعہ تھے۔ تب ہی تو امام مہدی علیہ السلام کی آمد رُک گئی۔ پہلے ۷۰ھ آمد کا وقت مقرر تھا۔ شیعہ کے اس ظلم کی سزا ان کو یہ ملی کہ امام علیہ السلام جن کے پاس شیعہ کا قرآن تھا ایک سو سال اور رُک گئے۔ پھر کہیں ائمہ اہلِ بیت نے یہ خبر اپنے حاشیہ نشینوں کو بتا دی خدا کا غصہ اور تیز ہو گیا۔ امام علیہ السلام کی آمد کی میعاد ایسی لمبی ہو گئی کہ پھر ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام کو بھی اس کی اطلاع نہ دی گئی۔

غُصّہ کا نتیجہ

شیعہ کی شامت سے پہلے حضرت امیر علیہ السلام کو صرف اس تھوڑی سی بات پر غصہ آ گیا کہ لوگوں نے کہہ دیا ہمیں آپ کے قرآن کی حاجت نہیں ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ غصہ میں آ کر اس قرآن کی ایسی اشاعت کی جاتی کہ دوسرے قرآن (سنیوں کا قرآن) کی وقعت ہی نہ رہتی۔ لیکن غصہ کا نتیجہ اُلٹا یہ ہوا کہ بیگانے تو بیگانے، اپنے شیعہ سے بھی قرآن چھپا دیا گیا جس کا کہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ اس کو کہیں غار میں پڑے ہوئے دیمک نہ کھا گئی ہو؛ پھر خدا کو غصہ آیا تو امام غائب علیہ السلام کے ظہور میں اس قدر توقف ڈال دیا کہ ۷۰ھ تو کجا اب ۱۳۴۳ھ ہو گیا ہے۔ ابھی تک امام والا مقام کی آمد کا پتہ تک نہیں ہے۔ امام تو آنے سے رہے کہیں قرآن ہی بھیج دیتے تب بھی شیعہ کی سرخروئی ہو جاتی مگر ایسا بھی نہ ہوا۔ بہر حال بقول شخصے:

ہر بلائے کز آسماں خیزد　　خانۂ انوری تلاش کند

غصہ کا جب کبھی نتیجہ ہوتا ہے شیعہ ہی کے خلاف نکلتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری باتیں من گھڑت اور یار لوگوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ اگر حضرت علیؓ نے کوئی علیحدہ قرآن جمع کیا ہوتا تو ناممکن تھا کہ اس کو چھپا رکھتے۔ خدا کے پاک بندے ایسے کوہِ وقار ہوتے ہیں کہ ان کو کسی ایسی ویسی بات پر غصہ نہیں آجایا کرتا اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ غصہ میں آکر خدا کی کتاب (قرآن) کو جو محض ہدایتِ خلق کے لئے ہو اتنی تکلیف برداشت کر کے کئی روز کا چلہ کاٹ کر تیار کریں اور پھر اس کو کسی ایک شخص کے کہہ دینے سے کہ اس کی ہمیں حاجت نہیں ہے ہمیشہ کے لئے چھپا دیں۔ ع

ایں خیال است و محال است و جنوں

خدا کا غصہ

حضرت علیؓ تو آخر بشر تھے۔ مان بھی لیا جائے کہ انھوں نے غصہ میں آکر قرآن کو کہیں گم کر دیا ہو لیکن یہ کس طرح مانا جا سکتا ہے کہ خدا تعالٰے کو غصہ قاتلانِ حسینؓ پر ہو۔ اور اس کا نزلہ حضرت امام منتظر پر گرے کہ وہ اس کی سزا میں دائم الحبس کر دیئے جائیں اور اس کے ساتھ ہی قرآن دنیا سے نابود کر دیا جائے۔ یہ سب کچھ خرافات ہیں جو یار لوگوں نے افتراء کئے ہوئے ہیں۔ قرآن یہی ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے یہی قرآن حضرت علیؓ پڑھتے تھے اور یہی قرآن ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے وردِ زبان تھا اور یہی ہمیشہ رہے گا امام مہدی علیہ السلام آئیں گے تو اسی قرآن کی اشاعت فرمائیں گے۔

حائری کا خیال

یہ تو متقدمین شیعہ کا وقتِ ظہور امام علیہ السلام کی نسبت خیال ہے۔ حال کے شیعہ کے مقتدا و پیشوا علامہ حائری کا اس بیان میں خیال نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ چنانچہ غایۃ المقصود مصنفہ علامہ حائری مطبوعہ اسلامیہ گیس پرنٹنگ لاہور ۱۳۲۱ھ صفحہ ۲۱۲ میں ہے:۔

"اما وجہ عدم ظہور امام مہدی علیہ السلام دریں زمان آنست کہ آنحضرت ہم مثل آباء طاہرین علم انساب میدانند۔ ازاں معلوم است آنحضرت علیہ السلام را کہ ہنوز ملکھا کفار چنیں موجود اند کہ در پشت آنہا نطفہائے مومنین است امانت و ودیعت موجود اند اگر ظاہر شدہ اینہا کفار را قتل نکنند بلکہ سکوت اختیار نماید۔

دریں صورت تخلف وعدۂ مذکور خدا ثابت می شود۔"

(ترجمہ) "امام مھدی علیہ السلام کے نہ ظاہر ہونے کی اس وقت یہ وجہ ہے کہ آپ اپنے آباءِ کرام کی طرح علم انساب سے واقف ہیں اور ان کو خوب معلوم ہے کہ ابھی لاکھوں کفار ایسے موجود ہیں جن کی پشت میں مومنین کے نطفے امانت ہیں۔ اگر ظاہر ہو کر آپ ان کفار کو قتل نہ کریں بلکہ خاموشی اختیار کریں تو خدائی وعدہ میں تخلف ہوتا ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ امام مھدی علیہ السلام اس وقت تک تشریف نہیں لا سکتے جب تک کہ دنیا میں مخلوقِ خدا باقی ہے۔ کیونکہ مخلوق میں مومن و کافر دونوں موجود رہتے ہیں اور شیعہ کے نزدیک تو مومن صرف شیعہ ہیں باقی سُنّی مسلمان بھی گردن زدنی ہیں۔ اس لئے امام علیہ السلام کا ظہور ناممکن ہے۔

اس سے آگے پھر علامہ حائری صاحب اسی صفحہ پر یوں رقمطراز ہیں:۔

"دیگر آنکہ سلاطین جبار و قہار کہ آباء طاہرین وے را از علی گرفتہ تا امام حسن عسکری علیہم السلام کسے را بزہر و کسے را بہ تیغ کشتند حال آنکہ امامت آنہا خارج سلطنت آنہا نبود۔ لیکن ہر گاہ یکے را می کشتند امام و حجت دیگر موجود بود کہ بجائے وے می نشست بخلاف زمانہ مہدی علیہ السلام از آنجناب کہ بسیار پُرحذر خواہند بود۔ زیرا کہ ہمہ آنہا را یقین خواہد شد کہ زوالِ سلطنت جمیع سلاطین دنیا از دست وے خواہد شد کے ممکن است کہ در وقت سطوت اختیار کردن آنجناب را زندہ بگذارند و لطف آنکہ بعد از آنحضرت امام و حجت دیگرے نیست کہ بجائے وے قرار گیرد۔ و آں مخالف حدیث وَلَا يَخْلُو الْأَرْضُ مِنْ حُجَّةِ اللهِ اِمَّا ظَاهِرٌ وَّ مَكْشُوفٌ او خَائِفٌ او مَسْتُورٌ می باشد این برہان تا جب شد کہ آنجناب از انظار مخفی باشد۔ با وجود آنحضرت ہر وقت منتظر این است کہ ظہور فرماید۔"

ترجمہ:۔ "دوسری وجہ یہ ہے کہ گزشتہ سلاطین نے جو ان کے آباء و اجداد کو حضرت علیؓ سے لے کر امام عسکری تک کسی کو زہر سے اور کسی کو تلوار سے شہید کیا۔ حالانکہ ان کی امامت ان سلاطین کی حکومت کی مانع نہ تھی۔ لیکن جب ایک کو قتل کرتے دوسرا امام موجود ہوتا جو اس کا جانشین ہو جاتا۔ برخلاف اس کے امام مھدی علیہ السلام کا زمانہ زیادہ خطرناک ہوگا کہ دنیا بھر کی حکومتوں کا ان کی آمد سے خاتمہ ہو جائے گا۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ امام علیہ السلام کی خاموشی پر ان کو زندہ رہنے دیں۔ لطف یہ کہ آپ کے بعد کوئی دوسرا امام ایسا نہیں ہے جو ان کی جگہ سنبھالے حالانکہ بروئے حدیث زمین پر ایک امام کو ضرور رہنا چاہئے، خواہ وہ ظاہر ہو یا چھپا ہوا ہو۔ اس لئے آنجناب کو نظروں سے غائب ہی رہنا چاہئے۔ گو آپ ہر وقت اس انتظار میں ہیں کہ ظہور فرمائیں۔"

اس دوسری وجہ نے بالکل مطلع صاف کر دیا کہ چونکہ آپ کے بعد کسی امام نے ہونا نہیں۔ اور آپ کے ظہور سے باقی سلطنتوں کا زوال متصور ہے۔ اس لئے سلاطین دُنیا ان کی جان لینے کے درپے ہو جائیں گے اور خاموش رہنے پر ان کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اس لئے آپ کا نہ ظاہر ہونا اور محجوب رہنا ہی مناسب ہے۔ تاکہ زمین امام سے خالی نہ رہے۔

اہلِ بصیرت غور کر سکتے ہیں کہ روئے زمین پر اگر امام کا وجود اس لئے ہے کہ باعثِ ہدایتِ خلق ہو تو یہ بات تب ہی ہو سکتی ہے کہ امام ظاہر ہو کر اشاعت دین کرے ورنہ ایسے چھپے رستم سے اسلام اور مسلمانوں کو کیا فائدہ ؛ اگر امام علیہ السلام اسی دل وگردہ کے انسان ہیں کہ ان کو اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں منہ سے نقاب اُٹھائیں تو قتل نہ ہو جائیں۔ تو ایسے حضرت دُنیا میں ظاہر ہو کر کیا کچھ کریں گے۔ اس سے تو ان کا عدم ظہور ہی اچھا ہے کہ پردہ ڈھکا رہے۔

افسوس کہ حائری صاحب اپنے آپ کو علاّمہ کہلا کر ایسے بودے خیال کرنے لگے ہیں۔ بندۂ خدا امام کے ساتھ ایک طاقت ہوتی ہے جو دُنیا بھر کی طاقتوں سے بالاتر ہے اور اس قوت و نصرت الٰہی کے شاملِ حال ہونے سے دُنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جب ہادیٔ اسلام (فداہُ ابی و امی) مبعوث ہوئے اُن کے ساتھ کونسی فوج تھی۔ انہوں نے تن تنہا دُنیا کے سامنے کلمۂ توحید کا اعلان کیا۔ سب لوگ آپ کے خون کے پیاسے تھے اور آپ کی جان کے دشمن تھے۔ لیکن اس خدائے قدوس نے آپ کی نصرت کی اور آپ کا بال بیکا نہ ہو سکا بلکہ تمام دشمنانِ حق نیست و نابود ہو گئے۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام جو حضور علیہ السلام کے مظہر اتم ہوں گے۔ وُہی طاقت لے کر دُنیا میں ظہور فرمائیں گے۔ ان کے نُور سے دُنیا چمک اُٹھے گی۔ خلقِ خدا سب کی سب ان کے قدموں پر گر جائے گی، اور لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائیں گے۔ کیا علم الانساب حضرت علی المرتضیٰ کو معلوم نہ تھا کہ جنگ چھیڑ دی اور جانبین سے ہزاروں مسلمان گھائل ہو گئے۔ کیا حضرت امام حسین علیہ السلام ہی علم انساب سے لابلد تھے کہ تلوار اُٹھائی اور طرفین سے سینکڑوں مسلمان موت کے گھاٹ اُتر گئے۔

موت امام کے اختیار میں

یہ بات علاّمہ حائری صاحب کے قلم سے نکلنا نہ چاہئے تھی کیونکہ آپ کے اعتقاد میں تو موت و حیاتِ امام کے اختیار میں ہوتی ہے۔ چنانچہ اصولِ کافی صفحہ ۱۵۸ پر ایک باب اس مضمون کا باندھا گیا ہے کہ اِنَّ

الْاَئِمَّۃَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ لَیَعْلَمُوْنَ مَتٰی یَمُوْتُوْنَ وَاَنَّھُمْ لَا یَمُوْتُوْنَ اِلَّا بِاِخْتِیَارٍ مِّنْھُمْ یعنی " ائمہ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں اور اپنی موت پر ان کو قابو ہوتا ہے۔ چاہے مریں یا نہ مریں"۔ پھر علامہ حائری نے یہ کیوں لکھا ہے کہ وہ اس لئے ظاہر نہیں ہوتے کہ ان کو جان تلف ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ جب مرنا جینا کسی شخص کے اختیار میں ہو۔ پھر اس کو کسی سے کیا ڈر۔ افسوس شیعہ حضرات ایسی بے ٹھکانہ باتیں کہہ کر مفت جگ ہنسائی کرتے ہیں۔

شیعہ کے متعدد قرآن

شیعہ مصنفین نے یہ دیکھ کر کہ ان کے ہاتھ میں کوئی قرآن نہیں ہے۔ اپنے معتقدین کے دل بہلانے کے لئے ایسی روایات گھڑ دیں کہ ایک نہیں بہت سے بڑے بڑے لمبے چوڑے قرآن شیعہ کے ہیں۔ اگر سنیوں کے پاس چھوٹا سا قرآن ہے تو بات ہی کیا ہے۔ شیعہ کے قرآن کہیں دیکھ پائیں تو ہوش بھول جائیں چنانچہ ایک روایت میں ستر گز لمبا قرآن شیعہ کا ہے۔

ستر گز کا قرآن

اصول کافی صفحہ ۱۴۶ میں ہے۔ قَالَ یَا اَبَا مُحَمَّدٍ فَاِنَّ عِنْدَنَا الْجَامِعَۃَ وَمَا یُدْرِیْھِمْ مَا الْجَامِعَۃُ قَالَ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَمَا الْجَامِعَۃُ قَالَ صَحِیْفَۃٌ طُوْلُھَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا۔۔۔۔۔۔۔۔ (امام جعفر نے فرمایا۔ اے ابو محمد! ہمارے پاس ایک جامعہ ہے ان کو کیا معلوم ہے کہ وہ جامعہ کیا ہے؟ میں نے کہا۔ میں آپ پر قربان، فرمائیں وہ جامعہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا، قرآن ہے جو ستر گز لمبا ہے۔)

خوب! ستر گز لمبا قرآن! وہ کاہے کو۔ بھلا اتنے لمبے قرآن کی سطروں کو کوئی پڑھے تو کیونکر ایک سرے سے چل کر دوسرے تک جائے اور پھر واپس لوٹ آنے کا تانا بانا دن بھر لگا رہے گا۔ پڑھنے والے کی جان عذاب میں پھنس گئی۔ گھنٹہ بھر کی رفتار بمشکل دو سطریں ختم ہو سکیں گی۔ علاوہ ازیں اتنا لمبا قرآن اٹھائے تو کیوں کر اونٹ ہاتھی بھی ستر گز لمبے نہیں ہوتے جو قرآن کو اٹھا سکیں۔ پھر یہ قرآن کہاں رکھا جائے۔ اتنا اونچا مکان کہاں سے لائیں[1]۔

(۱؎ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

خداتعالیٰ فرماتا ہے: يُرِيدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (خدا دین کے بارے میں تمہیں سہولت دینا چاہتا ہے۔ تکلیف میں تمہیں ڈالنا منظور نہیں۔)

مصحفِ فاطمہؓ

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ شیعہ کا ایک اور قرآن مصحفِ فاطمہؓ بھی ہے۔ چنانچہ اصول کافی صفحہ ۱۴۶ میں ہے۔ وَاِنَّ عِنْدَنَا لَمُصْحَفَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَمَا يُدْرِيْهِمْ مَا مُصْحَفُ فَاطِمَةَ قَالَ مُصْحَفٌ فِيْهِ مِثْلُ قُرْاٰنِكُمْ هٰذَا ثَلَاثُ مَرَّاتٍ وَاللهِ مَا فِيْهِ مِنْ قُرْاٰنِكُمْ هٰذَا حَرْفٌ وَاحِدٌ

ترجمہ: (امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے پاس ایک مصحفِ فاطمہ بھی ہے، اور تم جانتے ہو مصحفِ فاطمہ کیا ہے؛ فرمایا وہ ایک قرآن ہے جس میں تمہارے قرآن سے سہ گنا زیادتی ہے۔ اور خدا کی قسم اس میں تمہارے اس قرآن کا حرف بھی نہیں ہے۔)

پھر تعجب ہے کہ اس اتنے بڑے قرآن میں جب ہمارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے تو وہ کس زبان میں ہے۔ عربی، فارسی ہو تب تو یہی حروفِ تہجی اس میں پائے جائیں جو اس قرآن میں ہیں۔ غالباً سنسکرت میں ہو یا جنوں کی زبان میں، یا جاپانی، انگریزی وغیرہ میں۔ بہرحال یہ ایسی روایات ہیں جن کی سمجھ نہیں آسکتی۔

جفر

اسی طرح شیعہ کا ایک اور قرآن جفر ہے جیسا کہ اصول کافی صفحہ ۱۴۶ میں ہے: قَالَ اِنَّ عِنْدَنَا الْجَفْرَ وَمَا يُدْرِيْهِمْ وَمَا الْجَفْرُ قَالَ قُلْتُ وَمَا الْجَفْرُ قَالَ وِعَاءٌ مِنْ اُدُمٍ فِيْهِ عِلْمُ النَّبِيِّيْنَ وَالْوَصِيِّيْنَ وَعِلْمُ الْعُلَمَاءِ الَّذِيْنَ مَضَوْا مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ ترجمہ: (امام علیہ السلام نے فرمایا ہمارے پاس جفر بھی ہے اور تمہیں معلوم ہو کہ وہ جفر کیا ہے۔ کہا۔ وہ ایک چمڑے کا تھیلا ہے جس میں انبیاء و اوصیا کے علوم بھرے ہیں اور علمائے بنی اسرائیل کے بھی اس میں علوم ہیں)

لہ (حاشیہ متعلقہ صفحہ گزشتہ) یہ بھی معلوم ہو کہ یہ شتر گز لمبا قرآن ضخامت میں بھی کم نہیں۔ بلکہ اونٹ کے ران کے برابر موٹا بھی ہے۔ جیسا کہ اصول کافی صفحہ ۱۴۳ میں اس کی تشریح کی گئی ہے۔ پھر کوئی انسان اتنے لمبے موٹے قرآن کو اٹھانے کی طاقت ہی نہیں رکھتا۔

یہ بڑے بڑے قرآن کہاں ہیں؟

اب سوال یہ ہے کہ شیعہ کے اتنے بڑے اور لمبے لمبے قرآن ہیں کہاں؟ شیعہ اس کا جواب دینے سے
قاصر ہیں۔ کیونکہ ان روایات کی وقعت بوستانِ خیال یا چڑیا چڑے کی کہانی سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ سار
باتیں شیعہ کا اعتقاد درست رکھنے کے لئے بنائی گئی ہیں۔ تاکہ یہ معلوم کر کے کہ یہ قرآن تو سنیوں کا ہے ان کا
نادار گھبرانہ جائیں۔ اس لئے یہ روایات وضع کی گئی ہیں کہ شیعہ جی میں خوش ہوتے رہیں کہ سنیوں کا ایک
مختصر سا قرآن ہے تو کیا ہوا ہمارے اتنے بڑے بڑے لمبے لمبے قرآن موجود ہیں۔ آخر کہیں نکلیں گے۔ تعجب
ہے کہ آج کل اس روشنی کے زمانہ میں ان طفل تسلیوں سے کس طرح کام نکل سکتا ہے۔ بہتر ہوگا کہ شیعہ حضرا
اپنے مولویوں سے مطالبہ کریں کہ ہمیں کب تک انتظار میں رکھا جائے گا۔ اگر ستر گز کا نہیں تو بالشت بھر
ہی قرآن ہمیں دکھا دیا جائے تاکہ ہم سنیوں کے قرآن سے معارضہ کر سکیں۔ لیکن یہ ہرگز نہیں ہو سکے گا۔ شیعہ
صاحبان اسی انتظار میں مر جائیں گے اور قرآن کی شکل دیکھنا نصیب نہ ہوگی۔

تحریفِ آیاتِ قرآن

اگرچہ پچھلی روایات سے بوضاحت ثابت ہو گیا ہے کہ روافض کا اس قرآن پر ایمان نہیں ہے اور
اس کو محرف سمجھتے ہیں۔ لیکن عوام کی تسلّی کے لئے ہم ذیل میں چند آیات اصولِ کافی سے لکھتے ہیں
جن میں بتایا گیا ہے کہ اصل آیۃ یوں تھی اور قرآن میں اس کے خلاف یوں درج ہے۔

(۱) اصولِ کافی صـ۲۶۱ میں ہے:۔ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهٗ لِمَ سُمِّیَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ
قَالَ اللّٰهُ سَمَّاهُ وَهٰکَذَا اُنْزِلَ فِیْ کِتَابِهٖ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ
وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلِیْ وَاَنَّ عَلِیًّا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ
السَّلَامُ ترجمہ:۔ جابر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضرت علی کو امیر المؤمنین کیوں کہتے
تو آپ نے فرمایا کہ یہ نام ان کا خدا نے رکھا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھ دی جس میں اَنَّ مُحَمَّدًا الخ کا ذ
کیا گیا اور کہا کہ یہ آیت یوں ہی نازل ہوئی ہے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ یُّطِعِ ا

رَسُوْلَهٗ فِیْ وَلَایَةِ عَلِیٍّ وَالْاَئِمَّةِ مِنْ بَعْدِهٖ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ هٰکَذَا اُنْزِلَتْ (اصول کافی ص ۲۶۲)

ترجمہ:۔ ابن بصیر امام جعفر صادق سے راوی ہے کہ آپ نے آیت "وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ الخ" میں عبارت وَلَایَةِ عَلِیٍّ کا اضافہ کرکے کہا ہے کہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔

(۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِهٖ وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ کَلِمَاتٍ فِیْ مُحَمَّدٍ وَعَلِیٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَالْاَئِمَّةِ مِنْ ذُرِّیَّتِهِمْ فَنَسِیَ هٰکَذَا وَاللّٰهِ اُنْزِلَتْ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ (اصول کافی ص ۲۶۳) عبداللہ بن سنان امام جعفر سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے آیت وَلَقَدْ عَهِدْنَا میں فِیْ مُحَمَّدٍ الخ ایزاد کرکے کہا کہ بخدا آیت رسول اللہ پر اسی طرح نازل ہوئی۔

(۴) عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ جِبْرَائِیْلُ بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ اَنْ یَّکْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِیْ عَلِیٍّ بَغْیًا۔ (اصول کافی ص ۲۶۳) جابر نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ آپ نے آیت بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖ میں فِیْ عَلِیٍّ کی ایزادی کرکے کہا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی۔

(۵) اصول کافی ص ۲۶۴ میں ہے۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَزَلَ جِبْرِیْلُ بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰکَذَا اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فِیْ عَلِیٍّ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ جابر راوی ہے کہ آیت اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ الخ میں بھی فِیْ عَلِیٍّ کی ایزادی ہے۔ اور جبرائیل ؑ نے اسی طرح رسول پر نازل کی۔

(۶) عَنْ مُنَخَّلٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ نَزَلَ جِبْرَائِیْلُ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ هٰکَذَا۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلْنَا فِیْ عَلِیٍّ نُوْرًا مُّبِیْنًا۔ (اصول کافی ص ۲۶۴) منخل امام جعفر سے راوی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آیت یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ میں بھی نُوْرًا مُّبِیْنًا سے پہلے فِیْ عَلِیٍّ ہے۔ اور ایسا ہی جبرائیل نے آیت نبی علیہ السلام پر نازل کی۔

(۷) عَنْ جَابِرٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا یُوْعَظُوْنَ بِهٖ فِیْ عَلِیٍّ لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ (اصول کافی ص ۲۶۴) جابر کہتا ہے۔ امام محمد باقر نے آیت وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا الخ میں لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ سے پہلے فِیْ عَلِیٍّ ایزاد فرمایا۔

(۸) عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالیٰ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ ھُوَ فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ یَا مَعْشَرَ الْمُکَذِّبِیْنَ حَیْثُ اَنْبَاتُکُمْ رِسَالَۃَ رَبِّیْ فِیْ وَلَایَۃِ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَالْاَئِمَّۃِ مِنْ بَعْدِہٖ مَنْ ھُوَ فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ کَذَا اُنْزِلَتْ (اصول کافی صـ ۲۶۶) ابو بصیر راوی ہے کہ امام جعفر نے آیت فَسَتَعْلَمُوْنَ میں مِنْ وَلَایَۃِ عَلِیٍّ کا اضافہ کر کے کہا کہ آیت یوں ہی نازل ہوئی ہے۔

(۹) عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالیٰ سَاَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْکٰفِرِیْنَ فِیْ وَلَایَۃِ عَلِیٍّ لَیْسَ لَہٗ مِنْ دَافِعٍ ثُمَّ ھٰکَذَا وَاللّٰہِ نَزَلَ بِھَا جِبْرَائِیْلُ عَلیٰ مُحَمَّدٍ صَلَّی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (اصول کافی صـ ۲۶۶) ابو بصیر امام جعفر سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے آیت سَالَ سَائِلٌ الخ میں بھی وَلَایَۃِ عَلِیٍّ کی ایزادی کی ہے اور کہا کہ خدا کی قسم۔ جبرائیل یہ آیت اسی طرح رسول پر لایا ہے۔

(۱۰) عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ جِبْرَائِیْلُ بِھٰذِہِ الْاٰیَۃِ ھٰکَذَا فَاَبیٰ اَکْثَرُ النَّاسِ بِوَلَایَۃِ عَلِیٍّ اِلَّا کُفُوْرًا (اصول کافی صـ ۲۶۸) امام جعفر علیہ السلام آیت فَاَبیٰ اَکْثَرُ النَّاسِ الخ کے بعد بِوَلَایَۃِ عَلِیٍّ کا لفظ جبرائیل لے کر آیا۔

(۱۱) عَنْ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ نَصْرٍ قَالَ دَفَعَ اِلَیَّ اَبُو الْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ مُصْحَفًا وَقَالَ لَا تَنْظُرْ فِیْہِ فَفَتَحْتُہٗ وَقَرَاْتُ فِیْہِ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَوَجَدْتُ فِیْھَا اسْمَ سَبْعِیْنَ رَجُلًا مِّنْ قُرَیْشٍ بِاَسْمَائِھِمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَاءِ ھِمْ قَالَ فَبَعَثَ اِلَیَّ ابْعَثْ اِلَیَّ بِالْمُصْحَفِ (اصول کافی باب فضل القرآن صـ ۶۷۰) احمد بن محمد بن نصیر سے روایت ہے کہ امام رضاء علیہ السلام نے مجھے ایک قرآن دیا اور فرمایا کہ اس میں نظر نہ کرنا۔ پس میں نے جو اس میں سورۃ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ پڑھی تو اس میں ستر شخصوں کے نام بقید ولدیت پائے۔ راوی نے کہا کہ امام نے مجھے کہلا بھیجا ہے کہ وہ قرآن میرے پاس بھیج دو۔

(۱۲) عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ اَرْبَعَۃَ اَرْبَاعٍ رُبُعٌ فِیْنَا وَرُبُعٌ فِیْ عَدُوِّنَا وَرُبُعٌ سُنَنٌ وَاَمْثَالٌ وَرُبُعٌ فَرَائِضُ وَاَحْکَامٌ (اصول کافی صـ ۶۶۹) امام محمد باقر نے فرمایا۔ قرآن چار حصوں میں نازل ہوا۔ ایک چوتھائی ہمارے فضائل میں نازل ہوا اور ایک چوتھائی ہمارے دشمنوں کے بارے میں۔ اور ایک چوتھائی سنن اور امثال میں اور ایک چوتھائی فرائض و احکام ہیں۔[۱]

---

[۱] ایسا ہی ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب مطبوعہ نولکشور جلد سوم صـ ۶۳ میں لکھا ہے۔ کہ وہ احادیث وارد شدہ (باقی صـ ۵۳ پر)

اگرچہ اور بھی بہت سی آیات اصول کافی میں لکھی ہیں جن میں تحریف صریح ہے لیکن ہم نے بطور مُشتے نمونہ از خروارہ بارہ آیات پر اکتفا کیا ہے۔ اب ادھر تو ائمہ اہلبیت امام محمد باقر و امام جعفر صادق حلفاً بیان کرتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام آیت نبی علیہ السلام پر یوں لایا۔

اور کہ سورہ لم یکن میں قرآن جمع کردہ علی رضؓ میں ستر قریش کے نام تھے اور یہ کہ اس قرآن کے چار حصے تھے۔ ایک چوتھائی میں اہلبیت کے فضائل اور دوسری چوتھائی ان کے دشمنوں کے معائب بیان کئے گئے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

ادھر ناظرین قرآن کریم کو کھول کر دیکھیں کہ الفاظ خط کشیدہ آیت میں پائے جاتے ہیں یا یہ ایجادِ بندہ ہے۔ اور کہ قرآن موجود میں ستر قریش کے نام ہیں یا نہ اور اہلبیت کے فضائل اور انکے دشمنوں کے معائب پائے جاتے ہیں یا نہ۔ جب ایسا نہیں ہے تو اس میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ شیعہ صریح تحریف قرآن کے قائل ہیں اور قرآن موجود پر ان کا ایمان نہیں ہے۔

جوابِ شیعہ

ان تمام احادیث اور روایات کو سُنکر علمائے شیعہ مبہوت ہو جاتے ہیں اور ان سے کچھ جواب بن نہیں پڑتا۔ کیونکہ روایات اصول کافی جیسی مستند کتاب کی ہیں۔ جو شیعہ کے صحاح اربعہ میں سے حدیث کی کتاب سمجھی جاتی ہے جس کے ٹائیٹل پر جلی حروف سے لکھا ہوا ہے۔ قَالَ اِمَامُ الْعَصرِ حُجَّۃُ اللّٰہِ الْمُنْتَظَر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰ کہ ثلث قرآن در فضائل ایشاں و اہلبیت) است ثلثے در مثالب دشمناں ایشاں در بعضے از روایات وارد شدہ بلکہ مولوی سید الفت حسین شیعی شکار پوری نے اس قرآن جمع کردہ علی رضؓ کی طباعت کا بھی ذکر کر دیا چنانچہ اپنے رسالے منع تبرا (مطبوعہ مطبع یوسفی واقع کوچہ فولادخاں لاہور) کے صفحہ پر لکھا ہے۔ کیا سورۃ علی و ولائیت سورۃ فاطمی بعض مطبوع و بعض قلمی غالی شیعوں کے گھر میں نہیں۔ کیا لکھنؤ میں حاجی حسن علی نے یہ سورتیں نہیں چھاپیں مگر ایک دو ہی سورتیں چھپنی پائی تھیں۔ کہ تنبیہ کی گئی۔ باقی غیر مطبوع رہیں۔"

علاوہ ازیں تفسیر صافی میں تو بالکل تصریح کر دی گئی ہے۔ کہ یہ قرآن جو ہمارے پاس موجود ہے۔ نامکمل اور ناقص ہے۔ عبارت یوں ہے۔ اَلْمُسْتَفَادُ مِنْ مَجْمُوْعِ هٰذِهِ الْاَخْبَارِ وَغَيْرِهَا مِنَ الرِّوَايَاتِ مِنْ طَرِيْقِ اَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اَنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ بَيْنَ اَظْهُرِنَا لَيْسَ بِتَمَامِهٖ كَمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بَلْ مِنْهُ مَا هُوَ خِلَافُ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْهُ مَا هُوَ مُغَيَّرٌ مُحَرَّفٌ اَنَّهٗ قَدْ حُذِفَ عَنْهُ اَشْيَاءُ كَثِيْرَةٌ مِنْهَا اِسْمُ عَلِیٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِیْ

(باقی صفحہ ۵۲ پر)

عَلَیْہِ السَّلَامُ اللّٰہِ الْمَلِكِ الْاَکْبَرُ فِیْ حَقِّہٖ ھٰذَا کَافٍ لِشِیْعَتِنَا)۔ ترجمہ: امام الزمان حجۃ اللہ امام منتظر مہدی علیہ السلام نے اس کتاب کے حق میں فرمایا کہ یہ کتاب ہمارے شیعہ کے لئے کافی ہے)۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا نام بھی کافی پڑ گیا ہے۔ پھر احادیث جو اس کتاب میں ہیں، کچھ ایسی ویسی نہیں۔ بلکہ امام محمد باقر یا امام جعفر صادق سے مروی ہیں۔ اسلئے شیعہ کو اسکے ماننے سے چارہ نہیں لیکن بحث کی خاطر تقیۃً کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمارا ایمان اسی قرآن پر ہے۔ ہم اسکو صدق دل سے مانتے ہیں۔ اور اس پر حلفیں اُٹھانے پر بھی آمادہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ شیعہ مذہب میں، جیسا کہ آگے مفصل ذکر ہوگا، تقیہ کرنا (جھوٹ بولنا) ثوابِ عظیم ہے۔ چنانچہ استدلال میں وہ شیخ صدوق کی کتاب العقائد پیش کر دیا کرتے ہیں جسمیں لکھا ہے کہ اسی قرآن کو تم مکمل سمجھتے ہیں۔ اس حالت میں ناواقف اہل السنۃ مسلمان دھوکہ میں آجاتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ اس بارہ میں متقدمین علماء شیعہ کا اختلاف ہے۔ ان کے بڑے ثقہ ائمہ حدیث و تفسیر تو اس قرآن کے ناقص، غلط، غیر صحیح الترتیب ہونیکے قائل ہیں۔ جن میں سے ذیل میں چند اکابر علماء شیعہ کے نام لکھے جاتے ہیں (۱) ثقۃ الاسلام ابو یعقوب محمد بن اسحاق الکلینی مصنف اصول و فروع کافی۔ (۲) شیخ جلیل علی بن ابراہیم قمی الکلینی (۳) شیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی۔ (۴) علامہ نوری مصنف فصل الخطاب (۵) شیخ مفید (۶) محقق داماد (۷) علامہ مجلسی لیکن بعض اس خیال سے کہ یہ عقیدہ لیکر مسلمانوں کی صف میں شامل ہونا مشکل ہے تحریف کے منکر ہوئے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ قرآن کامل اور صحیح یہی ہے۔ جو بین الدفتین موجود ہے۔ انکے اسماء حسب ذیل ہیں۔

(۱) شیخ صدوق مصنف کتاب العقائد متوفی ۳۸۱ھ (۲) سید مرتضیٰ علم الہدیٰ متوفی ۴۳۶ھ (۳) ابو جعفر طوسی مصنف تبیان متوفی ۴۶۰ھ (۴) شیخ ابو علی طبرسی مصنف تفسیر مجمع البیان متوفی ۵۴۸ھ)۔

ہمارے معاصر شیعہ پہلے زمرہ سے متفق ہیں اور کہتے ہیں کہ دوسرے گروہ نے محض تقیۃً ایسا کہدیا ہے کہ قرآن میں تحریف نہیں۔ دل سے وہ بھی تحریف کے قائل ہیں۔ شیعہ کا یہ قول قرین قیاس بھی ہے کیونکہ منکرانِ تحریف میں سے شیخ صدوق کیمتعلق علامہ نوری اپنی کتاب فصل الخطاب مطبوعہ طہران صفحہ میں لکھتا ہے۔

الصَّدُوْقُ فِیْ عَقَائِدِہٖ مُرْسَلًا اَنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ وَلَمَّا جَاءَ بِہٖ فَقَالَ ھٰذَا کِتَابُ رَبِّکُمْ کَمَا اُنْزِلَ عَلٰی نَبِیِّکُمْ لَمْ یَزِدْ فِیْہِ حَرْفٌ وَلَمْ یَنْقُصْ مِنْہُ حَرْفٌ فَقَالُوْا لَا حَاجَۃَ لَنَا فِیْہِ عِنْدَنَا مِثْلُ الَّذِیْ عِنْدَكَ فَانْصَرَفَ وَھُوَ یَقُوْلُ فَنَبَذُوْہُ وَرَاءَ ظُھُوْرِھِمْ وَاشْتَرَوْا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ۔

ترجمہ (شیخ صدوق نے اپنی کتاب عقاید میں مرسلاً روایت کی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام قرآن جمع کرکے لائے اور کہا یہ قرآن ہے۔ جیسا کہ تمہارے نبی پر نازل ہوا۔ اس سے ایک حرف زیادہ یا ایک حرف کم نہیں ہے۔ ان لوگوں

بقیہ (۱) کَثِیْرٍ مِّنَ الْمَوَاضِعِ وَمِنْھَا غَیْرُ ذٰلِكَ وَاِنَّہٗ لَیْسَ اَیْضًا عَلَی التَّرْتِیْبِ الْمَرْضِیِّ عِنْدَ اللّٰہِ وَعِنْدَ رَسُوْلِہٖ وَبِہٖ قَالَ عَلِیُّ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ (مقدمہ تفسیر صافی صفحہ ۱۳)

نے کہا کہ ہمیں اس کی حاجت نہیں ہے۔ ایسا ہی قرآن ہمارے پاس موجود ہے۔ پھر جناب امیرؑ واپس چلے گئے یہ پڑھتے ہوئے فَنَبَذُوهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ۔ تو جب شیخ صدوق کو بھی اس سے اتفاق ہے کہ اصلی قرآن وہ تھا جو حضرت علیؓ نے جمع کرکے لوگوں کے پیش کیا تھا اور انھوں نے نہ مانا تو جناب خفا ہو کر چل دیئے۔ تو پھر شیخ صدوق دل سے اس قرآن کو جو حضرت علی کا جمع کیا ہوا نہیں ہے، کسطرح کامل و مکمل مان سکتے ہیں؟ تاہم ظاہرداری کے لحاظ سے جو انھوں نے ایسا لکھ دیا ہے اسکا جواب دیا جانا بھی ضروری ہے۔

سو واضح ہو کہ ان دونوں فریق (قائلین تحریف و منکرین تحریف) سے اسکا قول قابل قبول ہوگا جسکی تائید میں احادیث مرویہ ائمہ اہلبیت پائی جائیں۔ سو پہلے فریق قائلان تحریف نے اپنے دلائل میں بہت سی احادیث مرویہ ائمہ اہلبیت پیش کی ہیں۔ جیساکہ اوپر بحث ہو چکی ہے مگر دوسرے فریق کا صرف اپنا ہی قول ہے۔ کوئی حدیث دلیل میں وہ پیش نہیں کرتے۔ پھر انکا قول بلا دلیل کس طرح مانا جا سکتا ہے۔ البتہ پہلا فریق اپنے دعویٰ کے متعلق ایک دو نہیں بلکہ بے تعداد احادیث پیش کرنیکا مدعی ہے۔ بلکہ علامہ نوری نے اپنی کتاب فصل الخطاب ص۲۲۷ میں یوں لکھا ہے: وَهِيَ كَثِيرَةٌ جِدًّا حَتّٰى قَالَ السَّيِّدُ نِعْمَتُ اللّٰهِ الْجَزَائِرِيُّ فِي بَعْضِ مُؤَلَّفَاتِهِ كَمَا حُكِيَ عَنْهُ اَنَّ الْاَخْبَارَ الدَّالَّةَ عَلٰى ذٰلِكَ تَزِيْدُ عَلٰى اَلْفَيْ حَدِيْثٍ وَادَّعٰى اِسْتِفَاضَتَهَا جَمَاعَةٌ كَالْمُفِيْدِ وَالْمُحَقِّقِ الدَّامَادِ وَالْعَلَّامَةِ الْمَجْلِسِيِّ وَغَيْرِهِمْ بَلِ الشَّيْخُ اَيْضًا صَرَّحَ فِي دَبِسْتَانِ بِكَثْرَتِهَا بَلِ ادَّعٰى تَوَاتُرَهَا جَمَاعَةٌ يَأْتِي ذِكْرُهُمْ

ترجمہ: احادیث جو قرآن موجود کو محرف ٹھہراتی ہیں بہت زیادہ ہیں۔ حتیٰ کہ سید نعمت اللہ جزائری نے اپنی بعض تصانیف میں ذکر کیا ہے کہ احادیث دو ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔ اور ان کے مستفیض ہونے کا ایک بڑی جماعت نے دعوے کیا ہے۔ جن میں سے شیخ مفید اور محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ ہیں بلکہ شیخ نے دبستان میں ان کی کثرت کی تصریح کی ہے۔ بلکہ ایک جماعت نے، جن کا ذکر آگے آئے گا۔ ایسی احادیث کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

تو اب ایکطرف تو ایک ایسی جماعت ہو جو اس بارہ میں دو ہزار سے بھی زاید احادیث کے متواتر ہونیکا ثبوت پیش کریں اور دوسری طرف معدودے چند اشخاص ہوں جنکے دعویٰ کی تائید میں ایک حدیث بھی نہ ہو۔ ناظرین خیال کر سکتے ہیں کہ شیعہ مذہب کے صحیح ترجمان ان میں سے کون ہیں؟ بلا محالہ کہنا پڑے گا کہ شیعہ مذہب کے صحیح ترجمان پہلی جماعت کے آدمی ہیں۔ اور دوسرے گروہ کے لوگ صرف تقیہ کی آڑ میں لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ پس سُنّی مناظر کو چاہیئے کہ اگر کوئی شیعہ اصول کافی وغیرہ کتب احادیث کی مستند احادیث (جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ اس قرآن کو نہیں مانتے) کے مقابلہ میں شیخ صدوق وغیرہ

کی کتاب پیش کرے تو اس کو چیلنج دینا چاہیئے کہ اگر یہ احادیث نہیں مانتے تو اسکے جواب میں اسی پایا کی
احادیث مرویہ ائمہ اہلبیت پیش کرو۔ ورنہ تسلیم کر لو کہ تمھارا ایمان اس قرآن پر نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے۔

عقلی دلیل

نقلی دلائل مذکورہ بالا کے علاوہ عقلی دلیل اس امر کی کہ شیعہ مذہب اور انکے عقاید کے رو سے
اس قرآن پر انکا ایمان ہونا ممکن ہی نہیں ہے، یہ ہے کہ شیعہ مانتے ہیں کہ یہ قرآن جمع کردہ علیؓ نہیں ہے
یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ قرآن حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے اہتمام سے جمع اور مرتب ہوا ہے۔ شیعہ
ان ہر دو اصحاب کو مسلمان نہیں مانتے بلکہ (معاذاللہ) کافر و منافق سمجھتے ہیں۔ پھر کسطرح ممکن ہے کہ ایک غیر
شخص جسکو خدا اور رسول پر ایمان نہیں ہے اور بقول شیعہ انکو رسولؐ سے اسقدر دشمنی تھی کہ انکا جنازہ نہ پڑھا
انکے چچازاد بھائی، داماد اور وصی سے خلافت غصب کر لی۔ رسولؐ کی بیٹی خاتونِ جنت کا ورثہ (فدک) د
لیا۔ انکی سخت بے حرمتی کی گئی۔ بلکہ (معاذاللہ) انکے پیٹ پر لات مار کر حمل گرا دیا۔ وصی رسول علی کے گلے میں
رسی ڈالکر[1] گھسیٹ کر لے گئے۔ اور بیعت ابوبکر پر مجبور کیا۔ (یہ سب کچھ شیعہ کی مستند کتب میں درج ہے) پھر یہ لوگ
جمع و ترتیب قرآن کیوقت ایسے متدین بن جائیں کہ اس میں ایک حرف بھی کمی بیشی نہ کریں۔ جب انکو معلوم ہو کہ
حضرت علیؓ ان کے دباؤ میں ایسے آگئے ہیں کہ انکی زوجہ محترمہ کی اسقدر بے ادبی ہوتی ہے۔ انکو گھسیٹ
کرلے جایا جاتا ہے مگر مارے خوف کے وہ لب کشائی نہیں کرتے اور دوسرے لوگ سب انکے زیرنگیں ہو گئے
ہیں۔ کوئی انکے مزاحم نہیں ہو سکتا تو وہ قرآن کی آیات حسبِ منشاء خود (جن میں ان کی توصیف اور
مخالفین کی ہتک ہو) گھڑ کر داخل کر دیں۔ یا بہت سا حصہ قرآن کا جو انکی منشاء کے مخالف ہو، بیچ
میں سے نکال ڈالیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس دستاویز میں ایک لفظ میں بھی جعلسازی کر کے تغیر و
تبدل کر دیا جائے، وہ دستاویز ساری کی ساری مشکوک اور ردی ہو جاتی ہے۔ نیز جس دستاویز کا
کاتب ثقہ قابلِ اعتبار نہ ہو وہ یقیناً پایۂ اعتبار سے گر جاتی ہے۔ پھر جبتک یہ نہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت ابوبکرؓ
اور حضرت عثمانؓ اکمل الایمان خائف من اللہ اپنے نبیؐ کے سچے عاشق آپکے اہلبیت کے محب صادق اور قرآن
پاک پر جان نثار تھے اور ناممکن تھا کہ وہ قرآن پاک میں حرف تو حرف زیر و زبر یا شد و مد کا بھی تغیر و تبدل

---

[1] حملہ حیدری میں ہے۔ بدست عمرؓ یو دیک ریسماں دوم در کفِ خالد پہلوان
فگندند در گردن شیرِ نر کشیدند اورا بہ بو بکرؓ

ہونے دیں۔ تب تک قرآن کے کامل مکمل ہونے پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ شیعہ بغض اصحاب ثلثہؓ میں اسقدر غلو کر گئے کہ انکو بدنام کرنے کیلئے اسد اللہ الغالب (حضرت علیؓ) اور جگر گوشۂ رسولؐ (فاطمۃ الزہراؓ) کی سخت توہین و ہتک کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے اسی عداوت کی وجہ سے وہ قرآن کے بھی منکر ہو کر ستر گز طویل صحیفہ قرآن سے سہ چند بڑا مصحف فاطمہؓ، اہزار آیت کی دور از عقل و قیاس روایات گھڑ کر سادہ لوح شیعوں کو بہکانے پر مجبور ہو گئے ہیں شیعہ حضرات خود تو قرآن سے منکر ہوئے ہی ہیں جب اس بحث میں پڑ کر وہ شرمندہ ہوتے ہیں تو کج بحثی کی راہ اختیار کر کے اُلٹے اہلسنت کو الزام دینے لگ جاتے ہیں کہ سُنی بھی تحریف قرآن کے قائل ہیں ۔

اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

یہ عجیب الزام ہے جو شیعہ جواب سے عاجز ہو کر کمال ڈھٹائی سے کہنے لگ جاتے ہیں کہ تم لوگ بھی تحریفِ قرآن کے قائل ہو۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ سُنی لوگ جو صدیقؓ و فاروقؓ ذوالنورینؓ کو اپنے پیشوا النجوم الاہتدا مانتے ہیں، یہ کہنے کی جرأت کریں کہ انھوں نے قرآن میں تحریف کر دی ہے۔ کلا و حاشا کسی سُنی کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہے کہ ہمارا اس قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ ہم کسی دوسرے قرآن کے منتظر ہیں۔ نہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کو امام مہدی علیہ السلام غار سُر من رائی میں چھپائے ہوئے ہیں۔ یہ عقیدہ شیعہ کو مبارک ہو۔ ہم ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں کہ کوئی اسبات کا قائل نہیں۔ ہے کہ قرآن موجودہ میں کوئی کسی قسم کی تحریف ہوئی ہو۔

شیعہ کہتے ہیں۔ دُرِ منثور یا اتقان میں ایسی روایات ہیں کہ فلاں سورۃ اتنی آیات کی تھی اب اتنی ہے یا فلاں آیت یوں تھی اب یوں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارا ایمان دُرِ منثور پر نہیں ہے۔ نہ ہم امام سیوطی کے مقلد ہیں محققین نے جیسا کہ مقدمہ تفسیر حقانی صـ ۸۰ پر ہے۔ ان تفاسیر کو نویں طبقہ میں شمار کیا ہے جو نویں صدی کے بعد تصنیف ہوئیں۔ ان میں رطب یابس صحیح و سقیم ہر قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔

علاوہ ازیں اتقان یا دُرِ منثور میں، ہرگز کہیں نہیں لکھا ہوا کہ قرآن میں کوئی تحریف کی گئی ہے۔ بلکہ انھوں نے نسخ کا بیان کرتے ہوئے آیاتِ منسوخہ کے اقسام لکھے ہیں جنہیں سے ایک قسم آیات منسوخ التلاوت کی ہے۔ جو پہلے نازل تو ہوئیں لیکن بعد میں منسوخ التلاوۃ ہو گئیں۔ اور یہ واقعہ عہد نبویؐ کا ہے نہ بعد کا۔ غرض اس مسئلہ کی مفصل بحث مولانا مولوی عبدالشکور صاحب نے اپنے رسالہ النجم میں اور مولوی نور بخش صاحب ایم اے توکلی نے تحفۃ الشیعہ میں کر دی ہے۔ اسلئے اس موقعہ پر اس بحث کو ہم دوبارہ نہیں چھیڑنا چاہتے ہاں شیعہ کو تحدی سے کہتے ہیں کہ آپ یہ ثابت کر دیں کہ کوئی سُنی ثقہ عالم محدث، یا مفسر تحریف قرآن کا قائل

ہے۔ تو ہم آپکو ایک ہزار (۱۰۰۰) روپیہ انعام دینے کو تیار ہیں۔ مگر خوب سمجھ رکھیں کہ نسخ اور چیز ہے اور تحریف اور ہے۔ شیعہ اگر اس دعوے میں سچے ہیں تو سامنے آئیں۔ ایک ہزار روپے کی بازی جیتیں۔
هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ط

جناب مولانا جلال الدین سیوطی مصنف دُرِ منثور و اتقان نے اپنا عقیدہ دربارۂ ترتیب آیات عبارت ذیل میں واضح کر دیا ہے۔ الاجماعُ والنُّصُوصُ المُتَرَادِفَةُ عَلٰى اَنَّ تَرْتِيْبَ الْاٰيَاتِ فِيْ سُوَرِهَا بِتَوْقِيْفِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمْرِهٖ مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ فِيْ هٰذَا بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ (اتقان)

ترجمہ "نصوص متواترہ اور اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ آیات کی ترتیب جو سورتوں میں ہے آنحضرت صلعم کے حکم سے ہوئی۔ اس میں کسی مسلمان کا بھی اختلاف نہیں۔" مصنف اتقان نے اس دعویٰ کے اثبات میں بخاری، مسلم، سُنن اربعہ کی احادیث صحیحہ نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ بلاشبہ یہ ترتیب خاص حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوئی۔

اسی طرح امام بغوی شرح السنۃ میں لکھتے ہیں:۔ اَلصَّحَابَةُ جَمَعُوْا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ الْقُرْاٰنَ الَّذِيْ اَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ زَادُوْا اَوْ نَقَصُوْا مِنْهُ شَيْئًا فَكَتَبُوْهُ كَمَا سَمِعُوْهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ اَنْ قَدَّمُوْا شَيْئًا اَوْ اَخَّرُوْا وَلَمْ يَضَعُوْا لَهٗ تَرْتِيْبًا وَلَمْ يَاْخُذُوْهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط

ترجمہ:۔ یعنی صحابہ رضؓ نے قرآن کو اسی طرح رکھا جیسا کہ رسولؐ خدا پر نازل ہوا تھا۔ بغیر اس کے کہ اس میں کمی بیشی کی گئی ہو۔ پس جس طرح سے آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا تھا۔ اسی طرح رکھا۔ بغیر اس کے کہ اس میں کچھ تقدیم و تاخیر کی ہو یا اس کو کسی دوسری ترتیب سے مرتّب کیا ہو۔ جس کو حضور علیہ السلام سے انھوں نے حاصل نہ کیا تھا۔

اب مولینا جلال الدین سیوطی اور دیگر مفسرین کی تصریح ہوتے ہوئے جو شخص کہے کہ یہ لوگ تحریف کے قائل تھے۔ ع "چہ دلاور است دُزدے کہ بکف چراغ دارد" کا مصداق بنتا ہے۔

ہاں صاحب! تحریف قرآن کے قائل وہ لوگ ہیں جو حسب ذیل عقاید رکھتے ہیں یا ان کی مستند کتابوں میں احادیث مرویہ ائمہ اہل بیت اس مضمون کی پائی جاتی ہیں۔

(۱) اصلی قرآن جو جبرائیلؑ نے رسولؐ خدا پر نازل کیا، سترہ ہزار آیت کا تھا۔ (۲) اصلی قرآن وہ تھا جو حضرت

لہ یہاں پر علمائے شیعہ مبہوت ہو کر یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس حدیث میں آیت سے مراد جملہ ہے۔ حالانکہ یہ ان کی تکذیب ہے کیونکہ کافی کے شارح ملا خلیل قزوینی اس حدیث کی شرح میں آیت کا وہ آیت متعارف ہی سمجھے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں مراد این است کہ

(باقی صفحہ پر)

علی رضؓ نے جمع کر کے صحابہ کو دکھایا انہوں نے قبول نہ کیا۔ (۳) اصلی قرآن وہ ہے جسمیں آیات اسیطرح درج ہیں جو گزشتہ صفحات میں درج کی گئی ہیں۔ (۴) اصلی قرآن حضرت امام مہدی علیہ السلام کے پاس ہے جب آئیں گے تو شیعہ کو دکھائیں گے (۵) شیعہ کا ایک قرآن ستر گز لمبا ہے۔ (۶) ایک اور قرآن مصحف فاطمہ اس قرآن سے سہ چند بڑا ہے۔ اور اس میں اس قرآن کا ایک حرف پایا نہیں جاتا۔ (۷) ایک اور قرآن چمڑے کا بڑا تھیلا ہے جسمیں اولین اور آخرین کے علوم بھرے ہیں۔ ان سب کے حوالجات پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔

اب انصاف تو یہ ہے کہ اسی ترتیب سے ہماری کتب صحاح ستہ سے ہمارے اس طرح کے عقائد یا کوئی ایک عقیدہ بھی احادیث صحیحہ سے ثابت کیا جائے اور ایک ہزار انعام لیا جائے۔ کیا کوئی ہے جو خم ٹھونک کر میدان میں نکلے۔ میں تو کہوں گا کہ ؎

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار اُن سے   یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

دوسری دلیل شیعہ کا حافظِ قرآن نہ ہونا

علاوہ ازیں عقیدہ کی پڑتال کیلئے ہر شخص کا عمل و فعل دیکھا جاتا ہے۔ اگر عمل قول کے مطابق نہ پایا جائے تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ شخص دل سے اس امر کا معتقد نہیں ہے۔ سو اس بارہ میں فریقین کا تعامل دیکھنا چاہیئے کہ دونوں میں سے کس فریق کو عملی طریق سے قرآن سے اُنس و محبت ہے۔ سو ظاہر ہے کہ سُنّی قرآن کو حرزِ جاں سمجھتے ہیں۔ حفظِ قرآن انکو ورثہ میں ملا ہوا ہے۔ سینکڑوں نہیں، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں حفاظ قرآن سُنّیوں میں ملیں گے۔ لیکن بمقابلہ اس کے چراغ لیکر ڈھونڈو اور ہند و پنجاب کی خاک چھان مارو تو ایک حافظ بھی شیعہ سے ملنا دشوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنّۃ کی طرف سے انعامی اشتہارات چھپتے رہتے ہیں لیکن شیعہ کوئی ایک حافظ قرآن بھی پیش کرنے سے عاری ہیں۔

مُدت سے ہمارے دوست حاجی غلام یٰسین صاحب تلہ گنگی نے ایک انعامی اشتہار شائع کر کے

بقیہ حاشیہ صفحہ بسیاری ازاں قرآن ساقط شدہ در مصاحف مشہورہ نیست زیراکہ مجموع قرآنی از مصاحف مشہورہ است عدد آیات آں نزد قراء اہل کوفہ چنانچہ موافق نقل صاحب مجمع البیان ست۔ عدد آیات ہر سورۃ ملا اولی آں سورۃ شش ہزار و دو بیست و سی و شش آیت است و بالجملہ اگر مذہب دیگراں را اعتبار کنیم اندکے بیشتر یا کمتر میشود و بہر تقدیر بہفدہ ہزار نمی رسد و اگر مراد ایں می بود کہ عدد آیات ہمیں قرآن کہ در مصاحف مشہورہ است در قرآت جبرائیل علیہ السلام ہفدہ ہزار است میگفت اِنَّ عَدَدَ الْاٰیَاتِ الَّتِیْ جَآءَ بِھَا جِبْرَئِیْلُ علیہ السلام تا آخر۔ و احادیث صحاح در طریق خاصہ و در طریق عامہ (باقی صفحہ ۵۸ پر)

شیعانِ پنجاب کو چیلنج دے رکھا ہے لیکن اس کا جواب اب تک شیعہ حضرات کی طرف سے بجز گالی گلوچ کے کچھ نہیں ملا۔ ثبوت کے لئے دُرِ نجف سیالکوٹ کے پرچے دیکھو۔ کوئی پرچہ ایسا نہیں ملے گا جس میں حاجی صاحب موصوف کو مغلظ گالیاں دے کر اپنے عجز کا ثبوت نہ دیا ہو۔ سچ ہے اِذَا یَئِسَ الْاِنْسَانُ طَالَ لِسَانُہٗ ۔ کَسِنَّوْرٍ مَغْلُوْبٍ یَصُوْلُ عَلَی الْکَلْبِ۔ ترجمہ: جب آدمی مقابلہ سے عاجز آجاتا ہے تو گالی گلوچ پر اُتر آتا ہے۔ جیسا کہ مغلوب بلی کھسیانی ہو کر کتے کے منہ پر آنے لگ جاتی ہے۔

لطیفہ

تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ چکوال میں شیعہ سُنی کے بالمقابل جلسے ہوئے تھے۔ اس جلسہ میں ایک مولوی کفایت حسین پشاور سے تشریف لائے تھے جنکے نام کیساتھ حافظ کی دُم لگی ہوئی تھی۔ خاکسار نے اپنے وعظ کے دوران میں ہزاروں کے مجمع میں چیلنج دیا۔ کہ اگر مولوی کفایت حسین حافظِ قرآن ہے تو کل ہمارے حافظ کے مقابلہ میں سر اجلاس مجمع عام میں پانچ پارہ قرآن شریف صحت کے ساتھ سُنا دے۔ سَو روپیہ انعام دیا جائے گا۔ یہ اعلان سُنکر شیعہ پارٹی میں گھبراہٹ پیدا ہو گئی۔ خط و کتابت ہونے لگی۔ آخر شیعوں نے دو ماہ کی مُہلت مانگی۔ ہم نے کہا "یہ مُہلت بھی منظور ہے۔ لیکن اس صورت میں آپکو پانچ حافظ پیش کرنے ہوں گے۔ اور ہم انکے مقابلہ میں پچاس حافظ پیش کرینگے"۔ شیعہ جھنجھلا کر بولے "ہم ایک بھی بمشکل پیدا کر سکتے ہیں۔ پانچ حافظ کہاں سے لائیں"۔ ہم نے کہا "آپ پنجتنی کہلاتے ہیں اسلئے آپ پانچ حافظ ضرور پیش کریں"۔ شیعہ یہ سُنکر متحیر ہو گئے اور ایکدوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ ہمارے ایک ہموطن شیعہ سید حیدر شاہ صاحب چوہان کہنے لگے "نہیں! میں موحد ہوں۔ اسلئے ایک ہی حافظ کی شرط رہنی چاہیئے"۔ آخر ایک کی شرط بھی منظور کر لی گئی۔ لیکن میعاد گزر گئی۔ نہ کوئی حافظ آیا نہ شیعہ بچارے میدان میں نکلے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷ کہ دال است بر اسقاط بسیاری از قرآن در کثرت بحدے رسیدہ کہ تکذیب جمیع آنہا جرأت است و حکایت احراق عثمان رضی مصحف ابی بن کعب و مصحف عبداللہ بن مسعود را مشہور است و باوجود ایں ہا و وجود اختلاف قرأت کہ مذکور شد در حدیث دوازدہم و سیزدہم ایں باب دعویٰ اینکہ قرآن ہمین است کہ در مصاحف مشہورہ است خالی از اشکالے نیست و استدلال بریں با اہتمام اصحاب و اہل السلام بضبط قرآن بغایت رکیک است بعد از اطلاع بر عمل ابی بکر رض و عمر رض و عثمان رض الخ۔ (صافی شرح اصول کافی جزو ششم کتاب فضل القرآن صفحہ ۷۵) مندرجہ بالا عبارت میں شارح اصول کافی علامہ خلیل قزوینی شیعی نے صراحتاً یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن موجود ناقص ہے۔ اور اصلی قرآن منزل میں سے زیادہ حصہ انسانی ہاتھوں سے ساقط کیا گیا ہے۔ کیا اللہ

(باقی صفحہ ۵۹ پر)

تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ فدا حسین شیعی ساکن چوہا گنج البحر تحصیل چکوال ضلع جہلم نے ایک سُنّی صوبیدار سے معاہدہ کر کے یہ قرار داد کی کہ فلاں تاریخ کو ہر دو فریق اپنے اپنے حافظ چوہا گنج البحر میں لائیں۔ اہلسنت کی طرف سے لاتعداد حافظ قاری آگئے لیکن شیعہ کی طرف سے صرف ایک دو بناوٹی حافظ لائے گئے اہلسنت حفاظ دن بھر میدان میں للکارتے رہے لیکن بناوٹی شیعہ حفاظ کو میدان میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ فدا حسین چالاک آدمی تھا۔ اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ صوبیدار پر پانچسو روپیہ حرجانہ کا دعویٰ کر دیا۔ مقدمہ بڑے معرکے کا ہوا شیعوں نے اس پر زرِ کثیر خرچ کیا۔ لکھنؤ تک سے گواہ لائے گئے نتیجہ اہلسنت کے حق میں ہوا شیعہ مدعی کا دعویٰ خارج ہوگیا۔ اس مقدمہ میں مُلّا کفایت حسین کو بطور گواہ پیش کیا گیا۔ اس کو قرآن سے ایک رکوع پڑھنے کیلئے کہا گیا۔ صرف آدھے رکوع میں بیس غلطیاں کیں۔ حافظیت کا پردہ چاک ہوگیا۔ کفایت حسین معہ جماعت شیعہ سخت شرمسار ہو کر کچہری سے نکلے۔ یہ خبر اسلامی اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔

یہ فیکٹ (امرِ واقعہ) ہے کہ شیعہ حافظِ قرآن نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب تک کسی چیز سے محبت نہ ہو وہ دِل میں گھر نہیں کر سکتی۔ چونکہ شیعہ کا قرآنِ موجودہ پر ایمان نہیں ہے اور وہ اس سے دِل سے متنفر ہیں۔ اسلئے ان کا حافظ ہونا محال ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

رکھے گا بُغض صحابہؓ سے جو کوئی انساں ہمارا دعوےٰ ہے ہوگا نہ حافظِ قرآں

بقیہ حاشیہ صفحہ تصریحات کے بعد بھی شیعوں کا مسلمہ عقیدہ تحریف فی القرآن تاویلات فاسدہ کے پردوں میں چھپایا جا سکتا ہے۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد " (احقر مظہر حسین غفرلہٗ) ؎ حجۃ الاسلام قطب العالم قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند قدس سرہٗ اپنی کتاب مستطاب ہدیۃ الشیعہ میں شیعہ کے حافظ نہ ہونے کے اسباب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں توجیہ اس یاد نہ ہونے کی حالانکہ مقتضا طعن اہل سنۃ یہ تھا کہ کلام اللہ چھوڑ شیعی تفسیر یاد کر لیتے یہی بات کہ جیسا تلاوت کا حق ہوتا ہے۔ انکو میسر نہیں آتا۔ اور باعث اس کا واللہ اعلم یا تو یہ ہے کہ طبائع انسانی اور حیوانی باعتبار غذا کے جیسی مختلف ہیں کہ کسی کو میٹھا بھاتا ہے کسی کو نمکین کسی کو ایک چیز کی طرف رغبت ہوتی ہے۔ کسی کو نفرت انگریزوں کو عطر نفیس سے تنفر اور مچھلی کے اچار سے جسے سونگھ بھی لیجئے تو دماغ چھوڑ جان کی خیر نہیں رغبت، پاخانہ کے کیڑے گندگی میں خرم وشاد و عیش و آرام سے رہیں اور خوشبو سونگھیں تو مرجائیں۔ ایسے ہی باعتبار امور دینی کے جو غذاء ارواح ہیں۔ ارواح بنی آدم مختلف ہیں۔ کسی کو رغبت ہے کسی کو نفرت کسی کو لذت آتی ہے۔ کسی کی جان نکل جاتی ہے۔ سو حضرات شیعہ کو بھی کلام اللہ میں محنت کرتے موت نظر آتی ہے۔ اور یا یہ ہے کہ جو شاگرد استاد کی خدمت میں گستاخ ہوتا ہے۔ عادت الٰہی یوں جاری ہے۔ کہ علم سے بہرہ ور نہیں ہوتا۔ وجہ اس کی شاید یہ ہو کہ شکر پر وعدہ مزید نعمت ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے لئن شکرتم

لاریب حفظِ قرآن کی نعمت فرقہ حقہ اہل السنت والجماعت کو ہی نصیب ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ اس لئے پاکیزہ عقاید کے مسلمان جو رسولؐ اور رسولؐ کے اصحاب وازواج و اہلبیت سے سچی عقیدت رکھتے ہیں۔ وہی اس پاک کلام الٰہی کے حافظ ہو سکتے ہیں اور یہی فرقہ بشہادت قرآنی مومن کامل ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ ط اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ ط وَمَنْ یَّکْفُرْ بِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ترجمہ: جو لوگ قرآن کی تلاوت کا پورا حق ادا کرتے ہیں۔ وہی مومن بالقرآن ہیں اور جو لوگ اس سے منکر ہیں وہ خائب و خاسر ہیں۔

ہر چند شیعہ کوشش بھی کرتے ہیں کہ کوئی حافظِ قرآن ہم بھی پیدا کریں لیکن ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

وہ اس نعمت سے محروم ہیں اور رہیں گے۔

اب شیعہ کے عدم ایمان بالقرآن کی بحث ختم ہو چکی اور خدا کے فضل سے براہین قاہرہ نقلی و عقلی سے ہم نے اپنے دعوے کو ثابت کر دیا ہے جس کا جواب شیعہ قیامت تک نہیں دے سکتے۔ اب میں ایک معرکۃ الآرا مسئلہ فضائل اصحابؓ ثلاثہ کو شروع کرتا ہوں۔ پہلے قرآنی ادلہ پیش کی جائیں گی اور من بعد شیعہ کی مستند کتب سے استدلال کیا جائے گا۔

فضائلِ اصحابؓ ثلاثہ کا ثبوت قرآن کریم سے

یوں تو قرآن کریم اول سے آخر تک فضائل مہاجرین و انصار (جن میں سے اصحابؓ ثلاثہ کا نمبر اول ہے) سے بھرا ہوا ہے۔ اور اصحاب کبار کے فضائل و مناقب کا ایسی صراحت و وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ کسی موافق و مخالف کو انکار کی گنجائش نہیں۔ مگر ہم اس موقعہ پر ایسی آیات پیش کریں گے جن سے اصحابؓ ثلاثہ کے فضائل روز روشن کی طرح واضح ہیں۔

بقیہ حاشیہ ص۵۹ لَاَزِیْدَنَّکُمْ یعنی اگر شکر کرو گے تو البتہ ہم اور زیادہ دیں گے۔ تو اس صورت میں بشہادت عقل کفران پر زوال نعمت متفرع ہونا چاہئے اور حدیث میں ہے۔ مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ (یعنی جو کوئی آدمیوں کا شکریہ نہ کریگا وہ اللہ کا بھی شکر نہ کرے گا۔ اور ظاہر ہے کہ بہرچند منعم حقیقی خداوند کریم ہے۔ پر دولت علم بواسطہ استاد ہی حاصل ہوتی ہے۔ اور نعمت عظمیٰ کلام اللہ کے استاد حضرات صحابہ ہیں۔ جن میں سے اول اور ثالث کو تو بوجہ تالیف مصنف مجازی کہئے تو بجا ہے۔ پھر ان گستاخوں کو یہ نعمت عظمیٰ عطا ہو تو کیونکر ہو؟ الخ (احقر مظہر حسین غفرلہ)

(۱) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (پارہ ۱۰ سورہ انفعال - رکوع ۵)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور خدا کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا اور جنھوں نے مسلمان مہاجرین کو پناہ دی اور اُن کی مدد کی وہ لوگ بالتحقیق مومن ہیں۔ اُن کے لئے غفران اور اعلےٰ نصیب بہشت ہے۔

اس آیت میں حق تعالٰی نے بڑی صفائی سے کھلے الفاظ میں اصحابِ ثلاثہؓ کے ایمان حقیقی اور اُن کے بخشا جانے اور جنتی ہونے کی تصدیق فرمائی ہے۔ اصحابِ ثلاثہؓ بے شک وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے پورے طور پر مصداق ہیں اور آنحضرتؐ کیساتھ ایمان لائے۔ آپؐ کے ساتھ خدا کی راہ میں ہجرت کی۔ کفار سے جہاد کئے۔ پھر اولین مہاجرین ہونیکے باعث پچھلے مہاجرین کی امداد اور نصرت بھی کی۔ اللہ تعالٰی نے ان اوصافِ جمیلہ کے باعث انکے کمال ایمان مغفرت اور بہشتی ہونیکی شہادت دی ہے۔ پھر جو شیعہ ان کو معاذ اللہ منافق وکافر کہتے ہیں۔ وہ قرآن کو جھٹلاتے اور اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں۔ آیت میں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ کے بعد حَقًّا کی تاکید اور اسکے بعد لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ؕ کا جملہ واقعی خلفاء ثلاثہؓ کے حقیقی کامل ومکمل ایمان کی بڑی زبردست شہادتِ الٰہی ہے۔ اگر کسی بدنصیب کے دل پر کاقفل نہ لگ گیا ہو تو پھر ایسی زبردست رحمانی شہادت کے بعد ممکن نہیں کہ خلفاء ثلاثہ کے ایمان اور ان کے فضائل میں کچھ شک وشبہ کی گنجائش باقی رہ جائے۔

(۲) وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ؕ

ترجمہ: جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔ اُن کے مظلوم ہونے کے بعد ہم ان کو دُنیا میں اچھا ٹھکانہ دینگے، اور قیامت کا اجر تو بہت بڑا ہے۔

باری تعالٰی نے اس آیت میں ان مہاجرین کاملین کی شناخت کا جنھوں نے محض خدا کی راہ میں سچی نیت سے ہجرت کی اور اتباعِ رسولؐ میں اپنا وطن چھوڑا۔ ایک عمدہ نشان بتلا دیا ہے۔ وہ یہ کہ انکی قابلِ قدر سچی جانفشانی اور مخلصانہ خدمت کا معاوضہ انکو دُنیا میں بھی عطا ہوگا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً یعنی دُنیا میں اُنکو مسندِ جلیل خلافت عطا ہوگی۔ اور قیامت میں تو انکا رتبہ بہشت بہت ہی اعلیٰ ہوگا۔ اب ہم اس بیّن نشان سے سچے اور جھوٹے مقبول اور غیر مقبول گروہ کا پورا اعتبار کر سکتے ہیں۔ کہ جس گروہ کے حق میں یہ پیشنگوئی اور وعدۂ الٰہی پورا ہوا۔ وہ خاص مقبولِ درگاہِ ایزدی ہے۔ اب ہم شیعہ صاحبان سے پوچھتے ہیں کہ یہ پیشنگوئی اصحابِ ثلاثہؓ کے حق میں پوری ہوئی یا نہ؟ ماننا پڑیگا کہ پوری ہوئی اور بڑی صفائی سے۔ اس سے بہتر

دُنیا میں اچھا ٹھکانہ کیا ہو سکتا ہے کہ اصحاب ثلاثہ رضؓ آنحضرت کی زندگی میں مقرب خاص اور حضوری رہے۔ اور آپ کے ارتحال کے بعد آپکی مقدس اور مبارک مسند پر جاگزیں ہوئے۔ خلافتِ رسُول کی کرسی کا اعزاز نصیب ہوُا۔ تقریبًا ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحابؓ نے انکو سچا خلیفہ مان کر اطاعت کی اور بڑی عزت سے احکامِ خداوندی کو نافذ فرماتے رہے، تمام اعدائے دین و مخالفین اسلام کو نیست و نابُود کر کے کافتہ الانام کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا قیصر و کسریٰ کے تخت کے مالک ہو گئے اور تمام کبراء زمانہ کی گردنیں ان کے سامنے جھک گئیں جس قدر فتوحات مُلکی اُن کو نصیب ہُوئیں۔ اُن کی شہادت اب تک تاریخِ عالم میں موجُود ہے: لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً کا وعدۂ الٰہی تو پورا ہو گیا۔ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ کا وعدہ بھی انشاءاللہ آخرت میں پُورا ہو گا۔ کیونکہ خُدا کے پاک اور حتمی وعدوں میں تخلف نہیں ہے۔ شیعہ بتلائیں کہ کیا خدا کے اعزازی وعدے منافقین اور مشکوک الایمان لوگوں کے حق میں پُورے ہُوا کرتے ہیں یا اس کے سچے مخلصین عباد صالحون ہی ان سے بہرہ ور ہوتے ہیں؟ انصاف! انصاف!!

(۳) اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ط (پ ۱۷، سورہ حج ۴ ع ۱۲)

ترجمہ: "جو لوگ اپنے دیار سے ناحق نکال دیئے گئے" صرف اس بات پر کہ کہتے تھے کہ ہمارا رب ایک خدا ہے۔"

اس آیت میں بھی ان مہاجرین کی شناخت بتلائی گئی ہے کہ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کے مصداق وہی لوگ ہیں جو صرف خدا کی توحید کا کلمہ پڑھنے پر اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اصحابؓ ثلاثہ کسی سرقہ یا ڈکیتی کے جُرم پر اپنے وطنوں سے نکال دیئے گئے تھے یا کسی اور بات پر اپنے دیار کو چھوڑ کر بھاگتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ صرف اسی دعویٰ رَبُّنَا اللّٰهُ کے بدلے جو مخالفین اسلام کو ناگوار گزرتا تھا۔ گھروں سے بغیر کسی حق کے نکالے گئے۔ ان لوگوں کے حق میں اس آیت کی ابتداء میں درج ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ (یعنی خدا ان کی مدد پر قادر ہے) ۔ دیکھو یہ خُدا کا وعدہ کیسا پُورا ہوُا؟ آخر کار یہی منصور جماعت غالب رہی۔ اس آیت سے آگے انھیں لوگوں کا نشان رب العباد ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے: اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ

ترجمہ۔ یہ ایسا مخلص گروہ ہے کہ ان کو زمین پر تمکن (اقتدار) حاصل ہو جائے تو پھر بھی نمازیں پڑھتے، زکوٰۃ دیتے، بھلائی کا حکم کرتے اور برائی سے منع کرتے ہیں)۔ دیکھو یہ نشان ان نفوس مقدسہ میں کیسا چمکتا ہوُا دکھائی دیتا ہے کہ مَكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ کے مصداق ہو کر منصب جلیل (خلافت) پر ممتاز ہو کر بھی مُقِيْمُو الصَّلٰوةِ مُؤْتُو الزَّكٰوةِ کے مصداق بنے رہے اور امر معروف اور نہی عن المنکر میں اپنی زندگیاں بسر کر گئے۔ افسوس! شیعہ ایسے پاک نفوس کے حق میں بدگمانی کرتے ہیں جنکی نسبت اللہ تعالیٰ کھلے کھلے

نشان بتلا کر انکی فضیلت کا ثبوت دے رہا ہے۔

(۴) لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ط (پارہ ۲۸ سورہ حشر رکوع ۴)

ترجمہ: واسطے ان مفلس مہاجرین کے جو اپنے دیار و املاک سے نکالے گئے اور اللہ کا فضل اور اسکی رضامندی چاہتے ہیں۔ اور خدا اور اسکے رسولؐ کی نصرت کرتے ہیں۔ وہی لوگ سچے ہیں)۔ اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے ان فقراو مہاجرین کو صادق و مصدوق ٹھیرایا ہے۔ جو اپنے دیار و اموال چھوڑ کر محض خدا کے فضل اور اسکی رضاء کی طلب میں جلاوطن ہو گئے اور يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ کے مصداق تھے۔ شیعہ بتائیں کہ اصحابِ ثلٰثہؓ اس آیت کے مصداق ہیں یا نہیں۔ کیا وہ اپنی بستیاں اور اپنے مال و املاک چھوڑ تہی دست ہو کر صرف خدا و رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے مدینہ میں نہیں جا بسے تھے؟ کیا رسولِ پاکؐ کی نصرت و امداد میں کوئی دقیقہ باقی چھوڑا تھا؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اللہ تعالےٰ انکو صادقین کا مبارک لقب عطا فرماتا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ صادقین کا تمغہ منافقین کو بھی مل سکتا ہے؟ اللہ اللہ! خدا کا یہ عطیہ (صادق و صدیق) کا مبارک لقب زبان زدِ خاص و عام سُنکر رافضی بیچارے جل بھن جاتے ہیں۔ اور جلے دل سے کہنے لگ جاتے ہیں کہ ابوبکرؓ صدیق کو لقب کوئی خدا اور رسولؐ کی طرف سے تو نہیں ملا۔ بھائیو! ذرا آنکھیں کھولو اور غور کرو اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ کہنے والا کون ہے؟ اگر یہ خدا کا کلام ہے تو یقیناً سمجھو کہ اس فقرۂ پاک کے اثر سے ابوبکرؓ کی نسبت وصف صدق میں مبالغہ کا صیغہ یعنی (صدیق) شہرت پذیر ہوا۔ خدائے کریم کے عطیہ لقب صادقین کے خطاب مشترکہ سے ہر ایک شخص نے اپنے نصیب اور رتبہ کے مطابق حصہ لینا تھا اور جیسا کہ ہجرت کرنے والوں میں سے ابوبکرؓ رسول پاکؐ کی نصرت میں سب سے اول نمبر ہے۔ آپکی خدمت اور حفاظت کا حق غارِ ثور جیسے ہولناک مکان میں پورے طور پر ادا کیا۔ تین روز انوار و برکات کا جنھوں نے تمام دُنیا کو منوّر و مستفیض کرنا تھا۔ تنہائی میں فیضان حاصل کیا۔ پھر آپؐ کے ہمرکاب مدینہ میں شدائدِ سفر برداشت کر کے پہنچے۔ ویسا ہی یہ لقب بھی جو کہ پیشگاہ حضور رب العالمین سے اس خدمت کے صلہ میں جملہ خدام کو بالعموم عطا ہوا تھا۔ ابوبکرؓ کو بلحاظ ان کی خدمات کے بالخصوص مبالغہ کے صیغہ میں تعریف میں عطا ہونا چاہیئے تھا۔ جو ہوا۔ اب لامحالہ یہ صدیقی لقب خلیفہ اول کے لئے عطیہ ازدی ماننا پڑیگا۔

(۵) اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ط

(پارہ ۱۱ سورۃ توبہ ۔ رکوع ۲)

ترجمہ: اور مہاجرین میں سے سب سے پہلے سبقت کرنیوالے اور انصار لوگ اور جو نیکی میں ان کے تابع
خدا اُن سے راضی ہوا ۔ اور وہ خدا سے راضی ہوئے ۔ اور خدا نے ان کے لئے باغ تیار کئے ہوئے ہیں جن کے نیچے
بہتی ہوں گی ۔ وہ اُس میں ہمیشہ عیش کریں گے ۔ یہ بڑی کامیابی ہے ۔

اس آیت میں صحابہ رضؓ کے مراتب کا بیان ہے ۔ خداوند کریم نے سب کا ذکر درجہ وار فرما دیا ۔ مدارج
پہلے مہاجرین، پھر انصار، بعدہٗ تابعین ہیں ۔ اسی ترتیب سے آیت میں انکا ذکر ہوا ۔ اللہ تعالیٰ نے ہر سہ گرو
صحابہ کا جنتی ہونا اور انکو پروانۂ خوشنودی بارگاہِ ایزدی سے عطا ہو جانا بیان فرما دیا ہے ۔ یہ آیت پکار کر کہتی
کہ فضیلت میں مہاجرین دوسرے صحابہ کرام پر فائق ہیں اور پھر مہاجرین میں سے سب سے بڑا رتبہ اس شخص
ہے جو سب سے اسبق فی الہجرۃ مع الرسول ہے ۔ جانتے ہو وہ کون شخص ہے ؟ ابوبکر صدیق رضؓ ہے ۔ جو حکم
اس آیت کریمہ کے افضل الصحابہ ہیں ۔ مکہ مکرمہ سے نکلنے کے وقت پہلا شخص جو حضور علیہ السلام کے ساتھ
اس کو اسبق فی الہجرۃ مع الرسول کا فخر حاصل ہے ۔ اور یہ مسلّم الطرفین ہے کہ وہ شخص ابوبکر صدیق رضؓ ہی تھا جو
سے رسولِ پاک صلعم کا پہلا قدم اُٹھانے اور مدینہ میں آخری قدم رکھنے تک آپؐ کے تابع اور ہمقدم رہا جس
یہ مُبارک اور پسندیدہ خدا سفرِ ہجرۃ اس سرورِ دوجہان محبوبِ عالمیان کے ساتھ قدم بقدم طے
نہ ہے نصیب ابوبکر رضؓ نہ ہے شان ابوبکر رضؓ جس کو سفر میں ایسا خیر رفیق جس کے لقا کیلئے سُکان عا
ملکوت بھی ترستے ہیں، نصیب ہوا ؎

چہ خوش باشد سفر آندم کہ یارے ہمسفر باشد	چناں یارے کہ زیبا طلعتش رشک قمر باشد
سوارِ ناقہ احمد سرورِ جنّ و بشر باشد	عنانش در کفِ صدیق رضؓ پیرِ نامور باشد

(۶) لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِ
اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ (پارہ ۲۷ ۔ سورہ حدید ۔ رکوع ۱۷)

ترجمہ: ان اشخاص کی برابری کوئی نہیں کرسکتا ۔ جنھوں نے فتحِ مکہ سے پہلے اپنا مال خرچ کیا اور کفار سے لڑے
یہ لوگ بہت اعلے درجہ والے ہیں ۔ ان لوگوں سے جنھوں نے فتحِ مکہ کے بعد مال خرچ کئے اور دشمن سے لڑے او
سب کے لئے وعدہ بہشت اللہ تعالیٰ نے دے دیا ہے) ۔

اس آیت میں ایزد متعال نے اس بات کا فیصلہ فرما دیا ہے کہ فتحِ مکہ سے پہلے یارانِ رسول صلعم
جنھوں نے جانی و مالی خدمات کیں، بہت بڑا رتبہ رکھتے ہیں ۔ اب کون شخص انکار کر سکتا ہے کہ اصحابِ ثلثہ رضؓ پہلے گر
میں داخل ہیں ۔ جو فتحِ مکہ سے پہلے اپنی جان و مال کو آقائے نامدار رسول پاکؐ پر نثار کئے ہوئے تھے ۔ اور کفار نابکا

سے جہاد و قتال کرتے رہے۔ اس آیت کی رُو سے بھی ابوبکرؓ کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ملتا ہے کیونکہ آپ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اپنا سارا مال جو گھر میں رکھتے تھے لاکر پیش کر دیا اور خود ایک کمبل اوڑھ لیا۔ پھر ابوبکر صدیقؓ ہی وہ شخص ہیں جن کے گھر سے غارِ ثور میں سیّد انس و جاں (فداہ ابی و امی) کا نان و نفقہ پہنچتا رہا۔ کوئی شخص نہیں جو اس یارِ غار کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔ (ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ)

(۷) هُوَ الَّذِیْٓ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (پارہ ۱۰ سورہ انفال رکوع ۴)

ترجمہ: اس خدا نے اے رسول تجھے خاص اپنی نصرت سے تائید کی اور مومنوں کی جماعت سے اور ان کے دلوں کو جوڑ دیا۔ اگر تو ساری زمین کی دولت خرچ کر دیتا ان کے دلوں کو جوڑ نہ سکتا تھا۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اے نبی تجھے کافی ہے اللہ اور تیرے پیروکار مومن۔)

اس جگہ خداوند کریم رسول پاک کو تسلی بخش الفاظ میں فرماتا ہے کہ ہر چند کفار تجھ سے ٹکر لڑائیں تیرا بال بینکا نہیں کر سکتے۔ دشمن کے مقابلہ میں آپ بالکل مطمئن رہیں۔ آخر میدان آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ دشمن تیرے مقابلہ کی کیا تاب رکھ سکتا ہے جبکہ آپ کی حامی اور مؤید ایک تو ہماری نصرت ہے۔ دوسرا آپ کے ماتحت وہ الٰہی فوج ہے۔ جس کا معائنہ ڈاکٹری نسبت امراض قلبی (قساوت و جُبن) وغیرہ کرنے والے ہم خود ہیں۔ ہم نے پہلے ہی منتخب کر کے آپ کی فوج میں وہ نمک حلال سپاہی بھرتی کئے ہیں جن کے دل جملہ امراض سے پاک و صاف ہیں۔ ان کو ہمارے حضور سے ایمان (اخلاص و اطاعت فرمان) کا تمغہ مبارک خطاب مومنین عطا ہو چکا ہے۔

دوم:۔ اس بیڑہ کے جنگی ملازمین کے ہم نے دل باہم ایسے جوڑ دیئے ہیں کہ ممکن نہیں کہ کوئی ان میں پھوٹ ڈال سکے اور یہ تالیف قلوب کسی انسانی حکمت کا کام نہیں تھا۔ اگر دنیا کے سارے خزانے بھی اس کام پر خرچ کر دیئے جاتے تو ایسا ہونا ممکن نہ تھا۔ یہ صرف ہماری زبردست حکمت کا کام تھا۔

شیعہ صاحبان اس آیتِ پاک کے مضمون پر غور کریں۔ رب العباد نے کھلے لفظوں میں فرمایا ہے کہ جماعت رسول میں تو ایک خالص مخلص پاک دل گروہ ہمارے خاص حکم سے داخل کیا گیا ہے جن کی صفائی کسی انسانی شہادت کی ضرورت نہیں ہے اور خالص مخلص جماعت کو بارگاہ الٰہی سے مومنین کا لقب مل چکا ہے۔ پھر شیعہ باوجود الٰہی شہادت کے ان کی بابت کیسے اشتباہ کر سکتے ہیں۔ اور اس لقب خداداد (مومنین

کا تمغہ ان سے چھین سکتے ہیں۔ دیکھو! جس فوج کے ایک ملازم تک اس الٰہی تمغہ (ایمان) سے ملبس ہو چکے ہیں۔ اس کے اعلےٰ افسران کا جو رتبہ حضورِ الٰہی میں ہو سکتا ہے۔ تم خود ہی قیاس کر سکتے ہو۔ اس جماعت میں تو جماعتِ رسولی حزب اللہ (الٰہی فوج) کے ہر ایک ملازم کی صفائی کی شہادت دی گئی ہے۔ اب اس اگلی آیت میں خاص اس فوج کے اعلےٰ افسران (سرداران) کے حالات اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے:۔

(۸) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا٘ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (پارہ ۲۶ سورۂ فتح رکوع ۱۲) (ترجمہ) محمدؐ خاص خدا کا رسول ہے، اور جو لوگ اس کے ساتھ (اس کے خواص) ہیں، وہ کافروں پر سخت زور آور ہیں۔ آپس میں محبت کرنے والے ہیں۔ تو ان کو دیکھتا ہے۔ رکوع و سجود کرنے والے خدا کا فضل اور رضا چاہتے ہیں۔ ان کے چہروں میں سجود کے نشان موجود ہیں۔)

اس آیت میں حق سبحانہٗ و تعالیٰ ان خاصانِ بارگاہِ احمدی کے اوصافِ جمیلہ کا بیان فرماتا اور ان کی اعلےٰ ہمت اور جواں مردی اور باہمی اتفاق اور ان کے کیرکٹر (نیک چلن) اطاعتِ الٰہی کی تعریف کرتا ہے یعنی میرے اس اسلامی شہنشاہ کی کمانڈ اُن بہادروں کے ہاتھ میں ہے جو دل سے اس شہنشاہ کا ہر وقت ساتھ دینے والے وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ کے مضمون اور معیت کے معنی پر خوب غور فرمایئے۔ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ دشمن کی فوج پر غیظ و غضب سے ٹوٹ پڑنے والے دشمن پر ان کی شدت۔ قہر و صولت کا ایسا اثر پڑتا ہے کہ دیکھتے ہی ان کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں: رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ آپس میں ایک دوسرے پر جان دینے والے۔ صحابہ کرام کے باہمی اتفاق کو ظاہر کرنے کے لئے رُحَمَآءُ کا لفظ کس قدر موزون ہے۔ وصف رحیمیت ہزار ہزار اتفاق کو اپنے اندر لپیٹے ہوئے ہے۔ اور واقعی اسلامی پیشواؤں کا اتفاق کوئی معمولی اتفاق نہ تھا بلکہ وہ سچے رُحَمَآءُ تھے۔ اسی پاک وصف نے دشمن کے ہر ایک مقابلہ پر اُن کو غالب اور فتحیاب کر دیا بھلا معمولی اتفاق بھی مقابلہ دشمن کے لئے کامیابی کا باعث ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ اتفاق رحیمیت کی حد تک پہنچا ہوا ہو۔ جس پر ہزارہا اتفاق قربان ہیں۔ افسوس اس رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ کی مسلمہ وصف صحابہ کرام میں بھی شیعہ صاحبان دست اندازی کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یعنی باوجود اس اقتدارِ عظیم کے جو اِن اسلامی سرداروں کو حاصل ہے، پھر بھی رُكَّعًا یعنی سرِ نیاز خم کئے ہوئے سُجَّدًا بلکہ سرِ عجز زمین پر رکھے ہوئے دیکھ لو۔ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا یہ خدائی پلٹن کے افسر کسی دُنیوی اعزاز کے طالب اور دولت کے خواہاں نہیں ہیں اور اپنی ان سچی خدمات کا کوئی صلہ نہیں چاہتے۔ ہاں صرف اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنا چاہتے ہیں: سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ان سرداروں کی

شناخت کے لئے وردی کے ساتھ بلے لٹکانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان کی شناخت کے لئے ان کے ماتھوں میں امتیازی خدائی نشان کثرتِ سجود کے باعث تاباں و درخشاں ہیں جو قیامت تک قائم رہیں گے اب شیعہ صاحبان خود ہی انصاف کریں کہ اس تعریفِ الٰہی کے مصداق اسلامی پیشواؤں کی نسبت کیسے واہی تباہی خیالات کہے جاتے ہیں کہ یہ لوگ مشکوک الایمان تھے : نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھٰذِہٖ الْخُرَافَاتِ ۔

انتباہ

دونوں آیات متذکرہ بالا اس امر کی شاہد عدل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں صحابہ کرام رضؓ میں ایسی سچی محبت و الفت اور ایک دوسرے سے پیار تھا جو کبھی زائل ہونے والا نہ تھا۔ ان کی محبت دنیاداروں کی ظاہری محبت نہ تھی بلکہ خدا کی عطا شدہ صادق قلبی مودت تھی جس کا نقش لوحِ دل سے مٹنا مشکل تھا۔ اس الفت و محبت کو اگر کوئی قیمتاً خرید کرتا تو زمین و مافیہا کے مخفی خزانے بھی اس کے سامنے ہیچ تھے۔ یہ تو الٰہی شہادت ہے لیکن شیعہ صاحبان اس کے خلاف یہ کہتے ہیں کہ اور تو اور حضور علیہ السلام کے خاص الخاص اصحاب و احباب کے دل بھی صاف و شفاف نہ تھے بلکہ وہ ایک دوسرے کے خلاف کینہ و حسد دل میں رکھتے تھے اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ اصحابِ ثلاثہ کو حضرت علی رضؓ سے بیر تھا اور علی المرتضیٰ کو ان سے خصومت۔ پھر قارئین کرام خود ہی انصاف کریں کہ شیعہ کو سچا جانیں یا قولِ خدا پر ایمان لائیں۔ بہرحال قولِ خدا سچا ہوگا اور شیعہ جو ان کے خلاف بہتان باندھتے ہیں۔ بشہادت قرآن غلط اور جھوٹ ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ ۔

(۹) لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ وَیُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ؕ (پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ رکوع ۳) (ترجمہ) نہ پائے گا تو ایسی قوم کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن یعنی قیامت پر کہ دوستی کریں ان لوگوں سے جو مخالف ہوئے خدا اور اس کے رسولؐ کے اگرچہ ان کے باپ یا بھائی یا خویش ہوں۔ ان کے دلوں میں خدا نے ایمان لکھ دیا ہے۔ اور ان کو مدد دی اپنے غیب کے فیض سے اور داخل کرے گا ان کو بہشت میں جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ سدا رہیں ان میں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے

راضی ہیں ۔ یہ الٰہی جماعت فلاح والی ہوتی ہے ۔
اس آیت میں مخلص مومنین کی پڑتال کا ایک عمدہ معیار حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے بتلادیا ہے ۔ وہ یہ کہ
مخلص جماعت کی پہچان یہ ہے کہ اعداء خدا و رسول سے کبھی دوستی نہ کریں گے ۔ اگرچہ کیسے ہی ان کے
اقرباء کیوں نہ ہوں ۔ اب ہم اصحابِ ثلاثہؓ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم کو اس کسوٹی پر رکھ کر پرکھ سکتے ہیں ۔ تاریخ ا
شاہد ہے ۔ اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ ۔ انہی حضرات کا خاصہ لازمہ تھا اور اس امتحان میں یہ حضرات ایسے پورے
کہ دوست دشمن اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ اسلام کے معاملہ میں کبھی قرابت اور محبت کا اثر ان کے دلوں
غالب نہیں آسکتا تھا ۔ جنگ بدر میں فاروقِ اعظمؓ کے ہاتھ سے عاص بن ہشام بن مغیرہ جو قریش کا ایک مع
سردار تھا اور آپ کا حقیقی ماموں تھا قتل ہوا ۔ بلکہ آپ نے قیدیوں کے معاملہ میں رائے دینے کے وقت پکار کر کہہ دیا کہ
اسلام کے معاملہ میں قرابت اور رشتہ کو کیا دخل ہے ہم میں سے ہر ایک شخص اپنے عزیز کو خود قتل کرے ۔ اس طر
کہ علیؓ عقیل کو قتل کردیں اور حمزہ عباس کو اور میں اپنے فلاں عزیز کی گردن اپنے ہاتھ سے ماردوں (دیکھو
طبری ص ۱۳۰) اس سے بڑھ کر اس امر کا کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ فاروقِ اعظم نے اپنے بیٹے تک کا شرعی حد
اجراء میں لحاظ نہیں فرمایا تھا اور اس کو دُرّے لگائے تھے ۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ انہی کارگزاریوں اور دینِ حق کی
تابعداری کے بدلے ہی تو یہ حضرات مقبولِ درگاہِ ایزدی ہوکر دنیوی اور اخروی اعزاز کے مستحق ہوگئے ۔ کیا ش
صاحبان کوئی معتبر شہادت اس کے برخلاف پیش کرسکتے ہیں کہ اسلام کے بارہ میں ان لوگوں کے دلوں پر قرابت ا
رشتہ داری کا لحاظ بھی عمر بھر میں ایک دفعہ مستولی ہوا تھا ۔ کسی دشمنِ خدا و رسول کے ساتھ انہوں نے یارانے گانٹھ
ہوئے تھے کبھی بھی نہیں پیش کرسکیں گے ۔ پھر اس آیت میں اس امتحان کے پاس شدگاں کی نسبت الٰہی شہادت
دیکھو کہ ان کے دلوں میں خدا تعالےٰ نے ایمان کو نقش کردیا ہے جو کبھی محو نہیں ہوسکتا ۔ رُوح الغیب سے ان
مدد ملی اور قیامت میں بہشت کی نعمت جلیلہ حاصل کریں گے ۔ ان کو خوشنودی کے سرٹیفکیٹ عطا ہوچکے ۔ پھر
کے ایمان اور فضیلت میں شک کرنے والے صاف تکذیبِ قرآن کرتے ہیں ۔

شیعہ غور کریں!

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول علیہ السلام کے صحابہؓ کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ اسلام کے معاملہ
کبھی اپنے بیگانہ کا لحاظ نہ کرتے تھے ۔ دشمن خدا و رسولؐ سے اعلانیہ دشمنی کرتے ۔ خواہ باپ بیٹا یا بھائی ہی
نہ ہو لیکن شیعہ اس کے خلاف یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اصحابِ ثلاثہؓ (معاذ اللہ) کافر و منافق تھے لیکن جناب امیر علیہ

ان سے یارانہ گانٹھے رہے، ہر معاملہ میں ان کے مشیر کار رہے۔ مال غنائم میں حصہ دار بنے رہے حتیٰ کہ اپنے لختِ جگر حضرت امام حسین علیہ السلام کی شادی خانہ آبادی کے متعلق بھی حضرت عمرؓ کے رہین منت ہوئے۔ چنانچہ آنجناب نے یزدجرد شاہِ ایران کی دختر شہر بانو جو غنیمت میں تھی، ان کو بیاہ دی۔ بلکہ کتب شیعہ میں یہاں تک تصریح ہے کہ تزویج فاطمہؓ کی سلسلہ جنبانی بھی پہلے صدیقؓ و فاروقؓ نے ہی کی تھی (جلاء العیون اُردو ص۱۱۸ و ص۱۱۹) حضرت علیؓ ان منافقین کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے رہے۔ ہر بات میں ان سے ہاں میں ہاں ملاتے رہے۔ کبھی ان سے قتال وجدال نہیں کی۔ مخلص دوستوں کی طرح ہر ایک مرحلہ میں ان سے متحد و متفق رہے۔ پھر شیعہ بتلائیں کہ امیر علیہ السلام آیت لَا تَجِدُ قَوْمًا الخ کا مصداق کس طرح ہو سکتے ہیں۔ کیا کوئی شیعہ اس کا جواب دے سکتا ہے؟

(۱۰) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ ط

(پارہ ۱۰ سورۃ توبہ رکوع ۸)

ترجمہ: "جو لوگ ایمان لائے اور خدا کی راہ میں ہجرت اور جہاد کیا، اپنی جانی و مالی خدمات سے دریغ نہ کیا خدا کے ہاں بڑا مرتبہ رکھتے ہیں اور وہی لوگ اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ خدا ان کو اپنی رحمت خوشنودی کی بشارت دیتا ہے اور بہشتوں کی جن میں ابدی عیش حاصل کریں گے۔"

ان آیات میں مہاجرین مومنین کا اعلےٰ رتبہ ہونا اور ان کا فائز الدارین ہونا بیان فرمایا گیا ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اصحاب ثلاثہؓ اس آیت کے مصداق نہ تھے؟ کونسا وصف اوصاف مذکورہ آیت کریمہ سے مسلوب کر سکتے ہو۔ کیا آنحضرتؐ کے ساتھ بلا طمع دنیا کے ایمان نہیں لائے تھے؟ یا آپؐ کے ساتھ ہجرت کا شرف حاصل نہ کیا تھا؟ جہاد فی سبیل اللہ کے فرض کے تارک تھے؟ اگر ان میں یہ سب اوصاف ہیں تو خدا تعالےٰ نے ان کی نسبت شہادت دی ہے کہ ان کا درجہ خدا کے ہاں بہت بلند ہے اور فائز المرام ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو خوشنودی کا سرٹیفکیٹ عطا فرما دیا، اور بہشت بریں کا وعدہ ان کے لئے ہو چکا ہے۔ پھر جو شخص ان کی شانِ والا میں گستاخی کرے وہ کب مومن رہ سکتا ہے؟ افسوس کہ شیعہ حضرات قرآنِ پاک میں رسولِ پاک کے اصحاب باصفا کی ایسی تعریف دیکھ کر بھی برا بھلا کہتے ہیں۔

(۱۱) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ط وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ط اَلتَّآئِبُوْنَ

اَلْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط (پارہ ۱۱ سورۃ توبہ رکوع)

ترجمہ: "خدا نے خرید لی ہیں مومنوں سے ان کی جانیں اور مال (کہ اس کی راہ میں خرچ کریں۔ اس پر کہ ان کو بہشت ملے گا) خدا کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پھر قتل کرتے ہیں (کفار کو) اور قتل ہوتے ہیں (کافروں کے ہاتھ سے) اس کے ذمہ وعدہ ہو چکا سچا توراۃ اور انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ۔ مناؤ اے ایمان والو اس سودے پر جو تم نے خدا سے کیا۔ (یعنی فانی چیز دے کر ابدی نعیم لے لیا) اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ یہ (مسلمان) توبہ کرنے والے (برائیوں سے) بندگی کرنے والے (دل سے) شکر بجا لانے والے نعمتوں پر) بے لگاؤ رہنے والے (دنیا کے تعلقات سے) رکوع و سجود کرنے والے۔ بھلائی کا امر کرنے والے برائی سے منع کرنے والے نگاہ رکھنے والے حدود اللہ کو۔ اور ان کو مبارکباد دیجئے (کہ ایسے انعام حضور الٰہی سے ان کو عطا ہوئے)"

دیکھو، اس موقعہ پر حق تعالیٰ نے ان سچے مومنوں کو جنہوں نے اس کی راہ میں جانیں اور اموال دئیے مؤکد وعدہ بہشت عطا کرنے کا دے دیا اور فرما دیا کہ یہ وعدہ سچے مومنوں کے لئے ہے۔ نہ صرف قرآن میں بلکہ انجیل و توراۃ میں بھی درج ہو چکا ہے۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ ایفاء وعدہ میں خدا سے زیادہ پکا ہے۔ (کیوں نہ ہو وہ کریم ہے اور اَلْکَرِیْمُ اِذَا وَعَدَ وَفٰی۔ اس حتمی وعدہ دینے کے بعد پھر ان مخلصین کی خداوند عالی نے اوصاف جمیلہ بھی بیان فرماویں۔ اب شیعہ حضرات سے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا خدا سے سودا کرنے والے اصحاب ثلاثہ نہ تھے؟ انہوں نے اپنی جان، مال کو خدا کی راہ میں وقف کر دیا تھا اور اس کے عوض ان کے لئے عطیہ نعیم اخروی کا وعدہ بھی بارگاہ ایزدی سے ہو چکا۔ پھر ان کی شان والا میں کلام کرنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ کیا انہوں نے زر ثمن (مالی و جانی خدمات) خدا سے واپس لے لیا یا خدا نے ان کے ہاتھ سے مال مبیعہ (جنت) واپس لے کر بیع مذکورہ کا اقالہ کر لیا ہے؟ حاشا وکلا۔ یہ بیع قطعی ہو چکی جو کبھی فسخ نہیں ہو سکتی اور یہ اوصاف جو خداوند عالم نے اپنی پاک کلام میں بیان فرمائے سب سے بڑھ کر انہی حضرات میں پائی جاتی ہیں۔ پس یہ کتنی بے انصافی ہے کہ حق تعالیٰ تو ان کو مبارکباد دے، وعدہ دے اور ان کی تعریف کرے اور شیعہ اس کے خلاف کچھ اُلٹا ہی راگ گائیں۔

(۱۲) وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (پارہ ۱۷ سورۃ حج رکوع ۱۰) (**ترجمہ**) اور خدا کی راہ میں سچا جہاد کرو خدا نے

اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل۔ یہ دین تمہارے باپ ابراہیم کا ہے۔ اللہ نے تمہارا نام مسلمان (حکم بردار) پہلے ہی سے
قرار رکھا ہوا ہے (یعنی اگلی کتابوں میں) تاکہ رسول صلعم تمہارا گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔"

دیکھو اس آیت میں مومنین مجاہدین کے اسلام اور ایمان پر کیسی قوی شہادتِ الٰہی موجود ہے کہ ان کا نام
نہ صرف قرآن ہیں بلکہ پہلی آسمانی کتابوں میں پہلے ہی مسلمان لکھا ہوا ہے۔ کیا خلفائے کرام سے بڑھ کر کوئی
شخص وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللهِ الخ کا حامل ہو سکتا ہے۔ اس میں کلام نہیں ہے کہ انہوں نے اس حکم
پاک کی پوری جانفشانی سے تعمیل کی، پھر شیعہ اگر خدا کی جملہ آسمانی کتابوں سے ان کے سچے اسلام کی شہادت
مٹا سکتے ہیں تو مٹا لیں۔ سبحان اللہ! جن بزرگانِ دین کی اوصافِ حسنہ تمام آسمانی نوشتوں میں پہلے ہی
سے درج ہو چکی ہوں، اگر کوئی حق ناشناس ان کے خلاف یاوہ گوئی کرے تو کیا مضائقہ ہے: ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

(۱۳) لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ
السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللهُ عَزِيزًا حَكِيمًا
(پارہ ۲۶ سورہ فتح رکوع ۱۱) (ترجمہ) "بالتحقیق رب العالمین ان مومنین سے راضی
ہو چکا جبکہ وہ ایک درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ پس خدا نے ان کے دلوں کا حال جان لیا۔ خدا نے
ان پر رحمت اتاری اور ان کو فتح قریب عطا کی اور بہت سا مالِ غنیمت انہوں نے حاصل کیا۔ خدا غالب حکمت والا ہے۔"

اس آیت میں خداوند کریم نے بیعت الرضوان کے شاملین کو اپنی رضامندی کی سند عطا فرمائی اور ان پر رحمت
کا نازل کرنا اور فتح اور حصولِ مغانم کی مبارکباد دی ہے۔ شیعہ بتلائیں، کیا خوشنودی کا پروانہ منافقین
کو بھی ملا کرتا ہے؟ کبھی نہیں۔ جو لوگ اس بیعت میں شامل ہوئے اور اس پر قائم رہے ان کو منشور رضائے
الٰہی عطا ہو چکا۔ اور الٰہی دربار سے ملا ہوا منشور پھر واپس نہیں لیا جا سکتا۔ یہ بات مسلّم الثبوت ہے کہ
اصحاب ثلاثہؓ میں سے شیخین تو اس بیعت میں شریک تھے اور حضرت عثمانؓ رسالت مآب کی تعمیل حکم کے لئے مدینہ
منورہ میں سفیر بن کر گئے ہوئے تھے اور گویا وہ اس بیعت میں پہلے ہی سے داخل ہو چکے تھے۔ کیونکہ بیعت لینے
سے مطلب ہی یہ تھا کہ کوئی شخص ایسے مشکل وقت میں ہمت ہار کر لشکرِ اسلامیاں کا ساتھ نہ چھوڑ دے۔ وہ تو پہلے
ہی سے اس عہد کی وفا کا عملی ثبوت دے چکے تھے کہ دشمن کے شہر میں امر رسولؐ مان کر چلے گئے تھے۔ دوم
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو بھی بیعت میں اسی طرح شریک فرمایا کہ خاص اپنے دستِ
مبارک کو دستِ عثمان بتایا جس سے بیعتِ عثمان کا رتبہ سب سے بڑھ گیا۔ کتبِ شیعہ میں بھی اس کی تصدیق
موجود ہے۔ چنانچہ فروع کافی (روضہ) جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ میں ہے:-

فلمّا انطلق عثمان لقي ابان بن سعيد فتأخّر عن السرج فتحمّل عثمان بين يديه ودخل
عثمان فاعلمهم وكانت المناوشة فجلس سهل ابن عمرو عند رسول الله صلی الله علیه وسلم
مجلس عثمان في عسكر المشركين وبايع رسول الله المسلمين وضرب صلعم باحدی يديه علی
الاخری لعثمان وقال المسلمون طوبیٰ لعثمان طاف بالبيت وسعی بين الصفا والمروة واحلّ
فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما كان ليفعل فلمّا جاء عثمان قال رسول الله اطفت
بالبيت فقال ما كنت لاطوف بالبيت ورسول الله لم يطف به ثم ذكر القصة وما كان فيها ط

ترجمہ :۔ پس جب چلا عثمان ملا ابان بن سعید رض کو پس پیچھے ہوا زین سے پس عثمان رض اس کے آگے سوا
ہوا اور داخل ہوا عثمان رض اور ان کو آگاہ کیا۔ پس سہل بن عمرو (سفیر مشرکین) رسول اللہ کے پاس آ بیٹھا اور عثمان رض لشکر
مشرکین میں محبوس ہوا رسول اللہ نے مسلمانوں سے بیعت لی اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر عثمان کے لئے مارا مسلمان کہنے لگے خوش
حال عثمان رض کا کہ طوافِ کعبہ نصیب ہوا اور صفا مروہ میں سعی کرے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ ممکن نہیں کہ عثمان رض ہمارے بغیر
طواف کرے۔ پس جس وقت عثمان رض آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تُو نے کعبہ کا طواف کیا؟ عرض کی کہ میں بغیر حضور کے
کس طرح سے طواف کرتا۔)

یہی مضمون شیعہ کی کتاب حیات القلوب جلد ۲ ص ۴۰۲ میں درج ہے۔ ایسا ہی حملۂ حیدری میں درج ہے :۔

طلب کرد پس اشرفِ انبیاءٌ ز اصحاب عثمان رض صاحب حیا
باو ہم ہماں گفت خیر البشرؐ کہ زاں پیشتر گفتہ بد با عمر رض
برو سید عثمان رض زمین و زماں بہ مقصد رواں شد چو تیر از کماں
چو او رفت اصحاب روزِ دگر بگفتند چندیں بہ خیر البشرؐ
خوشا حال عثمان رض با احترام کہ شد قسمتش حج بیت الحرام
رسولِ خدا چوں شنید ایں سخن بپاسخ چنیں گفت با انجمن
ز عثماں نداریم ما ایں گماں کہ تنہا کند طوف آں آستاں

فضیلتِ عثمان رض

اس واقعہ سے جس کی شہادت کتب معتبرہ شیعہ کافی کلینی، حیات القلوب، حملۂ حیدری سے ملتی ہے
ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں جن سے حضرت عثمان رض کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ملتا ہے۔

(۱) آنحضرتؐ کا حضرت عثمانؓ کو دیگر اصحاب کبار سے جن میں حضرت علیؓ بھی تھے اس خاص مہم کے لئے انتخاب کرنا۔

(۲) بیعت الرضوان کے وقت حضور علیہ السلام کا اپنے دستِ مبارک کو دستِ عثمان قرار دے کر بیعتِ عثمانؓ لینا۔

(۳) جملہ مومنین (اصحاب کرام) کا حضرت عثمانؓ کے اس اعزاز و امتیاز کا رشک کرتے ہوئے ان کو مبارکباد کہنا۔

(۴) حضور علیہ السلام کو حضرت عثمانؓ کی خاص محبت وعشق رسولی پر ایسا وثوق ہونا کہ فرمادیا: ناممکن ہے کہ اپنے محبوب (آقائے نامدار) کے بغیر وہ عاشقِ صادق تنہا حج بیت الحرام کر سکے۔

(۵) حضور علیہ السلام کی اس توقع کا آمدِ عثمان پر صحیح ثابت ہونا۔

پھر تعجب ہے کہ ایسی صریح فضائل کا ثبوت پا کر پھر شیعہ حضرات عثمانؓ کے کمالات کی نسبت شک و شبہ کریں۔ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ۔

ایک اور ثبوت

حضرت عثمانؓ کی فضیلت کا ایک اور ثبوت کتب شیعہ سے ملتا ہے جو فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص۱۴۶ میں درج ہے:۔ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِیِّ الْحَلَبِیِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ اِخْتِلَافُ بَنِی الْعَبَّاسِ مِنَ الْمَحْتُوْمِ وَالنِّدَاءُ مِنَ الْمَحْتُوْمِ وَخُرُوْجُ الْقَائِمِ مِنَ الْمَحْتُوْمِ قُلْتُ وَكَيْفَ النِّدَاءُ قَالَ يُنَادِیْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ اَوَّلَ النَّهَارِ اَلَا اِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَشِيْعَتَهٗ هُمُ الْفَائِزُوْنَ وَيُنَادِیْ مُنَادٍ اٰخِرَ النَّهَارِ اَلَا اِنَّ عُثْمَانَ وَشِيْعَتَهٗ هُمُ الْفَائِزُوْنَ۔

ترجمہ:۔ "امام جعفر صادق رحؒ نے فرمایا اختلاف بنی عباس کا یقینی ہے اور ندا بھی یقینی ہے۔ امام مہدی علیہ السلام کا خروج بھی امرِ یقینی ہوگا۔ راوی نے پوچھا کہ ندا کیونکر ہوتا ہے۔ امام نے کہا کہ ابتداءِ صبح ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے کہ حضرت علیؓ اور اُن کے پیرو فائز (کامیاب) ہیں اور آخر دن ندا ہوتی ہے کہ حضرت عثمان رضؓ اور ان کے پیرو فائز (کامیاب) ہیں۔"

امام صادق علیہ السلام کی ایسی کھلی زبردست شہادت کے بعد بھی اگر شیعہ حضرت عثمان رضؓ کی فضیلت کے قائل نہ ہوں تو پھر ان سے خدا سمجھے۔ ؎

آں را کہ بقرآن و خبر زو نہ رہی
آنست جوابے کہ جوابش نہ دہی

سوالِ شیعہ:۔ بیعت الرضوان کے شاملین میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے بیعت کو توڑ دیا اور ان کا خاتمہ بخیر نہ ہوا جیسا کہ اجد بن قیس وغیرہ۔

جواب :- ایسا شاذ و نادر وجود (احد بن قیس وغیرہ) اگر بیعت کو توڑ کر کفار میں مل جائے تو کیا مضائقہ یہ شخص پہلے ہی سے ضعیف الایمان منافق تھا۔ پھر اس نے بیعت توڑ کر اپنا نام اخص الخواص فریق کی فہرست سے خارج کرا لیا جس کی تشہیر ہوگئی اور کتب فریقین میں اس کا ذکر ہے۔ لیکن اصحابِ ثلاثہؓ کو ایسے مردود پر قیاس کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے جو مرتے دم تک اس عہد پر قائم رہ کر فائز المرام ہوئے۔ اگر یہ لوگ بھی بیعت شکن ہوتے تو مسندِ خلافت نبوی پر ان کو بیٹھنا کس طرح نصیب ہوتا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رض شیرِ خدا ان کے ہاتھ پر بیعت کیوں کرتے۔ پھر حضرت عثمان رض جن کو خاندانِ رسالت میں دو دفعہ دامادی کا فخر حاصل ہوا جو عشق و محبتِ رسولؐ کے امتحان میں (جیسا کہ مذکور ہوا) پاس ہو چکے اور جن کے فائز المرام ہونے کی نسبت بشہادت صادق علیہ السلام روزانہ آسمانی ندا، مثل علی المرتضیٰ ہوتی ہے، ایسے ویسے کس طرح قیاس ہو سکتے ہیں۔ شیعو ہوش کرو۔ انصاف انصاف!!

(۱۴) لَقَد تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِن بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۴) ترجمہ :- خدائے رحیم نے نبی اور ان مہاجرین و انصار پر رحمت کی توجہ فرمائی جو تنگی کے وقت آپ کے تابع ہوئے۔ بعد اس کے پھر جانے لگے تھے ان میں سے بعض کے دل پھر ان پر رجوع برحمت فرمایا۔ خدا ان پر بڑا شفیق اور بڑا مہربان ہے"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان مہاجرین و انصار کی تعریف فرماتا ہے۔ جنہوں نے ساعۃ العسرۃ (جنگ تبوک) میں شریک ہو کر آنحضرت کی اتباع کی۔ کیا اس جنگ میں اصحاب ثلاثہ شریک نہ تھے؟ بلکہ جناب امیر عثمانؓ نے تو اس مہم میں ایک قابلِ قدر نمایاں خدمت پیش کی تھی۔ وہ یہ کہ تین سو اونٹ مع سامان کے اور ایک ہزار اشرفی طلائی کی امداد تھی۔ اور یہ بات آپ کے کارناموں میں اب تک مشہور و عام ہے۔

(۱۵) وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ ۝ (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۳) ترجمہ :- "اور بیشک خدا نے تمہیں بدر کی مہم میں نصرت دی تھی۔ درانحالیکہ تم کمزور تھے سو تم اللہ سے ڈرو تاکہ شکریہ ادا کرو جب کہ تو کہتا تھا مومنوں سے کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے؟ کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری امداد کرے"!

اس آیت میں شرکاءِ جنگ بدر کو مومنین کا لقب درگاہِ رب العزۃ سے عطا ہو چکا ہے اور شیخین معرکۂ بدر میں ضرور شامل تھے۔ شرکاءِ جنگِ بدر وہ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی تھے جن کی تائید و نصرت کے لئے اللہ العالمین

نے تین ہزار فرشتے بھیجے اور یہ لوگ آخرکار بامدادِ الٰہی مظفر و منصور ہوئے۔

(۱۶) وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (پارہ ۴ سورہ آل عِمران۔ رکوع ۱۳)

ترجمہ:۔ "اور جب تو صبح کو اپنے گھر سے جاکر مومنوں کو لڑائی کی جگہوں میں بٹھاتا تھا، خدا سننے والا جاننے والا ہے۔"

یہ آیت جنگِ اُحد کا واقعہ بیان کرتی ہے اس میں شاملینِ جنگ مذکور کے ایمان پر تنصیص ہے اس جنگ میں اصحابِ ثلاثہؓ شامل تھے۔

طعنِ شیعہ

شیعہ کہتے ہیں کہ اصحابِ ثلاثہؓ جنگِ اُحد میں رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اور جو شخص جنگ سے بھاگ جائے وہ مومن نہیں ہوسکتا۔

جواب

اصحاب ثلاثہ رضؓ کی نسبت یہ الزام کہ وہ معرکۂ اُحد میں رسولِ پاکؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے ایک ایسا بیہودہ بہتان وافتراء ہے جس کا وہ کوئی ثبوت ہماری کتب معتبرہ سے نہیں دے سکتے اور یہ امر کہ قرآن میں بعض مسلمانوں کے پیٹھ پھیر جانے کا ذکر لکھا ہے جیسا کہ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (پارہ ۴ سورہ آل عمران۔ رکوع ۷) **ترجمہ:۔** "تحقیق وہ لوگ جو دو لشکروں کے ملنے کے دن پیٹھ دے گئے تھے ان کو شیطان نے اپنے بعض کسب (لالچ) کے باعث لغزش دی اور بالتحقیق اللہ تعالےٰ نے ان کا قصور معاف کردیا بے شک خدا بخشنے والا حلیم ہے۔"

سو اس آیت یا دیگر ایسی آیات میں کہیں تصریح نہیں ہے کہ یہ کون افراد تھے؟ علی المرتضےٰؓ یا اُن کے پیرو تھے یا ثلاثہؓ یا اُن کے اتباع۔ فریقین اس آیت میں جس شخص خاص یا خاص جماعت کے ذمے یہ الزام عائد کریں یہ اُن کی ضد اور فاش غلطی ہے۔ پھر جب ان اشخاص کا یہ قصور معاف کردیا گیا تو پھر اس کی معافی کے بعد بڑا ظالم ہے وہ شخص جو ان کو مجرم سمجھے: وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کو پڑھئے اور غور کیجئے۔

خیالِ شیعہ

شیعہ کا اس بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ جنگِ اُحد کے معرکہ میں سارے کا سارا لشکر بھاگ گیا تھا صرف حضرت علیؓ اور ابودجانہ انصاری باقی رہ گئے تھے۔ جیسا کہ فروعِ کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صہ ۱۴۹ میں درج ہے: اِنْهَزَمَ النَّاسُ يَوْمَ اُحُدٍ اِلَّا عَلِيٌّ وَاَبُوْدُجَانَةَ الْاَنْصَارِيُّ۔ (اُحد کے دن بغیر علی رضی اللہ عنہ اور ابودجانہ انصاری کے سب لوگ بھاگ گئے۔)

سو اگر شیعہ کا یہ قول مان لیا جائے اور یہ الزام ناقابلِ عفو جرم ٹھیرایا جائے تو علی رضؓ کے علاوہ صرف ابودجانہؓ مسلمان رہ جاتے ہیں اور شیعہ کے مسلمہ خالص مومنین مقداد رضؓ، ابوذرؓ، سلمانؓ، عمارؓ وغیرہ بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ وفاتِ رسولؐ کے بعد بقولِ شیعہ صرف یہی معدودے چند اشخاص مسلمان رہ گئے تھے، باقی سب مُرتد ہو گئے تھے اور اس سے ابودجانۃ الانصاری بھی مستثنےٰ نہیں رکھے گئے: سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ط

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب فسانے یار لوگوں کے گھڑے ہوئے اور بالکل خرافات ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ جنگِ اُحد میں اصحابِ ثلاثہ رضؓ حضرت علی رضؓ کی طرح ثابت قدم رہے تھے البتہ جن لوگوں کے پاؤں بوجہ اُن کی غلطی کے لغزش کھا گئے تھے اور ریٹائرڈ ہو گئے تھے وہ بھی دوبارہ آ کر جم گئے اور دشمن سے سینہ سپر ہو کر لڑے اور اس وجہ سے اُن کی غلطی معاف ہو گئی اور وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ کا سرٹیفکیٹ عطا ہُوا۔

(۱۷) وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ (پارہ ۲۸ سورۂ حشر۔ رکوع ۴) ترجمہ: "خدا نے ان (یہود) کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ اُجاڑنے لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے۔"

اِس آیت میں جن مسلمانوں نے رسولِ پاکؐ کے حکم سے یہود کے گھروں کو برباد کیا تھا، خدا اُن کے ایمان کی گواہی دیتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اصحابِ ثلاثہ رضؓ اِن مومنوں کے سرگروہ اور قافلہ کے سردار تھے اور انہی کی شمولیت اور تدبیر سے یہود کے گھر تباہ کئے گئے تھے۔ افسوس کہ قرآن جابجا ان پاک نفوس کے فضائل بیان کرتا ہے مگر شیعہ کے دلوں میں ایسی مُہر لگ گئی ہے کہ سمجھنے سے رہے۔

(۱۸) وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اُولٰٓئِكَ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (پارہ ۴ - سورۃ آلِ عمران، رکوع ۱۶)

ترجمہ :۔ "تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو داعی الی الخیر اور امر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہو، یہ لوگ نجات پانے والے ہیں۔"

اب بتاؤ کہ کیا اصحابِ ثلاثہ رضؓ میں یہ اوصاف نہ تھیں ؛ جبکہ اُنہوں نے اپنی زندگی ہی اس کام میں وقف کردی اور مُلک کے مُلک فتح کر کے ان میں توحید کی رُوح پھُونک دی تھی تو وہ بمنطوق اس آیت کے مفلحون ماننے پڑیں گے۔

(۱۹) فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (پارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۱۲) ترجمہ :۔ "خدا ایسی قوم لائے گا جن کو رسول دوست رکھے گا اور وہ اس کو دوست رکھیں گے۔ یہ قوم مسلمانوں پر مہربان، کفّار پر سخت گیری کرنے والی ہے۔ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں اور کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ خدا کی عنایت ہے جسے چاہے بخشے۔ خدا وسیع علم والا ہے۔"

بتاؤ! یہ قوم کون تھی ؛ جو نبی کریمؐ کے سچے دل سے محبّ اور نبی کریم ان سے محبت رکھتے تھے۔ کیا ثلاثہ رضؓ اس کے مصداق نہیں ؛ کیا اصحاب رسولؐ اور یارانِ غاران کا نام دُنیا میں یونہی مشہور ہو گیا۔ سوچو اور پھر سوچو۔

(۲۰) وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْا اَوْلِيَاءَهٗ ۝ اِنْ اَوْلِيَاؤُهٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (پارہ ۹ سورہ انفال رکوع ۴)

ترجمہ :۔ اللہ ان کو کیوں نہ عذاب کرے۔ حالانکہ وہ پیغمبر کو مسجد الحرام سے بند کرتے ہیں۔ اور وہ کافر مسجد کے متولی نہیں ہیں۔ اس کے متولی تو متقی لوگ ہیں۔ لیکن کافر جانتے نہیں۔"

بتائیے! مسجد الحرام کے متولی کون لوگ تھے ؛ جن کے متقی ہونے کی الٰہی شہادت مل رہی ہے مسجد الحرام کے متولی بعد وفات نبویؐ وہی آپؐ کے خلفائے راشدین تھے جن کو شیعہ نافہمی سے منافقوں کا خطاب دیتے ہیں۔ حالانکہ ربّ العزت ان کو متقون کا لقب عطا فرما چکا ہے۔ یہی لوگ مسجد کے متولی رہے اور خدا کے گھر (کعبہ شریف) کی کنجیاں بھی انہی کے ہاتھ میں رہیں اور بشہادتِ الٰہی مسجد الحرام کعبۃ اللہ کے متولی متقین ہی ہو سکتے ہیں۔ وَلٰكِنَّ الشِّيْعَةَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ

(۲۱) وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ

ترجمہ :۔ "منافقین سے بعض ایسے لوگ ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ایک کان ہے

(یعنی ہر ایک کی بات سنتا ہے) کہہ دے کہ کان (سننے والا) تمہارے لئے بہتر ہے۔ جو خدا کی کلام کی تصدیق کرتا ہے اور سچے مومنین کی بات مانتا ہے اور تم میں سے ان لوگوں کے لئے رحمت ہے جو سچے مومن ہیں۔)

اس آیت میں حق تعالےٰ نے صاف بتلا دیا ہے کہ رسولِ خدا مخلص مومنین کی باتیں سنتے اور ان کی تصدیق فرماتے تھے اور آپ کی نظر رحمت بھی مخلص مومنین پر ہوتی تھی اور یہ مسلمہ بات ہے کہ اصحاب ثلاثہ رض آنحضرت کی مجلس شوریٰ کے اعلےٰ ممبران تھے۔ آپ جملہ امور میں بحکم وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ جملہ امور میں ان سے مشورہ لیتے، اور بہت باتوں میں انہی کی صلاح و مشورہ پر کام کرتے تھے اور خدائے کریم فرماتا ہے کہ نبی کریم کو اجازت ہی نہیں ہے کہ غیر مومن لوگوں کی باتیں سن کر ان کی تصدیق کریں چہ جائیکہ ان کو اپنا مشیر یا مصاحب گردانیں اور نیز جس قدر آپ کی نظر عاطفت ثلاثہ رض پر تھی، اس سے انکار ہو نہیں سکتا، کیونکہ آپ نے اُن کے گھر سے ناطے لئے اور اپنے گھر سے دیئے۔ اور آیت سے ثابت ہے کہ یہ آپ کی نگاہِ عاطفت مومنوں پر ہی ہوا کرتی تھی۔ پھر شیعہ صاحبان کا آپ کے مصاحبوں آپ کے مخلص دوستوں، آپ کے قرابتداروں کے ایمان میں شک کرنا سخت ناانصافی اور صریح بے ایمانی ہے۔

(۲۲) وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا۔ (پارہ ۴ سورۂ آلِ عمران۔ رکوع ۱۱)

ترجمہ:۔ اللہ کا احسان یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ اس کی مہربانی سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ (دوزخ) کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ پھر خدا نے تمہیں اس سے نجات دی۔"

اس آیت میں حق تعالےٰ نے خبر دی ہے کہ اسلام سے پہلے صحابہ کرام رض کی باہم پشتینی عداوتیں چلی آتی تھیں جن کو اسلام کی روشنی نے بالکل مٹا دیا اور آپس میں ایسی اخوت قائم کر دی کہ اس بھائی بندی کا رشتہ ہمیشہ رہنے والا تھا۔

مندرجہ بالا آیت اس امر کی گواہ ہے کہ صحابہ کرام رض میں اسلام لانے کے بعد ایسی دوستی و اخوت پیدا ہو گئی تھی کہ عداوت کا احتمال ہی جاتا رہا لیکن شیعہ برخلاف اس کے یہ کہتے ہیں کہ اسلام لا کر بھی ان میں عداوت بدستور رہی اور وہ ایک دوسرے کے دشمن بنے رہے۔ خدا کو سچا مانیں یا شیعہ کے مزعوماتِ فاسدہ کو۔ چنانچہ اگر قرآن سچا ہے اور کوئی مسلمان قرآن کی تکذیب نہیں کر سکتا تو ماننا پڑے گا کہ اصحاب ثلاثہ رض اور علی رض باہم بھائی بھائی اور شیر و شکر تھے۔ ایک دوسرے کے مفاد پر جان قربان کرتے اور باہم مل کر اسلام کی خدمات بجا لاتے اور کفار سے قتال و جدال کرتے تھے۔ نیز آیت سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اسلام لانے سے

یہ لوگ دوزخ کے کنارہ پر تھے۔ لیکن اسلام کی نعمت حاصل ہونے کے بعد آتشِ دوزخ ان پر حرام ہوگئی اور یہ بالکل نجات یافتہ ہو گئے۔ لیکن شیعہ کا قول مانا جائے تو وفاتِ نبوی کے بعد سوائے معدودے چند اشخاص (تین چار) کے سب کے سب مسلمان مرتد و کافر ہو گئے اور جہنم کے گڑھے میں گر گئے۔ پھر تو فَاَنْقَذَكُمْ کا مضمون غلط ہو گیا۔ اور مخبرِ صادق کی شہادت جھوٹی ہو گئی۔

(۲۳) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ط (پارہ ۴ سورہ آل عمران۔ رکوع ۷) ترجمہ:۔ خدا نے مسلمانوں پر احسان کیا کہ ان میں سے ایک ایسا رسول مبعوث کیا جو ان کو ہماری آیتیں سناتا اور پاک کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تحقیق وہ پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

یہ آیت اور اس قسم کی دوسری آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریمؐ کی پاک تعلیم کا یہ اثر تھا کہ آپ کے شاگردانِ رشید سب کے سب جملہ امراض ظاہری و باطنی سے بالکل پاک و صاف ہو گئے تھے اور نورِ اسلام کی چمک کے بعد ناممکن تھا کہ پھر ظلمتِ کفر ان قلوبِ پاک میں عود کرتی۔ اور واقعی نبی آخر الزمان کی قوتِ تاثیر ایک معجزہ تھی جس پر غیر اقوام کو آج تک رشک ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک کسی نبی کی تعلیم میں یہ اثر نہیں پایا گیا کہ تھوڑی سی مدت میں شرق سے غرب تک نورِ اسلام پھیل گیا اور ایسے کامل و مکمل مسلمان پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے دنیا سے بت پرستی کا نام و نشان مٹا دیا۔ لیکن شیعہ کا قول مانا جائے تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے کیونکہ بقول شیعہ بہت بڑے مسلمان اصحاب اربعہؓ جو آپ کی کونسل کے اعلیٰ ممبران آپ کے صبح و شام کے مشیر باتدبیر تھے۔ ان کا تزکیہ بھی آپ سے نہ ہو سکا۔ بلکہ ان کے دل باہمی عداوت و کینہ سے نبی علیہ السلام کی زندگی میں بھی مکدر رہے۔ اور آپ کی وفات کے بعد تو سب کے سب مسلمان سوائے تین چار اشخاص کے دل سے پھر گئے اور کفر و نفاق اختیار کر لیا تو پھر وہ تزکیہ کہاں گیا اور وہ تعلیم کتاب و حکمت کیا ہوئی۔ کیا بعثتِ نبی علیہ السلام سے غرض صرف دو تین اشخاص تھی؟ اور نبی علیہ السلام آخر الزمان کی قوتِ اعجاز کا یہی کرشمہ تھا کہ آپ کی آنکھ بند کرنے کی دیر تھی کہ تمام نقشہ ہی بدل گیا۔

بھائیو! غور کرو، کس قدر اسلام اور ہادیٔ اسلام پر دھبہ آتا ہے اور مخالفینِ اسلام کو طعن کا موقعہ ملتا ہے۔ اگر شیعہ کا اعتقاد درست مانا جائے۔ لیکن یہ سب کچھ بیہودہ گوئی اور لغویات ہیں جو کسی یہودی کے بہکانے پر روافض کے دلوں میں یہ شیطانی وساوس پیدا ہو گئے ہیں۔ الحق ہادیٔ اسلام کی تعلیمِ پاک

میں یہ قوتِ اعجاز تھی کہ آپ کی یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ ایسے فاضل پیدا ہوئے جنہوں نے دنیا کو سبقِ توحید سکھا کر ہمیشہ کے لئے اوہام پرستی سے نجات دلادی۔ اقطاع الارض میں نورِ اسلام کی کرنیں پہنچ کر باعثِ رفعِ ظلمات کفر و شرک ہو گئیں۔ رضی اللہ عنہ و رضوا عنہ۔

(۲۴) وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (پارہ ۲۶ سورہ حجرات رکوع ۱۳)

ترجمہ:۔ "مسلمانو! جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول ہے۔ اگر وہ اکثر باتوں میں تمہارا کہنا مان لے تو تمہیں تکلیف ہو۔ لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے۔ اور اس کو تمہارے دلوں میں رچا دیا ہے اور کفر و شرک و نافرمانی سے تمہیں متنفر بنا دیا ہے۔ یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں اور ان پر اللہ کا احسان ہے خدا دانا و حکیم ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضہ کے دلوں میں خدا نے ایمان راسخ اور مضبوط کر دیا ہے اور ایمان کے ساتھ ان کو محبتِ طبعی ہو گئی ہے اور کفر و فسق سے ان کو ہمیشہ کے لئے نفرت ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایمان کے خلاف کوئی بات اُن سے سرزد ہونا محال تھی۔ پھر ان پاک نفوس پر یہ الزام کہ ان کی ایمانی حالت ایسی متزلزل تھی کہ نبی کریمؐ کی زندگی میں بھی ان کا ایمان صرف رسمی اور ظاہری تھا۔ ظاہر میں نبی کریم کے دوست اور اندر سے دشمن بنے رہے اور آپ کی وفات کے بعد خاندانِ رسالت پر علانیہ ظلم کرنے شروع کر دیئے۔ کیا یہ آیتِ کریمہ مذکورہ کی صریح تکذیب نہیں ہے؟ عبرت، عبرت، عبرت!!!

(۲۵) فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (پارہ ۲۶ سورہ فتح رکوع ۱۱)

ترجمہ:۔ پھر خدا نے سکینہ (رحمت) اپنے رسول اور ایمان والوں پر نازل کی۔ اور صفت تقویٰ ان کے لئے لازم کر دی اور وہ اس انعام کے مستحق تھے اور خدا ہر شئے کا علم رکھتا ہے۔"

یہ سورہ فتح کی آیت ہے جس میں مجاہدین حدیبیہ کے فضائل و مناقب کا بیان ہے۔ ان کو تسکین و تسلی دی گئی ہے اور آئندہ فتوحات و غنائم کی بشارت سنائی گئی ہے۔ اور اُسی سلسلہ میں یہ آیت بھی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ اللہ کریم کی طرف سے اصحابِ حدیبیہ پر سکینہ نازل ہوا اور صفت تقویٰ ان کے لئے ایسی وصف لازم ہو گئی جو کبھی منفک نہیں ہو سکتی اور یہ بھی فرمایا گیا کہ یہ سچے جاں نثاران رسول فی الواقع اس انعام عظیم کے سب سے زیادہ مستحق اور سزاوار تھے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ جن لوگوں کے لئے وصف تقویٰ

لازم کی گئی ہو۔ کیا وُہ منافق ہو سکتے ہیں؟ یا پھر اُن کے ارتداد کا احتمال ہو سکتا ہے۔

(۲۶) اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ۔ (پارہ ۱۰۔ سورہ توبہ۔ رکوع ۱۲)

ترجمہ:۔ اگر تم اس کی مدد نہ کرو (تو کیا مضائقہ) خدا اُس کا ناصر ہے۔ (جس نے اس وقت اسکو نصرت دی، جب کہ کفار نے اس کو مکہ سے نکالدیا۔ وُہ دو سرا تھا۔ دو میں سے۔ جبکہ وُہ دونوں (دوست) غار میں تھے۔ اور جبکہ اپنے رفیق کو کہہ رہا تھا۔ کہ غم نہ کیجئے۔ یقیناً خُدا ہمارے ساتھ ہے)۔

فضائلِ صدّیقی پر روشن دلائل

اس آیت پر بنظرِ انصاف غور کرنے سے فضائلِ صدّیقی ستاروں کی طرح چمکتے دکھائی دیتے ہیں۔

(۱) ایسے ہولناک وقت میں بامرِ الٰہی ابُوبکر صدّیق رضؓ کا انتخاب ہونا۔ اور صدّیق اکبرؓ کا ایسے خطرناک موقعہ پر اپنے اخلاص وعقیدت میں پکّے نکلنا۔ بڑی بہادری سے اس پُرخطر خدمت کا بصدقِ دِل منظور کرنا اور دُشمن کی تلواروں کے سایہ تلے سے اپنے پیارے آقا کو بچا کر اپنے کندھے پر سوار کر کے غار ثور میں لے جانا۔ صدّیق اکبرؓ کے فضلِ عظیم پر روشن دلیل ہے۔

(۲) خُدا کے حضور سے ثَانِيَ اثْنَيْنِ اور لِصَاحِبِهٖ ثانی رسُول اور صاحب نبی، دو عظیم الشّان خطابوں کا عطا ہونا۔ رسُولِ خُدا کا لَا تَحْزَنْ ایک تسلّی بخش اور تسکین دِہ فقرہ بھی اس عاشقِ صادق کے لئے کُچھ کم فخر نہیں ہے۔ اور یہ مانی ہُوئی بات ہے کہ عاشقانِ ذاتِ احمدیؐ اگر اس سرِدارِ دوجہان کے مُنہ سے کوئی معمولی اور اتفاقی فقرہ بھی سُن لیا کرتے تھے۔ تو تمت العمر اس کا لازمی وِرد رکھتے۔ اور اسکو طرّہ امتیاز سمجھ کر اپنے ہم نشینوں میں اس پر اظہارِ فخر و مباہات کیا کرتے تھے۔ اگرچہ بظاہر وُہ فقرہ زجر و توبیخ کی غرض سے ہی اس پاک مُنہ سے نکل جاتا تھا۔ چنانچہ ایکدفعہ علی المرتضیٰ رضؓ جبکہ گھر سے کچھ خفا ہو کر مسجد میں جا کر زمین پر لیٹے ہوئے تھے اور رسُول اکرمؐ ڈھونڈتے ہوئے سر پر جا کھڑے ہوئے۔ انکا چہرہ خاک آلود دیکھ کر آپؐ نے فرمایا۔ قُم یا ابا تراب وُہ فقرہ ابُوتراب جناب علی المرتضیٰؓ کو ایسا پیارا ہوا کہ اپنی کنیت ہی اسکو بنالیا۔ اب تک آپ کی یہ کنیت زبان زدِ عوام ہے۔ ایسا ہی ایک اصحابی کو بلّیوں سے پیار کرتے ہوئے دیکھا تو ابُوھُریرہ کہدیا تھا۔ اُنھوں نے فخر کے ساتھ یہی کنیت اختیار کرلی۔ ایک دفعہ ابوذر غفاری نے بار بار آمادہ سوال کیا۔ آپؐ نے تیسری دفعہ کے جواب میں فقرہ علیٰ رغم انفِ ابی ذرؓ خفگی سے فرمادیا وہ

عاشق ذات رسالت مآب اس حدیث کو ہر مجلس میں ذکر کرتا اور وہ فقرہ علیٰ رغم انفِ ابی ذر فخر سے دوہرایا کرتا تھا۔ اب خیال فرمایئے کہ آنجناب کا اس خلوت کی مجلس میں ابوبکر صدیقؓ جیسے عاشق صادق جاں نثار کو لاتحزن کا دلاسا دینا اور پھر اس پیارے راحت بخش فقرہ کا ربّ العزّۃ کے حضور میں منظوری کا شرف حاصل کر کے کلام الٰہی میں درج ہو جانا یہ فخر صدیق اکبرؓ کے حصّہ میں تھا۔ کون ہے جو صدیقی رتبہ کی ہمسری کا دم بھر سکتا ہے۔ اور کون مردود ازلی ہے جو صدیقی فضائل سے انکار کر سکتا ہے۔

(۳) پھر دوسرا پاک فقرہ جو لاتحزن کے بعد جو صدیق اکبرؓ نے اس زبانِ حق ترجمان سے سنا۔ اِنَّ اللہَ مَعَنَا کا تعظیمی فقرہ ہے۔ جو صدیق اکبرؓ کی عظمت پر روشن دلیل ہے۔ جانتے ہو معیت ایزدی کیا معنی رکھتی ہے؛ خدا کن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اِنَّ اللہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْنَ خدا کی معیت متقین اور محسنین کو ہی نصیب ہوتی ہے۔ پھر جب معیت ایزدی آیت مذکورہ کی رو سے صدیق اکبرؓ کے لئے منصوص ہو گئی۔ تو پھر ان کا متقی اور محسن ہونا کسی مزید دلیل کا محتاج نہ رہا۔ اللہ اکبر معیت ایزدی اور کونسی معیت، وہی جو رسولؐ پاک سے معیت ایزدی تھی، صدیق اکبرؓ کے نصیب ہوئی مَعَنَا کی ضمیر جمع پر غور کرو مَعِیَ یا مَعَکَ نہیں فرمایا۔ بلکہ مَعَنَا فرمایا۔ یعنی خدا تیرے اور میرے دونوں کے ساتھ ہے۔ اگر صدیق اکبرؓ ایسے خاص وقت میں حبیب کبریا، رسول الٰہیؐ کی سچی معیت اختیار نہ کرتا۔ تو کیونکر اس قدر اکرام واجلال درگاہِ رحمانی سے میسّر ہو سکتا۔ ایسی سچی خدمتگزاری کا صلہ ہے۔ کہ رسولِ اکرمؐ سے اس خاص تعلقِ حضوری کی وجہ الٰہی سے حصّہ لیا۔ سچ ہے۔ اِنَّ اللہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ۵

(۴)۔ پھر قولِ الٰہی فَاَنْزَلَ اللہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ ط پر غور فرمایئے۔ یعنی خداوند کریم نے سَکِیْنَتَہٗ اپنی رحمت اس پر نازل فرمائی۔ کیا رحمتِ الٰہی کا حاصل کرنا کوئی معمولی بات ہے؛ بڑا مبارک ہے وہ شخص جس پر ربّ العالمین رحمت بھیجنے کی خبر قرآن کریم میں دے چکا ہے۔

(۵) قول باری تعالیٰ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ (کافروں نے رسولؐ کو اس حالت میں گھر سے نکالا۔ کہ اس کے ساتھ ایک شخص اور بھی تھا) اس امر کی دلیل ہے۔ کہ کفار کو جسقدر عداوت رسولؐ سے تھی، اسی قدر ابوبکر صدیقؓ سے بھی تھی۔ اور ہر دو کو یکساں اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ اور دونوں کے ساتھ ایک سا برتاؤ کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ جناب رسولؐ کی ہر مصیبت میں شریک کامل تھے۔ جائے غور ہے کہ قرآن پاک میں جس خصوصیت اور تشخیص وتعیین کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ کا صاحب رسول ثَانِیَ اثْنَیْنِ ہونا اور دیگر فضائل کا صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔ جس سے موافق ومخالف کو انکار کی گنجائش نہیں رہتی اور کسی دوسرے صحابی کا ذکر بالتصریح اس طرح قرآن میں پایا نہیں جاتا۔

واقعہ غار کی تصدیق کتبِ شیعہ سے

واقعہ غار نے تصدیق مصاحبت صدیق اکبرؓ یا رسولؐ کے انکار کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اسلئے شیعہ مصنّفین اس واقعہ کی تصدیق پرمجبور ہوئے ہیں۔ گو تاویلات رکیکہ سے دریغ نہیں کی۔ مگر اُس واقعہ کو چھپانا مشکل ہوا۔ تفسیر حسن عسکری صہ ۲۳۱ میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَوْحیٰ اِلَیْہِ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ الْعَلِیَّ الْاَعْلٰی یَقْرَءُ عَلَیْکَ السَّلَامُ وَیَقُوْلُ لَکَ اِنَّ اَبَا جَھْلٍ وَالْمَلَاءَ مِنْ قُرَیْشٍ قَدْ دَبَّرُوْا یُرِیْدُوْنَ قَتْلَکَ اِلٰی اَنْ قَالَ وَاٰمُرُکَ اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَابَکْرٍ فَاِنَّہٗ اِنْ اٰنَسَکَ وَسَاعَدَکَ وَاٰزَرَکَ وَثَبَتَ عَلٰی تَعَاھُدِکَ وَتَعَاقُدِکَ کَانَ فِی الْجَنَّۃِ کَانَ مِنْ رُفَقَائِکَ وَفِیْ غُرُفَتِھَا مِنْ خُلَصَائِکَ وَاِلٰی لَنْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ بَکْرٍ رَضِیْتَ اَنْ تَکُوْنَ مَعِیَ یَا اَبَا بَکْرٍ تُطْلَبُ کَمَا اُطْلَبُ وَتُعْرَفُ بِاَنَّکَ اَنْتَ الَّذِیْ تَحْمِلُنِیْ عَلٰی مَا اَدَّعِیْہِ فَتَحْمِلُ عَنِّیْ اَنْوَاعَ الْعَذَابِ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمَّا اَنَا لَوْ عِشْتُ عُمُرَ الدُّنْیَا اُعَذَّبُ فِیْ جَمِیْعِھَا اَشَدَّ عَذَابٍ لَا یَنْزِلُ عَلَیَّ مَوْتٌ مُرِیْحٌ وَلَا فَرَحٌ مُنِیْحٌ وَکَانَ ذٰلِکَ فِیْ مَحَبَّتِکَ لَکَانَ ذٰلِکَ اَحَبَّ اِلَیَّ اَنْ اَتَنَعَّمَ فِیْھَا وَاَنَا مَالِکٌ لِجَمِیْعِ مَمَالِکِ مُلُوْکِھَا فِیْ مُخَالَفَتِکَ مَا اَھْلِیْ وَوَلَدِیْ اِلَّا فِدَاءٌ لَکَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَا جَرَمَ اَنِ اطَّلَعَ اللّٰہُ عَلٰی قَلْبِکَ وَوَجَدَ مَا فِیْہِ مُوَافِقًا لِمَا جَرٰی عَلٰی لِسَانِکَ جَعَلَکَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَبِمَنْزِلَۃِ مِنَ الْبَدَنِ کَعَلِیٍّ الَّذِیْ ھُوَ لَکَ۔ انتھی ملخصًا۔

ترجمہ: خلاصہ کلام امام علیہ السّلام کا یہ ہے: جبرائیل علیہ السّلام رسولؐ پر وحی لائے۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ کہ ابوجہل اور جماعت قریش نے تیرے قتل کرنے کی تدبیر کی ہے۔ آگے چل کر فرمایا۔ اور خدا نے تجھے حکم دیا ہے۔ کہ ابوبکرؓ کو اپنا رفیقِ سفر بناؤ۔ اگر وہ موافقت اور موانست اور اپنے عہد پر قائم رہے۔ تو جنت میں بھی تیرے ساتھ ہوگا۔ پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔ اے ابابکرؓ تو راضی ہے کہ اس سفر میں میرے ہمراہ ہو۔ اور کفار قریش جس طرح میرے قتل کے لئے مجھے تلاش کریں ویسے تیرے قتل کے لئے در پے ہوں۔ اور اس بات کی تشہیر ہو کہ تو نے ہی مجھے اس بات پر آمادہ کیا۔ اور میری رفاقت کے سبب سے تجھے قسم قسم کے عذاب پہنچیں۔ ابوبکرؓ نے کہا یا رسولؐ اللہ! میں تو وہ شخص ہوں۔ کہ اگر آپ کی محبت میں عمر بھر مجھے عذاب اور تکالیف پہنچتی رہیں۔ (نہ مروں اور نہ آرام پاؤں) تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ آپ کو چھوڑ کر دنیا کی شہنشاہی قبول کروں۔ میری جان و مال اور اہل و عیال سب کے

سب آپ پر قربان ہوں ۔ (آپ کو چھوڑ کر کہاں جاؤں) یہ سُن کر رسُول اللہ و سلّم نے فرمایا ۔ تحقیق اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مطلع ہوُا ۔ اور تیرے دِل کو تیری زبان کے مطابق پایا ۔ بالیقین خدا نے تجھے بمنزلہ میرے سمع و بصر کے گردانا اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہے ۔ جو سر کو جسم سے اور رُوح کو بدن سے ہے) ۔

شیعوں کے دلوں میں اگر کچھ بھی عزت امام حسن عسکری کی ہے ۔ تو وہ امام والا مقام کی روایت پڑھ کر غور کریں ۔ کہ اس سے حضرت ابُوبکر صدیق کی کس قدر تعریف ہوتی ہے ۔ اس روایت سے حسب ذیل اُمور ثابت ہیں :- (۱) ابوبکر صدیق کی رفاقت رسُولؐ سفرِ ہجرت میں اللہ کے خاص حکم سے عمل میں آئی تھی ، جس سے معلوم ہُوا ۔ کہ علم الٰہی میں اس خدمت کے قابل ابوبکر صدیق سے بڑھ کر کوئی صحابی نہ تھا ۔

(۲) اللہ تعالیٰ کو ابُوبکر صدیق کو اس خدمت کے لئے خاص طور پر منتخب فرمانا ، دُنیائے اسلام میں ابوبکر صدیق کی فضیلت آشکارا کرنا مقصُود تھا ۔

(۳) اللہ تعالےٰ نے رسُولؐ پاک کو اطلاع دے دی ۔ کہ اگر صدیق اکبرؓ نے اس خدمت کو صدق دِل سے انجام دیا ۔ تو جنت میں بھی رفاقتِ رسُولؐ نصیب ہو گی ۔ چونکہ یارِ غار نے اس خدمت کو باحسن وجُوہ انجام دیا ۔ اسلئے حسب وعدۂ الٰہی جنت الفردوس میں بھی رفاقت رسُولؐ کے مستحق قرار پائے ۔

(۴) رسُولؐ پاک کا یہ فرمانا ۔ کہ ابوبکرؓ تجھے پسند ہے ۔ کہ کفار تیرے اور میرے در پئے آزار یکساں ہوں ؛ کیونکہ اُنکو معلوم ہے کہ یہ سفر ہجرت تیرے ہی صلاح و مشورہ سے اختیار کیا گیا ہے ۔ ابُوبکر رضؓ کی عظمتِ شان کی دلیل ہے ۔ کہ ابوبکر رضؓ بھی تبلیغ اسلام اور استیصال کفر میں کفار کے نزدیک رسُولؐ پاک کے راست بازو تھے ۔ اور اُن کو صدیق رضؓ سے وُہی عداوت تھی ، جو رسُولؐ پاک سے تھی ۔

(۵) باوجودیکہ شدائد تکالیف سفر سے حضور علیہ السلام نے اپنے جانباز عاشق کو آگاہ کر کے یقین دلایا تھا ۔ کہ اس سفر میں سخت ترین مصائب کا سامنا ہے ۔ پھر عاشقِ صادق کا اس کو قبول کر کے کہنا کہ مجھے اپنے آقائے نامدار کا ساتھ چھوڑنا ہرگز منظور نہیں ۔ اگرچہ میری جان قیامت تک عذاب میں پھنسی رہے ۔ اور کہ یہ تکالیف حضورؐ کی رفاقت میں جاں نثار عاشق کو رُوئے زمین کی سلطنت ملنے سے بھی ہزار درجہ راحت بخش اور آرام دہ ہے ۔ بقول شخصے ؎

یک جاں چہ متاعیست کہ سازیم فدایت　　اما چہ تواں کرد کہ موجود ہمیں است

صدیق اکبرؓ کے جذبات محبت اور عشق رسُول کا اعلےٰ ثبوت ہے ۔

(۶) پھر حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ ابوبکر رضؓ اللہ علیم و خبیر کو تیرے اخلاص و عقیدت کا علم تھا ۔ اسی لئے تیرا میرا جوڑ بنایا ۔ کہ تو میرے سمع و بصر کی بجا ہے ۔ اور کہ میری اور تیری نسبت روح و بدن

کی نسبت ہے۔ سُبحان اللہ۔ اس سے بڑھ کر فضائل صدیقی کا ثبوت جو شیعہ کی معتبر کتاب ہو کہ انکے برگزیدہ امام کی تصنیف سے ملتا ہے۔ اور کیا چاہیئے۔ لیکن افسوس ضد بُری بلا ہے۔ شیعہ ایسی واضح اور روشن روایات کو بھی تقیہ پر محمُول کر دیں گے۔ اللہ رے تقیہ؟ تو شیعہ کے ہاتھ میں کیسی سپر ہے؟ کہ کیسی ہی زد پڑتی نظر آئے۔ تیرے حصن حصین میں آ کر جان بچا لیتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو! ائمہ اہلبیت پر یہ ایک بیہودہ بہتان ہے کہ وہ تقیہ کی غرض سے کوئی خلافِ واقعہ بات کہدیں۔ جو لعنتیوں کا فعل ہوا کرتا ہے۔

دوسری شہادت

واقعہ غار کی تصدیق میں دوسرا استشہاد شیعہ کی بڑی مستند کتاب حملۂ حیدری سے پیش کیا جاتا ہے۔

نظم فارسی		ترجمہ
چنیں گفت راوی کہ سالار دیں	چو سالم بحفظِ جہاں آفریں	راوی نے روایت کی ہے کہ جب آنحضرتؐ
ز نزدیک آں قوم پُر مکر رفت	بسوئے سرائے ابوبکرؓ رفت	صحیح سالم بحفظ خدا اس نابکار قوم کے
پئے ہجرت آں نیز استادہ بود	کہ سابق رسولش خبر دادہ بود	ہاتھوں سے نکلکر ابوبکرؓ کے گھر پہنچ گئے تو ہجرت
نبی بود در خانہ اش چوں رسید	بگوشش ندائے سفر در رسید	کیلئے وہ تیار کھڑے تھے۔ کیونکہ آنحضرتؐ پہلے
چو بوبکرؓ ز آں حال آگاہ شد	ز خانہ بروں رفت و ہمراہ شد	خبر دے چکے تھے۔ نبی علیہ السلام جب اسکے گھر
چو رفتند چندیں بداماں دشت	قدمہائے فلک سائے مجروح گشت	پہنچے اور سفر ہجرت کی ابوبکرؓ نے ندا سُنی۔
ابوبکرؓ آنگہ بدوشش گرفت	ولے زیں حدیث است جائے شگفت	ابوبکرؓ واقفِ حال ہو کر حضور علیہ السلام
کہ در کس چناں قوت آمد پدید	کہ بارِ نبوت تواند کشید	کے ہمراہ ہو گئے۔ جب تھوڑا سا سفرِ صحرا طے
برفتند القصہ چندے دگر	چو گردید پیدا نشانِ سحر	کیا۔ حضورؐ کے قدم مبارک زخمی ہو گئے۔ تب ابوبکرؓ
بدیدند غارے دراں تیرہ شب	کہ خوانند عرب غار ثورش لقب	نے کندھے پر اٹھا لیا۔ اور یہ امر واقعی عجیب ہے
گرفتند در جوف آں غار جا	ولے پیش بوبکرؓ بنہاد پائے	کہ اس عاشق نہاد کو کیسی قوت حاصل ہو گئی
بہر جا کہ سوراخ یا رخنہ دید	قبا را بدرید آں رخنہ چید	کہ بارِ نبوت کا تحمل ہو گیا۔ اتنے میں چلدیئے تاکہ
بدیں گونہ تا شد تمام آں قبا	یکے رخنہ نگرفتہ ماند از قضا	وقتِ سحر ہو گیا۔ ایک غار نظر آئی جسے عرب
براں رخنہ ماندہ آں یارِ غار	کفِ پائے خود را نمود استوار	غارِ ثور کہتے ہیں۔ اس غار میں جا گزیں
نیامد جز ایں شگرف از کسے	کہ دُوَد از خرد می نماید بسے	ہوئے جسمیں پہلا قدم ابوبکرؓ نے رکھا جہاں

نیامد چنیں کارے از غیر او | بدینساں چو پرداخت از رفت او
درآمد رسول خدا ہم بغار | نشستند یکجا بہم ہر دو یار
چوں شد کار پرداختہ ہم چناں | رسیدند کافر بپائے بر آں
درآندم بکف پائے آں یارِ غار | کہ بر روئے سوراخ بود استوار
رسیدش ز دندان مارے گزند | درآں درد افغان او شد بلند
پیغمبرؐ بیار گفت آہستہ باش | رسیدند اعداء مکن راز فاش
مکن غم مگرداں صدا را بلند | کہ از زخم افعی نیابی گزند
بغار اندروں تا سہ روز و سہ شب | بسر برد آں شاہ بعنوان زب
شدے پور بوبکرؓ ہنگام شام | بہ بردے درآں غار آب و طعام
نمودے ہم از حال اصحاب شر | حبیب خدائے جہاں را خبر
نبیؐ گفت پس پور بوبکرؓ را | کہ اے چوں پدر اہلِ صدق و صفا
دو جمازہ باید کنوں راہوار | کہ ما را رسانند بہ یثرب دیار
ہم از اہل دیں آمدے یک جملہ دار | برد گرد و راز نبیؐ آشکار
ازو جملہ دار ایں سخن چوں شنود | دو جمازہ در دم مہیا نمود
تہی شد ازاں قوم آں کوہ و دشت | رسولِؐ خدا عازمِ راہ گشت
بروز چہارم برآمد ز غار | دو جمازہ آورد و بُد جملہ دار
نشست از برِ اشتر آں شاہِ دیں | ابوبکرؓ را کرد با خود قریں

نکلیں سوراخ پایا۔ کرتہ پھاڑ کر سوراخ بند کیے حتیٰ کہ کرتے کے چیتھڑے ختم ہو گئے اور ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ اس باقیماندہ سوراخ پر اس یارِ غار نے اپنا پاؤں رکھ دیا۔ یہ عجیب فعل بغیر ایسے جان نثار کے مشکل اور عقلاً محال نظر آتا ہے۔ رسولِ خداؐ غار میں داخل ہوئے اور دونوں دوست یکجا بیٹھ گئے۔ جب یہاں تک نوبت پہنچی۔ یکلخت کافر آگئے۔ اس وقت اس نے پاؤں کو سوراخ میں رکھا ہوا تھا۔ سانپ نے ڈسا اور مارے درد کے چیخ نکل گئی۔ پیغمبرؐ نے کہا۔ خاموش رہو۔ راز فاش نہ ہو جائے۔ غم مت کرو اور آواز نہ نکالو۔ گزندِ مار تکلیف نہ دیگا۔ تین دن رات تک امرِ الٰہی سے۔ اس غار میں وقت گزارا۔ ابوبکرؓ کا فرزند شام کے وقت غار میں کھانا پہنچاتا تھا۔ اور کفار کے حالات سے نبی علیہ السلام کو مطلع کرتا تھا۔ نبی علیہ السلام نے پسر ابوبکرؓ کو کہا۔ کہ اے شخص جو اپنے باپ کی طرح صاحبِ صدق و صفا ہے۔ دو تیز رفتار اونٹ چاہئیں۔ جو مدینہ طیبہ تک ہم کو پہنچا دیں۔ ایک دیندار چرواہا بھی پسر ابوبکرؓ کا ہمراز تھا۔ چرواہا نے یہ خبر سنکر دو اونٹ مہیا کر دیئے۔ کفار سے وہ جگہ خالی ہو گئی۔ تو حضور علیہ السلام عازم راہ ہو گئے۔ چوتھے روز آپؐ غار سے نکلے اور اونٹ حاضر کئے گئے۔ ایک پر شہنشاہِ دو جہاں سوار ہوئے۔ اور اپنے پیچھے اپنے وزیر باتدبیر کو سوار کیا۔ اور دوسرے اونٹ پر چرواہا عامر سوار ہو گیا۔"

اس نظم میں شیعی مصنف نے اگرچہ شعر ۲۰ و ۲۱ میں اپنے تعصب کی کسی قدر جھلک دکھائی ہے تاہم بیان واقعہ حرف بحرف کرکے دادِ انصاف دیا ہے۔ اس قصہ سے جو شیعی فاضل مصنف حملہ حیدری نے بیان کیا ہے۔ حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں۔ جو صدیقِ اکبرؓ کے عشقِ رسولی کا ثبوت دیتے ہیں:۔

(۱) سفرِ ہجرت کا راز حضور علیہ السلام نے پہلے اپنے محرمِ راز صدیق اکبرؓ کو بتا دیا ہوا تھا۔ اور کفار کی آنکھوں میں

خاک ڈال کر حضورؐ سیدھے اپنے صادق الوداد دوست ابوبکر صدیق رضؓ کے گھر رونق افروز ہوئے۔

(۲) صدیق رضؓ حضورؐ کا جاں نثار عاشق رات بھر گھڑیاں گن گن کر اس وقت کا منتظر ہو رہا تھا کہ کس وقت سرور دوجہاں اپنے جانباز عاشق کی جھونپڑی کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرماتے ہیں۔ جونہی آہٹ سُنی۔ فوراً قدمبوس ہو گیا۔

(۳) ابوبکرؓ نے اپنے محبوب سردار دوجہان کی پیادہ روی کی تکلیف کو محسوس کر کے باوجود پیرانہ سالی حضورؐ والا کو اپنے کندھے پر سوار کر لیا۔ اور اس بات کو غنیمت تصور کیا۔ کہ شاہ دوجہان کے قدموں کی خاک بنے۔

(۴) عاشقِ صادق کو خدا نے فوق العادت طاقت بخشی کہ وُہ گرانبار نبوت کا متحمل ہو گیا جس کا متحمل ہونا انسانی طاقت سے بالاتر تھا۔

(۵) جب تیرہ غار میں داخلہ کا وقت ہوُا۔ تو حضورؐ علیہ السّلام کو نہ داخل ہونے دیا۔ جبتک کہ مار و موذ موذیات کے تمام سوراخ بند نہ کر لئے۔ اپنا کرتہ چاک کر کے جملہ سوراخ بند کئے۔ جب کوئی چیتھڑا باقی نہ رہا۔ تو باقی ماندہ ایک سوراخ اپنی ایڑی سے بند کر لیا۔ کہ کوئی موذی کاٹے تو عاشق کو اور محبوبِ دوجہان کو گزند نہ پہنچے۔

(۶) آخر کار گزندافعی کی تکلیف برداشت کی۔ اور اس امر کو عین راحت سمجھا۔

(۷) تین دن رات اس آفتاب عالمتاب کے انوار تاباں تنہا حاصل کیے جنھوں نے دوجہاں کو روشن کرنا تھا۔ اس دوران میں کیا کچھ اسرار قدرت اس خوش نصیب مرید نے مشاہدہ کئے ہوں گے۔ جو اپنے مرشد ہادی دوجہاں سے خلوت گزیں ہو رہا تھا۔ زہے نصیب ابوبکر رضؓ زہے طالع ابوبکر رضؓ۔

(۸) حضورؐ سرور کائنات اپنے مخلص دوست ابوبکر رضؓ کے متواتر تین دن رات مہمان رہے چنانچہ ہر سہ روز کھانا ابوبکر رضؓ کے گھر سے جاتا تھا جس کو حضورؐ تناول فرماتے تھے۔ (کیا رسولؐ کافر و منافق کے گھر کا کھانا ایسے نازک وقت میں منظور کر سکتا ہے؟)

(۹) سواری کا بندوبست بھی پسر ابوبکرؓ نے کیا۔ اور حضورؐ علیہ السّلام نے ایک ہی اونٹ پر اپنے یارِ غار کو اپنے ساتھ سوار کیا۔ اور مبارک سفرِ ہجرت اسکی ہمراہی میں طے فرمایا۔ پھر تعجب ہے۔ کہ اسقدر فضائلِ صدیقؓ اپنی کتابوں میں پڑھ کر بھی شیعہ صدیقؓ کو برا بھلا کہہ کر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

تیسری شہادت

واقعہ غار کے متعلق تیسری شہادت شیعہ کی مستند کتاب تفسیر قمی صـ۱۵۷ میں یوں پائی جاتی ہے

قولہ :۔ اِلَّاتَنصُرُوہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ط فَاِنَّہٗ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ بَعْضِ رِجَالِہٖ دَفَعَہٗ اِلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فِی الْغَارِ قَالَ لِاَبِیْ بَکْرٍ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی سَفِیْنَۃِ جَعْفَرَ وَاَصْحَابِہٖ تَعُوْمُ فِی الْبَحْرِ وَاَنْظُرُ اِلَی الْاَنْصَارِ مُخْتَبِئِیْنَ فِیْ اَفْنِیَتِہِمْ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ تَرَاھُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَرِنِیْہِمْ فَمَسَحَ عَیْنَیْہِ فَرَاٰھُمْ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ اَنْتَ الصِّدِّیْقُ۔

ترجمہ :۔ قولہٗ اِلَّاتَنْصُرُوْہُ راوی کہتا ہے ۔ مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی اس نے بعض رجال سے جنہوں نے امام صادق تک روایت پہنچائی ۔ امام نے فرمایا ۔ جبکہ تھے رسولؐ پاک غار میں ۔ ابوبکرؓ کو فرمایا گویا کہ میں جعفر اور اس کے ساتھیوں کی کشتی کو دیکھ رہا ہوں ۔ جو دریا میں کھڑی ہے ۔ اور میں انصار مدینہ کو بھی دیکھ رہا ہوں ۔ جو اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں ۔ ابوبکرؓ نے عرض کی ۔ یا رسول اللہ! آپ ان کو دیکھ رہے ہیں ؟ آپؐ نے فرمایا ۔ ہاں ! ابوبکرؓ نے کہا ۔ مجھے بھی دکھائیے ۔ حضورؐ نے ابوبکرؓ کی آنکھوں کو اپنے دستِ مبارک سے مس فرمایا ۔ تو اسکو وہ تماشا نظر آیا حضور علیہ السلام نے فرمایا ۔ کہ تو صدیقؓ ہے) "

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ غار میں جو اسرار حضور انور مشاہدہ فرما رہے تھے ۔ انکے مشاہدہ میں ابوبکرؓ کو بھی شریک فرمایا ۔ اور آنکھوں کو دستِ مبارک سے مس فرمایا ۔ تو سب کچھ نظر آنے لگا ۔ پھر آپؐ نے ابوبکرؓ سے کہا ۔ کہ بے شک تو صدیقؓ ہے ۔ (جب حضور علیہ السلام کے دستِ مبارک نے ابوبکرؓ کے چہرہ کو منور فرمایا اور کشفِ اسرارِ غیبیہ ہوا ۔ تو پھر اس چہرہ کو نارِ دوزخ سے کیا خطرہ) جبکہ ایک رومال دست مال جو انسؓ کو عنایت ہوا تھا ۔ آگ میں ڈالتے تو پہلے سے زیادہ شفاف وصاف نظر آنے لگتا ۔ اور آگ اس کو نہ جلا سکتی بلکہ اور جلا بخشتی تھی ۔ پھر دستِ مبارک کی برکت سے جو کشفِ اسرارِ غیبیہ ابوبکرؓ کو حاصل ہوگیا ۔ پھر یہ عطیہ عظمیٰ اس سے کون چھین سکتا تھا ۔ بے شک صدیقِ اکبرؓ کو کلید اسرارِ غیبی بہ صلہ رفاقت غار عطا ہوئی ۔ علاوہ ازیں یہ حدیث اس بات میں نص ہے کہ ابوبکرؓ بہ صلہ خدمات سفرِ ہجرت و مصاحبت غار لقب صدیقؓ بارگاہِ رسالت مآب سے عطا ہوا تھا جس کی شہادت کتبِ شیعہ صراحت سے دے رہی ہیں :۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط ؎

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اسی مضمون کی حدیث فروعِ کافی جلد ۳ (روضہ) ص ۱۲۳ میں اور حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۴۴ میں درج ہے ۔ اگرچہ ان میں مصنفین نے حسبِ عادت کسی قدر نیش زنی کی ہے ۔ لیکن واقعہ جوں کا توں نقل کر دینے پر مجبور ہو گئے ہیں ۔

اعتراضاتِ شیعہ

واقعۂ غار کے متعلق اگرچہ نص صریح مشعر فضائل صدیق اکبرؓ موجود ہے لیکن بقول شخصے ؎

چشمِ بداندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

شیعہ حضرات نے یہاں بھی فضول اعتراضات کر کے اپنی خوش فہمی کا ثبوت دیا ہے۔ جن کا دفعیہ ضروری سمجھ کر اعتراض شیعہ پہلے درج کر کے پھر جواب لکھا جائے گا۔

اعتراض شیعہ:۔ آیت میں لِصَاحِبِہٖ سے ابوبکرؓ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیوں کہ قرآن میں دو مصاحب یوسفؑ کا ذکر بھی ہے یَا صَاحِبَیِ السِّجْنِ حالانکہ وہ کافر تھے۔

جواب:۔ سبحان اللہ شیعہ صاحبان کی قرآن فہمی کا کیا کہنا۔ قرآن میں صَاحِبَیِ یُوسُفؑ نہیں بلکہ صَاحِبَیِ السِّجْنِ مذکور ہے۔ وہ ہر دو صاحب السجن (جیل کے رہنے والے قیدی) تھے۔ صاحبی مضاف اور سجن مضاف الیہ۔ صاحبی کی یاء ضمیر متکلم نہیں ہے بلکہ اصل میں صَاحِبَیْنِ (تثنیہ) تھا۔ اضافت کے سبب نون ساقط ہو کر صَاحِبَیِ السِّجْنِ کہا گیا۔ سو وہ صاحب زندان تھے۔ اور لِصَاحِبِہٖ میں صاحب کی اضافت ضمیر کی طرف ہے جو رسولِ خداؐ کی طرف راجع ہے۔ غرض صَاحِبُ الرَّسُوْلِ کہلانا اور چیز ہے اور صَاحِبِ السِّجْنِ اور شے ہے۔ پھر جیل میں رہنے والے یوسفؑ کے ساتھی پیغمبر کے ساتھ نہیں گئے تھے بلکہ اپنے جرم کے باعث اسیر ہوئے تھے۔ اور لصاحبہ والا ساتھی خدا کے خاص حکم اور رسولِ پاکؐ کے انتخاب سے رفیق سفر بنایا گیا تھا۔ پھر یہ صاحبِ غار (حضورؐ اقدس کا یارِ غار) تھا جو آج تک عاشق صادق کے لئے ضرب المثل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

ایسا ہی قَالَ لِصَاحِبِہٖ وَ ھُوَ یُحَاوِرُہٗ وغیرہ کو سمجھو۔ صرف صاحب کے لفظ کی فضیلت نہیں ہے بلکہ یہ فضیلت مضاف الیہ (رسولؐ) کی مبارک نسبت سے پیدا ہوتی ہے جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ سچ پوچھو تو شیعہ ایڑی چوٹی کا زور ماریں تو اس صراحت و وضاحت سے وہ ولایت علی رضؓ تو کجا، قرآن سے علی المرتضےؓ کا صاحب الرسول ہونا بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

غور کرو اگر اللہ العالمین کو ابوبکر صدیق کی فضیلت کا بیان نہ منظور ہوتا تو واقعۂ غار میں صرف رسولؐ

پاک کا ہی ذکر کافی تھا۔ ابوبکرؓ کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی اور ذکر بھی ثَانِیَ اثْنَیْنِ اور لِصَاحِبِهٖ کے ساتھ کرنا نہایت ہی لطیف رمز رکھتا ہے۔

اعتراض شیعہ :- رسولؐ کا ساتھی ہونا فضیلت کی بات نہیں کیونکہ نوحؑ و لوط علیہ السلام کی عورتیں رسول کی ہم صحبت ہونے کے باوجود کافر تھیں۔

جواب :- اگر معترض کو کچھ عقل ہوتی تو ان عورتوں پر صدیقؓ کو قیاس نہ کرتا۔ ہر امر میں مستثنیات ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ حق تعالیٰ نے اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ۔ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ کا کلیہ بیان فرما کر ظاہر فرمایا ہے کہ پلید عورتیں پلید مردوں کے لئے اور پلید مرد پلید عورتوں کے لئے اور پاک عورتیں پاک مردوں کیلئے اور پاک مرد پاک عورتوں کیلئے ہیں) لیکن دو عورتوں کو اس حکم سے استثناء فرما کر قرآن میں ان کو ضرب المثل بنا دیا ہے :- ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ط

لیکن معاذ اللہ کیا خدیجۃ الکبریٰؓ اور عائشۃ الصدیقہؓ کو ان پر قیاس کیا جا سکتا ہے؟ کلا و حاشا۔ اسی طرح صدیق اکبرؓ ایسے جانباز کی صحبت رسولؐ کو امرأۃ لوطؑ و نوحؑ پر قیاس کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ جبکہ ان کے کفر کی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تصریح کر دی ہے اور ادھر ابوبکر صدیقؓ کو مسند خلافت عطا فرما کر ان کی پاکبازی کا ناطق فیصلہ فرما دیا ہے۔

اگر ابوبکرؓ معاذ اللہ نوحؑ اور لوطؑ کی عورتوں کی طرح کافر و منافق ہوتے تو ان کے کفر و نفاق کی قرآن میں تصریح کر دینے سے خدا کو کیا خوف تھا؟ غرض آیت کے جملہ الفاظ پر غور کرو۔ پھر دیکھو کہ کس قدر تعریف ابوبکرؓ کی ثابت ہے۔

اعتراض :- شیعہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ لَا تَحْزَنْ کا کلمہ تعریف کا موجب نہیں ہے۔ یہ صیغہ نہی کا ہے اور جس بات سے خدا نے منع کیا ہو وہ داخل معصیت ہے۔ اگر یہ حزن کرنا نیکی ہوتی تو اس سے منع کیوں کیا جاتا؟ اور یہ صیغہ نہی کیوں مذکور ہوتا؟

جواب :- شیعہ ایسے اعتراض کرتے وقت اگر قرآن کی باقی آیات پر بھی نظر ڈال لیا کریں تو ایسی خرافات لکھنے کی ضرورت نہ رہے۔ کیا شیعہ معترض کو معلوم نہیں ہے کہ اس قسم کے کلمات پیغمبروں کی نسبت بھی مذکور ہیں۔

(۱) جب حضرت موسیٰؑ کا عصا اژدہا بنا۔ تو آپ بمقتضائے بشریت ڈر کر بھاگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

لَا تَخَفْ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ (پارہ ۱۹ رکوع ۱۶)

ترجمہ: اے موسیٰ ع مت ڈر۔ میرے حضور میں پیغمبر ڈرا نہیں کرتے :

(۲) جب ساحروں نے اپنی رسیاں جادو سے سانپ بنا کر دوڑائیں۔ اس وقت بھی حضرت موسےٰ ع خائف ہو گئے۔ اللہ العالمین نے فرمایا: لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ۝ (پارہ ۱۶ رکوع ۱۳)

ترجمہ: "ڈر نہیں تو ہی غالب ہوگا"

(۳) جب حضرت ابراہیم ع نے فرشتوں کو انسانی شکل میں دیکھا تو ڈر گئے۔ پھر جب بھونا ہوا گوشت لے کے روبرو رکھا اور فرشتوں نے نہ کھایا۔ اور بس خائف ہوئے۔ فرشتوں نے تسلی دی۔ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ۔ ترجمہ: "فرشتوں نے کہا ڈر مت ہم تو قوم لوط کو عذاب دینے آئے ہیں"

(۴) لوط ع کے پاس جب فرشتے آئے وہ ڈر گئے۔ فرشتوں نے تسلی دی۔ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْکَ وَ اَهْلَکَ اِلَّا امْرَاَتَکَ کَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ۝ (پارہ ۲۰ رکوع ۳)

ترجمہ: فرشتوں نے کہا۔ خوف اور غم مت کیجئے۔ ہم تجھے اور تیرے عیال کو بچائیں گے سوائے تیری عورت کے جو قوم کفار میں شامل ہے۔

(۵) رسول پاک کو خطاب کر کے حق تعالیٰ نے فرمایا:۔ لَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَا تَکُنْ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ (پارہ ۱۴ رکوع ۱۲)

ترجمہ: آپ کچھ غم نہ کیجئے اور کفار کے مکر کی پرواہ نہ کریں۔

(۶) مومنین سے خطاب ہے: لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ (پارہ ۲۴ رکوع ۱۸) ترجمہ: خوف اور غم مت کرو اور بہشت موعودہ کی بشارت لو۔

اب شیعہ بتلائیں۔ یہ سب نہی کے صیغے ہیں جو اولی العزم مرسلین کے خطاب میں ہیں اور بالخصوص ہمارے رسول اکرم اور مومنین کے خطاب میں وہی کلمہ "لَا تَحْزَنْ" استعمال ہوا ہے۔ کیا پیغمبروں کے اس خوف و حزن کو جو مقتضائے بشریت ان پر طاری ہوا، داخل معصیت سمجھو گے اور لَا تَخَفْ و لَا تَحْزَنْ کے خطاب کو ان کی عظمت شان اور شفقت الٰہی پر محمول کرو گے یا ان کی توہین و ہتک قرار دو گے؟ پھر اسی کلمہ "لَا تَحْزَنْ" کا استعمال جب ابو بکر رض کی تسکین خاطر کے لئے استعمال ہوا۔ اس کے متعلق شیعہ کا اعتراض کہاں تک بجا ہو سکتا ہے؟

اعتراض: شیعہ کہتے ہیں جب کفار آئے ابو بکر رض رونے لگے تاکہ ان کو اطلاع ہو جائے کہ پیغمبر علیہ السلام غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ حقیقت میں کفار سے ملے ہوئے تھے۔

جواب :- اس سے بڑھ کر بیہودہ اعتراض اور کیا ہو سکتا ہے کیا علیم و خبیر کو بھی خبر نہ تھی کہ رسول علیہ السلام کو مشورہ مصاحبت ابوبکر رض دیا گیا۔ اور رسول بھی اس بات سے ناآشنا تھے کہ ابوبکر رض اندر سے ان سے دشمنی رکھتا ہے۔ اور پھر جب رسول علیہ السلام نے اس کو پہلے سے سفرِ ہجرت کی اطلاع دی ہوئی تھی اور وہ رات بھر منتظر بیٹھا رہا۔ اس وقت کفار کو کیوں نہ بتا دیا کہ تم لوگ گھات لگا کر رستہ میں بیٹھو میں ابھی تمہارے دشمن کو تمہارے پاس لے آتا ہوں۔ اور پھر جس وقت حضور علیہ السلام کو اپنے شانہ پر اٹھا لیا تو بجائے اسکے غارِ ثور کی طرف لے جاتا، ابوجہل کے گھر کو سیدھا کیوں نہ چل پڑا۔ اور پھر جب کفار غار پر آ گئے۔ رو کر رُلانے کی بجائے انکو پکار کر کیوں نہ کہہ دیا کہ آؤ۔ یہ تمہارا دشمن بیٹھا ہے۔ جب بزعمِ شیعہ اپنی جماعت (کفار) کے لوگ پہنچ گئے تو اس اکیلے دشمن (رسول پاک ؐ) کا کیا خطرہ تھا؟ اور یہ اگر سچ ہے کہ اس وقت ابوبکر رض نے رونا چلانا شروع کر دیا تھا تو کافر آواز سُنکر اندر داخل کیوں نہ ہو گئے؟ شیعو! کچھ غور کرو بہکی بہکی باتیں کیوں کرتے ہو؟ ساری دُنیا اندھی نہیں ہے!

حقیقت یہ ہے کہ ابوبکر رض نہ روئے نہ چلّائے البتہ گھبراہٹ اسلئے پیدا ہو گئی کہ محبوبِ دوجہاں خدا کے پیارے رسول کو کافر تکلیف نہ پہنچائیں۔ حزن اپنے لئے نہیں ہوتا بلکہ کسی دوسری چیز یا شخص کے لئے ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ہجرِ یوسف علیہ السلام کا تھا جس کی خبر قرآن میں یوں دی گئی ہے۔ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ (یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں غمِ ہجرِ یوسف ؑ سے سفید ہو گئیں)، حضور علیہ السلام نے اپنے لختِ جگر ابراہیم ؑ کی وفات پر فرمایا۔ اِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ (ہم اے ابراہیم! تیرے فراق سے غمناک ہیں)۔

غرض جو اپنی ذات کے لئے گھبراہٹ ہو اس کو خوف سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جو دوسرے کے لئے ہو اسکو حزن کہتے ہیں۔ بلاشبہ پروانہ شمعِ محمدی ؐ کو اپنی جان کی ذرہ پرواہ نہ تھی بلکہ وہ نقدِ جان محبوبِ دوجہان پر نثار کر چکا تھا۔ اور کہہ دیا تھا کہ آپ ؐ کی محبت میں جس قدر تکالیف دیکھوں، میرے لئے عین راحت ہے۔ ؎

یک جاں چہ متاعیست کہ سازیم فدایت — اما چہ تواں کرد کہ موجود ہمیں است

بلکہ اس عاشقِ صادق کو غم تھا تو فقط اس بات کا کہ کفار نابکار کے ہاتھ سے سردارِ دوجہان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

اعتراض: اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ میں علیہ کی ضمیر رسول کی طرف راجع ہے نہ کہ ابوبکر رض کی طرف۔ جیسا کہ آیت اِلَّا تَنْصُرُوْهُ الخ میں باقی ضمائر کے مرجع بھی رسول کریم ؐ ہیں۔ پھر اس سے رحمتِ الٰہی کا نزول

ابوبکرؓ کو سمجھنا درست نہیں ہے۔

جواب:۔ جب شیعہ تسلیم کرتے ہیں کہ گھبراہٹ رسولؐ پاک کو نہیں بلکہ ابوبکر صدیق کو تھی اور اسی لئے لَاتَحْزَنْ محض ان کی تسکین کے لئے فرمایا گیا تو پھر سکینہ (جس کا معنیٰ ہی تسکین ہے) رسولؐ پر اتارنے کی کیا ضرورت تھی؟ جب آپؐ پہلے سے ہی مطمئن بیٹھے ہوئے تھے۔ بہرحال تسکین اتارنے کی ضرورت بھی اسی شخص پر تھی جس کا دل بے چین ہو رہا تھا اور یہ بات کہ اور ضمائر کا مرجع رسولؐ ہیں۔ اس لئے علیہ کا رجوع بھی ادھر ہی چاہیئے۔ سو ایسی نظائر آیات میں بکثرت ملتی ہیں جیسا کہ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا میں پہلی ضمیریں رسول علیہ السلام کی طرف راجع ہوتی ہیں اور آخری کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ دوسری مثال وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗ اِلَيْهِ یہاں پہلی اور آخری ضمیر کا مرجع موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ لیکن درمیانی يَجُرُّهٗ کی ضمیر حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف راجع ہوتی ہے۔

اعتراض:۔ ابوبکرؓ کا آنحضرتؐ کو اپنے کندھے پر اٹھانے کا قصہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ بیتؑ الحرام کے توڑنے کے وقت جب اسد اللہ الغالب (علیؓ) نے درخواست کی تھی کہ حضور میرے کندھے پر سوار ہوں تو آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ تم گرانبارِ نبوت کو کیسے برداشت کر سکتے ہو؟ پھر ابوبکرؓ کو اتنی طاقت کہاں سے آگئی کہ اس گرانبار کو اٹھا لیا۔

جواب:۔ یہ مشیتِ ایزدی ہے کہ ایک وقت ایک بڑے توانا شخص سے ایک کام نہ ہو سکے تو دوسرے وقت وہی کام ایک ضعیف اور نحیف آدمی سے لے سکے۔ جیسا کہ آیت اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا فَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ میں حق تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ گرانبار امانت کو برداشت کرنے کی طاقت آسمان و زمین کو باوجود اس عظمت و جسامت کے نہ ہو سکی لیکن اس کو ایک ضعیف مخلوق انسان نے قبول کر لیا۔ پھر وہی خدا اگر وہ کام جو اسد اللہ نہ کر سکے صدیقِ اکبرؓ کو اس کے کرنے کی توفیق بخش دے تو اس کو کون روک سکتا ہے؟ وہی خدا ہے جس نے ایک زمانہ میں ابابیل جیسے حقیر پرند کو بے حساب فیل کے مقابلہ کی قدرت بخشی۔ اور ان کی چونچ میں سے گرے ہوئے سنگریزہ کو گولہ بارود کی قوت عطا فرما دی تھی ؎

امرِ او را یفعل اللہ ما یشاءُ

پھر یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ حضور علیہ السلام اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ تک جا پہنچے اور اونٹ گرانبارِ نبوت کا حامل ہو گیا۔ لیکن شیرِ خدا جن میں سینکڑوں شیروں کی طاقت تسلیم کی جاتی ہے اس کے برداشت کی قوت نہ رکھ سکے۔

اعتراض:- اندھیری رات اور تاریک غار میں ابوبکرؓ کو سوراخ کس طرح نظر آئے ۔ جن کو بند کرتا پھرا ۔ یہ قصہ بھی غلط ہے ۔

جواب:- یہ ضروری نہیں کہ چندیں میل مسافت کے بعد غارِ ثور تک پہنچنے کے وقت بھی تاریکیٔ شب موجود تھی ۔ بلکہ وہاں پہنچنے تک صبح کی روشنی کا وقت ضرور ہو گیا ہوگا ۔ جیسے صاحب حملۂ حیدری بھی نشانِ سحر کی نموداری کا قائل ہے ۔ پھر روشنیٔ صبح میں سوراخ کا نظر آجانا محال نہیں ہے ، نیز اگر شیعہ معترض کو اس بات کا بھی اعتقاد ہو کہ چہرۂ انور رسولِ اقدس وہ سراج منیر تھا کہ اس کی نورانی شعاعوں کے سامنے آفتاب کی روشنی بھی ہیچ تھی ۔ جیساکہ حضرت انسؓ خادم رسولؐ کی روایت ہے کہ ایک دن چودھویں چاندرات میں حضور انورؐ بیٹھے ہوئے تھے ۔ میں چاند کی طرف بھی نظر دوڑاتا ، اور پھر چہرۂ پُرنور حضورؐ کو دیکھتا تو مجھے حضورؐ کے طلعتِ زیبا کے سامنے چودھویں رات کا چاند مدھم معلوم ہوتا ۔ یہ بھی آپ کو معلوم ہوگا کہ حسنِ یوسفؑ میں یہ کمال تھا کہ اندھیری رات میں مصر کی گلیوں میں پھرتے تو شمع کی ضرورت نہ ہوتی بلکہ چہرۂ تاباں کی روشنی ہوتی ۔ پھر اس ماہِ مدنی مکی کے چہرۂ تاباں کے نور سے کیوں انکار ہے ، کہ اس شمع انور کی موجودگی میں بھی ابوبکرؓ کو سوراخ نظر نہ آتے ہوں ۔ پھر یہ بھی آپ کی کتابوں میں (جیساکہ لکھا جا چکا ہے) درج ہے کہ اس شمع نور (ذاتِ احمدی) کا یہ اثر تھا کہ غار میں بیٹھے بیٹھے دونوں دوست مدینہ میں بیٹھے ہوئے انصار کو گھروں میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہے تھے ۔ اور جعفر کی کشتی سمندر میں چکر کھاتی نظر آرہی تھی ۔ پھر افسوس ہے کہ شیعہ کور باطن کو اس بات پر تعجب ہے کہ اندھیری رات میں ابوبکرؓ کو غار کے سوراخ کس کس طرح نظر آگئے ! اچھا یہ سب باتیں نہ سہی آخر اندھا بھی تو ٹوہ کر معلوم کر لیتا ہے ۔ کیا ہاتھ سے ٹوہ کر بھی سوراخ غار معلوم نہ ہو سکتے تھے ؟ اُمید ہے کہ اب معترض کی تسلی ہو گئی ہو گی ۔ اس لئے ہم اِسی قدر پر اکتفاء کرتے ہیں ۔

آیت اِلَّا تَنْصُرُوْهُ الخ کے متعلق اعتراضاتِ شیعہ کا قلع قمع ہو چکا ہے اب ہم استخلاف کی بحث شروع کرتے ہیں ۔

(۲۷) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ

---

[1] ایسے واقعات بطور خرقِ عادت احیاناً پیش آتے تھے نہ دواماً ۔ مثلاً حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں ۔ کہ تاریک رات ہوتی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور کی روشنی میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیتی تھی ۔ اور ایک روایت میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رات کو میں اٹھی تو حضور اکرم کو بستر مبارک پر نہ پایا ۔ تاریکی میں میں نے ادھر اُدھر ہاتھوں سے تلاش کیا تو حضور کے پاؤں مبارک سے میرا ہاتھ لگا ۔ اس وقت حضور صلعم سجدہ میں پڑے تھے ۱۲ (احقر مظہر حسین غفرلہٗ)

مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًاط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًاط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ۝ (پارہ ۱۸ سورہ نور رکوع ۱۳)

ترجمہ: خدا تعالےٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک اعمال کئے، وعدہ کر لیا ہے کہ بالضرور ان کو زمین میں جانشین اور خلیفہ بنائے گا۔ جیساکہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو تم سے پہلے تھے اور ان کے اس دین کو جس کو انکے لئے پسند کر چکا ہے۔ متمکن (مضبوط) کر دے گا اور خوف کے بعد ان کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔ وہ میری پرستش کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ جس نے اسکے بعد کفران کیا وہ لوگ فاسق ہیں۔

اس آیت میں احکم الحاکمین نے ایک بڑے معرکے کے مسئلہ خلافت کا بھی فیصلہ فرما دیا۔ اگر کوئی دل نورِ ہدایت سے منور ہو تو اسکو مسئلہ معہودہ کی نسبت اس فیصلہ ربانی کے مان لینے میں تامل نہ ہو گا۔ دیکھو! ربّ العباد نے فرما دیا ہے کہ ہم نے اس اخص الخواص جماعت مومنین کو حتمی وعدہ دے دیا ہے کہ انکو خلافت کی مسند ضرور ضرور عطا کی جائے گی جیساکہ اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کے سچے پیرووں کو ہم نے خلافت عطا فرمائی تھی۔ اسوقت دینِ مرضیہ کی خوب استقامت ہو گی اور خوف کا زمانہ امن سے بدل جائے گا۔ یہ جماعت ایسے مخلص عباد صالحین کی ہو گی کہ باوجود اس اقتدار (عہدۂ خلافت) کے حاصل کرنے کے بھی میری توحید پر قائم رہیں گے۔ اب ہم شیعہ صاحبان سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ وعدۂ الٰہی اصحابِ ثلثہؓ کے حق میں پورا ہوا یا نہیں۔ اگر ہوا تو کیا وہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے مصداق تھے یا نہ؟ اگر نہیں تھے تو کیوں اس انعام الٰہی (عطیہ خلافت معہودہ) سے مشرف ہو گئے؟ اسکے مستحق تو وہی لوگ تھے جو اٰمَنُوْا الخ کے مصداق تھے۔ کیا غیر مستحق لوگ بھی انعام پا جایا کرتے ہیں؟ خصوصاً جب انعام بخشنے والا عَلَّامُ الْغُیُوب اور عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْر ہو۔ کیا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک انعام کا اطلاع نامہ تو دوسرے لوگوں کے نام جاری ہو چکا ہے اور تقسیم انعام کے وقت وہ لوگ منہ دیکھتے رہ جائیں اور ایک دوسری جماعت جو بالکل غیر مستحق تھی، انعام پا جائے۔ ایسا کیوں ہوا کہ بوقتِ تقسیم انعام دانعام بخشنے والے کو مستحقین اور غیر مستحقین کے امتیاز میں دھوکا ہوا۔ یا انعام والے نے اپنا پہلا حکم منسوخ کر کے دوسروں کو انعام دے دیا۔ اور پہلوں سے وعدہ خلافی کر بیٹھا۔ یا جماعتِ غیر مستحقین زبردست تھی۔ اوّل نے دوسری سے زبردستی چھین کر وہ انعام اڑا لیا۔ یہ سب باتیں کفر ہیں۔ نہ اس ذاتِ علیم و خبیر کے آگے اعزاز کے مستحقین اور غیر مستحقین مخفی رہ سکتے ہیں اور نہ وہ اپنے احکامِ نافذہ کو بلا وجہ توڑ کر تغیر و تبدل کرتا ہے اور نہ اسکے حتمی وعدوں میں تخلف ہو سکتا ہے اور نہ کوئی طاقت اس سے زبردست ہو سکتی ہو۔ جو اسکے ارادہ پاک کی مزاحمت کر سکے اور اسکی

دی ہوئی نعمت انکی مقبول جماعت کے ہاتھوں سے چھین سکے وہ فعّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ او یفعل ما
یَشَآءُ کی وصف سے موصوف ہے وہ اپنے ارادوں کو پورا کئے بغیر نہیں چھوڑتا اسکی صفت لَا یُخْلِفُ الْمِیْ
ہے۔ اسکے وعدوں میں تخلف کا خیال کرنا کفر ہے۔ اسکے ارادہ و مشیت میں ہی یہی تھا کہ بعد وفات سر
کائنات آپ کی خلافت کا اعزاز ان کے چار برگزیدہ اصحاب کو عطا فرمایا جائے۔ یہ اعزاز چونکہ انکی پاک
خدمات کے صلہ میں تھا۔ اس لئے ان کے عطا ہونے پر ان کی خدمات کا بھی پورا لحاظ ہوا۔ جس
خدمات اسلام میں سب سے زیادہ ہیں جس نے خدا کی راہ میں بہت زیادہ دُکھ اٹھائے ہیں جس نے
اسلام کی دعوت سب سے پہلے بلا کسی امتحان لینے کے قبول کی اور سچے ہادی کی تائید میں سب سے پہلے اعد
دین سے مقابلہ کیا جس نے اپنی وجاہت اور دُنیوی اقتدار نظر انداز کر کے دینِ رسول کی سچی تابعداری سب
اوّل اختیار کی ہے جس نے عمر بھر میں اس اپنے پیارے آقا کا ساتھ پورا نباہا ہے جو اسکا نہایت ہولناک
اور پُرخطر موقعہ میں ہمدم اور یارِ غار رہا ہے جس پر اس پاک رسولؐ کی نظرِ شفقت بلحاظ اس کے کہ
قدیمانِ خود را بیفزاء قدر
سب سے زیادہ تھی۔ جس کو اس پاک رسولؐ نے اپنی زندگی کے اخیر وقت میں اپنے مصلّے پر کھڑا کرنے
امامت پر مامور کرنے کا امتیاز بخشا ہے۔ اسکو سب سے پہلے اس اعزاز سے حصّہ ملے۔ ثم فثم۔ منطوق
آیت صاف پکار رہا ہے کہ خلفاء اربعہؓ نے نہ اپنے اختیار اور کوشش سے اور نہ کسی منصوبہ سے خلافت
تحصیل کی بلکہ محض خدائے پاک کے ارادہ سے اسکے حتمی وعدہ کے بموجب ان کو اعزازات ملے اور
ترتیب سے ملے جیسا کہ خداوند کریم کی مرضی تھی۔ ورنہ کس کی طاقت تھی کہ ارادۂ ایزدی پر غالب آ
اسکے موعود اعزاز کو بلا استحقاق حاصل کر سکتا یا وقت سے پہلے اس اعزاز کا حصّہ لے سکتا۔ تقدیر اور مشیت
ایزدی پر کوئی انسانی تدبیر غالب نہیں آسکتی اور نہ ارادۂ الٰہی کا مقابلہ انسانی منصوبہ سے ہو سکتا
پھر یہ کہنا سخت بے ایمانی ہے کہ وعدۂ الٰہی تو علی المرتضیٰ کیلئے تھا اور وُہی سب سے زیادہ مستحق
لیکن ثلثہ نے زبردستی سے انکا حق چھین کر خود خلافت پہلے لے لی۔ بھلا کچھ تو عقل کیجئے۔ یہ تو
بھی لیں کہ اسد اللہ الغالبؓ پر ثلاثہ کی قوت غالب ہو جائے اور اُنکے مقابلہ میں شیرِ خدا خیبر شکن
بے بس ہو کر دم بخود رہ جائیں لیکن یہ کب ہو سکتا ہے کہ ثلاثہؓ خدائے قدیر کی زبردست طاقت کا مقا
کے اسکی موعودہ اور دی ہوئی نعمت شیرِ خدا سے چھین لیں۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخیالات۔ نیز آیت سے ظاہر ہے
وعدۂ خلافت ایک سے زیادہ اشخاص کیلئے تھا نہ فردِ واحد کیلئے۔ کیونکہ آیت میں موعود لھم جماعت
مومنین ہے۔ نہ ایک شخص اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا صیغہ ہائے جمع پر غور کرو اور جو

موعود لہم کا خدائے کریم نے بیان فرمایا ہے یعنی اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ جو لوگ ان اوصاف میں جملہ صحابہؓ سے فائق تھے۔ وہی مستحق ہو سکتے ہیں۔ اور یہ امر مسلّم ہے کہ خلفاء اربعہ جو دیگر صحابہ کرامؓ سے اوصاف میں فاضل تھے، وہی اس امر جلیل کے مستحق تھے اور ان چاروں کو اس منصب کا اعزاز ملنا مقدر تھا۔ ادھر زمانۂ خلافت بھی محدود کر دیا گیا تھا چنانچہ رسولِ برحق نے اَلْخِلَافَۃُ مِنْ بَعْدِی ثَلٰثُوْنَ فرما کر اس کی میعاد تیس ۳۰ سال بیان فرما دی تھی تو پھر فرمایئے کہ سوائے اس ترتیب کے جو سلسلۂ خلافت میں وقوع میں آئی۔ اور صورت ہی کون سی تھی؟ کہ یہ چاروں بزرگوار اس عطیۂ الٰہی سے اسی میعاد کے اندر بہرہ ور ہو سکتے۔ اگر مولانا علی المرتضیٰ کو سب سے پہلے خلافت ملتی۔ تو باقی ہر سہ اصحابؓ اس نعمتِ موعودہ سے محروم رہ جاتے۔ کیونکہ ان کا زمانۂ زندگی پہلے ہی ختم ہو جانا تھا۔ ایسا ہی اس ترتیب میں اگر کچھ بھی تغیر ہوتا تو کوئی نہ کوئی صاحب ضرور اس عطیہ سے محروم رہ جاتا۔ سبحان اللہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ۔ اس آیۂ کریمہ نے مسئلۂ ایمان صحابہؓ کے ساتھ مسئلۂ خلافت کا بھی قطعی فیصلہ فرما دیا۔ اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ یہ خلفاء جیسے کہ پہلے اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے مصداق تھے۔ خلافت ملنے کے بعد بھی۔ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا کے پورے مصداق رہیں گے۔ ممکن ہی نہیں ہے کہ اس قدر اقتدارِ عظیم ملنے پر بھی ان کی حالت میں ذرہ سا تغیر پیدا ہو جائے۔ بلکہ جیسے کہ پہلے مسکنت اور فقر کی حالت میں میرے سچے مومن نیک اعمال تھے۔ اس اقتدار میں بھی میری عبادت میں مست اور میری توحید میں سرشار رہیں گے۔

صاحبان! غور کیجئے یہ آیت خلفاء ثلثہؓ کے ابدی ایمان پر شاہدِ عدل ہے۔ نیز خداوند کریم نے انکے ایمان ابدی کی شہادت دے کر پھر یہ بھی فرما دیا کہ اس میری شہادت کے بعد بھی اگر میرے ان پاک بندوں کے ایمان میں کوئی شخص کلام کرے گا اور ان کے احسانِ عام کا کفران کرے گا۔ تو سمجھ لو وہ گمراہ بدبخت فاسق ہے یعنی آیت فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ مفسرین نے یہ کیا ہے: اَمَّا مَنْ اَنْکَرَ عَنْ اِحْسَانِھِمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ شیعہ صاحبان! ذرا انصاف کی عینک لگا کر آیت کو پڑھیں۔ بتائیں تو سہی وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا کا مصداق کون زمانہ ہے۔ کیا وہ زمانہ جو عہدِ خلافت جناب امیر علیہ السلام کا تھا۔ شیعہ صاحبان تو مانتے ہیں کہ وہ زمانہ تو سخت پرآشوب تھا۔ ہمارا ایک ہمعصر شیعہ اپنے رسالہ سجادیہ کے ص۴۸ پر اس زمانہ کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتا ہے:

"حضرت امیر کی خلافت کا زمانہ بوجہ بغاوت بی بی عائشہ صدیقہؓ وغیرہ غایت درجہ پرشور تھا۔ اور عرب میں گویا ۱۸۵۷ء کا سا حال ہو رہا تھا۔"

پھر ایسا پُرشور زمانہ تو اس پیشینگوئی وَ لَیُبَدِّلَنَّھُمْ کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ فی الحقیقت یہ خلفاءِ ثلثہ کا ہی زمانہ تھا کہ بعد اس خوف کے جو وفات رسُول مقبول کے بعد ارتداد کا فتنۂ عظیم برپا ہو گیا تھا۔ مسیلمہ اور اسود عنسی جیسے جھوٹے نبیوں نے اندھیر مچا دیا تھا اور صدیق اکبرؓ نے توفیق ایزدی سے ان کذابوں کا خاتمہ کر کے تمام فتنہ فرو کر دیا تھا۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے امن قائم ہو گیا تھا۔ حتّٰی کہ ہر سہ خلفاء کے زمانہ میں وہ امن قائم رہا جس سے شیعہ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ کیا یہ سب الٰہی وعدے ان منافقوں کے حق میں پُورے ہوئے؟ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ

آیت استخلاف کے متعلق بحث ہو چکی۔ آئندہ ہم مسئلہ خلافت پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے جبکہ کُتب شیعہ سے استدلال کیا جائے گا۔

(۲۸) وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ

(پارہ ۱۷ رکوع ۷) ترجمہ:۔ ہم نے ذکر (تورات) کے علاوہ زبور میں بھی لکھ دیا ہے کہ زمین موعود کے وارث میرے پاک بندے ہوں گے۔

اِس آیت میں ایک عظیم الشان پیشینگوئی ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ پیشینگوئی کس زمانہ میں کس کے حق میں پوری ہوئی؟ خداوند علیم و خبیر خبر دیتا ہے کہ تورات[1] اور زبور میں پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ الْاَرْضَ ارض مقدسہ (زمین کنعان) کے وارث میرے پاک بندے ہوں گے۔ اب بتایئے۔ کہ یہ زمین کس کے ہاتھ پر فتح ہوئی؟ حضرت فاروق اعظمؓ کے ہاتھ پر فتح ہوئی اور اس آیت کے رُو سے آپ عبادِ صالحون میں سے ہوئے۔ کیا منافق بھی عباد صالحون کہلا سکتے ہیں؟ سچ کہیئے کہ اس سے زیادہ فخر کیا ہو سکتا ہے؟ کہ ایک عظیم الشان پیشینگوئی جس کی خبریں آسمانی کتابیں دے رہی ہیں وہ پیشینگوئی آنحضرتؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے سچے خادم فاروق اعظمؓ کے عہد میں پُوری ہوئی ہے۔ اور پھر طرفہ یہ کہ اس زمین کے وارث ہمیشہ اہل سُنّت والجماعت مُسلمان ہی رہے ہیں۔ شیعہ پر یہ بڑی حجّت ہے کہ خدا کے نزدیک وہ عبادِ صالحون میں شمار نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو کیوں ارض مقدسہ کی وراثت ان کو نصیب نہیں؟

---

[1] تورات میں اللہ تعالےٰ حضرت ابراہیم سے وعدہ کرتا ہے "میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا سارا ملک جسمیں تو پردیسی ہے۔ دیتا ہوں۔ کہ ہمیشہ کے لئے ملک ہو۔ پیدائش باب ۱۷ آیت ۸ اور زبور میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لیکن وہ جو حلیم ہیں۔ زمین کے وارث ہوں گے۔ ۳۷۔ آیت"

صادق زمین کے وارث ہونگے ۳۷ زبور آیۃ ۲۹ جن پر اس کی برکت ہو۔ زمین کے وارث ہونگے اور جن پر لعنت ہو کٹ جائیں گے (زبور ۳۷ آیت ۲۲)

بعض مفسّرین نے ارضؔ[1] سے مراد حرمین شریفین کی زمین لی ہے۔ بہر حال ارض سے مراد زمین شام (بیت المقدس) ہو یا مکّہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زمین۔ اسکی وراثت ہمیشہ سے اہل سُنّت والجماعت مسلمانوں کے ہاتھ میں رہی ہے اور تا قیامت رہے گی۔ اور وُہ بشہادت الٰہی عبادِ صالحوُن ہیں۔

سوال: اس موقعہ پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ اس زمین پر ایک دفعہ یزید بھی حکومت کر چکا ہے۔ اور تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ بوساطت شریف حسین نصاریٰ کا بھی عمل و دخل رہا ہے اور اب اس سرزمین پر وہابیوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ پھر آیتہ سے صداقت مذہب حق اہلسنّت والجماعت کس طرح ہو سکتی ہے؟

جواب: یہ اعتراض آیت کے الفاظ پر غور نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اگر مخالف کو قرآن میں تدبّر کرنا نصیب ہو۔ تو ہرگز ایسے بیہودہ اعتراض کی اسے جرأت نہ ہو۔ آیت میں یَرِثُ کا لفظ موجود ہے جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ اس سرزمینِ پاک پر وارثانہ قبضہ صالح بندوں کا ہوگا۔ اگر کوئی فاسق فاجر یا بدمذہب شخص یا قوم تھوڑے دِنوں کے لئے وہاں غاصبانہ قبضہ کر کے حکومت کرے اور کچھ دِنوں کے بعد وہاں سے دھتکار کر نکال دیا جائے تو وہ یَرِثُ کا مصداق ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یزید کا غاصبانہ قبضہ گنتی کے دِن رہا۔ پھر اس کا ایسا استیصال ہوا۔ کہ دُنیا میں لعنت کے سوا اس کا نصیب نہ رہا۔ شریف حسین نے اگر نصاریٰ کو دخیل رکھا۔ تو اس کا بھی وُہی حشر ہوا جو یزید کا ہوا تھا۔ وہابی پہلے بھی کچھ وہاں حکومت کر چکے ہیں پھر ان کا نام و نشان مِٹ گیا۔ اب جو وہاں انھوں نے دخل حاصل کیا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ یہ بھی چند روزہ بات ہے۔ وہاں سے یہ لوگ بھی اسی ذلّت و خواری سے نکال دیئے جائیں گے۔ وارثانہ اور مالکانہ قبضہ اس سرزمین پر ہمیشہ مسلمانانِ اہلسنّت والجماعت کا رہا ہے اور رہے گا۔ کیونکہ قرآن سچا ہے اور خدا کے وعدوں میں ہرگز تخلف نہیں ہو سکتا۔ اس پاک زمین پر عرصہ دراز تک ترکوں کی حکومت رہی جو خالص سُنّی حنفی تھے۔ اُنھوں نے ارضِ پاک کا احترام رکھا اور حرمین شریفین کے خادم رہے۔ خدا نے چاہا تو پھر بھی اس پاک زمین کی خدمت انہی کے سپرد ہو گی۔

عقلی دلیل

اس امر کی دلیل کہ ارض پاک بیت المقدس، مکّہ معظمہ، مدینہ منورہ میں سوائے مسلمانان اہلسنّت والجماعت مقلدینِ ائمہ[2] کرام کے دُوسرا کوئی فرقہ حکومت نہیں کر سکتا، یہ ہے کہ چونکہ ان مقامات مقدسہ میں

---

[1] بعض محققین کا ارشاد ہے کہ اس آیۃ میں اَلْاَرْضُ سے مراد ارض جنّت ہے اور سیاق قرآنی سے یہ معنی زیادہ مناسبت رکھتا ہے (مظہر حسین) [2] بعض علماء نے بیان فرمایا ہے۔ کہ ایک مرتبہ سلطان حجاز ابن سعود (باقی صفحہ پر)

بہت سے اولیاء اللہ کے مرقد ہیں۔ لہٰذا وہاں کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ میں رہنی چاہیئے جو تمام کی یکساں عزت کرتا ہو۔ سو ایسے لوگ مسلمانان اہلسنت ہی ہیں۔ جو تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں اور سب کا ان کے دلوں میں یکساں احترام ہے۔ برخلاف اسکے یہود کے دلوں حضرت عیسیٰؑ اور محمدؐ عربی کی عزت نہیں ہے۔ نصاریٰ بھی رسولؐ آخرالزمان کے دشمن ہیں۔ اس لئے اراضی مقدسہ میں حکومت کے قابل نہیں ہیں۔ پھر مدینہ منورہ میں حضرت رسولؐ پاک کے روضۂ اطہر میں آپؐ کے دو خادم صدیقؓ و فاروقؓ پہلو بہ پہلو سوئے ہیں۔ اگر شیعہ کو وہاں دسترس ملے تو ان دونوں اصحابؓ کے مزارات کی بے حرمتی کرنے سے دریغ نہ کریں۔ وہابی قابو یافتہ ہوں تو چونکہ ان کے دلوں میں روضۂ نبوی صلعم کا بھی احترام نہیں ہے بلکہ ان کے ایک بزرگ کا قول ہے۔ کہ: هٰذَا صَنَمٌ اَكْبَرُ وَلَوْ اَقْدِرُ عَلَيْهِ لَهَدَمْتُهُ (یہ بڑا بت ہے۔ اگر مجھے قدرت ہو تو اسے گرا دوں)۔ علاوہ ازیں باقی مزاراتِ مقدسہ کی بھی ان کے دل میں عظمت و حرمت نہیں ہے۔ اور بس چلے تو سب کی بے حرمتی کرنے سے دریغ نہ کریں۔ اس لئے ان مقدس مقامات کی خدمت و حکومت کے قابل کوئی دوسری قوم، کوئی دوسرا فرقہ قدرتاً ہو نہیں سکتا۔ اسی لئے خدائے علیم و خبیر نے اپنے تمام نوشتوں میں یہ حتمی وعدہ لکھ دیا ہے۔ کہ ان اراضی مقدسہ کی حکومت بطور وراثت ہم اپنے عباد صالحون ہی کے سپرد کریں گے۔ تاکہ مقاماتِ مقدسہ کے احترام میں فرق نہ آسکے۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ ط

فضائلِ اصحابِ ثلاثہ کا ثبوت کُتبِ شیعہ سے

قرآنی براہین قاہرہ بیان ہو چکے۔ اب ہم اصحابِ ثلاثہؓ کا کامل الایمان ہونا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضؓ اور ان کا شیر و شکر ہونا۔ ایکدوسرے کا خیر خواہ اور مشیر کار ہونا۔ نبی علیہ السلام کے قرابت دار اور سچے تابعدار رہونا۔ مقبول بارگاہِ الٰہی ہونا۔ بشہادت ائمہ اہلبیت کتبِ معتبرہ شیعہ سے بیان کرتے ہیں۔ ہر چند متقدمین شیعہ بھی متاخرین کی طرح اصحابِ ثلاثہؓ سے غیظ و غضب اور بغض و عناد رکھتے تھے۔ لیکن پھر بھی واقعات کا چھپانا آسان بات نہیں ہے۔ ان صحیح واقعات کا ذکر مخالفین کی کتابوں میں بھی درج ہے۔ پہلے تو شیعہ اپنی کتابیں اہلسنت کو دیکھنے ہی نہ دیتے تھے۔ لیکن اب پریس کی برکت سے کتابیں مل سکتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۹

سے جب تقلید ائمہ کی نسبت دریافت کیا گیا۔ تو اس نے جواب دیا کہ صحیح حدیث مل جاتے تو ہم کسی امام کا قول نہ لیتے اور اگر کسی مسئلہ میں صحیح حدیث نہ ملے تو ہم امام احمد حنبل کا قول اختیار کرتے ہیں (واللہ اعلم) (احقر مظہر حسین غفرلہ)

کہ اب سُنّی فضلاء شیعہ کی معتبر کتابوں سے ان کو الزام دے سکتے ہیں۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واقعۂ غار کے متعلق تفسیر عسکری۔ قمی۔ اور حملہ حیدری کی عبارتیں اُوپر لکھی جا چکی ہیں جن سے فضائل صدیق کا نمایاں ثبوت ملتا ہے۔ اب دُوسری کتب سے روایات لکھی جاتی ہیں:-

اوّل:- فروع کافی جلد دوم صد۲ میں ایک طویل حدیث مرویہ جناب صادق علیہ السلام درج ہے جس میں صدقہ کے متعلق ذکر ہے۔ کہ کل مال صدقہ نہیں کر دینا چاہیے۔ تاکہ خود ملوم و محسور نہ بن جائے آگے لکھا ہے:- هٰذِهٖ اَحَادِيْثُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَدِّقُهَا الْكِتَابُ۔ وَالْكِتَابُ يُصَدِّقُهٗ اَهْلُهٗ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ عِنْدَ مَوْتِهٖ حَيْثُ قِيْلَ لَهٗ اَوْصِ فَقَالَ اُوْصِيْ بِالْخُمُسِ وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الثُّلُثَ عِنْدَ مَوْتِهٖ وَلَوْ عَلِمَ اَنَّ الثُّلُثَ خَيْرٌ لَّهٗ اَوْصٰى بِهٖ ثُمَّ مَنْ عَلِمْتُمْ بَعْدَهٗ فِيْ فَضْلِهٖ وَزُهْدِهٖ سَلْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَبُوْ ذَرٍّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَاَمَّا سَلْمَانُ فَكَانَ اِذَا اَخَذَ عَطَاءَهٗ رَفَعَ مِنْهُ قُوْتَهٗ لِسَنَةٍ حَتّٰى يَحْضُرَ عَطَاءُهٗ مِنْ قَابِلٍ فَقِيْلَ لَهٗ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَنْتَ فِيْ زُهْدِكَ تَصْنَعُ هٰذَا وَاَنْتَ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّكَ تَمُوْتُ الْيَوْمَ فَكَانَ جَوَابُهٗ اَنْ قَالَ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِيَ الْبَقَاءَ كَمَا خِفْتُمْ عَلَيَّ الْفَنَاءَ اَمَا عَلِمْتُمْ يَا جَهَلَةُ اَنَّ النَّفْسَ قَدْ تَلْتَاثُ عَلٰى صَاحِبِهَا اِذَا لَمْ يَكُنْ مِنَ الْعَيْشِ مَا تَعْتَمِدُ عَلَيْهِ وَاِذَا هِيَ اَحْرَزَتْ مَعِيْشَتَهَا اطْمَاَنَّتْ وَاَمَّا اَبُوْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ فَكَانَ لَهٗ نُوَيْقَاتٌ وَشُوَيْهَاتٌ يَحْلِبُهَا وَيَذْبَحُ مِنْهَا اِذَا اشْتَهٰى اَهْلُهُ اللَّحْمَ[1] اَوْ نَزَلَ بِهٖ ضَيْفٌ اَوْ رَاٰى بِاَهْلِهِ الَّذِيْ مَعَهٗ خَصَاصَةً نَحَرَ لَهُمُ الْجَزُوْرَ اَوْ مِنَ الشِّيَاهِ عَلٰى قَدْرِ مَا يَذْهَبُ عَنْهُمْ بِقَرَمِ اللَّحْمِ وَيَاْخُذُ هُوَ نَصِيْبَ وَاحِدٍ مِنْهُمْ لَا يَتَفَضَّلُ عَلَيْهِمْ وَمَنْ اَزْهَدُ مِنْ هٰؤُلَاءِ وَقَدْ قَالَ فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا قَالَ۔

ترجمہ:- یہ احادیث رسول پاک ہیں۔ جن کی تصدیق کتاب اللہ کرتی ہے۔ اور کتاب اللہ کی تصدیق (اپنے عمل سے) مومنین کرتے ہیں۔ جو کتاب اللہ سمجھنے کے اہل ہوں۔ ابوبکرؓ نے بوقت وفات جب اس کو وصیت کے لئے کہا گیا۔ فرمایا کہ میں پانچویں حصۂ مال کی وصیت کرتا ہوں۔ چنانچہ پانچویں حصّہ کی وصیت کی۔

[1] الْقَرَمُ هِيَ شِدَّةُ شَهْوَةِ اللَّحْمِ

حالانکہ خدا نے تیسرے حصّہ کی اسے اجازت دی ہوئی تھی ۔ وُہ جانتا تھا کہ تیسرے حصّہ کی وصیت میں زیادہ ثواب
ہے تو ایسا ہی کرتا ۔ پھر ابوبکر رضؓ کے دوسرے درجہ پر فضل و زہد میں تم سلمان رضؓ اور ابوذر رضؓ کو سمجھتے ہو ۔ پس
سلمان رضؓ کو کوئی عطیہ دیتا ۔ پُورے سال کی خوراک ذخیرہ کر لیتا ۔ حتیٰ کہ سال آئندہ کو پھر عطیہ حاصل ہو ۔ اگر
نے کہا ۔ آپ باوجود زاہد ہونے کے ایسا کرتے ہیں ۔ آپ کو معلوم نہیں کہ آج ہی فوت ہو جائیں ۔ جواب
دیا ۔ تمھیں میرے زندہ رہنے کی امید نہیں ہے ؟ جیسا کہ میرے مرجانے کا اندیشہ ہے ۔ اے جاہلو
معلوم ہو کہ نفس اپنے صاحب پر سرکشی کرتا ہے ۔ جب تک کہ اسے قدرِ معیشت نہ مل جائے ۔ جب
پہ اُسے بھروسہ ہو ۔ اور جب وہ اپنی معیشت فراہم کرے ۔ مطمئن ہو جاتا ہے اور ابوذر رضؓ
پاس اونٹنیاں اور بکریاں رہتی تھیں ۔ جو دُودھ دیتی تھیں ۔ اور جب ان کے عیال کو گوشت
حاجت ہوتی ۔ یا کوئی مہمان آ جاتا ۔ یا اپنے متعلقین کو بُھوکا دیکھتے ۔ ان میں سے اونٹ یا بکری
کر لیتے اور سب میں تقسیم کر دیتے ۔ اور اپنے لئے ایک آدمی کی خوراک رکھ لیتے جو دُوسرے
سے زائد نہ ہو ۔ تم جانتے ہو کہ ان تین مقدس بزرگواروں سے بڑھ کر بڑا زاہد کون ہو سکتا
ہے ؟ حالانکہ ان کی شان میں رسُولِ پاک نے فرمایا جو کچھ کہ فرمایا ،

اس حدیث سے حسبِ ذیل باتیں ظاہر ہوئیں :-

(۱) حضرت امام علیہ السّلام کے نزدیک حضرت ابُوبکر رضؓ ان مومنین کاملین میں سے تھے جو کتاب اللہ کے
کی اہلیت رکھتے تھے اور اپنے عمل سے کتاب اللہ کے احکام کی تصدیق کرتے تھے ۔

(۲) حضرت سلمان رضؓ اور ابوذر رضؓ فضل و زہد میں دُوسرا درجہ رکھتے تھے ۔ اور حضرت ابوبکر رضؓ کا
و فضل اس سے اوّل درجہ (فائق) تھا ۔

(۳) حضرت ابُوبکر رضؓ اُن برگزیدہ زاہدوں سے تھے جن کا ہم پلہ کوئی دُوسرا شخص نہیں ہو سکتا ۔

(۴) حضرت ابُوبکر رضؓ کی شان میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بہت سی احادیث بیان کی ہوئی تھیں ۔

سوال شیعہ : ممکن ہے کہ مَنْ اَزْهَدُ مِنْ هٰؤُلَآءِ کا اشارہ صرف سلمان رضؓ اور ابوذر رضؓ کی
طرف ہو اور ابُوبکر رضؓ ان میں شمار نہ ہوں ۔

جواب : اگر معترض عقل کا اندھا نہیں ہے تو ابتداء حدیث میں الفاظ اَلْكِتَابِ يُصَدِّقُ
اَمْلُهُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ط کے بعد پہلے ذکرِ ابوبکر رضؓ کا ہونا اور پھر سلمان رضؓ اور ابوذر رضؓ کے متعلق امام علیہ
السّلام کا یہ فرمانا ثُمَّ مَنْ عَلِمْتُمْ بَعْدَهٗ فِیْ فَضْلِهٖ وَزُهْدِهٖ (جسکا مفہوم صاف یہ ہے کہ
کے فضل و زہد کے دُوسرے درجہ پر سلمان رضؓ اور ابوذر رضؓ ہیں پھر هٰؤُلَآءِ کا مشارٌ الیہ صرف دو کو سمجھنا

حماقت ہے۔ ھٰؤلآء کے مشارٌ الیہ بلاشبہ ہر سہ بزرگوار ہیں۔ اور حدیث میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ زہد و فضل میں حضرت ابوبکر رضؓ کا نمبر سب سے اوّل ہے۔

افسوس! شیعہ اپنی مستند کتابوں میں اصحاب ثلثہؓ کے زہد و تقویٰ کی نسبت ایسی شہادت ائمہ اہلبیت علیہم السلام پڑھ کر بھی اُن کی بدگوئی سے باز نہیں آتے۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ط

دوم علّامہ طبرسی کتاب مجمع البیان میں تحریر کرتا ہے کہ آیت وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِي الخ ابوبکرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ روایت یوں ہے:۔ عَنِ ابْنِ زُبَيْرٍ قَالَ اِنَّ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِي اَبِي بَكْرٍ لِاَنَّهُ اشْتَرَى الْمَمَالِيْكَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا مِثْلَ بِلَالٍ وَعَامِرِ بْنِ فُهَيْرَةَ وَغَيْرِهِمَا وَاَعْتَقَهُمْ ط

ترجمہ:۔ ابن زبیر سے روایت ہے کہ آیت شان ابوبکر رضؓ میں نازل ہوئی ہے۔ اس نے غلاموں کو جو اسلام لائے اپنے مال سے خرید لیا۔ جیسا کہ بلال رضؓ اور عامر بن فہیرہ اور ان کو آزاد کیا۔

اب جس کی خدمات اسلام میں یہ ہوں۔ کہ بلال رضؓ جیسے عاشق ذاتِ نبوی صلعم کو کفار کے ہاتھ سے اپنا مال خرچ کر کے نجات دلائے اور آزاد کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ اُس کے نہ صرف متقی بلکہ اتقیٰ ہونے کی شہادت دے۔ اُس شخص کی شانِ والا میں گستاخی کرنا کتنی جسارت ہے۔ خدا روافض کو ہدایت کرے۔

سوم:۔ کتاب احتجاج صفحہ ۲۰۲ میں حضرت امام باقر علیہ السلام کی حدیث درج ہے۔ آپ نے فرمایا: لَسْتُ بِمُنْكِرٍ فَضْلَ اَبِي بَكْرٍ وَلَسْتُ بِمُنْكِرٍ فَضْلَ عُمَرَ وَلٰكِنَّ اَبَا بَكْرٍ اَفْضَلُ ط

ترجمہ: "میں ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ کے فضائل کا منکر نہیں ہوں۔ البتہ ابوبکر رضؓ فضیلت میں برتر ہیں"۔ پھر جس شخص کو حضرت امام محمد باقر افضل سمجھتے ہوں۔ اُنکی فضیلت سے انکار کرنا حد درجہ کی شقاوت ہے۔

چہارم:۔ کتاب مجالس المومنین مجلس سوم صفحہ ۸۹ میں ہے۔ کہ حضرت سلمانؓ فارسی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر رضؓ کی شان میں صحابہ رضؓ کی مجلس میں بیٹھ کر ہمیشہ یوں فرمایا کرتے تھے: مَا سَبَقَكُمْ اَبُوْبَكْرٍ بِصَوْمٍ وَلَا صَلٰوةٍ وَلٰكِنْ لِشَيْءٍ وُقِّرَ فِي قَلْبِهٖ۔

ترجمہ: "ابوبکر رضؓ نے تم سے زیادہ نماز و روزہ ادا کرنے میں فوقیت حاصل نہیں کی بلکہ اس کے صدق و اخلاص کی وجہ سے اس کی عزت و وقار بڑھا ہے"۔

پنجم:۔ شیعہ کی بڑی معتبر کتاب کشف الغمہ مطبوعہ ایران صفحہ ۲۲ میں یہ روایت درج ہے:

سُئِلَ الْاِمَامُ جَعْفَرٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ حِلْيَةِ السَّيْفِ هَلْ يَجُوْزُ قَالَ نَعَمْ قَدْ حَلّٰى اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ سَيْفَهٗ فَقَالَ الرَّاوِيْ اَتَقُوْلُ هٰكَذَا فَوَثَبَ الْاِمَامُ عَنْ مَقَامِهٖ فَقَالَ نَعَمِ الصِّدِّيْقُ

نِعْمَ الصِّدِّيْقُ نِعْمَ الصِّدِّيْقُ فَمَنْ لَّمْ يَقُلْ لَهُ الصِّدِّيْقُ فَلَا صَدَّقَ اللّٰهُ قَوْلَهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

ترجمہ: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے تلوار کو چاندی سے مرصع کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا۔ جائز ہے۔ کیوں کہ ابوبکر رض نے اپنی تلوار کو مرصع کیا ہے۔ راوی کہنے لگا۔ آپ اسکو صدیق رض کہتے ہیں؟ امام غضبناک ہو کر اپنے مقام سے اُٹھے اور کہنے لگے۔ بہت اچھا صدیق رض۔ بہت اچھا صدیق رض۔ بہت اچھا صدیق رض۔ جو اُس کو صدیق رض نہ کہے۔ خدا اُس کو دنیا و آخرت میں جھوٹا کرے۔

ششم: کتاب ناسخ التواریخ جو شیعہ کی مستند کتاب ہے۔ اس کی جلد ۲ صـ ۵۶۳ میں ہے:

"واز پس اول (زید بن حارثہ) ابوبکر رض مسلمان شد۔ و اسم او عبداللہ است و لقبش عتیق و کنیت او ابوبکر رض است۔ و او پسر ابو قحافہ عثمان است و ہو عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی و ابوبکر رض علم انساب نیک میدانست و نسب او نیز محفوظ بود۔ و با بعضے از قریش الفتے بکمال داشت۔ و چند تن را پنہانی۔ دعوت باسلام نمود۔ و نزدیک پیغمبر ؐ آورد۔ تا اسلام ایشاں عرضہ داشت نخستین عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بود۔ و دیگر زبیر رض بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بود۔ و ایں زبیر رض پسر برادر خدیجہ علیہا السلام است و دیگر عبد الرحمٰن بن عوف بن عبد عوف بن عبد الحارث بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بود۔ و دیگر سعد بن ابی وقاص و اسم ابی وقاص مالک بود۔ او پسر اہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی است۔ و دیگر طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب لوئی است۔ ایں جملہ از دوستان ابوبکر رض بودند و بدلالت او اسلام یافتند و از پس او علیحدہ اسلام آوردند۔

ترجمہ: اور زید بن حارثہ کے بعد ابوبکر رض مسلمان ہوئے۔ ان کا نام عبداللہ اور لقب عتیق اور کنیت ابوبکر رض ہے۔ اور بیٹے ابوقحافہ کے ہیں۔ جن کا نام عثمان ہے۔ ان کا نسب یوں ہے۔ عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی۔ ابوبکر رض علم انساب خوب جانتے تھے اور ان کا نسب بھی محفوظ تھا۔ اور بعض قریشیوں سے اُن کی نہایت محبت تھی۔ چند اشخاص کو اُنھوں نے خفیہ طور پر دعوتِ اسلام دی اور پیغمبر ؐ کے پاس لائے۔ آپ ؐ نے ان پر اسلام پیش کیا۔ سب سے پہلے جو ترغیب ابوبکر رض سے مسلمان ہوئے۔ عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی تھے۔ دوسرے شخص زبیر بن عوام بن خویلد بن عبد العزیٰ بن قصی تھے۔ یہ زبیر حضرت خدیجہ علیہا السلام کے بھتیجے تھے۔ تیسرے شخص عبد الرحمٰن رض بن عوف ابن عبد عوف بن عبد الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی تھے۔ اور چوتھے سعد بن ابی وقاص کا نام مالک تھا۔ وہ بیٹے اہیب بن عبد مناف

بن زہرہ بن مرہ بن کعب بن لوی ہیں ۔ اور پانچویں طلحہ بن عبداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب لوی ہیں ۔ یہ سب لوگ ابوبکر رضؓ کے دوستوں میں سے تھے اور انہی کی راہ نمائی سے یہ سب اسلام لائے ۔ اور ابوبکر رضؓ کے بعد عبیدہؓ اسلام لائے ؓ"

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضؓ بڑے پایہ کے شخص تھے اور برگزیدہ خاندان قریش سے تھے ۔ پہلے ہی سے انکے نام (عبداللہ) میں توحید کی جھلک موجود تھی ۔ علم الانساب کی خاص مہارت رکھتے تھے اور محفوظ النسب تھے انکا لقب بھی عتیق (نجیب) تھا ۔ قریش میں بڑے ذی رسوخ تھے آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو خاص مدد حاصل ہوئی ۔ چنانچہ انکے طفیل بڑے بڑے اکابر قوم قریش اسلام میں داخل ہوئے ۔ کیا ایسا شخص جو اسلام لاتے ہی اشاعت اسلام میں مصروف ہو گیا اور اپنے اثر خاص سے اکابر قوم کو حلقہ بگوش اسلام کیا اور اپنی زندگی خدمت اسلام میں بسر کی ۔ حضور سرور عالم کی تعلیم و تربیت کامل کے بعد پھر منافق ہو سکتا ہے! کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۔

ہفتم :۔ تفسیر مجمع البیان طبرسی (شیعہ کی معتبر تفسیر ہے) تفسیر آیت اَلَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ ترجمہ : اور جو شخص آیا ساتھ صدق کے اور جس نے تصدیق کی اس کی ، وہی لوگ متقون ہیں) کی تفسیر میں لکھا ہے : قِیْلَ الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ صَدَّقَ بِهٖ اَبُوْبَكْرٍ ترجمہ : جو شخص آیا ساتھ صدق کے وہ رسول خدا ہیں اور جس نے تصدیق کی انکی اس سے مراد ابوبکرؓ ہیں)

ہشتم :۔ کتاب معرفۃ اخبار الرجال مصنفہ شیخ جلیل ابو عمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز رجال کشی مطبوعہ بمبئی ص۳۱ میں یہ حدیث بروایت بریدہ اسلمی درج ہے : قَالَ سَمِعْتُ اَبَادَاوٗدَ یَقُوْلُ حَدَّثَنِیْ بُرَیْدَةُ الْاَسْلَمِیْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الْجَنَّةَ مُشْتَاقٌ اِلٰی ثَلٰثَةٍ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ اَنْتَ الصِّدِّیْقُ اَنْتَ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ فَلَوْ سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنْ هٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَةِ ؕ ترجمہ : ابو داؤد کہتے ہیں ۔ بریدہ اسلمی نے مجھے بتایا کہ میں نے رسول خدا صلعم سے سنا ۔ فرمایا بہشت تین شخص کا مشتاق ہے ۔ اتنے میں ابوبکر رضؓ آ گئے تو حضور ص نے فرمایا تو صدیق ہے تو دوسرا دو کا ہے جو غار میں تھے ۔ راوی کہتا ہے ۔ کاش ! میں حضورؐ سے پوچھتا کہ وہ تین کون ہیں ؟)

نہم :۔ احتجاج طبرسی میں بروایت امیر المومنین یہ حدیث درج ہے : كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰی جَبَلِ حِرَآءَ اِذْ تَحَرَّكَ الْجَبَلُ فَقَالَ لَهٗ قِرَّ فَاِنَّهٗ لَیْسَ عَلَیْكَ اِلَّا نَبِیٌّ وَّصِدِّیْقٌ وَّشَهِیْدٌ ترجمہ : حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہم پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ جبل حرا پر تھے کہ پہاڑ نے جنبش کی ۔ تو حضور ص نے فرمایا کہ ٹھہر جا کیونکہ تجھ پر ایک نبی دوسرا صدیق تیسرا شہید بیٹھے ہیں ۔

کیا ان دو روایات کو پڑھ کر بھی شیعہ کو حضرت ابوبکر رض کی صدیقیت میں کچھ شک و شبہ باقی رہے گا لیکن ضد کا کیا علاج ؟

دھم :- نہج البلاغت میں جو شیعوں کی مستند کتاب ہے جس میں جناب امیر علیہ السلام کے خطبات اور اقوال درج ہیں لکھا ہے : لِلّٰہِ بَلَاءُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَدَاوَی الْعَمَدَ وَاَقَامَ السُّنَّۃَ وَخَلَّفَ الْبِدْعَۃَ ذَھَبَ نَقِیَّ الثَّوْبِ قَلِیْلَ الْعَیْبِ اَصَابَ خَیْرَھَا وَسَبَقَ شَرَّھَا اَدّٰی اِلَی اللّٰہِ طَاعَتَہٗ وَاتَّقَاہُ بِحَقِّہٖ رَحَلَ وَتَرَکَھُمْ فِیْ طُرُقٍ مُتَشَعِّبَۃٍ یَھْتَدِیْ فِیْہِ الضَّالُّ وَلَا یَسْتَیْقِنُ الْمُھْتَدِیْ -

نہج البلاغت مطبوعہ بیروت - جلد اول صفحہ ۲۵ - ترجمہ : خدا فلاں (ابوبکر) پر رحمت کرے - کجی کو سیدھا کیا ہماری (جہالت) کا علاج کیا - سنت رسول ص کو قائم کیا - بدعت کو پیچھے ڈالا - دُنیا سے پاک دامن اور کم عیب ہو کر گزر گیا - خوبی کو پالیا اور شر و فساد سے پہلے چلا گیا - خدا کی بندگی کا حق ادا کیا - اور تقوٰی جیسے کہ چاہیئے اختیار کیا - فوت ہو گیا اور لوگوں کو پیچ در پیچ راستوں میں چھوڑ گیا - کہ گمراہ کو راستہ نہیں ملتا اور راہ پانے والا یقین نہیں کرتا - شارحین[1] نہج البلاغت نے لفظ فلاں ، سے ابوبکرؓ یا عمرؓ مُراد لیا ہے ؟

دیکھو اس خطبہ میں علی المرتضٰی رض ، صدیق اکبر رض کی کیسی تعریف فرماتے ہیں اور اخیر میں کہتے ہیں کہ ہمارا عہد خلافت ایسا پر شور ہے کہ ہدایت یافتہ بھی گمراہ ہو جاتے ہیں ۔

یازدھم - تزویج فاطمہ رض کی تحریک ابوبکر رض نے کی ۔ جلاء العیون اُردو - جلد اول صفحہ ۱۱۸ میں درج ہے :-

روایت کی ہے کہ ایکدن ابوبکر رض و عمر رض و سعد بن معاذ مسجد حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آبیٹھے - آپس میں مزاوجت جناب فاطمہ کا ذکر کر رہے تھے - ابوبکر رض نے کہا اشرف قریش نے فاطمہ رض کی خواستگاری حضرت سے کی اور حضرت نے انکو جواب دیا کہ انکا اختیار پروردگار کو ہے اور حضرت علی ابن ابی طالب نے اسبارہ میں حضرت سے کچھ نہیں کہا - اور نہ کسی نے انکی طرف سے کہا اور ہمیں گمان یہی ہے کہ سوائے تنگدستی کے اور انہیں کچھ مانع نہیں - اور جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ خدا اور رسول خدا نے فاطمہ رض کو بیشک علی رض کیلئے رکھا ہے - پس ابوبکر رض ، عمر رض اور سعد بن معاذ نے کہا - اٹھو ! علی رض کے پاس چلیں اور اُن سے کہیں کہ فاطمہ رض کی خواستگاری کریں - اگر تنگدستی انھیں مانع ہے تو ہم اسبات میں اُنکی مدد کریں گے - سعد بن معاذ رض نے کہا - بہت درست ہے - یہ کہکر اُٹھے اور جناب امیر کے گھر گئے - جب جناب امیر کی خدمت میں پہنچے حضرت نے فرمایا - کس لئے آئے ہو ؟ ابوبکر رض نے کہا اے ابوالحسن ! کوئی فضیلت فضیلت ہائے نیک سے نہیں ہے مگر یہ کہ تم اور لوگوں پر اس فضیلت میں سابق ہو - تمہارے اور حضرت رسول ص کے درمیان جو رابطہ بہ سبب یگانگی

---

[1] شارح نہج البلاغت علامہ کمال الدین ابن میثم بحرانی نے لفظ فلاں سے حضرت ابو بکر رض مراد ہونیکو ترجیح دی ہے - چنانچہ لکھا ہے " واقول ارادہ ابی بکر رض خبرمن ارادتہ العمر رض ... عن عمر ... "

و مصاحبت دائمی و نصرت دیاری اور جو روابط معنوی ہیں ۔ وہ معلوم ہیں ۔ جمیع قریش نے فاطمہ کی خواستگاری کی مگر حضرت نے قبول نہ کی اور جواب دیا کہ اس کا اختیار پروردگار کو ہے پس تم کو کیا چیز فاطمہؓ کی خواستگاری سے مانع ہے ؟ ہم کو گمان یہ ہے کہ خدا و رسولؐ نے فاطمہؓ کو تمہارے واسطے رکھا ہے ۔ باقی اور لوگوں سے منع کیا ہے ۔ امیرؑ نے ابو بکرؓ سے جب سنا ۔ آنسو چشمہائے مبارک سے جاری ہوئے اور فرمایا ۔ میرا غم اور اندوہ تم نے تازہ کیا اور جو آرزو میرے دل میں پنہاں تھی اسکو تم نے تیز کر دیا ۔ کون ایسا ہوگا جو فاطمہؓ کی خواستگاری نہ چاہتا ہو، ولیکن بہ سبب تنگدستی اس امر کے اظہار سے شرم آتی ہے ۔ پس ان لوگوں نے جس طرح ہوا حضرت کو راضی کیا کہ جناب رسولؐ اللہ کے پاس جاکر فاطمہؓ کی خواستگاری کریں ۔ جناب امیرؑ نے اپنا اونٹ کھولا اور گھر میں لاکر باندھا الخ ۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ کو کس قدر خیر خواہی امیر علیہ السلام کی مطلوب تھی ۔ کہ اس مبارک رشتہ (تزویج فاطمہؓ) کی تحریک کی اور ہر طرح سے اس معاملہ میں جناب امیر علیہ السلام کی امداد پر آمادگی ظاہر کی ۔ پہلے جناب امیرؑ نے اپنی مفلسی کا عذر پیش کیا مگر ان مردانِ خدا نے ان کو ڈھارس بندھوائی اور معاملہ انجام بخیر ہوا ۔ کیا دشمن بھی کسی کی ایسی خیر خواہی کیا کرتے ہیں ؟ اگر شیعہ غور کریں تو اس مبارک رشتہ (تزویج فاطمہؓ) کا سہرا بھی ابوبکرؓ کے سر بندھتا ہے جنہوں نے اس سلسلہ کی تحریک کی ۔

دوازدہم :- جہیز فاطمہؓ ابوبکرؓ نے خرید کیا ۔

تزویج فاطمہؓ کی ابتدائی تحریک ہی حضرت ابوبکرؓ نے نہیں کی بلکہ آخری رسوم خرید جہیز وغیرہ بھی ابوبکرؓ ہی کے ہاتھ سے انجام پذیر ہوئیں ۔ چنانچہ جلاء العیون اردو ص۱۲۳ پر مذکور ہے :-

جناب امیرؑ نے فرمایا ۔ حضرت رسولؐ نے مجھے ارشاد کیا ۔ یا علیؑ اٹھو اور اپنی زرہ بیچ ڈالو ۔ پس میں گیا اور زرہ فروخت کر کے اس کی قیمت حضرت کی خدمت میں لایا اور روپے حضرت کے دامن میں رکھ دیئے حضرت نے مجھ سے پوچھا کتنے روپے ہیں ؟ اور میں نے کچھ نہ کہا ۔ پس ان میں سے ایک مٹھی روپیہ لیا اور بلالؓ کو بلا کر دیا ۔ اور فرمایا ۔ فاطمہؓ کے لئے عطر و خوشبو لے آ ۔ پس ان درہم میں دو مٹھیاں لیکر ابوبکرؓ کو دیں اور فرمایا ۔ بازار میں جاکر کپڑا وغیرہ وغیرہ جو کچھ اثاث البیت درکار ہے ، لے آ ۔ پس عمارؓ بن یاسر اور ایک جماعت صحابہؓ کو ابوبکرؓ کے پیچھے بھیجا ۔ اور سب بازار میں پہنچے ۔ پس ان میں سے ہر ایک شخص جو چیز لیتا تھا ابوبکرؓ کے مشورہ سے خرید کرتا اور دکھا لیتا تھا ۔ بس ایک پیراہن سات درہم کو اور ایک مقنعہ چار درہم کو اور ایک چادر سیاہ خیبری و کرسی کہ دونوں پاٹ اس کے لیف خرما سے جڑے

تھے اور دو توشک جامہ ہائے مصری، کہ ایک لیف خرما سے اور دوسری کو پشم گوسپند سے بھرا تھا۔ اور چار تکیے پوست طائف کے انکو گیاہ اذخر سے بھرا تھا اور ایک پردہ پشم اور بوریا اور چکی اور بادیہ مسی اور ایک ظرف پوست پانی پینے کا اور کاسہ چوبیں دودھ کے لئے اور ایک مشک پانی کے لئے اور ایک آفتابہ قیراندود اور ایک سبوئی سبز اور کوزہ ہائے سفالین خرید کئے جب سب اسباب خرید چکے۔ بعض اشیاء ابوبکرؓ نے اور سب اصحابؓ نے بھی اسباب مذکورہ اٹھایا اور حضرت رسولؐ کی خدمت میں لائے۔ حضرت ہر ایک چیز کو دست مبارک میں اٹھا کر ملاحظہ فرماتے اور کہتے تھے خداوندا میرے اہلبیت پر مبارک کر۔(۲۲) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ کی دوستی کے علاوہ حضرت رسول پاکؐ کو بھی ابوبکرؓ پر اسقدر بھروسہ و اعتماد تھا کہ جہیز فاطمہؓ کی خرید پر بھی وہی مامور ہوئے اور سب اسباب انکے مشورہ سے خریدا گیا۔ دشمنوں کو بھی ایسے مبارک اہم کام کے لئے منتخب کیا جاتا ہے؟

سیزدھم:- صدیق اکبرؓ کی حضورؐ سے آخری باتیں۔

جلاء العیون اردو ص۲۷ میں لکھا ہے ثعلبی نے روایت کی ہے کہ جس وقت مرض حضرت رسول کریمؐ پر سنگین ہوا۔ اسوقت ابوبکرؓ آئے اور کہا۔ یا حضرت! آپ کس وقت انتقال کریں گے؟ حضرتؐ نے فرمایا۔ میری اجل حاضر ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ آپ کا بازگشت کہاں ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا۔ جانب سدرۃ المنتہیٰ وجنت الماویٰ۔ و رفیق اعلےٰ و عیش گوارا اور جرعہائے شراب قرب حق تعالیٰ میری بازگشت ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ آپکو غسل کون دیگا؟ حضرتؐ نے فرمایا۔ جو میرے اہلبیت سے ہے، مجھ سے بہت قریب ہے۔ ابوبکرؓ نے پوچھا۔ کس چیز میں آپکو کفن کریں گے؟ حضرتؐ نے فرمایا۔ انھیں کپڑوں میں ہوئیں پہنے ہوں یا جامہ ہائے یمنی و مصری ہیں۔ ابوبکرؓ نے پوچھا۔ کس طرح آپ پر نماز پڑھیں؟ اسوقت جوش و خروش اور غلغلہ آواز مردم بلند ہوا۔ اور در و دیوار کانپنے لگے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ صبر کرو۔ خدا تم لوگوں سے عفو کرے۔ انتہیٰ۔

اب شیعہ سے پوچھا جاتا ہے کہ ابوبکرؓ معاذ اللہ عجیب منافق تھے کہ آخر وقت میں بھی حضور علیہ السلام دانہ کی باتیں اور وصیتیں اسی کو سناتے رہے۔ آخری وقت تو انسان تمام دنیوی علائق سے آزاد ہو کر صرف متوجہ الی اللہ ہو جاتا ہے۔ اور اسوقت وہی بھلا معلوم ہوتا ہے جو مقرب الی اللہ ہو۔ پاک لوگ آخری دم میں کبھی بھی ناپاک لوگوں کو پاس پھٹکنے نہیں دیتے۔ غرض حضور علیہ السلام کو اپنے محب صادق ابوبکرؓ صدیق سے اس درجہ محبت و پیار تھا کہ بوقت نزع بھی اسی کو شرف ہمکلامی بخشا۔ (خوشحال ابوبکرؓ)

چہاردہم:- شیعہ کی متعدد کتب میں شیخینؓ کی نسبت حضرت امام جعفرؓ سے مروی یہ حدیث موجود ہے

هُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَيْهِ فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط

ترجمہ :- ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں امام عادل اور با انصاف حق پر تھے۔ حق پر ہی فوت ہوئے۔ ان دونوں پر خدا کی رحمت ہو قیامت کے دن۔

پانزدہم :- منہج البلاغۃ کی شرح کبیر مؤلفہ کمال الدین ابن میسم بحرانی جو ۶۷۷ھ ہجری میں تصنیف کی گئی۔ میں یوں درج ہے :- وَکَانَ اَفْضَلُهُمْ فِی الْاِسْلَامِ کَمَا زَعَمْتَ وَاَنْصَحَهُمْ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ الْخَلِیْفَةُ الصِّدِّیْقُ وَالْخَلِیْفَةُ الْفَارُوْقُ۔ ترجمہ :- حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ اسلام سب سے بہتر اور خدا اور رسولؐ کے بڑے مبلغ اسلام حضورؐ کے جانشین حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ تھے۔

اب میں پندرہ شہادت کتبِ شیعہ سے لکھ کر حضرات شیعہ کو دوازدہ ائمہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اسقدر روشن شہادات دربارہ تعریف اعتراف فضیلت و صدیقیت حضرت ابوبکرؓ دیکھ کر بھی تم لوگ ضد سے باز نہ آؤ گے؟ ہاں! مگر جن لوگوں کے دلوں پر شقاوت کی مہر لگ چکی ہے انکو کون ہدایت کرے۔ وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(۱) حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے متعلق ملّا باقر مجلسی شیعی نے بحار الانوار جلد ۴ کتاب السماء والعالم میں مسعود عیاشی سے یوں روایت کی ہے :- رَوَی الْعَیَّاشِیُّ عَنِ الْبَاقِرِ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِاَبِیْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ ۝

ترجمہ : مسعود عیاشی امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی اے خدا اسلام کو عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام کے اسلام لانے سے عزت بخش۔ سو حضورؐ کی دعا مستجاب ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی کیفیت صاحب حملہ حیدری یوں لکھتا ہے :-

نظم		ترجمہ
چناں بد کہ بوجہل زاں سرزنش	بکیفیتے شد عداوت منش	ایسا ہوا کہ ابوجہل حضرت رسول کی تنبیہ کرنے سے آپکا سخت
کہ جز قتل پیغمبر ذوالجلال	نبودش دگر ہیچ فکر و خیال	دشمن ہو گیا کہ بغیر قتل حضورؐ کے اسے کچھ نہ سوجھتا تھا۔
یکے روز میگفت با اشقیا	کہ آرد کسے گر سرِ مصطفےٰ	ایک روز کفار سے کہنے لگا کہ اگر کوئی شخص محمدؐ کا سر کاٹ لائے
ہزار اشتر از خود بہ بخشم باو	دو کوہاں سیہ دیدہ و سرخ مو	میں اسکو ہزار اونٹ ایسے انعام دونگا۔ جو دو کوہان رکھتے ہوں اور سرخ
ز دیبائے مصری و بردیمن	دگر سیم و زر بخشمش چند من	رنگ کے ہوں۔ مصری ریشمی شال اور یمنی چادر کے علاوہ بہت ہی سونا
عمر چوں شنید ایں سخن گفتنش	بجنبید عرقِ طمع در تنش	دونگا۔ عمرؓ نے جب اسکی یہ بات سُنی اور سیم و زر کی حرص میں تو جوش مارا

بادگفت سوگند اگر می خوری ۔ کہ از گفتۂ خویش ہم نگذری
من امروز خدمت رسانم بجا ۔ بیارم بہ پیشت سر مصطفےٰ
گرفت از ابوجہل اوّل قسم ۔ پس آنگاہ زد در رہ کیں قدم
بآں کار چوں رفت بیروں عمرؓ ۔ یکے گفت با او نداری خبر
کہ ہمشیرہ ات نیز با جفت خویش ۔ گرفت است دین محمدؐ بہ پیش
برآشفت ابوحفص زیں گفتگو ۔ بگفتا بریزم کنوں خون او
سوئے خانۂ خواہر خویش رفت ۔ چو آمد بہ نزدیک تر پیش رفت
چو آمد بہ پیش در ایستاد ۔ صدائے شنید و بآں گوش داشت
شنید آنکہ مے خواند مرد نکو ۔ کلامیکہ نشنید بد مثل او
عمر زد در و خواہرش باز کرد ۔ چو آمد درو شور آغاز کرد
درافتاد با جفت خواہر بجنگ ۔ گرفتش ز حلق بیفشرد تنگ
گلوئش بہ تنگی فشرد آنچناں ۔ کہ نزدیک شد تا شود قبض جاں
بنالید چوں خواہرش نوحہ گر ۔ بگفتش چہ خواہی ز ما اے عمرؓ
اگر شاد گردی ز ما ور ملول ۔ نمودیم دین محمدؐ قبول
کنوں گر کشی سر بداریم پیش ۔ ولے برنگردیم از دین خویش
چو بشنید زو ایں حکایت عمرؓ ۔ بدانست کو برنگردد مگر
بگفتش چہ دیدی تو از مصطفےٰ ۔ کہ گشتی بدینش چنیں مبتلا
بگفتا کلام خدائے جلیل ۔ کہ آرد با و حضرت جبرائیلؑ
شنیدیم و گرویدیم بالیقین ۔ کہ ہست آں کلام جہاں آفرین
عمر گفت زاں قول معجز اساس ۔ اگر یاد داری بخواں بے ہراس
برو خواہرش آیہ چند خواند ۔ عمر گوش چوں کرد حیراں بماند
دلش زاں شنیدن بسے نرم شد ۔ بسودائے اسلام سرگرم شد
ازاں پس بگشتند باہم رواں ۔ بنزد رسول خدائے جہاں
بدولت سرائے پیغمبرؐ شدند ۔ چو در بستہ دید حلقہ بدر زدند
یکے آمد و دید از پشت در ۔ کہ استادہ با تیغ بر در عمرؓ

ابوجہل کو کہا کہ اگر تو قسم کھائے اور اپنی بات پر قائم رہے
میں آج یہ خدمت بجا لاتا ہوں اور حضورؐ کا سر کاٹ لاتا ہوں
ابوجہل سے پہلے قسم لی ۔ پھر اس بات پر آمادہ ہوا ۔
جب اس کام کیلئے روانہ ہوا کسی نے کہا کہ تجھے خبر نہیں ہے
کہ تیری ہمشیرہ مع اپنے شوہر کے دین محمدیؐ میں داخل ہو چکی ہے
حضرت عمرؓ اس بات سے خفا ہوئے اور کہا ابھی اس کو قتل کرتا ہوں
اپنی ہمشیرہ کے گھر کو روانہ ہوئے اور جب گھر کے نزدیک پہنچ گئے
جب دروازہ پر کھڑے ہوئے تو آواز آرہی تھی جسے سُننے لگے
سنا کہ انکا بہنوئی ایک کلام پڑھ رہا تھا جسکی مثل آپ نے پہلے کلام نہ سنی تھی
حضرت عمرؓ نے دستک دی ہمشیرہ نے دروازہ کھولا تو حضرت عمرؓ نے داخل ہوتے ہی
اپنے بہنوئی سے لڑنے لگے اور اُسے گلے سے پکڑ کر خوب جھنجھوڑا
اس کا گلا گھونٹا کہ جان نکلنے لگی ۔
ہمشیرہ چلاتی ہوئی دوڑ کر آئی اور کہا اے عمرؓ ہم سے کیا چاہتا ہے؟
خواہ تو خوش ہو یا ناراض ہم نے تو دین محمدیؐ قبول کر لیا ہے ۔
اب اگرچہ ہمیں جان سے مار ڈالو ہم یہ سچا دین نہیں چھوڑیں گے ۔
جب حضرت عمرؓ نے ہمشیرہ سے یہ بات سُنی معلوم کیا اب یہ پھرنے کے نہیں
کیا تم نے محمدؐ سے کیا کچھ دیکھا ہے کہ اُسکے دین پر مبتلا ہوئے ۔
ہمشیرہ نے کہا خدا کا کلام سنا ہے جو حضرت جبرئیلؑ حضورؐ کے پاس لائے ہیں
ہم نے یہ کلام سُنا ہے اور ہمیں یقین ہوا ہے کہ بیشک یہ خدا کا کلام ہے ۔
حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ کلام معجز نظام اگر کچھ یاد ہو تو بے خطر پڑھو ۔
ہمشیرہ نے چند آیتیں پڑھیں جنکو سُنکر حضرت عمرؓ حیران ہوگئے
حضرت یہ آیات سُنکر موم ہو گئے اور اسلام کی محبت میں سرگرم ہوگئے
ازاں بعد سب مل کر حضور سرورِ عالمؐ کی خدمت میں چل پڑے ۔
حضورؐ کے دردولت پر حاضر ہوئے دروازہ بند دیکھ کر کھڑے ہوئے
ایک مسلمان آیا اور اس نے دروازہ کی پشت سے دیکھا کہ حضرت عمرؓ تلوار لئے کھڑے ہیں

بنزد نبیؐ رفت و احوال گفت	بماندند اصحاب اندر شگفت	نبی کریمؐ کے پاس جاکر حال بتایا اصحابِ رسولؐ اس بات سے متعجب ہوئے
چنیں گفت پس عمِ خیر البشر	کہ غم نیست بروئے کشائید در	پس رسولِ پاکؐ کے چچا بزرگوار نے فرمایا کچھ ڈر نہیں دروازہ کھول دو
گر از راہِ صدق آمدہ مرحبا	دگر باشد او را بخاطر دغا	اگر صدق دل سے آیا ہے تو مبارک اور اگر دل میں کچھ اور خیال ہے
بہ تیغے کہ دارد حمائل عمرؓ	تنش را سبکسار سازم ز سر	اسی تلوار سے جو کمر میں باندھے ہے عمر کا سر قلم کر دونگا۔
چو در باز کردند بر روئے او	در آمد عمرؓ بالب عذر گو	جب دروازہ کھولا حضرت عمرؓ معذرت کہتے ہوئے قدمبوس ہوئے۔
گرفتش بہ بر سرورِ انبیاؐ	نشاندش بجائے کہ بودش سزا	حضورؐ حضرت عمرؓ سے بغلگیر ہوئے اور ان کو عزت سے بٹھایا۔
بگفتند اصحاب ہم تہنیت	وز آن بیشتر یافت دیں تقویت	تمام اصحاب نے مبارکباد کہی اور حضرت عمرؓ کے اسلام سے دین کو
پس اصحاب دیں را شد ایں مدعا	کہ از خدمتِ سرورِ انبیاءؐ	مزید قوت حاصل ہوئی۔ اسکے بعد اصحاب نے کہا کہ اب تو حضورؐ کی خدمت
بسوئے حرمؐ آشکارا روند	نماز جماعت بجا آورند	میں عرض کرکے اب حرم شریف میں ہم علانیہ جاکر نماز باجماعت گزاریں
رسید ایں سخن چوں بعرضِ رسولؐ	ز خیر البشر یافت عز و قبول	جب یہ بات حضورؐ کے گوش گزار ہوئی حضورؐ نے منظور فرمایا۔

روایاتِ بالا سے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں جو حضرت عمرؓ کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ہیں:-

(۱) آپکا اسلام لانا حضور سرورِ کائناتؐ کی استجابتِ دُعا کا نتیجہ ہے اور نا ممکن ہے جس سینہ میں نورِ اسلام حبیب کبریا کی خاص توجہ و دُعا سے داخل ہُوا ہو پھر اُس میں ظلمت کفر و نفاق داخل ہو سکے۔

(۲) اسلام عمرؓ کسی دُنیوی لالچ یا طمع سے نہیں بلکہ صداقت اسلام دیکھنے اور کلام الٰہی کی قوتِ اعجاز کی خاص تاثیر ہونے کے سبب سے ہُوا تھا۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اتنی مُدت صحبتِ رسولِ پاکؐ کرنے اور تعلیم و تربیت پانے کے بعد پھر تاریکئ ضلالت و کفر عود کر آئیگی۔

(۳) حضرت عمرؓ کے اسلام کا خیر مقدم رسولِ پاکؐ اور اصحاب رسولؐ نے گرمجوشی سے کیا اور حضور علیہ السلام نے بغلگیر ہو کر جو برکات پہنچائیں اور اعزاز بخشا یہ حضرت عمرؓ کا ہی خاص حصہ تھا۔

(۴) یہ حضرت عمرؓ کے جلال و جبروت کا نتیجہ تھا کہ آپکے اسلام لاتے ہی شوکت اسلام دوبالا ہو گئی اور بجائے خفیہ عبادت کے خُدا کے گھر کعبۃ اللہ میں پہنچ کر نماز باجماعت پڑھی گئی اور کفار ناہنجار کو حضرت عمرؓ کی تیغ آبدار کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

جس روز آپ داخل دین مبین ہوئے — کعبہ میں جمع پھر نماز اہل دیں ہوئے
آہستہ سے اذاں جو کبھی خشمگیں ہوئے — فرمایا کیا مشرف دیں ہم نہیں ہوئے

نامِ خُدا و نامِ نبیؐ لو پکار کر
اب تم کو کس کا ڈر ہے اذاں دو پکار کر

(۲) شیعہ کی معتبر کتاب تاریخ ناسخ التواریخ صفحہ ۶۱۶ میں اسلام عمرؓ کے متعلق یوں لکھا ہے:- عرض کرد یا رسول اللہ از مہراں آمدہ ام کہ کیش مسلمانی گیرم۔ و کلمہ توحید بر زبان راندم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از اسلام عمرؓ چناں شاد شد کہ بانگ بلند تکبیر گفت و تکبیر آں حضرتؐ را اصحابؓ شنیدند و ہمہ بیک بار تکبیر گفتند و باستقبال عمرؓ بیروں آمدند۔ و آنگاہ عمرؓ گفت یا رسول اللہؐ کافراں لات و عزیٰ را آشکارا پرستش میکنند چرا باید خدائے را پنہانی پرستش کرد۔ پس آہنگ کعبہ کردند۔

ترجمہ:- عمرؓ نے عرض کی حضورؐ! میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ مذہب اسلام قبول کروں۔ یہ کہہ کر کلمۂ توحید پڑھا۔ آنحضرتؐ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے ایسے خوش ہوئے کہ بلند آواز سے تکبیر کہی۔ آپ کی تکبیر اصحابؓ نے سنی اور سب نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور حضرت عمرؓ کے استقبال کو باہر نکلے۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے عرض کی حضورؐ! کافر تو لات و عزیٰ کی پرستش ظاہر ہو کر کریں۔ ہم خدائے قدوس کی عبادت کیوں چھپ کر کریں؟ پھر انھوں نے کعبہ جانے کا ارادہ کر لیا:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علانیہ نماز پڑھنے کی اجازت فرمائی تو مصنف کتاب مذکور لکھتا ہے کہ سب لوگ کعبہ کو اس شان سے چلے کہ:-

"عمرؓ از جانب پیغمبرؐ و ابوبکرؓ از طرف دیگر و علی علیہ السلام از پیش و اصحابؓ از دنبال رواں شدند و عمرؓ با شمشیر خویش از پیش جملہ ہمی رفت و ازاں سوئے کفار قریشیاں چناں می پنداشتند کہ عمر رسول خدائے را آسیب خواہد رسانید۔ ناگاہ دیدند کہ پیش رسول خدا با شمشیر حمائل کردہ می آید گفتند ہاں عمرؓ ایں چہ گونہ گفت یا رسول خدا! ایمان آوردم و اگر کسے از شما بنا لائقی جنبش کند با ہمیں تیغش کیفر کنم و ایں شعر گفت

مَالِیْ اَرَاکُمْ کُلَّکُمْ قِیَامَا ... اَلْکَھْلَ وَالشُّبَّانَ وَالْغُلَامَا

قَدْ بَعَثَ اللّٰہُ لَنَا اِمَامَا ... مُحَمَّدٌ اَقَدْ شَرَعَ الْاِسْلَامَا

حَقًّا وَقَدْ یُکَسِّرُ الْاَصْنَامَا ... نَذُبُّ عَنْہُ الْخَالَ وَالْاَعْمَامَا

پس کافراں از عجز در خشم شدند و آہنگ کردند و عمرؓ نیز بہ پشتوانی علی السلام با ایشاں در آویخت آں جماعت از کعبہ بکنار کرد و رسولؐ خدا دو رکعت نماز بگذاشت و باز بخانہ شد۔ و اسلام عمرؓ را بدیگر گونہ روایت کردہ اند ہمانا ایں قصہ مختار افتاد۔ و بالجملہ بعد از اسلام بدر خانہ ابوجہل رفت و در بکوفت و ابوجہل چوں بانگ ازاں بشنید بیامد و در بکشود۔ و گفت مرحبا و اہلاً از چہ حاجت مرا یاد کردی و بدینجا شدی۔ گفت آمدم تا ترا آگہی دہم کہ ایمان بخدائے و رسولؐ آوردم ابوجہل در خشم شد و در بروئے بست و گفت قَبَّحَكَ اللّٰہُ وَقَبَّحَ مَا جِئْتَ بِہٖ

ترجمہ: عمرؓ آنحضرتؐ رسول صلعم کے پہلو میں تھے اور ابوبکرؓ دوسرے پہلو میں اور علیؓ سامنے اور دیگر اصحابؓ

پیچھے روانہ ہوئے اور حضرت عمرؓ اپنی تلوار لئے سب سے آگے چلے۔ ادھر کفارِ قریش منتظر تھے کہ حضرت عمرؓ حضور علیہ السلام کو ایذا دیں گے۔ ناگاہ اُنھوں نے دیکھا کہ وُہ تو رسولِ خدا کی اردلی میں تلوار حمائل کئے ہُوئے چلے آرہے ہیں۔ سب نے کہا ہاں عمرؓ! تمھاری کیا حالت ہے؟ اُنھوں نے کہا میں رسولِ خدا پر ایمان لایا ہُوں اور اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی نالائقی سے ذرہ بھی کچھ بیجا حرکت کریگا۔ تو اسی تلوار سے اسکا سر قلم کردُونگا۔ حضرت عمرؓ نے یہ عربی شعر پڑھے ؎ "کیا وجہ ہے کہ میں تم کو یہاں کھڑا ہُوا دیکھتا ہُوں۔ بُوڑھوں جوانوں اور بچوں کو بھی۔ بالتحقیق خدا نے ہمارے لئے ایک امام مبعوث کیا ہے جس کا اسمِ گرامی محمدؐ ہے جس نے سچا دین ہمارے لئے جاری کیا ہے۔ وُہ بُتوں کو توڑ دیں گے اور ہم اُنسے اپنے ناموس اور بچاؤں کو دُور ہٹا دیں گے۔" پس کافر غضب ناک ہوئے اور اُنھوں نے حضرت عمرؓ کے قتل کا ارادہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے بامداد علیؓ ان سے مقابلہ کرکے انکو کعبہ سے دُور ہٹا دیا۔ اور رسولِ خدا نے مسلمانوں کیساتھ کعبہ میں دُو۲ رکعت نماز ادا کی اور پھر گھر واپس چلے گئے۔ حضرت عمرؓ کے اسلام کو اور لوگوں نے دُوسری طرح بیان کیا ہے۔ مگر صحیح یہی روایت ہے۔ حضرت عمرؓ اسلام لانے کے بعد ابوجہل کے گھر گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا ابوجہل نے دروازہ کھولا اور آؤ بھگت کرکے کہا کہ آپ نے مجھے کیسے یاد کیا اور کس طرح تشریف لائے۔ آپ نے کہا کہ تجھے بتلانے آیا ہُوں کہ میں خدا اور اسکے رسُول پر ایمان لے آیا ہُوں۔ ابوجہل کو بہت غصہ آیا اور دروازہ بند کرلیا اور کہنے لگا۔ خُدا تمھارا بُرا کرے اور جو خبر تم لائے ہو اس کو بھی بُرا کرے"۔ اب جائے غور ہے کہ اسلام لاتے ہی حضرت عمرؓ کی حسنِ عقیدت کا یہ حال ہوگیا تھا کہ دینِ حق کے پاس میں کفار سے دُوبدُو ہوگئے اور اُن کو للکارا کہ اگر ذرہ برابر بھی رسُولِ پاکؐ کی شان عالی میں بے ادبی سے پیش آؤ گے تو میری تلوار ہے اور تمھارا سر۔ پھر کس بہادری سے ابوجہل جیسے خطرناک دُشمنِ دین کے گھر تن تنہا جاکر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ کیا ایسی جرأت کوئی شخص کرسکتا ہے؟ پھر حضور علیہ السلام جن کو علوم اوّلین و آخرین سب معلوم تھے، اسلام عمرؓ پر اسقدر خوشی کیوں مناتے۔ اگر معلوم تھا کہ بالآخر اُس نے اسلام سے پھر جانا ہے اور تیرے اہلبیت کو تکلیف پہنچانی ہے۔ شیعو! خُدارا انصاف کرو۔ اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ۔

(۳) نہج البلاغت صفحہ ۱۸۷ میں ہے:۔

وَمِنْ کَلَامٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَقَدْ شَاوَرَہٗ عُمَرُؓ فِی الْخُرُوْجِ اِلٰی غَزْوَۃِ الرُّوْمِ بِنَفْسِہٖ وَقَدْ تَوَکَّلَ اللّٰہُ لِاَھْلِ ھٰذَا الدِّیْنِ بِاِعْزَازِ الْحَوْزَۃِ وَسَتْرِ الْعَوْرَۃِ وَالَّذِیْ نَصَرَھُمْ وَھُمْ قَلِیْلٌ لَّا یَنْتَصِرُوْنَ وَمَنَعَھُمْ وَھُمْ قَلِیْلٌ لَّا یَمْتَنِعُوْنَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ اِنَّکَ مَتٰی تَسِرْ اِلٰی ھٰذَا الْعَدُوِّ

بِنَفْسِكَ فَتَلْقَهُمْ فَتُنْكَبْ لَا تَكُنْ لِلْمُسْلِمِينَ كَانِفَةٌ دُونَ اَقْصٰى بِلَادِهِمْ لَيْسَ بَعْدَكَ
مَرْجِعٌ يَرْجِعُونَ اِلَيْهِ فَابْعَثْ اِلَيْهِمْ رَجُلًا مُجَرَّبًا وَاحْفِزْ مَعَهُ اَهْلَ الْبَلَاءِ وَالنَّصِيحَةِ
فَاِنْ اَظْهَرَ اللّٰهُ فَذَاكَ مَا تُحِبُّ وَاِنْ تَكُنِ الْاُخْرٰى كُنْتَ رِدْءًا لِلنَّاسِ وَمَثَابَةً لِلْمُسْلِمِينَ

ترجمہ:۔ "جب خلیفہ ثانی عمرؓ نے روم پر چڑھائی کی اور حضرت علی رضؓ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا۔ نوحی اسلام کو غلبۂ دشمن سے بچانے اور مسلمانوں کی شرم رکھنے کا اللہ ہی کفیل ہے۔ وہ ایسا خدا ہے جس نے انھیں اسوقت فتح دی ہے جب اُن کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ اور کسی طرح فتح نہیں پا سکتے تھے۔ انھیں اس وقت مغلوب ہونے سے روکا ہے جب یہ کسی طرح روکے نہیں جا سکتے تھے۔ اور وہ خداوندِ عالم حی لا یموت ہے۔ اب اگر تو خود دشمن کی طرف کوچ کرے اور تکلیف اُٹھائے تو یہ سمجھ لے کہ پھر مسلمانوں کو انکے اقصائے بلاد تک پناہ نہ ملے گی۔ اور تیرے بعد کوئی ایسا مرجع نہ ہوگا جس کی طرف وہ رجوع کریں۔ لہٰذا تو دشمنوں کی طرف اُس شخص کو بھیج جو کارآزمودہ ہو۔ اس کے ماتحت ان لوگوں کو روانہ کر دو جو جنگ کی سختیوں کے متحمل ہوں اور اپنے سردار کی نصیحت کو قبول کریں۔ اب اگر خدا غلبہ نصیب کرے گا تب تو وہ چیز ہے۔ جسے تو دوست رکھتا ہے اور اگر اسکے خلاف ظہور میں آیا تو ان لوگوں کا مددگار اور مسلمانوں کا مرجع تو موجود ہے۔" (نیرنگِ فصاحت ص۱۹)۔

ہم نے جناب امیر علیہ السلام کے عربی کلام کا ترجمہ شیعہ کی کتب نیرنگ فصاحت سے لیا ہے تاکہ ان کو یہ عذر نہ ہو کہ ترجمہ میں کچھ دست اندازی کی گئی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کے اس کلام سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:۔

(۱) حضرت عمر رضؓ کو حضرت علی المرتضیٰ پر پورا اعتماد و بھروسہ تھا۔ اور باہمی کامل اتحاد تھا کہ ہر ایک معاملہ میں اُن سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ ورنہ یہ مسلّم ہے کہ کوئی شخص اپنے دشمن سے ایسے اہم معاملہ میں ہرگز مشورہ نہیں لیا کرتا۔

(۲) حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمر رضؓ کو مسلمانوں کا ملجا و ماویٰ سمجھتے تھے۔ اور انکو کچھ صدمہ پہنچ جانا صدمۂ اسلام تصور فرماتے تھے اسی وجہ سے آپ نے حضرت عمر رضؓ کو یہ مشورہ نہ دیا کہ اس مہم میں بذاتِ خود میدان کارزار میں جائیں۔ اگر خدانخواستہ باہمی کدورت ہوتی اور حضرت علی رضؓ حضرت عمر رضؓ کے خیر خواہ نہ ہوتے تو یہ مشورہ کیوں دیتے کہ آپ لڑائی میں نہ جائیں۔ تاکہ کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے۔ بلکہ اُن کی تو یہ خواہش چاہئے تھی کہ یہ خود وہاں جائیں۔ ان کا وہاں کام تمام ہو اور آپ کے لئے جگہ خالی ہو۔ غرض جناب امیر رضؓ کا یہ مشورہ دینا کہ آپ میدانِ جنگ میں نہ جائیں بلکہ کسی آزمودہ کار جرنیل کو بھیجدیں، اسکا بیّن ثبوت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمر رضؓ کے صادق الوداد دوست تھے۔

(۳) حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمرؓ کی کامیابی کو کامیابیٔ اسلام تصور کرتے تھے اسلئے انکو تسلی دی کہ از دمتعال تمہارا اور مسلمانوں کا خود حافظ و ناصر ہے۔ جب مسلمان تھوڑے سے تھے اسوقت بھی انکی حفاظت فرمائی۔ اور اب تو خدا کے فضل سے مسلمانوں کی تعداد کثیر ہے۔ پھر اسکی تائید و نصرت پر کیوں بھروسہ نہ کیا جائے۔ جناب امیر علیہ السلام کے کلام سے یار لوگوں کی اس گھڑت کی بھی تردید ہوتی ہے کہ مسلمان بعد وفات رسولؐ صرف تین چار ہی رہ گئے تھے۔ ایسا ہوتا تو آپ یوں فرماتے کہ پہلے مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی۔ اب گنتی کے چند آدمی مسلمان رہ گئے ہیں۔ انکو اس مہم پر بھیجو تو فتح ہو گی ورنہ شکست۔

(۴) نہج البلاغت صـ۱۹۷ میں دوسرا خطبہ جناب امیر علیہ السلام ہ

وَمِنْ کَلَامِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدِ اسْتَشَارَہٗ فِی غَزْوَۃِ الْفُرْسِ بِنَفْسِہٖ اِنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ لَمْ یَکُنْ نَصْرُہٗ وَلَاخِذْلَانُہٗ بِکَثْرَۃٍ وَلَا بِقِلَّۃٍ وَھُوَ دِیْنُ اللّٰہِ الَّذِیْ اَظْھَرَہٗ وَجُنْدُہُ الَّذِیْ اَعَدَّہٗ وَاَمَدَّہٗ حَتّٰی بَلَغَ مَا بَلَغَ وَطَلَعَ حَیْثُ مَا طَلَعَ وَنَحْنُ عَلٰی مَوْعُوْدٍ مِنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ مُنْجِزٌ وَعْدَہٗ وَنَاصِرٌ جُنْدَہٗ وَمَکَانُ الْقَیِّمِ بِالْاَمْرِ مَکَانَ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ یَجْمَعُہٗ وَیَضُمُّہٗ فَاِذَا انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ الْخَرَزُ وَذَھَبَ ثُمَّ لَمْ یَجْتَمِعْ بِحَذَافِیْرِہٖ اَبَدًا وَالْعَرَبُ الْیَوْمَ وَاِنْ کَانُوْا قَلِیْلًا فَھُمْ کَثِیْرُوْنَ بِالْاِسْلَامِ وَعَزِیْزُوْنَ بِالْاِجْتِمَاعِ فَکُنْ قُطْبًا وَاسْتَدِرِ الرَّحٰی بِالْعَرَبِ وَاَصْلِھِمْ دُوْنَکَ نَارَ الْحَرْبِ فَاِنَّکَ اِنْ شَخَصْتَ مِنْ ھٰذِہِ الْاَرْضِ انْتَقَضَتْ عَلَیْکَ الْعَرَبُ مِنْ اَطْرَافِھَا وَاَقْطَارِھَا حَتّٰی یَکُوْنَ مَا تَدَعُ وَرَاءَکَ مِنَ الْعَوْرَاتِ اَھَمَّ اِلَیْکَ مِمَّا بَیْنَ یَدَیْکَ اِنَّ الْاَعَاجِمَ اِنْ یَنْظُرُوْا اِلَیْکَ غَدًا یَقُوْلُوْا ھٰذَا اَصْلُ الْعَرَبِ فَاِذَا اقْتَطَعْتُمُوْہُ اسْتَرَحْتُمْ فَیَکُوْنُ ذٰلِکَ اَشَدَّ لِکَلَبِھِمْ عَلَیْکَ وَطَمَعِھِمْ فِیْکَ فَاَمَّا مَا ذَکَرْتَ مِنْ مَسِیْرِ الْقَوْمِ اِلٰی قِتَالِ الْمُسْلِمِیْنَ فَاِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ ھُوَ اَکْرَہُ لِمَسِیْرِھِمْ مِنْکَ وَھُوَ اَقْدَرُ عَلٰی تَغْیِیْرِ مَا یَکْرَہُ وَاَمَّا مَا ذَکَرْتَ مِنْ عَدَدِھِمْ فَاِنَّا لَمْ نَکُنْ نُقَاتِلُ فِیْمَا مَضٰی بِالْکَثْرَۃِ اِنَّمَا نُقَاتِلُ بِالنَّصْرِ وَالْمَعُوْنَۃِ

ترجمہ: جب حضرت عمرؓ نے غزوۂ فارس میں بذاتِ خود جانا چاہا اور امیر علیہ السلام سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا۔ دینِ اسلام کا غالب آنا اور مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت و قلت پر موقوف نہیں ہے۔ یہ اسلام اس خدا کا دین ہے جس نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے اور لشکر اسلام اس خدا کی فوج ہے جس نے اس کی ہر جگہ نصرت و تائید کی اور اسے ایک بلند مرتبہ پر پہنچا دیا۔ ان کا آفتاب وہاں سے طلوع ہوا جہاں سے طلوع ہونا تھا۔ ہم لوگ اس وعدۂ خداوندی پر کامل یقین کے ساتھ راسخ القدم ہیں جو اس نے غلبۂ اسلام

کے بارے میں فرمایا۔ بیشک وہ اپنے وعدوں کا وفا کرنے والا ہے۔ وہ اپنی سپاہ کا مددگار ہے۔ دینِ اسلام کے پیشوا مختارِ کار (خلیفہ) کا مرتبہ رشتۂ مروارید کی مثل ہے۔ جو موتی کے دانوں کو ایک نظام میں منسلک رکھتا ہے اگر رشتہ ٹوٹ جائے تو تمام دانے متفرق ہو کر بکھر جاتے ہیں۔ پھر اجتماع کامل مشکل ہے۔ آج کے روز اہلِ عرب اگرچہ قلیل ہیں لیکن شوکتِ اسلام انہیں کثیر ظاہر کر رہی ہے۔ یہ اپنے اتفاق و اجتماع کی وجہ سے یقیناً دشمن پر غالب ہوں گے۔ تم ان کے لئے قطب آسیا بنو۔ اور آسیائے جنگ کو گروہِ عرب کے ساتھ گردش دو۔ اور اپنے سوائے کسی دوسرے شخص کے ماتحت بنا کر آتشِ جنگ کو برافروختہ کرو۔ کیونکہ اگر تم مدینہ سے باہر چلے گئے تو عرب کے تمام قبائل اطراف و اکناف سے یک لخت ٹوٹ پڑیں گے۔ اس وقت پیچھے رہنے والی مستورات کی حفاظت تم پر اس چیز سے زیادہ مقدم ہو جائے گی جو تمہارے سامنے (جنگ) موجود ہے۔ دوم: یہ کہ اہلِ ایران تجھے دیکھیں گے تو کہیں گے۔ بس یہی ان عربوں کا سردار ہے۔ اگر اس کا کام تمام کر دو تو پھر تمہیں ہر طرح سے آرام ہے۔ بے شک یہ اقوال تمہاری لڑائی پر انھیں حریص کر دیں گے اور تمہاری گرفتاری کی از حد طمع کریں گے۔ اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ ایرانی فوج مسلمانوں پر چڑھائی کر رہی ہے۔ سو پروردگارِ عالم ان کی اس حرکت کو تم سے زیادہ مکروہ سمجھتا ہے اور وہ بیشک جس امر سے کراہت رکھتا ہے اس کی تغییر پر پورا پورا قادر ہے۔ اور یہ بات کہ حملہ آور کی تعداد زیادہ ہے۔ سو یہ خیال کرو کہ ہم گروہ اصحاب رض نے عہدِ پیغمبر علیہ السلام میں کبھی دشمن کے ساتھ کثیر التعداد لشکر سے کر جنگ نہیں کی بلکہ ہمیشہ خداوندِ عالم کی نصرت معونت ہمارے شاملِ حال رہی ہے۔ اور اب صرف اسی کی نصرت و امداد کے بھروسہ پر کفار سے قتل و قتال کرتے رہے ہیں۔ (نیرنگِ فصاحت صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱)

جناب امیر علیہ السلام کے اس فصیح و بلیغ خطبے میں (قیمتی مشورہ) آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ اور خلیفہ دوم حضرت عمر رض باہم شیر و شکر تھے۔ دونوں کو ایکدوسرے پر مکمل اعتماد و بھروسہ تھا۔ اس میں بھی غزوہ روم کی طرح جب امیر المومنین فاروق اعظم رض نے اسد اللہ الغالب سے مشورہ طلب کیا تو آپ نے کمال خیر خواہی سے ان کو یہی مشورہ دیا کہ آپ بذاتِ خود معرکۂ کارزار میں تشریف نہ لیجائیں۔ ایسا نہ ہو کہ ایرانی آپ کو لشکرِ اسلام کا قائدِ اعظم سمجھ کر یکبارگی ٹوٹ پڑیں۔ آپکو نقصان پہنچانے کی سعی کریں۔ اگر خدانخواستہ باہمی دشمنی ہوتی تو حضرت علی رض کو خوب موقعہ ہاتھ آگیا تھا۔ یہی صلاح دیتے کہ تم خود لڑائی پر جاؤ تاکہ تم وہاں مارے جاؤ اور خلافت کی گدی ہمارے لئے خالی ہو۔ آپ کا یہ فرمانا کہ مکان القیم بالامر مکان النظام من الخرز (صاحب[1] اختیار خلیفہ کی مثال رشتۂ مروارید کی سی ہے۔ رشتہ ٹوٹ جائے تو موتی بھی کہیں کے کہیں بکھر جاتے ہیں)۔ تو اس امر پر ناطق فیصلہ ہے کہ حضرت علی رض المرتضیٰ حضرت عمر رض کو

---

[1] حاشیہ صفحہ ۱۱۲ پر ملاحظہ ہو۔

کو برحق خلیفہ سمجھتے تھے ۔ ورنہ یہ مثال کیوں دیتے ۔ شیر خدا کی نگاہ میں فاروق اعظم رضؓ کی ذات باعث بقاءِ اسلام و اسلامیان تھی اور آپ صدق دل سے آپ کی سلامتیٔ جان کے متمنی تھے ۔

(۴) آپ نے حضرت عمر رضؓ کو آسیائے اسلام کا قطب اور محور قرار دیا۔ اس سے زیادہ واضح دلیل اس امر کی کیا ہوسکتی ہے کہ آپ حضرت عمر رضؓ کو سچا خلیفۂ رسول اور پیشوائے اسلام سمجھتے تھے ۔ غرض اس خطبہ کا لفظ لفظ فاروق اعظم رضؓ کی تعریف سے پر ہے ۔ پھر حضرات شیعہ کو شرم کرنی چاہیئے کہ جس شخص کی تعریف حضرت علی المرتضیٰ فرمائیں اسکو تم منافق کہو۔ شرم! شرم!! شرم!!!

(۵) اصول کافی صـ۲۹۶ میں ہے: عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قَدِمَتْ بِنْتُ یَزْدَجَرْدَ عَلٰی عُمَرَ اَشْرَفَ لَھَا عَذَارٰی الْمَدِیْنَۃِ وَاَشْرَقَ الْمَسْجِدُ بِضَوْئِھَا لَمَّا دَخَلَتْہُ فَلَمَّا نَظَرَ اِلَیْھَا عُمَرُ غَطَّتْ وَجْھَھَا وَقَالَتْ اُفٍّ بِیْرُوْجَ بَادَا ھُرْمُزْ فَقَالَ عُمَرُ اَتَشْتُمُنِیْ ھٰذِہٖ وَھَمَّ بِھَا فَقَالَ لَہٗ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَیْسَ ذٰلِكَ لَكَ خَیِّرْھَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاحْسِبْھَا بِفَیْئِہٖ فَخَیَّرَھَا فَجَاءَتْ حَتّٰی وَضَعَتْ یَدَھَا عَلٰی رَأْسِ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَا اسْمُكِ فَقَالَتْ جَھَانْ شَاہْ فَقَالَ لَھَا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ بَلْ شَھْرَبَانُوْیَہْ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَیْنِ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ لَیَلِدَنَّ مِنْھَا خَیْرُ اَھْلِ الْاَرْضِ فَوَلَدَتْ عَلِیَّ ابْنَ الْحُسَیْنِ۔

ترجمہ: امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب یزدگرد (شاہِ ایران) کی بیٹی (مال غنیمت) میں حضرت عمر رضؓ کے پاس آئی تو مدینہ کی کنواری لڑکیاں اس کو دیکھنے کیلئے آئیں اور جب وہ مسجد میں داخل ہوئی تو مسجد اس کی روشنی سے چمکنے لگی ۔ حضرت عمر رضؓ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا۔ "افیروج بادا ہرمز" حضرت عمر رضؓ نے کہا ۔ "کیا یہ مجھے گالی دیتی ہے ؟" اور اس کو سزا دینے کا ارادہ کیا ۔ تو امیر المومنین علیہ السلام نے کہا کہ ایسا آپ کو نہ چاہیئے ۔ آپ اسکو اختیار دیجیئے کہ جس مسلمان کو چاہے پسند کرے ۔ اور اسکو اسکے حصہ میں تجویز کیجیئے ۔ تو حضرت عمر رضؓ نے اس کو اختیار دے دیا ۔ اس نے جا کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر پر ہاتھ رکھ دیا ۔ امیر المومنین نے پوچھا ۔ "تمھارا نام کیا ہے ؟" اس نے کہا ۔ "جہان شاہ" امیر المومنین

حاشیہ صـ۱۱۶ لـہ قاموس جلد ۳ صـ۹۲ میں ہے ۔ قیم الامر المصلح لہ والقرآن والنبیؐ والخلیفۃ وقائد الجند قیم الامر وہ ہے جو اس امر کا مصلح ہو ۔ قرآن ۔ نبی اور خلیفہ اور سالار لشکر پر اس کا اطلاق ہوتا ہے ۔ گویا جناب امیر کا حضرت عمر رضؓ کو امر (اسلام) کا قیم فرمانا ان کی خلافت کا اعتراف صریح ہے ۔

نے فرمایا۔ نہیں! بلکہ شہربانو۔ حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا۔ اے ابو عبداللہ! اس سے تمہارا ایک فرزند پیدا ہوگا جو تمام روئے زمین کے لوگوں سے بہتر ہوگا۔ چنانچہ زین العابدین پیدا ہوئے۔

اس حدیث سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:۔

(۱) حضرت علی رضؓ اور امام حسین رضؓ حضرت عمر رضؓ کی بارگاہِ خلافت میں ہمیشہ باریاب رہتے تھے اور مالِ غنیمت میں، جو فتوحاتِ عمر رضؓ سے حاصل ہوتا تھا، برابر حصہ لیتے تھے۔

(۲) حضرت عمر رضؓ کو حضرت علی رضؓ اور آپ کے شہزادہ امام حسینؑ سے اسقدر محبت تھی کہ آپ نے شاہی خاندان کی ایک پری جمال خاتون (شہزادی شہربانو) حضرت امام حسینؑ کو بخشدی جو تمام سادات کی جدۂ علیا ہے۔

(۳) جناب امیر علیہ السلام حضرت عمر رضؓ کی خلافت کو جائز خلافت اور آپ کو برحق خلیفہ سمجھتے تھے۔ اسی لئے یہ عطیہ قبول کیا۔ ورنہ ایک کافر یا منافق کی فتوحات کا مالِ غنیمت ایک متقی متورع مسلمان کو اپنی ذات و اولاد کے لئے لینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

سادات پر حضرت عمر رضؓ کا بھاری احسان

شیعہ سادات اگر احسان فراموش نہ ہوں تو حضرت عمر رضؓ کے بارِ منت سے وہ قیامت تک سبکدوش نہیں ہوسکتے۔ اگر حضرت عمر رضؓ بکمالِ ایثار حضرت شہربانو حضرت امام حسینؑ کو نہ بخشدیتے۔ نہ زین العابدین کا وجودِ مسعود ظہور پذیر ہوتا۔ نہ اسکی پشت سے سادات ہی پیدا ہوتے۔ یہ بھی معلوم ہو کہ معاذاللہ اگر حضرت عمر رضؓ مسلمان نہ تھے تو اُن کا بخشا ہوا مالِ غنیمت نہ حضرت علی رضؓ نہ حضرت امام حسینؑ کو لینا حلال ہوتا تو پھر حضرت شہربانو کا نکاح بھی جائز نکاح نہ ہوسکتا تھا۔ اسلئے اس امر کے جوابدہ شیعہ سادات ہیں کہ جب معاذاللہ تزویج ہی صحیح نہیں تو اولاد کیسے رشید ہوسکتی ہے۔ بغرض ہمارے شیعہ بھائی سوچیں کہ یہ برا عقیدہ حضرت عمر رضؓ کو کافر و منافق سمجھنا کیا کچھ خرابیاں پیدا کرتا ہے۔ بھائیو سوچو! اور خوب غور کرو۔

ایک اور بات

پھر قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت شہربانو شہزادی کی بخشش بجائے خود بھی ایک بڑی ایثار کی بات

تھی کہ اپنی اولاد پر حضرت امام حسینؑ کو ترجیح دے کر شہزادی شہربانو ان کو نکاح کر دی گئی۔ وگرنہ اگر ان کی دلی منشاء نہ ہوتی۔ تو شہزادی کا امام حسینؑ کو پسند کرنا یا امیر علیہ السلام کی سفارش کا کیا اثر ہو سکتا تھا؟ شیعہ کہتے ہیں کہ شیخین نے باوجود مشکلکشا اور خاتون کی منت خوشامد کے باغ فدک ان کو نہ دیا تو شہربانو کا گرانقدر عطیہ کیسے مل سکتا تھا۔ علاوہ ازیں شہزادی جس وقت قید ہو کر آئیں تو وہ بیش قیمت شاہانہ پوشاک اور گراں بہا زیورات پہنے ہوئے تھیں۔ اُن کے زیورات میں اسقدر جواہرات جڑے ہوئے تھے کہ جن کی قیمت سے فدک جیسے کئی باغ خریدے جا سکتے تھے۔ جو شہربانو معہ لباسِ فاخرہ زرنگار و زیورات و جواہرات حضرت امام حسینؓ کے حوالہ کر دی گئیں۔ اگر حضرت عمرؓ کو بزعم شیعہ اہلبیت سے عداوت ہوتی تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔ غرض حضرت بانو کا عطیہ تمام بیجا مطاعن شیعہ کا ایسا مکمل جواب ہے جس کا کوئی جواب الجواب نہیں ہو سکتا۔ شیعہ سخت احسان فراموش اور ناشکر گزار ہیں کہ باوجود اسقدر احسانات کے پھر ان کی شکایت کرتے ہیں۔ خدا اُن کو ہدایت کرے۔

(۷) حیات القلوب جلد ۲ صـ۲۰۳ میں ہے:-

"خاصہ وعامہ روایت کردہ اند کہ در جنگِ احزاب آنحضرت کندن خندق را در میان صحابہ بہ قسمت فرمودہ کہ ہر چہل ذراع را دہ نفر حفر نمایند پس در حصہ سلمانؓ و حذیفہؓ زمین بسنگے رسید کہ کلنگ در آں اثر نمی کرد چوں سلمانؓ بخدمت آنحضرت عرض کرد از مسجد احزاب زیر آمد و کلنگ را از ایشاں گرفت و سہ مرتبہ برقے ساطع می شد کہ جہاں روشن می شد واللہ اکبر می گفت و صحابہؓ اللہ اکبر می گفتند پس فرمود کہ برق اول قصر یمن را دیدم و خدا آں را بمن داد۔ دوم قصر ہائے شام را دیدم و ملکِ بادشاہان عجم بمن داد۔ پس خدا فرمود: لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ط

ترجمہ: خاص و عام نے روایت کیا ہے کہ جنگِ احزاب میں حضور علیہ السلام نے خندق کی کھدائی کا کام صحابہ کرام میں اسطرح تقسیم کیا کہ دس دس اشخاص چالیس چالیس گز کی کھدائی کریں۔ جو زمین حضرت سلمان رضؓ اور حذیفہ رضؓ کے درمیان تقسیم تھی اس میں ایک پتھر آگیا۔ انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا تو حضور مسجد احزاب سے اُتر آئے اور ان سے ہتھیار لے کر تین دفعہ پتھر پر رسید کیا۔ ہر مرتبہ پتھر کا تیسرا حصہ اُڑ گیا۔ اور ہر دفعہ کی ضرب سے پتھر سے روشنی نکلی جس سے جہان روشن ہو گیا حضور علیہ السلام نے نعرۂ تکبیر بلند فرمایا۔ صحابہؓ نے بھی تکبیر کہی حضورؐ نے فرمایا کہ پہلی روشنی میں میں نے یمن کے محلات دیکھ لئے کہ خدا نے وہ ملک مجھے دیدیا۔ دوسری میں شام کے محلات نظر آئے وہ ملک بھی خدا نے مجھے عطا فرمایا تیسرے میں مدائن کے چوبارے دکھائی دیئے اور خدا نے بادشاہانِ عجم کی سلطنت مجھے بخش دی۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خدا اس دین کو غالب کرے گا خواہ کفار برا منائیں۔"

یہی واقعہ فروعِ کافی جلد دوم صہ ۱۰۲ میں بروایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام درج ہے اور صاحبِ حملۂ حیدری نے بھی اس کو نظم میں لکھا ہے۔

نظمِ فارسی

بداں فاقہ و ضعف سالار دیں　ستد تیشہ از دستِ انصار دیں
چو برداشت فولاد خارا شگاف　در آمد بزنہار زاناں کوہ قاف
بنام خدائی جہاں آفریں　بزد تیشہ را سیّد المرسلیں
کہ یک گوشۂ سنگ از ہم شکست　وزاں دو قت برقی ازاں سنگ جست
کہ روشن شد آں دشت صحرا تمام　برآورد تکبیر خیر الانام
بضربِ دوم ضلع دیگر شکست　بداں گونہ برقی ازاں بارہ جست
بفرمود تکبیر بارِ دوم　بزد پس براں سنگ ضربِ سوم
دریں بار ہم جست برقی چناں　نبی شد بہ تکبیر رطب اللساں
شد ایں بار آں سنگ زیر و زبر　نماند احتیاجش بضربِ دگر
در آندم بدو گفت سلماںؓ چنیں　کہ اے خاک راہت سپہر بریں
چہ بد ایں و باشد چہ تعبیرِ آں　بہ تکبیر چوں برکشودی زباں
بپاسخ چنیں گفت خیر البشر　کہ چوں جست برقی نخست از حجر
نمودند ایوان کسریٰ بمن　دوم قصرِ روم و سوم از یمن
سبب را چنیں گفت روح الامیں　کہ بعد از من اعوان و انصار دیں
بریں مملکت ہا مسلط شوند　بآئین من اہل آں بگروند
بدیں مژدہ در شکر و لطفِ خدا　بہر بار تکبیر کردم ادا
شنیدند آں مژدہ چو مومناں　کشیدند تکبیر شادی کناں

باوجود گرسنگی اور نحافت بدن کے حضور علیہ السلام نے جب خدا کا نام لیکر پتھر پر تیشہ کی ضرب ماری تو پہاڑ بھی لرز گئے۔ پہلی ضرب سے کچھ حصہ ٹوٹ پڑا اور ایسی روشنی نکلی کہ تمام بیابان بقعۂ نور ہو گیا۔ تب حضور علیہ السلام نے تکبیر پڑھی۔ دوسری ضرب سے پتھر کا اور ٹکڑا اڑا اور ویسے ہی روشنی ہوئی۔ اور پھر تکبیر فرمائی۔ تیسری دفعہ بھی یہی کیفیت ہوئی۔ تو حضرت سلمان رضؓ نے حضور صلعم سے دریافت کیا کہ حضور! یہ کیا ماجرا تھا؟ اور حضور نے کیوں تکبیر فرمائی؟ حضور علیہ السلام نے جواب دیا کہ جب پہلی ضرب سے پتھر سے شعلۂ نور اٹھا تو ایوان کسریٰ مجھے دکھائے گئے۔ دوسری ضرب سے محلات روم۔ تیسری میں یمن نمودار ہوئے اس کا سبب جبرائیل نے یہ بتایا کہ میرے بعد میرے تابعداران جو اس دین کے اعوان و انصار ہوں گے، ان ممالک کو فتح کریں گے اور میری طرح ان میں حکمرانی کریں گے۔ اس بشارت پر میں نے ہر دفعہ شکریہ کے طور پر تکبیر پڑھی۔ پس مسلمانوں نے جب بشارت سنی سب نے غلغلۂ تکبیر بلند کیا۔

پس اب ہم شیعہ حضرات سے دریافت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی یہ پیشگوئی کب کس کے عہد میں پوری ہوئی۔ یہ بات مسلّم ہے کہ روم، یمن۔ مدائن حضرت عمر رضؓ کے عہد میں فتح ہوئے قیصر و کسریٰ کے تخت آپ ہی نے الٹ دیئے اور ایوان کسریٰ میں جہاں تخت نوشیروان بچھا تھا مسلمانوں نے اذان دیکر نماز جمعہ ادا کی۔ پھر اگر معاذ اللہ حسب زعم شیعہ حضرت عمر رضؓ منافق یا کافر تھے تو حضور علیہ السلام نے انکے فتوحات کی خوشی کیوں کی؟

ان کو دینِ حق کا اعوان و انصار کیوں فرمایا؟ اور اُن کی فتوحات کو اپنی طرف منسوب کیوں کیا؟ اس سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو جناب رسُول اللہ علیہ وسلم اپنا جائز جانشین تصور فرماتے تھے۔ تب ہی تو ان کی فتح کو اپنی فتح فرمایا۔ اور دینِ متین کے سچے مددگار انصار کا لقب عطا فرمایا کہ ؎

بریں مملکت ہا مسلط شوند | بہ آئین من اہل آں بگروند

یعنی دینِ حق کے پاسبان و اعوان میرے جانشین ان ممالک پر مسلّط ہونگے اور میری طرح حکمرانی کریں گے۔ انکی فتح میری فتح ہوگی اور ان کی حکومت میری حکومت ہوگی۔ کیا شیعہ صاحبان میں کوئی صاحبِ بصیرت ہے جو اپنی کتابوں کی بین شہادت دیکھ کر خیال کرے کہ جن پاک ہستیوں کی تم شکایت کرتے ہو۔ رسُولؐ پاک کے دین کی اُنھوں نے کیسی مدد کی اور کیسے کیسے مادی جبروت سلاطین کو حلقہ بگوش اسلام بنایا اور دُنیا کی آبادی میں ظلمتِ کفر کو مٹا کر اُنھوں نے نورِ اسلام پھیلایا۔

مولانا شبلیؒ نے الفارُوق حصّہ دوم میں یورپین مؤرخین کی رائے کے موافق فتوحات فارُوقی کی وسعت اور اس کے حدُود اربعہ کی یُوں تشریح کی ہے کہ:۔

"حضرت عمرؓ کے مقبوضہ ممالک کا کُل رقبہ ۲۲۵۱۰۳۰ میل مربع یعنی مکہ معظمہ سے شمال کی جانب ۱۰۳۶، مشرق کی جانب ۱۰۲۷، جنوب کی جانب ۴۸۳ میل تھا۔ مغرب کی جانب چُونکہ صرف جدہ تک حدِ حکومت تھی، اسلئے وُہ قابلِ ذکر نہیں۔

اس میں شام، مصر، عراق، جزیرہ خوزستان، عراقِ عجم، آذربائیجان، فارس کرمان، خراسان، اور مکران، جس میں بلوچستان کا کچھ حصّہ آجاتا ہے، شامل تھا۔ یہ تمام فتوحات خاص حضرت عمرؓ کی فتوحات ہیں اور اس کی تمام مدت دس برس سے کچھ ہی زیادہ ہے"

سچ تو یہ ہے کہ دُنیائے اسلام حضرت عمرؓ کی ذاتِ اقدس پر جسقدر فخر کرے بجا ہے آپؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں ایسی مشکلات کو حل کیا جو انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔ ایک ہزار چھتیس ۱۰۳۶ بلاد و امصار بڑے بڑے شہر جس میں کفّار کی حکومت اور بتوں کی خدائی مانی جاتی تھی، فتح کر کے انکو دارالاسلام بنایا اور باشندگان کو کلمۂ توحید پڑھایا۔ چار ہزار جامع مسجد تعمیر کیں۔ ہزاروں بت خانے گرائے اور آتشکدے سرد کئے۔ حق یہ ہے کہ آنجناب کی کوشش اور علو ہمت نے مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک آفتابِ عالمتاب کی طرح نورِ ایمان پھیلایا اور صحرائے ضلالت میں مشعلِ ہدایت جلا کر تاریکی کفر مٹا دیا آپ کی صولتِ فارُوقی نے لشکر قیصر و کسریٰ کو ہزیمت دی اور عجم و عراق سے بیشمار مالِ غنیمت حاصل کیا۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

کی ہے خلافت آپ نے کس دھوم دھام سے
ایران سے خراج لیا اور شام سے

شوکت بھی فخر کرتی ہے حضرت کے نام سے
گر شبہ ہے تو پوچھ لو ہر خاص و عام سے

طہران اور عراق میں سکہ بٹھا دیا
گبروں کا نام ملکِ عجم سے مٹا دیا

(۷) حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۴۸ میں ہے :-

ابن شہر آشوب وغیرہ روایت کردہ اند کہ روزے آنحضرت نظر کرد بسوئے ذراعہائے سراقہ بن مالک کہ باریک و پُر مو بود پس فرمود چگونہ خواہد بود حال تو کہ دست رنجہائے بادشاہ عجم را در دست خود کردہ باشی پس چوں در زمان عمرؓ فتح مدائن کردند عمرؓ او را طلبید و دست رنجہائے بادشاہ عجم را در دست او کرد۔

ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت کی کہ ایک روز آنحضرتؐ نے سراقہ بن مالک کے بازوؤں کو دیکھا جو بہت پتلے اور بالوں سے بھرے ہوئے تھے اور فرمایا سراقہ! تمہاری اس روز کیا حالت ہو گی جب شاہ عجم کے کنگن تمہارے ہاتھ میں ہونگے۔ پھر جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مدائن فتح ہوا تو آپ نے سراقہ کو طلب کیا اور شاہ عجم کے کنگن اسکے ہاتھ میں پہنا دیئے۔

اس روایت کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو جن کو قیامت تک کے واقعات کا علم غیب[۱] حق تعالےٰ نے بخشا ہوا تھا۔ اپنے جلیل القدر صحابی حضرت عمرؓ کی فتوحات کو دیکھ دیکھ کر ایسی خوشی ہوتی تھی کہ مسلمانوں کو نئے نئے طریق سے بشارت سنا کر حضرت عمرؓ کی جلالت قدر اور عظمت پر متنبہ فرماتے تھے۔

---

[۱] علم سے مراد علم اجمالی ہے نہ تفصیلی۔ چنانچہ مصنف آفتاب ہدایت مرحوم نے بھی دوسری جگہ صفحہ ۱۷ پر اسکی تصریح فرما دی ہے۔ کہ یہ مسئلہ بھی مسلم ہے کہ علم ماکان مایکون خاصہ ذات باری تعالیٰ ہے۔ نیز جناب مؤلف نے صفحہ ۱۹۴ پر تصریح فرمائی ہے کہ کسی مخلوق کے لئے علم ماکان مایکون کا اعتقاد رکھنا اس کو شان الوہیت تک پہنچا دینا ہے۔

اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے حضرات علماء محققین کی تصانیف کا مطالعہ ضروری ہے۔ اور اکابر صوفیہ کے ارشادات سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔ چنانچہ قطب ربانی جامع کمالات صوری و معنوی عارف باللہ حضرت شاہ غلام علی شاہ صاحب نقشبندی مجددی قدس سرہٗ خلیفہ اعظم حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید قدس سرہم کے ملفوظات میں ہے "بعد ازاں در مجلس ذکر معیت آں سرور علیہ الصلوٰۃ اللہ الملک الاکبر آمد حضرت ایشاں فرمودند کہ جمیع کمالات ظاہری و باطنی بطریق اجمال جناب سید الانبیاء علیہ صلوٰۃ اللہ الملک الاعلیٰ را حاصل بود۔ لیکن حصول ظہور تفصیل جمیع کمالات موقوف بزمانہ خاص و بہ شخص خاص بود چنانچہ فرمودہ اند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم أُعْطِيتُ بِمَفَاتِيحِ كُنُوزِ الْأَرْضِ وحال آنکہ در زمان آنحضرت فتح اکثر اقالیم نشدہ بود در زمان خلفاء اکثر مقامات فتح شدند و اکثر بعد از صحابہؓ سلاطین نامدار فتح نمودہ اند چنانچہ محمود غزنوی ہندوستان فتح کرد ظہور ایں کمال موقوف بر ایشاں بود و جناب آں سرور علیہ الصلوٰۃ الملک الاکبر را جمیع علوم چہ علم توحید وجودی و چہ کلام و چہ علم (باقی صفحہ ۱۲۳ پر)

بھلا اگر حضرت عمرؓ بقول شیعہ معاذ اللہ حضرت رسولِ پاکؐ کی نظر میں کافر و منافق ہوتے تو انکا جہاد ناجائز ہوتا۔ اور اس جہاد کا مالِ غنیمت مال مغصوب اور حرام ہوتا تو کیا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ کو مال حرام و (مغصوب) کے حاصل ہونے کی بشارت دی تھی اس سے تو پرہیز کرنے کا حکم دینا چاہیئے تھا۔ شیعو غور کرو اور خوب غور کرو۔

(۶) یہ امر مسلم الطرفین ہے کہ حضرت عمرؓ کی دختر نیک اختر حضرت حفصہ کو حضور علیہ السلام کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اور آپ رسولِ پاکؐ کے خسر تھے۔ تو معاذ اللہ آپ منافق و کافر ہوتے تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم انکے گھر سے شادی کرنے کے مجاز نہ ہوتے۔ جب آپکو صریح حکم تھا لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ (مشرک عورتوں سے مت نکاح کرو) لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت عمرؓ صاحبِ فضیلت و شریعت تھے۔ تب ہی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے رشتہ قرابت اختیار فرمایا۔ بھائیو! انصاف کرو خسر بمنزلہ والد واجب التعظیم ہوتا ہے۔ پھر جو لوگ حضرت عمرؓ کو برا بھلا کہتے ہیں وہ گویا رسول پاکؐ کے باپ کو برا کہتے ہیں۔ پھر ایسے لوگوں کا قیامت میں کیا حال ہوگا؟ اور رسولؐ کے اصحاب آپکے اعزہ و اقارب کی گستاخی کرنے والے وہ اپنے آقائے نامدار کو کیا منہ دکھائیں گے؟ عبرت! عبرت!! عبرت!!!

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۲ جزئیات مسائل فقہ مجملاً حاصل بود۔ لیکن تفصیل علم توحید وجودی بر وجود محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ وظہور علم کلام بر ابوالحسن اشعری و ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہما و تفصیل علم جزئیات مسائل فقہ بر امام اعظمؒ و امام شافعیؒ و امام مالک و امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہم موقوف بود حاصل آنکہ ہر کمالے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در امت از ہر کس کہ ظہور نمود کمال آنحضرت است۔ و آنحضرت را قبل از ظہور ہم حاصل بود غیر از فرق اجمال و تفصیل نیست (در المعارف ملفوظات حضرت شاہ غلام علی رح صفحہ ۲۱۲)

واضح ہو کہ اس تحریر سے ہمارا مقصود صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم تفصیلی محیط کائنات کی نفی کرنا ہے۔ معاذ اللہ تنقیص شان مقصود نہیں۔ برادران اسلام کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں۔ کیونکہ ہمارے اکابر حضرات نے اپنی تصانیف مبارکہ میں تصریح فرماتی ہے۔ کہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم اہل عالم کے واسطے جملہ کمالات کے لئے واسطہ ہیں۔ یعنی جملہ کمالات خلاق علمی ہو یا عملی نبوت ہو یا رسالت صدیقیت ہو یا شہادت۔ سخاوت ہو یا شجاعت۔ علم ہو یا مروت۔ قوت ہو یا وقار وغیرہ وغیرہ سب کے ساتھ اولاً بالذات آپکی ذات والا صفات جناب باری عز شانہ کی جانب سے متصف کی گئی اور آپ کے ذریعہ سے جملہ کائنات کو فیض پہنچا۔ جیسے کہ آفتاب سے نور قمر میں آیا۔ اور قمر سے نور ہزاروں آئینوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم اولین و آخرین عطا فرمائے گئے۔ کوئی بشر کوئی ملک اور کوئی مخلوق علم و کمالات میں آپ کے مساوی نہیں چہ جائیکہ افضل ہو۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ تفصیل کے لئے یہ کتابیں مطالعہ فرمائیں۔ آبحیات تحذیر الناس۔ قبلہ نما۔ از حضرت مولانا محمد قاسم قدس سرہٗ شہاب ثاقب۔ از حضرت مولانا المدنی رحمۃ اللہ علیہ ۔

(احقر مظہر حسین غفرلہ ابن مومن)

نظم اُردو

کیا ہو گیا ہے خبط یہ شیعہ کرام کو — کرتے ہیں سب و شتم صحابہ عظام کو
دیتے مغلظات ہیں منبر پہ بیٹھ کر — ازواج پاک سیّد بیتُ الحرام کو
حضرتؐ کے دوستداروں کو دیکر یہ گالیاں — دیتے ہیں دُکھ رسُول علیہ السّلام کو
لعنت کا ورد کرتے ہیں صلوٰتؐ کے بجا — لعنت وظیفہ اُن کا ہے بس صبح و شام کو
حضرت ہمارے رحمتِ عالم ہیں بالیقین — لعنت سے پیار اُمّتِ خیرالانام کو
یہ بات بس بعید ہے اے یار عقل سے — لعنت سے پیار ہوتا ہے شرّالانام کو
اصحابؓ کو رسُولؐ سے سمجھو نہیں جُدا — پڑھ کر ذرا تو دیکھو خُدا کے کلام کو
ایسی معیت اُن کو تھی حاصل رسُولؐ سے — بھُولے نہ ایک پل میں بھی حضرتؐ کے نام کو
تن من سے تھے تو آپؐ پر ہر دم فدا رہے — ملحُوظ ہر طرح سے رکھا احترام کو
مر کر بھی ساتھ چھوڑا نہ اپنے حبیبؐ کا — آقا سے کیا پیار تھا دونوں غلام کو
پہلو بہ پہلو سوئے ہیں حضرتؐ کے دونوں یار — اور حشر ہوگا ساتھ ہی یوم القیام کو
محشر میں بھی نہ چھوڑیں گے ہرگز نبیؐ کا ساتھ — حتیٰ کہ مل کے جائیں گے دار السّلام کو
جلتا ہے گر رقیب حسد سے جلا کرے — بخشا یہ قُربِ حق نے صحابہ رضؓ کرام کو
آغوش میں نبیؐ کے وہ سوتے ہیں دوستو — رحمت برس رہی ہے وہاں صُبح و شام کو
جب لائیجاوو ڈُونک حق نے بتا دیا — مِلتا نہیں پڑوس یہ ہرگز لئام کو
کرتے ہو اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ — یہ لعن طعن چھوڑ دو اور اتہام کو
ڈالا گلے میں طوق ہے لعنت کا تم نے کیا — کرتے ادا نہیں ہو صلوٰۃ و صیام کو
مرغوب میرزا جی کو ہے اب دائرے کی نشست — مسجد نہیں پسند محبِّ امام کو
ڈاڑھی ہے چٹ جناب کی مُونچھیں دراز ہیں — اور کر رکھا وظیفہ ہے بھنگِ حرام کو
کر لیتے سال بھر میں ہیں مجلس امام کی — پس آپ بخشے جائیں گے یوم القیام کو
مجلس حُسینؓ کی ہے لگی واہ واہ کیا — دے کر منادی جمع کیا خاص و عام کو
چُوہڑے مُسلّی ڈُوم قلندر ہیں جمع یاں — آئے ہیں مل کے پیٹنے حضرت امامؓ کو
روزہ نماز کا نہ لیا عمر بھر میں نام — استنجا بھی کیا نہیں سالِ تمام کو

ناپاک منہ سے لیں گے یہ نام حسینؑ کو — ہو گی بہت خوشی ہی ائمہ عظام کو
زندہ شہید ہوتے ہیں قرآن ہے گواہ — تم پیٹتے ہو مردہ سمجھ کر امام کو
ہے پیٹنا حرام یہ صادقؒ نے کہدیا — تم بندگی سمجھتے ہو فعلِ حرام کو
قولِ خدا و قولِ پیغمبرؐ سے ہے اِبا — اور خود ہی گھڑ رکھا ہے خیالاتِ خام کو
ہیں دشمنانِ دین نہ مومن ہیں یہ دبیر — بس دے رہے ہیں دھوکا یہ چل کر عوام کو

(۹) حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۴۱۹ میں ہے :-

[بر]وایتِ دیگر مشت خاکے از برائے آنحضرتؐ [فر]ستاد حضرتؐ فرمود کہ اُمت من بزودی مالک زمین اُو [خو]اہد شد۔ چنانچہ خاک از برائے من فرستاد۔

دوسری روایت میں ہے کہ کسریٰ (شاہِ ایران) نے رسولؐ کے پاس مُشت خاک بھیجی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ عنقریب میری امت اس زمین کی مالک ہو گی جیسا کہ خاک اُس نے میرے لئے بھیجی۔

اب یہ مسلّم ہے کہ یہ پیشنگوئی بھی حضرت عمرؓ کے عہدِ فرخ میں پوری ہے چنانچہ مُلکِ ایران کو آپ [نے] ہی فتح کیا۔ اگر معاذ اللہ حضرت عمرؓ منافق و کافر تھے تو حضرتؐ کا یہ فرمانا کہ میری اُمت سرزمین ایران [کی] مالک ہو گی، کیسے درست ہو سکتا ہے۔ کیا اُمتِ رسول میں کافر و منافق شمار ہو سکتے ہیں؟ اور نبی علیہ السلام [ا]ن کی فتح کو اپنی اُمت کی فتح قرار دے سکتے ہیں ؟

(۱۰) حضرت عمرؓ داماد علیؓ تھے۔

ایک روشن دلیل اس امر کی کہ حضرت عمرؓ سے حضرت علی المرتضیٰ کو کمال محبت و پیار تھا اور اُنکے [ن]زدیک انکی شرافت و نجابت مسلّم تھی، یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنی دختر بلند اختر حضرت ام کلثوم کا رشتہ [حضر]ت عمرؓ کو دیکر نکاح کر دیا۔ اگر معاذ اللہ وہ منافق تھے تو جناب امیر علیہ السلام نے سیدہ ام کلثوم کا کیوں ایک کافر و [م]نافق سے نکاح کر دیا ؟

شیعہ اس امر سے تو انکار نہیں کر سکتے کہ حضرت ام کلثوم بنت علیؓ حضرت عمرؓ کی تزویج میں آئیں [ل]یکن اس بارہ میں انکو سخت اضطراب لاحق ہوا اور اس طرح طرح کی تاویلات رکیکہ سے کام لینے لگے۔

ایک روایت یہ وضع کی گئی کہ حضرت ام کلثوم جبراً چھین لی گئی۔ جیسا کہ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ [با]ب تزویج ام کلثوم میں ہے :-

عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ تَزْوِیْجِ اُمِّ کُلْثُوْمٍ فَقَالَ اِنَّ ذَالِکَ اَوَّلُ فَرْجٍ غُصِبْنَاهُ۔

زرارہ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؒ سے دربارۂ نکاح ام کلثوم دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے چھین لی گئی۔

---

[1] حضرت امام جعفر صادق رح

دوسری روایت اسی کتاب کے صفحہ مذکورہ میں یوں ہے:۔

عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا خَطَبَ اِلَیْهِ قَالَ لَهٗ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّهَا صَبِیَّةٌ قَالَ فَلَقِیَ الْعَبَّاسَ فَقَالَ لَهٗ مَالِیْ اَبِیْ بَاْسٌ قَالَ فَمَا ذَاكَ قَالَ خَطَبْتُ اِلٰی بْنِ اَخِیْكَ فَرَدَّنِیْ اَمَا وَاللّٰهِ لَاُعِیْدَنَّ زَمْزَمَ وَلَا اَدَعُ لَكُمْ مَكْرُمَةً اِلَّا هَدَمْتُهَا وَلَاُقِیْمَنَّ عَلَیْهِ شَاهِدَیْنِ بِاَنَّهٗ سَرَقَ وَلَاَقْطَعَنَّ یَمِیْنَهٗ فَاَتَاهُ الْعَبَّاسُ فَاَخْبَرَهٗ وَسَاَلَهٗ اَنْ یَّجْعَلَ الْاَمْرَ اِلَیْهِ فَجَعَلَهٗ اِلَیْهِ

"ہشام بن سالم نے امام صادق سے روایت کی کہ جناب امیر سے اُمّ کلثوم کا ناطہ طلب کیا گیا تو آپ نے کہا کہ وہ چھوٹی لڑکی ہے۔ فرمایا۔ پھر وہ عباس کو ملے اور کہا۔ کیا مجھ میں کوئی نقص ہے؟ عباس نے کہا۔ کیا بات ہے؟ عمر رضہ نے کہا۔ میں نے ناطہ تیرے بھتیجے علی رضہ سے مانگا ہے۔ اس نے انکار کر دیا۔ میں زم زم کو لوٹا دوں گا۔ اور تمہارے جملہ اعزازات کو مٹا دوں گا اور علی رضہ پر دو گواہ سرقہ کرنے کے گزار کر اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا۔ حضرت عباس رضہ حضرت علی رضہ کے پاس آئے اور کہا اس ناطہ کا مجھے وکیل بنا دو۔ حضرت علی رضہ نے ان کو اجازت دے دی اور نکاح ہو گیا۔"

ان روایات میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ حضرت اُمّ کلثوم کا نکاح حضرت عمر رضہ سے ہوا لیکن پہلی روایت میں نہایت مکروہ لفظ (فرج) استعمال کر کے کہا گیا ہے کہ اُمّ کلثوم ہم سے جبراً چھین لی گئی تھی۔ دوسری روایت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت علی رضہ ناطہ دینے پر اسلئے مجبور ہو گئے کہ انکو دھمکی دی گئی کہ تمہارے اعزاز چھین لئے جائیں گے۔ بلکہ تمھیں سرقہ کا اتہام لگا کر قطع ید کی سزا دیجائیگی۔ سو اہل بصیرت سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کبھی ہو سکتا ہے؟ کہ شجاعت مآب فاتح خیبر حیدر کرار رضہ سے انکی صغیرۃ السن لڑکی جبراً چھین لیجائے یا ان کو ڈرا دھمکا کر ناطہ دینے پر مجبور کر دیا جائے۔ ایسا تو کوئی کم حیثیت کمین شخص جولاہا، بھنگی بھی نہیں کر سکتا کہ جیتے جی ڈر کر اپنی کمسن لڑکی دوسرے کے حوالہ کر دے یا بخوف سزا بدنی ایک غیر مستحق شخص کو بلا رضا خود لڑکی دیدے۔ ایسے موقعہ پر انسان سزا بدنی تو کیا جان دیدینا گوارا کر لیتا ہے لیکن یہ ذلت کبھی گوارا نہیں کرتا کہ کوئی غیر شخص اس کی دوشیزہ کمسن لڑکی جبراً چھین لے۔ ہر ایک دانشمند شخص قیاس کر سکتا ہے کہ کوئی باغیرت بہادر شخص اس قسم کی ذلت کبھی قبول کر سکتا ہے؟ کلّا و حاشا۔ یہ تمام باتیں یار لوگوں کی من گھڑت ہیں۔

لہ قاضی نور اللہ شوشتری نے بھی اپنی کتاب مجالس المومنین مطبوعہ ایران ص۸۸ میں اس مضمون کی عبارت لکھی ہے۔ نیز اسی کتاب کے ص۸۲ میں ہے کہ ام کلثوم حضرت عمر کی وفات کے بعد محمد بن جعفر کے نکاح میں آئیں۔ نیز اسی کتاب کے ص۵۶ میں ہے یہ درج ہے۔ واگر نبی دختر بعثمان داد۔ ولی دختر بعمر رضہ فرستاد۔ نیز اسی کتاب کے ص۵۸ میں لکھا ہے۔ دیگر سید چرا آنحضرت دختر بعمر ابن خطاب رضہ داد۔ گفت بواسطہ آنکہ اظہار شہادتین میکرد۔ خود براں واقرار بفضل حضرت امیر میکرد۔ ورب اغفر فیکا بتہم و لوالدیہم

کتب کو چھپانے کے لئے وضع کی گئی ہیں۔ لیکن حق چھپانے سے چھپ نہیں سکتا۔

اسی باب تزویج اُمّ کلثوم میں ایک دُوسری حدیث درج ہے:۔

كَتَبَ عَلِيُّ بْنُ اَسْبَاطٍ اِلٰى اَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ اَمْرِ بَنَاتِهٖ وَ اَنَّهٗ لَا يَجِدُ اَحَدًا مِثْلَهٗ فَكَتَبَ اِلَيْهِ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَهِمْتُ مَا ذَكَرْتَ مِنْ اَمْرِ بَنَاتِكَ وَ اَنَّكَ لَا تَجِدُ اَحَدًا مِثْلَكَ وَلَا تَنْتَظِرْ فِيْ ذَالِكَ رَحِمَكَ اللّٰهُ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ قَالَ اِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ خُلُقَهٗ وَ دِيْنَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ (فروع کافی جلد ۲ صـ۱۴۱)

علی بن اسباط نے امام محمد باقر رضؓ کو اپنی لڑکیوں کے بارے میں لکھا اور اس کو اپنے جیسا کوئی شخص نہ مل سکتا تھا آپ نے فرمایا۔ میں نے تیرا مطلب سمجھا ہے کہ تجھے اپنے رتبہ کا داماد نہیں مل سکتا۔ مگر تم اس بات کی انتظار مت کرو۔ رسولؐ نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص (ناطہ مانگنے) آجائے جسکے اخلاق اور دینداری کا تمہیں اطمینان ہو تو اُسے ناطہ دے دو۔ ورنہ زمین میں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہوگا۔

اس حدیث کو تزویج ام کلثوم میں درج کرنے سے مطلب صاف یہ ہے کہ حضرت علی رضؓ بھی حضرت عمر رضؓ کے اخلاق اور دینداری کو پسند کرتے تھے اور ناطہ کے نہ دینے میں فتنہ و فساد کا اندیشہ تھا۔ اس لئے اپنی خوشی سے اُنھوں نے نکاح کر دیا۔

شیعہ کی دُوسری چال

نکاح اُمّ کلثوم کے متعلق جب شیعہ حضرات کو سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی اور کچھ جواب نہیں بن سکا تو ایک دُوسری چال یہ چلتے ہیں کہ اُمّ کلثوم کا نکاح تو حضرت عمرؓ سے ہوا لیکن وہ اُمّ کلثوم حضرت علیؓ کی بیٹی نہ تھیں بلکہ بنت اسماء بنت عمیس اور حضرت علی رضؓ کی ربیبہ تھیں۔ سو احادیث بالا میں اس امر

شیعہ یہاں پر ایک اور مضحکہ خیز خلاف عقل و قیاس تاویل یہ کرتے ہیں کہ منکوحہ عمر رضؓ ام کلثوم بنت علی نہ تھیں۔ بلکہ ان کی ہم شکل ایک جنیہ مسماۃ سحیقہ نجران سے لائی گئی تھیں۔ اور حضرت عمر رضؓ کے گھر بھیجی گئی تھیں۔ جیسا کہ ایک متبحر شیعی عالم عارف سید محمد باقر نے بحرالجواہر میں یوں لکھا ہے بطریق صحیح روایت شدہ کہ چوں مبالغہ عباس رضؓ از حد گذشت۔ آنحضرت جنیہ از اہل نجران کہ نام او سحیقہ بنت جہیرہ بود۔ پس چوں آں جنیہ بخدمت آنحضرت رسیدہ فرمود۔ بشکل اُمّ کلثوم در آمد و بعد ازاں بخانہ عمر رضؓ فرستاده داشتی۔ شیعہ حضرات کی یہ گھڑت نہایت ہی عجیب ہے۔ کہ ایک مدت مدید تک جناب امیر نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کو چھپائے رکھا۔ اور جنیہ ان کے گھر رہیں۔ پھر زید بن عمر رضؓ جنیہ کے بطن سے کیونکر پیدا ہوئے۔ کیونکہ وہ ناری اور عمر رضؓ خاکی تھے۔ اور اختلاف جنس مانع حمل ہے۔ چنانچہ کتاب مذکور میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ حضرت عمر رضؓ اس کی مقاربت پر قادر نہ ہوئے۔ اور اس بات کو بنی ہاشم کے سحر پر محمول کیا۔ شیعو! سوچو اور عقل سے کام لو۔

کی خاص تصریح ہے کہ وہ حضرت علیؓ کی اپنی دختر تھیں۔ اسی لئے اوّل فرج غصبناہ کہا گیا ور...
کی لڑکی اگر چھین لی جاتی تو جناب امیر علیہ السلام اور ان کے اہلبیت کو اس کی کیا شکایت تھی؟ اور ح...
عمرؓ کو حضرت علی رضؓ سے خواستگاری نکاح اور طرح طرح کی ترغیب ترہیب کی کیا ضرورت تھی؟ جب...
نابالغہ تھی تو لڑکی کے ورثاء کی اجازت سے نکاح ہو سکتا تھا اور اس میں کسی قسم کی کوئی دقت نہ تھی...

اس میں مطلق شک و شبہ نہیں ہے کہ حضرت ام کلثوم حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے بطن سے حضر...
علیؓ کی دختر تھیں اور نکاح حضرت علی المرتضیٰؓ نے بخوشی خود کر دیا۔ اسکے متعلق ہم شیعہ کی کتاب...
تہذیب الاحکام صـ۳۸۰ سے دوسری حدیث تحریر کرتے ہیں۔

عَنْ جَعْفَرَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ مَاتَتْ
امر کُلْثُوْمِ بِنْتُ عَلِیٍّ وَبْنُھَا زَیْدُ بْنُ عُمَرَؓ
بْنِ خطابِ فِیْ سَاعَۃٍ وَاحِدَۃٍ

جعفر صادق اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں...
ام کلثوم بنت علی رضؓ اور اس کا بیٹا زید بن عمر...
ایک ہی وقت میں فوت ہوئے۔

اس حدیث میں صاف بیان ہے کہ حضرت ام کلثوم جو حضرتؓ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ علی المرتضیٰ کی...
تھیں اور انکے شکم سے زید بن عمرؓ بن خطاب پیدا ہوئے اور ماں بیٹا دونوں ایک روز ایک ہی و...
فوت ہوئے تھے۔ اب جو لوگ کہتے ہیں کہ ام کلثوم کا نکاح عمر ابن الخطاب سے ہوا تھا۔ وہ حضر...
علی رضؓ کی نہ تھیں۔ اس حدیث سے ان کی تکذیب ہوتی ہے۔

دوسری حدیث: اس کی تائید میں ایک دوسری حدیث جو فروع کافی جلد ۲ صـ ۳۱۰/۳۱۱...
ہے، پیش کی جاتی ہے:-

عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ
سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ
عَنْ اِمْرَأَۃٍ تُوُفِّیَ عَنْھَا زَوْجُھَا اَیْنَ تَعْتَدُّ
فِیْ بَیْتِ زَوْجِھَا اَوْحَیْثُ شَاءَتْ قَالَ
بَلْ حَیْثُ شَاءَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَلِیًّا
صَلَوٰتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ لَمَّا مَاتَ عُمَرُ اَتٰی اُمَّ کُلْثُوْمٍ
فَاَخَذَ بِیَدِھَا فَانْطَلَقَ بِھَا اِلٰی بَیْتِہٖ[1]

سلیمان بن خالد سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت...
سے پوچھا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ...
کہاں گزارے؟ خاوند کے گھر میں یا جہاں اس کا...
چاہے؟ پھر کہا کہ جب عمرؓ فوت ہو گئے تو...
علی رضؓ ام کلثوم کے پاس آئے اور اس کا...
پکڑ کر اپنے گھر لے گئے۔

اس حدیث سے اس امر کا فیصلہ ہو گیا کہ ام کلثوم زوجہ عمرؓ حضرت علیؓ کی بیٹی تھیں۔

---

[1] یہی حدیث تہذیب الاحکام مصنفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی (متوفی سنہ ۴۶۰ھ) مطبوعہ ایران کتاب الطلاق با...
عدۃ النساء کے صـ۲۳۸ میں بھی درج ہے۔

یونکہ جب حضرت عمرؓ فوت ہو گئے۔ آپ جا کر ام کلثومؓ کو اپنے گھر لے آئے۔ اگر ام کلثومؓ آپکی بیٹی نہ ہوتیں یا
آپ کی رضامندی کے بغیر اُنکا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوتا تو باہمی تعلّقات بالکل منقطع ہو گئے ہوتے۔ پھر اُن کو
یا پڑی تھی۔ کہ وفاتِ شوہر پر انکو اپنے گھر لے آئیں۔ علاوہ ازیں ایک بُرہان قاطع اس امر کی کہ ام کلثومؓ
منکوحہ حضرت عمرؓ جناب امیرؑ کی اپنی دُختر حضرت فاطمہؓ کے شکم سے تھیں یہ ہے کہ اصُول کافی صـ۱۷۳ مطبوعہ
نولکشور میں ایک آسمانی وصیت کا ذکر ہے۔ جس میں جناب امیرؑ کو جن مکارہ پر صبر کرنے کا حُکم دِیا گیا ہے۔
منجملہ ان کے ہتک حُرمت بھی ہے۔ جو غصب امّ کلثوم بنتِ فاطمہؓ کی طرف اشارہ ہے۔ جیساکہ ملا خلیل قزوینی
نے صافی شرحِ اصول کافی جُز سوم صـ۲۸۲ میں یوں لکھا ہے:۔

"گفت امیر المومنین پس بغایت مضطرب شدم وقتیکہ فکر کردم و فہمیدم آں سخن را از امین الٰہی جبرئیل علیہ السّلام
کہ مُراد شکستن عہد نیست بلکہ مُراد غصب دختر من است بزور خواہند گرفت اشارتست بغصب عمرؓ ام کلثوم بنت فاطمہ
علیہ السّلام را آنکہ اقدام بر روئے خود الخ۔" ——— اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جناب امیر علیہ السّلام کو سنّت کے
معطّل ہو جانے۔ قرآن کے پارہ پارہ ہو جانے۔ کعبہ کے گرا دینے۔ آپکی رِیش کو خُون آلُود کر دینے سے اِس قدر
صدمہ نہ ہُوا۔ جیساکہ غصب ام کلثوم کی خبر سُن کر ہُوا۔ جس کی وجہ سے آپ مُنہ کے بَل گر پڑے۔ پھر اگر آپ کی
حقیقی دُختر نہ تھیں بلکہ اسماء بنت عمیس کی لڑکی تھیں۔ تو آپکو اس سے غشی آجانے اور مُنہ کے بل گر پڑنے کی
کیا وجہ تھی؟ ھَلْ مِنْ مُدَّکِر۔

جب تحقیق بالا سے صاف ہو گیا کہ ام کلثوم بنت علیؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے اُن کی رضامندی سے
ہُوا تھا۔ اور بنت علیؓ اپنے شوہر حضرت عمرؓ کے گھر اُن کی زندگی بھر آباد رہی تھیں۔ ایک بیٹا زید بھی وہاں پیدا
ہُوا تھا۔ تو محبانِ علیؓ اگر واقعی امیر علیہ السّلام کے محبّ صادق ہیں تو پھر دامادِ علیؓ کو گالیاں دینا انکو مناسب
نہیں۔ کیا شیعہ اسباب پر غور کریں گے؟ وَیسے تو شیعہ صاحبان کہا کرتے ہیں۔ ؎

علیؓ کو مَیں محمدؐ سے تو بہتر کہہ نہیں سکتا مگر اپنے سے بہتر ڈھونڈھ کر داماد کرتے ہیں

لیکن یہاں اس مقولہ کو بھول کر دامادِ علیؓ کو بجائے بہتر سمجھنے کے بدتر سمجھتے ہیں۔ یاللعجب۔

۱۰- یورپین مؤرخین کی شہادت:۔

حضرت عمرؓ کے کمالات کے نہ صِرف مُسلمان ہی قائل ہیں۔ بلکہ مخالفین اِسلام بھی آپ کے محاسن
کے بیان کرنے پر مجبُور ہو گئے ہیں: اَلْفَضْلُ مَا شَھِدَتْ بِہِ الْاَعْدَاءُ
سَر ولیم میور جیسا متعصّب عیسائی بھی حضرت عمرؓ کا یوں مدّاح ہُوا ہے:۔
"حضرت عمرؓ انتقال کے وقت اتنی بڑی سلطنت کے شہنشاہ اور خلیفہ تھے جس میں شام۔ مِصر۔ اور

فارس کے مُلک شامل تھے۔ تاہم ایسے تعجب خیز دولت اور اقبال کے زمانہ میں انکی قوت فیصلہ میں ہمیشہ دانائی اور سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ اُنھوں نے اپنے گزارہ میں معمولی سردارانِ عرب کے قناعت آمیز طریقہ سے کبھی تجاوز نہیں کیا۔ اگر کوئی اجنبی دُور کے ملک سے آتا۔ تو بڑی مسجد کے صحن کے چاروں طرف دیکھ کر سوال کرتا۔ کہ خلیفہ کہاں ہے! حالانکہ وُہ شہنشاہ اپنے معمولی لباس میں اُسکے سامنے بیٹھا ہوتا تھا۔ سادہ مزاجی اور ادائے فرض اُنکے اصول تھے۔ بڑی ذمہ داری کے عہدہ کے فرائض ادا کرنے میں بے رعایتی اور پرہیزگاری مشہور اور ضرب المثل تھی۔ آپ امورِ خلافت کے اِنصرام میں ایسے خوف سے کام کرتے کہ اکثر اوقات پکار اُٹھتے۔ کہ کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی۔ یا مَیں گھاس کا پودا ہوتا۔

جوانی میں آپ اکھڑ اور تندمزاج وصاحبِ انتقام مشہور تھے۔ اور ہمیشہ اپنی تلوار کو نیام سے باہر نکالنے کو تیار رہتے۔ بدر کی لڑائی میں آپ ہی نے صلاح دی تھی کہ تمام قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ مگر عمر رسیدگی، اور تجربہ کاری نے آپ کی فطرت کو نرم کر دیا تھا۔ آپ کے عدل و انصاف کی قوت نہایت مضبوط تھی۔ حکام اور عمال کے تقرر میں آپ کا انتخاب طرفداری سے بالکل بری ہوتا تھا۔ ہاتھ میں چابک لے کر آپ گلیوں اور کوچوں میں گشت کیا کرتے تھے۔ تاکہ ملزموں کو موقعہ پر سزا دیں۔ یہ ایک کہاوت بن گئی تھی۔ کہ عمرؓ کا چابک دوسروں کی تلوار سے زیادہ خوفناک ہے۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے آپکا دِل نہایت نرم تھا۔ اور آپکے رحم کی بے شمار مثالیں بیان کی جاتی ہیں جن میں آپنے بیواؤں اور یتیموں کی دستگیری کی۔ (کتاب سکسیز آف محمدؐ۔ مؤلفہ سر ولیم میور)۔

ایسا ہی ڈاکٹر موسولیبان، پیرس کا مشہور فاضل اپنی مشہور اور نامور کتاب "سویلیزیشن آف دی عربس" میں حضرت عمرؓ کے متعلق یوں رقمطراز ہے:۔

حضرت عمرؓ بعوض اس کے کہ افواج اسلام کی بیش بہا غنیمتوں میں حصہ لیں۔ محض ایک عبا کے مالک تھے۔ جس میں متعدد پیوند تھے اور آپ راتوں کو مساجد کی سیڑھیوں پر غربا کے ساتھ سو رہا کرتے تھے۔ جسوقت غسان کا نصرانی بادشاہ جو مسلمان ہو گیا تھا حضرت عمرؓ سے ملنے کے لئے آیا۔ تو حسنِ اتفاق سے ایک عرب نے نادانستہ اُسے دھکا دیا۔ اس پر بادشاہ نے خفا ہو کر اسے مارا۔ عرب کی نالش پر حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ دیا۔ کہ وُہ عرب بادشاہ کو مارے۔ اس پر بادشاہ نے کہا۔ "اے امیر المومنین! یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک عامی بادشاہ کو ہاتھ لگائے"؟ خلیفہ نے جواب دیا کہ "اسلام کا قانون یہی ہے۔ اسلام میں درجہ کی عزت ہے۔ نہ دولت کی۔ ہمارے پیغمبرؐ کی نظروں میں سب مسلمان برابر تھے۔ اور اُن کے خلفاء کی نظروں میں بھی یہی مساوات قائم رہے گی"؛ حضرت عمرؓ ہی کا زمانہ تھا۔ جس میں اِسلام کی بڑی مُلک گیریاں شروع ہوئیں۔ آپ جس قدر عمدہ

منتظم تھے۔ اُسی قدر عمدہ سپہ سالار بھی۔ اور آپ کا انصاف ضربُ المثل ہے۔ جس وقت آپ خلیفہ مقرر ہوئے تو یہ تقریر کی :-

"اے سامعین غور سے سُنو! میری نظروں میں تم میں سے ضعیف سے ضعیف شخص سب سے قوی ہے بشرطیکہ وہ حق پر ہو۔ اور تم میں سے قوی سے قوی شخص اضعف الناس ہے۔ بشرطیکہ وہ ناحق پر ہو۔

فی الحقیقت مُسلمانوں کی سلطنت کی اِبتدا حضرت عمرؓ سے ہوئی۔ اور جس وقت عربوں کے غلبہ سے شہنشاہ ہرقل شام سے بھاگ کر قسطنطنیہ جا چھپا۔ تو اُس کو معلوم ہوا۔ کہ اب حکومت دُوسروں کے ہاتھ چلی گئی۔"

غیر مُسلم مؤرخین کی ان شہادتوں سے عمرؓ کے شہنشاہ اعظم ہو کر زہد و تورع۔ اتقاء و خشیت الٰہی انصاف پروری۔ حق پسندی کا ثبوت ملتا ہے۔ پھر افسوس ہے۔ کہ شیعہ ادعائے اِسلام کرتے ہُوئے ایسی مایۂ ناز ہستی پر زبان طعن دراز کریں۔ غرض حضرت عمرؓ کے کمالات کا استقصاء مشکل ہے۔ مصنّفین اسلام نے ان کی سوانح عمری میں ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ چونکہ ہمارا رُوئے سخن صِرف شیعہ حضرات سے ہے۔ اِسلئے یہاں مُشتے نمونہ از خروارے صِرف شیعہ کی مُستند اور مسلّمہ کُتب سے اُوپر کی شہادات لکھی گئی ہیں۔ وَتِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ خدا کرے کِسی بھائی کی ہدایت کا باعث ہو۔ وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اب ہم خلیفہ سوم کا ذِکر کرتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عُثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل کے متعلق حسب ذیل شہادتیں ہم شیعہ کی مُستند کُتب سے درج کرتے ہیں۔

پہلی شہادت: شیعہ کی صحیح الکتاب مُصدّقہ امام غائب علیہ السّلام فروع کافی جلد ۲ کتاب الروضہ صفحہ ۹۹ میں ہے :-

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ الْحَلَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ اِخْتِلَافُ بَنِي الْعَبَّاسِ مِنَ الْمَحْتُوْمِ وَالنِّدَاءُ مِنَ الْمَحْتُوْمِ قُلْتُ كَيْفَ النِّدَاءُ قَالَ يُنَادِيْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَآءِ اَوَّلَ النَّهَارِ اَلَا اِنَّ عَلِيًّا وَّشِيْعَتَهٗ هُمُ الْفَائِزُوْنَ قَالَ

محمد بن علی حلبی روایت کرتا ہے کہ مَیں نے امام صادق سے سُنا۔ وہ فرماتے تھے۔ بنی عباسؓ کا اختلاف یقینی ہے۔ اور ندا بھی یقینی ہے۔ مَیں نے کہا۔ وہ ندا کیا ہے؟ فرمایا آسمان سے پکارنے والا ابتدائے روز میں پکار کر کہتا ہے خبردار علیؓ اور اُس کے پیرو کامیاب ہیں

وَيُنَادِيْ مُنَادٍ اٰخِرَ النَّهَارِ اَلَا اِنَّ عُثْمَانَ وَشِيْعَتَهٗ هُمُ الْفَائِزُوْنَ (فروع کافی جلد ۳ ص۹۹)

اور پھر دن کے اخیر میں پکارنے والا پکارتا ہے۔ خبردار عثمانؓ اور اُس کے پیروکار کامیاب ہیں۔

اِس حدیث میں جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے۔ صاف تصریح ہے کہ ہر روز دِن کے اوّل و آخر ہمیشہ غیب سے آواز آتی ہے۔ پہلے یہ کہ علی رضؓ اور اُنکے تابعین فائزالمرام ہیں۔ پھر اسی طرح دُوسری آواز آتی ہے کہ عثمان رضؓ اور اُس کے متبعین بھی فائزالمرام ہیں۔ پھر ایسی تصریح کے بعد اگر شیعہ فضیلتِ عثمانؓ سے انکار کریں تو امام والامقام کی تکذیب ہو گی۔

دُوسری شہادت:۔ ایسا ہی کتاب مذکور کے ص۱۵۱ جلد نمبر ۳ میں درج ہے:۔

فَجَلَسَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحُبِسَ عُثْمَانُ فِيْ عَسْكَرِ الْمُشْرِكِيْنَ وَبَايَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَرَبَ بِاِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى لِعُثْمَانَ وَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ طُوْبٰى لِعُثْمَانَ قَدْ طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى مِنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاَحَلَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا كَانَ لِيَفْعَلَ فَلَمَّا جَاءَ عُثْمَانُ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَطُفْتَ بِالْبَيْتِ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِاَطُوْفَ بِالْبَيْتِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَمْ يَطُفْ بِهٖ

سہیل ابن عمرو (سفیرِ مُشرکین) رسُولؐ خدا کے پاس بیٹھا اور حضرت عثمانؓ (سفیرِ رسُولؐ) مُشرکین کے لشکر میں محبوس ہوئے رسُولؐ پاک نے اپنے ایک ہاتھ کو دُوسرے ہاتھ پر مارا۔ اور عثمانؓ کی (غائبانہ) بیعت کی۔ مُسلمان کہنے لگے۔ زہے نصیب عثمانؓ نے طواف کعبہ کیا اور صفا مروہ کی سعی نصیب ہُوئی۔ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ عثمانؓ ایسا نہیں کرے گا۔ پھر جب عثمانؓ آئے تو حضُور علیہ السّلام نے دریافت کیا۔ عثمانؓ! کیا تم نے طوافِ کعبہ کیا۔ عثمانؓ نے کہا۔ مَیں طواف کیسے کرتا حالانکہ رسُولؐ پاک نے طواف نہیں فرمایا۔

اس روایت سے فضیلتِ عثمانؓ کا نمایاں ثبوت مِلتا ہے۔ کہ حضُور علیہ السّلام نے اپنے ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر بیعت کی۔ اور اپنا سفیرِ خاص بنا کر مُشرکین مکہ میں بھیجا۔ پھر حضرت عثمانؓ کے عاشق صادق ہونے پر اسقدر اعتماد تھا کہ مُسلمانوں نے جب طُوبٰى لِعُثْمَانَ۔ کہہ کر یہ کہا کہ عثمان رضؓ نے طوافِ کعبہ اور سعی صفا مروۃ حاصِل کی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ ایسا کرنے کی عثمانؓ جیسے جاں نثار عاشق سے توقع نہیں ہو سکتی۔ کہ ہمارے بغیر اکیلا طواف کرے۔ چنانچہ عثمان رضؓ کے آنے پر اس بات کی تصدیق ہو گئی۔

مُشرکینِ مکّہ نے عثمان رضؓ کو کہا بھی کہ طواف کر لو۔ تمہیں ہم منع نہیں کرتے۔ البتہ تمہارے پیغمبرؐ کو طواف نہیں کرنے دیں گے۔ لیکن عثمان رضؓ نے اکیلے طواف کرنے سے انکار کر دیا۔

صاحب حملہ حیدری نے اس واقع کو یوں لکھا ہے:۔

بوسید عثمانؓ زمین ہر زماں — بمقصد رواں شد چو تیر از کماں
چو اورفت اصحاب روزِ دگر — بگفتند چنیں بہ خیر البشرؐ
خوشا حال عثمانؓ با احترام — کہ شد قسمتش حج بیت الحرام
رسولِ خداؐ چوں شنید ایں سخن — بپاسخ چنیں گفت با انجمن
بعثمانؓ نداریم ما ایں گماں — کہ تنہا کند طوف آں آستاں

عثمانؓ زمین چوم کر سُرعت سے روانہ ہوگیا جب چلا گیا۔ اصحاب کہنے لگے۔ خوشا نصیب عثمانؓ کہ حج بیت اللہ اُسے نصیب ہُوا۔ رسُولؐ پاک نے جب یہ سُنا تو فرمانے لگے ہم عثمانؓ سے کبھی یہ توقع نہیں رکھتے کہ ہمارے سوائے اکیلا طوافِ کعبہ کرے ۔

کفّارِ مُشرکین کی اجازتِ طواف

اگر میل داری طوافِ حرم — بکن مانعت نیست کس زیں حشم
ولیکن محالست ایں بے گزاف — کہ آمد محمدؐ برائے طواف
چو بشنید عثمانؓ زو ایں سخن — چنیں داد پاسخ بآں اہرمن
کہ طوفِ حرم بے رسولِؐ خدا — نباشد بر پیروانش روا

اگر تجھے طوافِ کعبہ کا شوق ہو تو کیجئے ۔ کوئی مانع نہ ہوگا۔ لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ محمدؐ اگر طواف کریں۔ عثمانؓ نے یہ سُنکر کہا کہ طوافِ کعبہ رسُولؐ خدا کے سوائے اُنکے جاں نثار کبھی نہیں کر سکتے۔

اگر شیعہ انصاف سے دیکھیں تو حضرت عثمان رضؓ کے کمالِ ایمان، عشقِ رسُول، خلوص نیت اور رسُول علیہ السلام کا ان پر کامل اعتماد بلا کسی مزید دلیل کے اس روایت سے ظاہر و ہویدا ہے۔ اور یہ تو حضرت عثمانؓ کے لئے ایک بڑا بھاری اعزاز ہے۔ کہ حضور علیہ السلام اپنے دستِ مبارک کو دستِ عثمانؓ قرار دیں۔ یہ ایسی خصوصیت اور فضیلتِ ممیزہ ہے کہ کسی دُوسرے جلیل القدر صحابی کو نصیب نہیں ہُوئی۔

تیسری شہادت:۔ شیعہ کی مُستند کتاب "نہج البلاغت" مطبوعہ مصر جلد اوّل صت ۲۳۳ میں ہے:-

اِنَّ النَّاسَ وَرَائِیْ وَقَدِ اسْتَفْسَرُوْنِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَھُمْ وَوَاللہِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لَکَ مَا اَعْرِفُ شَیْئًا تَجْھَلُہٗ وَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی شَیْءٍ لَا تَعْرِفُہٗ اِنَّکَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ مَا سَبَقْنَاکَ اِلٰی شَیْءٍ فَنُخْبِرُکَ عَنْہُ وَلَا خَلَوْنَا بِشَیْءٍ فَنُبَلِّغَکَہٗ رَأَیْتَ کَمَا رَاَیْنَا وَسَمِعْتَ کَمَا سَمِعْنَا وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللہِ کَمَا صَحِبْنَاہُ وَمَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَۃَ وَلَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَوْلٰی بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْکَ - وَاَنْتَ اَقْرَبُ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ وَشِیْجَۃَ رَحْمٍ مِنْھُمَا وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِھْرِہٖ مَا لَمْ یَنَالَا -

ترجمہ:- حضرت علی رضؓ نے حضرت عثمان رضؓ کو جب کہ آپ کو لوگ سفارش کے لئے ان کے پاس لے گئے۔ فرمایا یہ لوگ میرے پیچھے ہیں۔ جو مجھے تمہارے اور اپنے مابین سفیر بنا کر لائے ہیں۔ بخدا میں نہیں جانتا۔ کہ آپ کو کیا کہوں۔ میں ایسی بات کوئی نہیں جانتا۔ جسے آپ نہ جانتے ہوں۔ اور نہ ہی آپ کو کوئی ایسی بات بتاتا ہُوں۔ جس کو آپ نہ پہچانتے ہوں۔ بے شک جو کچھ میں جانتا ہُوں۔ وہ آپ بھی جانتے ہیں۔ جیسا ہم نے

دیکھا ہے ۔ آپ نے بھی دیکھا ہے ۔ اور جو کچھ ہم نے سُنا ۔ آپ نے بھی سُنا ہے ۔ جیسے ہم نے
رسُولِ خدا کی مصاحبت حاصل کی ہے ۔ آپ نے بھی کی ہے ۔ اور ابُوبکر رض و عمر رض آپ سے زیادہ
عامل بحق نہ تھے ۔ آپ قرابت کی وجہ سے رسُول علیہ السّلام سے ان سے زیادہ قرُب رکھتے ہیں ۔ اور
آپ کو دامادیٔ رسُول کا وہ فخر حاصل ہے جو ان دونوں کو حاصل نہیں ہے ۔"

اس خطبہ میں حضرت علی رض المرتضےٰ کمال صراحت سے اوصاف امیرُالمومنین عثمان رض یوں
بیان فرماتے ہیں :۔

(۱) علم و معلومات میں ہم اور آپ برابر ہیں ۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے جو ہمیں آپ سے زیادہ معلوم ہو
(۲) ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے ۔ جسے ہم جانتے ہوں اور آپ کو اس کا علم نہ ہو ۔
(۳) رسُولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلّم کی صحبت میں رہ کر جو کچھ ہم نے دیکھا سُنا ۔ اِس میں بھی
ہمیں اور تمھیں مساوات ہے ۔ (ہمیں کسی امر میں تم پر ترجیح نہیں ہے) ۔
(۴) آپ کو حضُور علیہ السّلام سے دُوسرے دو یاروں پر دو وجہ سے ترجیح ہے ۔ ایک قرابت
کی وجہ سے ۔ اور دوم دامادِ رسُول ہونے کے باعث ۔

شیعہ صاحبان میں اگر کچھ بھی انصاف ہو ۔ تو اُن کی تسلّی کے لئے جناب امیر کا یہ خطبہ
دربارہ فضیلت عثمان رض کافی و وافی ہے ۔ جب جناب امیر حضرت عثمان رض کو ہر ایک کمال میں ، علمی ہو یا حسبی
نسبی ، اپنے برابر سمجھتے ہیں ۔ اور اُنکی قرابت رسُول اور دامادی کا اعتراف کرتے ہیں تو پھر شیعہ ہزار بھی اس کی
شہادت امیر علیہ السّلام کی وہ تردید نہیں کرسکتے ۔ یہ ایسی زبردست شہادت ہے ۔ جس کے مقابلہ میں
روافض کی خرافات کی ذرہ بھر وقعت نہیں ہو سکتی ۔ اگر حضرت عثمان رض معاذ اللہ کافر و منافق
ہوتے تو حضُور علیہ السّلام اپنی دُو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے اُن کو نکاح نہ کر دیتے ۔

چوتھی شہادت : حضرت عثمان رض کے دامادِ رسُول ہونے کا ثبوت ۔

چوتھی شہادت اس بارہ میں کہ حضرت عثمان رض ذوالنورین کو حضُور علیہ السّلام کا داماد ہونے کا
فخر حاصل ہے ۔ شیعہ کی مستند کتاب "حیات القلوب" مصنفہ ملا باقر مجلسی جلد دوم صفحہ ۴۴۶ میں ہے ۔

در قرب الاسناد بسند معتبر از حضرت صادق رض
روایت کردہ است کہ از برائے رسُولِ خدا از خدیجہ رض
متولد شد طاہر و قاسم و فاطمہ رض و ام کلثوم رض و رقیہ رض و زینب رض و فاطمہ رض
را بحضرت امیر المومنین تزویج نمود ۔ و تزویج کرد باَبو العاص بن

ترجمہ : قرب الاسناد میں معتبر اسناد کیساتھ حضرت امام
جعفر صادق سے مروی ہے ۔ کہ رسُولِ خدا کی اولاد
حضرت خدیجہ رض کے شکم سے ہُوئی ۔ طاہر اور قاسم اور فاطمہ
ام کلثوم رض ۔ رقیہ رض ۔ زینب رض تھیں ۔ فاطمہ رض کا نکاح حضرت علی

ربیم کہ بنی اُمیہ بُود زینبؓ را۔ و بہ عثمانؓ بن عفان
اُم کلثومؓ را و پیش از انکہ بخانہ آں بُرد او برحمت
الٰہی واصل شد و بعد از و رقیہؓ را باو تزویج
نمود۔

سے کر دیا۔ اور زینبؓ ابو العاصؓ کو نکاح کر دی۔
اور اُم کلثومؓ کے ساتھ عثمانؓ کا نکاح ہوا۔ ابھی وہ
حضرت عثمانؓ کے گھر نہ گئی تھیں کہ فوت ہو گئیں۔ پھر حضورؐ نے
حضرت رقیہؓ کا حضرت عثمانؓ سے نکاح کر دیا ؎

اِس روایت سے جو شیعہ کے مفترض الاطاعت امام جعفر صادق سے مروی ہے۔ ثابت ہوا۔ کہ حضورؐ علیہ السلام نے اپنی دو صاحبزادیوں (اُمّ کلثومؓ۔ رقیہؓ) کا نکاح حضرت عثمانؓ سے یکے بعد دیگرے کیا۔ پہلی صاحبزادی اُمّ کلثومؓ کا آباد ہونے سے پہلے وصال ہو گیا۔ تو پھر دُوسری صاحبزادی رقیہؓ کا اُن سے نکاح کر دیا گیا۔ جو عمر بھر اُن کے گھر آباد رہیں۔

شیعہ کی بے قراری: اس واقعہ سے کہ حضرت عثمانؓ کو حضورؐ کی دامادی کا فخر حاصل تھا۔ اور اسی وجہ سے انکا لقب ذوالنورین مشہور ہے۔ شیعہ سخت بے قرار ہوتے ہیں۔ اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔ کہ اس زبردست الزام کا کہ اگر حضرت عثمانؓ جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں۔ معاذ اللہ مسلمان نہ تھے تو حضورؐ علیہ السلام نے اپنی صاحبزادیاں ان کو کیوں نکاح کر دیں۔ جبکہ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ (کفّار کو اپنی لڑکیاں مت دو) صریح ممانعت ہو چکی تھی۔ کہ کفّار سے ناطے نہ کئے جائیں۔ شیعہ کیا جواب دیں۔ اس موقعہ پر پریشان حال ہو کر عجیب حیلہ سازیاں کرتے ہیں۔ پہلے تو یہ کہتے ہیں کہ سوائے فاطمہؓ کے اور کوئی لڑکی حضورؐ کی تھی ہی نہیں۔ اور یہ اُنکا ایسا دھوکا ہے۔ جس میں تمام عوام شیعہ کو پھنسا رکھا ہے۔ جب کبھی یہ کہو کہ حضرت عثمانؓ دامادِ رسولؐ تھے، جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ اور کون سی بیٹی حضرتؐ کی تھی جس کا نکاح حضرت عثمانؓ سے ہوا۔ اِسلئے میں اس معاملہ کو ذرا وضاحت سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ شیعہ کے اس مغالطہ کا قلع قمع ہو جائے۔

کیا رسولؐ پاک کی حضرت فاطمہؓ کے سوائے کوئی اور بیٹیاں بھی ہیں؟

میں حیران ہوں۔ کہ جاہل شیعہ تو معذور ہیں۔ لیکن لکھے پڑھے شیعہ اس بات سے کس طرح انکار کر سکتے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی حضرت خدیجۃُ الکبریٰؓ کے بطن سے حضرت فاطمہؓ کے علاوہ اَور تین[۳] صاحبزادیاں زینبؓ، اُمّ کلثومؓ اور رقیہؓ بھی تھیں۔ چنانچہ اُنکے ثبوت میں ایک تو "حیات القلوب" کی روایت لکھی جا چکی ہے۔ اب دُوسرا ثبوت ملاحظہ فرمائیے۔

دوسرا ثبوت: اس امر کا کہ حضرت رسولؐ پاک کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ جو سب کی سب ام المومنین خدیجہ رضؓ کے بطن سے تھیں۔

شیعہ کی مستند کتاب حدیث مصدقہ امام مہدی علیہ السلام اصول کافی ص۲۷۸ میں ہے۔

وَتَزَوَّجَ خَدِيجَةَ وَهُوَ ابْنُ بِضْعٍ وَعِشْرِينَ سَنَةً فَوُلِدَ لَهُ مِنْهَا قَبْلَ الْمَبْعَثِ الْقَاسِمُ وَرُقَيَّةُ وَزَيْنَبُ وَأُمُّ كُلْثُومٍ وَوُلِدَ لَهُ بَعْدَ الْمَبْعَثِ الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ وَالْفَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ

آپؐ نے خدیجہ رضؓ سے نکاح کیا۔ جبکہ بیس اور چند سال کے تھے۔ پس مبعوث ہونے کے پہلے انکے بطن سے قاسم رضؓ۔ رقیہؓ اور زینبؓ اور ام کلثومؓ پیدا ہوئیں اور مبعوث ہونے کے بعد طیب۔ طاہر۔ فاطمہؓ کا تولد ہوا تھا

اس روایت سے صاف مثل روایت حیات القلوب کے ثابت ہو گیا کہ حضور کی صاحبزادیاں حضرت فاطمہؓ کے علاوہ رقیہؓ۔ زینبؓ اور ام کلثومؓ بھی تھیں۔ جو خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے شکم مبارک سے پیدا ہوئی تھیں۔ ایسی ظاہر روایات کے ہوتے ہوئے اگر شیعہ عوام کو دھوکا دیں۔ کہ حضرتؐ کی ایک ہی صاحبزادی تھی۔ تو اس مصرع کے مصداق ہونگے۔ ع: "چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔"

تیسرا ثبوت: شیعہ کی مشہور و متداول کتاب "تحفۃ العوام" جو ہر ایک خاص و عام شیعہ کے گھر میں بالعموم موجود رہتی ہے۔ اس کے صفحہ ۱۰۵ جلد اول میں ہر روزہ ادعیہ میں صاف لکھا ہوا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُقَيَّةَ بِنْتِ نَبِيِّكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ نَبِيِّكَ۔ (اے خدا رحمت بھیجو رقیہ دختر رسولؐ پر۔ اے خدا رحمت بھیجو ام کلثوم بنت رسولؐ پر)۔ شیعہ کی مستند کتاب حدیث تہذیب الاحکام مطبوعہ ایران جلد اول، کتاب الصلوٰۃ ص۱۵۴ میں بھی حضرت فاطمہؓ کے علاوہ رقیہ اور ام کلثوم دختران نبی علیہ السلام کے (روح) پر درود و صلوٰۃ درج ہے۔

اب امید ہے کہ عوام شیعہ اپنے علماء سے سوال کریں گے۔ کہ اگر رسولؐ کی ایک ہی بیٹی تھی تو اوراد و ادعیہ میں رقیہ و ام کلثوم بنات النبیؐ کیوں ذکر ہوتی ہیں۔ جن پر صلوٰۃ بھیجنا اسی طرح ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت فاطمہ رضؓ پر۔

چوتھا ثبوت: "حیات القلوب" جلد دوم ص۲۹۴ میں ہے۔

پس یازدہ مرد و چہار زن خفیہ از اہل مکہ گریختند و بجانب حبشہ رواں شدند۔ و از جملہ آنہا عثمان رضؓ بود و رقیہ دختر حضرت رسولؐ کہ زن او بود۔

ہجرت حبشہ کے متعلق مصنف کتاب رقمطراز ہے کہ گیارہ مرد اور چار عورتیں اہل مکہ سے بھاگ کر حبشہ کو روانہ ہوئے۔ منجملہ ان کے حضرت عثمانؓ تھے اور رقیہؓ دختر رسولؐ جو عثمانؓ کی منکوحہ تھیں۔

اِس روایت میں اس امر کی تصریح ہے کہ جب حضرت عثمانؓ نے بامرِ خدا اور رسول صلعم حبشہ کو ہجرت کی۔ اس وقت آپ کے ساتھ حضرت رقیہ بنت رسولؐ بھی تھیں، جو اُن کی جورو تھیں کیا شیعہ حضرات ان روایات بیّنات کی تردید کر سکتے ہیں۔ کلّا و حاشا۔

ع حق کو چھپانا سہل نہیں اے جنابِ من

جوابِ شیعہ

جب شیعہ حضرات اس موقعہ پر پھنس جاتے ہیں اور ایسی صریح معتبر روایات کے ہوتے ہوئے انکار کی گنجائش نہیں پاتے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ رسول پاکؐ نے یہ نکاح اپنی بعثت سے قبل یا ممانعت نکاح بامشرکین سے پہلے کر دیا ہوگا۔ لیکن یہ عذر رکیک قابل سماعت نہیں ہے۔ کیونکہ شیعہ کی کتابوں میں یہ بھی تصریح ہے کہ رقیہ بنت رسولؐ کا نکاح اس وقت ہُوا تھا جب آپؐ جنگِ بدر کو روانہ ہوئے تھے۔ جیسا کہ حیات القلوب جلد دوم صد ۵۵۹ پر ہے:۔

وابن بابویہ بسند معتبر از اں حضرت روایت کردہ است کہ از برائے رسولؐ متولد شد از خدیجہؓ قاسم و طاہرؓ و نام طاہر عبداللہ بود و ام کلثومؓ و رقیہ و زینب و فاطمہ و حضرت امیرالمومنین فاطمہ را تزویج نمود و تزویج نمود زینب را ابوالعاص ابن ربیعہ و او مردے بود از بنی امیہ و عثمان بن عفان ام کلثوم را تزویج نمود و پیش از آنکہ بخانہ آورد برحمت الٰہی واصل شد پس چوں بجنگ بدر رفتند حضرت رسولؐ رقیہ را باو تزویج نمود۔

ابن بابویہ نے معتبر سند سے روایت کی ہے کہ رسولِ خداؐ کی اولاد خدیجہ کے شکم سے قاسم و طاہر پیدا ہوئے۔ طاہر کا نام عبداللہ تھا اور بیٹیاں ام کلثوم رضؓ۔ رقیہؓ زینب رضؓ اور فاطمہ رضؓ پیدا ہوئیں۔ فاطمہ رضؓ کا نکاح ہوا حضرت علی رضؓ سے اور زینبؓ کا ابوالعاص بن ربیعہ سے نکاح ہوا جو بنی امیہ سے تھا۔ اور کلثوم رضؓ کا نکاح حضرت عثمان بن عفان سے ہُوا۔ آپ ان کے گھر جانے سے پہلے واصل باللہ ہو گئیں۔ پس جب جنگ بدر کو گئے رسول پاکؐ نے رقیہ رضؓ کا نکاح حضرت عثمان رضؓ سے کر دیا۔

اب شیعہ کا یہ فضول عذر بھی رفع ہو گیا۔ جنگِ بدر کا واقعہ اس وقت ہُوا جب رسول پاکؐ منصبِ رسالت پہ سرفراز ہو کر اشاعت کلمۂ توحید میں کمربستہ تھے اور اسوقت مشرکین کو رشتے ناطے دینے کی ممانعت ہو چکی تھی۔ غرض حضرت عثمان کیلئے یہ فخر کہ دو صاحبزادیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آپکی تزویج میں آئیں، انکی فضیلت کیلئے ایک کامل سرٹیفکیٹ ہے۔ اسکے ہوتے ہوئے جو شخص دامادِ رسولؐ کو گالیاں دیتے

ہیں وہ رسولؐ کے سخت دشمن ہیں۔ خدا اُن کو عقل دے کہ وہ راہِ راست پر آ جائیں۔

حضرت عثمان کے محامد و محاسن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ آپ نے جسقدر مالی و جانی خدمتِ اسلام کی۔ دُنیائے اسلام تا قیامت اسکی ممنون رہے گی۔ روایات میں چونکہ آپ کے فضائل کا بیّن ثبوت کتبِ شیعہ سے لکھا گیا ہے اس لئے ہم مزید بیان خوفِ طوالت سے چھوڑ کر وہ روایات لکھتے ہیں جن سے اصحابِ ثلاثہ کی مشترکہ تعریف ثابت ہوتی ہے۔

اصحاب ثلاثہ کی مشترکہ تعریف

حضرت امیر المومنین علی المرتضٰی نے جہاں اصحابِ ثلاثہ کی فرداً فرداً اپنے اقوال میں تعریف فرمائی ہے۔ وہاں مشترکہ اوصاف کا بیان بھی انکے خطبات میں پایا جاتا ہے۔ جو انکے فضائل کا بیّن ثبوت ہے۔ اس لئے اب ہم ایسی روایات لکھیں گے جو کتبِ شیعہ میں اصحاب ثلاثہ کے اوصاف کے متعلق مشترکہ پائی جاتی ہیں۔ اول نہج البلاغت جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۴۹ میں ہے:-

لَقَدْ عَهِدْتُ اَقْوَامًا فِی عَهْدِ خَلِیْلِیْ صلی اللہ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُرْهَ الْعُیُوْنِ مِنَ الْبُکَاءِ وَخُمْصَ الْبُطُوْنِ مِنَ الصِّیَامِ ذُبُلَ الشِّفَاهِ مِنَ الدُّعَاءِ صُفْرَ الْاَلْوَانِ مِنَ السَّهَرِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ غَبَرَةُ الْخَاشِعِیْنَ اُولٰٓئِكَ اِخْوَانِیَ الذَّاهِبُوْنَ فَحَقَّ لَنَا اَنْ نَظْمَاءَ اِلَیْهِمْ وَنَعَضَّ الْاَیْدِیْ عَلٰی فِرَاقِهِمْ اِنَّ الشَّیْطَانَ یُسَنِّیْ لَکُمْ طُرُقَهٗ وَیُرِیْدُ اَنْ یَّحُلَّ دِیْنَکُمْ عُقْدَةً عُقْدَةً وَیُعْطِیَکُمْ بِالْجَمَاعَةِ الْفُرْقَةَ فَاصْدِفُوْا عَنْ نَزْغَاتِهٖ وَاقْبَلُوا النَّصِیْحَةَ مِمَّنْ اَهْدَاهَا اِلَیْکُمْ وَاعْقِلُوْهَا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ۔

ترجمہ: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کو دیکھا ہے۔ کثرتِ گریہ سے انکی آنکھیں خیرہ ہو گئی تھیں۔ روزہ داری کی وجہ سے ان کے پیٹ خالی ہو گئے تھے۔ دُعا کرتے کرتے اُن کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے۔ شب بیداری کے سبب ان کے چہرے زرد تھے۔ کثرتِ سجود کے باعث انکے چہرے خاک آلود رہتے تھے۔ وہ لوگ میرے بھائی تھے جو گزر گئے۔ ہمیں لازم ہے کہ اُن کی ملاقات کی پیاس رکھیں اور اُن کے فراق میں دانتوں سے ہاتھ کاٹیں۔ شیطان تمہارے لئے راستہ پیدا کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ دین کی رسّی کو پارہ پارہ کر دے اور تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈال دے۔ تم اس کے وساوس سے بچو اور اپنے

---

[1] ابن بابویہ کی کتاب الخصال مطبوعہ ایران صفحہ ۳۴ تا صفحہ ۳۵ میں یہ حدیث پوری اسناد کے ساتھ درج ہے ۱۲

راہ نماکی نصیحت مانو اور اپنے دلوں میں گرہ کر لو۔

اس خطبہ میں جناب امیر علیہ السلام نے اصحابِ رسول ﷺ کی جو فوت ہو گئے ہیں بیحد تعریف فرمائی ہے کہ وہ قائم اللیل، صائم النہار تھے۔ خشیت الٰہی انکے رگ و ریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی گریہ وزاری میں ہمیشہ سربسجود رہتے تھے۔ وہ میرے بھائی تھے۔ انکے فراق کا دل میں سخت صدمہ ہے۔ پھر مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ شیطان تم کو گمراہی میں ڈالنا چاہتا ہے اور جماعت میں تفرقہ ڈالنے کے درپے ہے۔ شیطان کی پیروی مت کرو اور جماعت سے علیحدگی اختیار مت کرو۔

شیعہ حضرات بتائیں کہ کیا اصحابِ ثلاثہ رض ان افراد میں داخل تھے یا نہ اور یہ اوصاف ان میں پائے جاتے ہیں یا نہیں۔ بیشک حضرت امیر ع کو اپنے ان بھائیوں خلفاء ثلاثہ کی فرقت کا دل میں رنج تھا۔ ان کے اوصاف یاد کرکے دل کو تسکین دیتے تھے اور مسلمانوں کو ان کے طریق پر چلنے اور جماعت میں ملے رہنے کی ترغیب دیتے تھے۔

شیعہ کے نزدیک تو صرف معدودے چند، ابوذر رض۔ مقداد رض۔ سلمان فارسی رض کے سوائے اصحابِ رسول ﷺ سے کوئی مسلمان ہی نہ رہا تھا۔ پھر وہ اقوام جن میں یہ اوصاف تھے، کہاں تھیں جن کی وفات کا جناب امیر رض کو از حد رنج تھا۔ اس میں کلام نہیں ہے کہ وہ لوگ جن میں یہ اوصاف تھے خلفاء رسول اور ان کے پیروانِ دین تھے۔ جن کو شیعہ معاذ اللہ کافر کہتے ہیں اور ناصح مشفق جناب امیر رض کی نصیحت کی پرواہ نہ کرکے شیطان کے متبع ہو کر سوادِ اعظم سے علیحدگی کر بیٹھے۔ (خدا ہدایت کرے)۔

دوم: نہج البلاغت جلد ۲ صـ۸ میں ہے:-

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى مُعَاوِيَةَ اِنَّهُ بَايَعَنِى الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا اَبَا بَكْرٍ رض وَعُمَرَ رض وَعُثْمَانَ رض عَلٰى مَا بَايَعُوْهُمْ عَلَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ اَنْ يَخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ اَنْ يَرُدَّ وَاِنَّمَا الشُّوْرٰى لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَسَمَّوْهُ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًى فَاِنْ خَرَجَ عَنْ اَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ اَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوْهُ اِلٰى مَا خَرَجَ مِنْهُ فَاِنْ اَبٰى قَاتَلُوْهُ عَلَى اتِّبَاعِهِ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلّٰى۔

ترجمہ: جناب امیر ع کے ان خطوط میں سے جو معاویہ رض کو آپ نے لکھے یہ بھی تھا کہ میری بیعت اسی قوم نے اسی امر پر کی ہے جس پر انھوں نے ابوبکر رض، عمر رض، عثمان رض سے کی تھی۔ اب کسی حاضر یا غائب کو اس بیعت کے رد کرنے کا اختیار نہیں ہے اور شوریٰ مہاجرین و انصار ہی کا حق ہے۔ جس شخص کی بیعت پر ان کا اتفاق ہو، خدا کو بھی وہی منظور ہے۔ پھر جو شخص اس متفقہ خلیفہ کی اطاعت سے کسی طعن یا بدعت کے باعث انحراف کرے۔ اہل

شوریٰ کا حق ہے کہ اسے اس خلیفہ کی اطاعت پر مجبور کریں اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ دینے پر اس سے لڑیں

اس خطبہ میں جناب امیر رضؓ نے مسئلہ خلافت و خلیفہ کا بالکل فیصلہ فرما دیا اور آپ نے یہ بھی بتا دیا کہ میری اور خلفائے سابقہ کی خلافت ایک ہی طریق سے ایک ہی جماعت (مہاجرین و انصار) کے انتخاب سے عمل میں آئی ہے۔ اور انتخاب خلیفہ کا حق بھی مجلس شوریٰ مہاجرین و انصار ہی کو ہے۔ وہ اپنی متفقہ رائے سے جس شخص کو خلیفہ کر دیں۔ عند اللہ بھی وہی خلیفہ برحق ہے۔ جو ایسے منتخب کردہ خلیفہ کی اطاعت سے منحرف ہو جائے۔ اس کو مسلمان خلیفہ کی اطاعت پر مجبور کر سکتے ہیں۔ نہ مانے تو اس سے لڑائی بھی کی جا سکتی ہے۔ اب جو لوگ کہتے ہیں کہ خلافت کے حقدار سب سے پہلے امیر علیہ السلام تھے اور خلفائے ثلاثہ رضؓ کا انتخاب غلط ہوا تھا۔ وہ جناب امیرؓ کے اس قول کی تکذیب کرتے ہیں جو بقول ممدوح ہر چہار خلفاء کا انتخاب ایک ہی طریق سے ایک ہی جماعت کے ہاتھ سے عمل میں آیا۔ اور بقول جناب موصوف خدا کی رضا بھی اسی میں تھی۔ تو پھر شیعہ کا حق کیا ہے کہ اسکے خلاف کہنے کی جرأت کریں کہ حق تو علیؓ کا تھا ثلاثہ رضؓ نے زبردستی خلافت چھین لی۔ اگر ایسا ہوتا تو جناب امیر رضؓ یوں فرماتے کہ ثلاثہ کا انتخاب تو نااہل لوگوں نے غلط کر دیا تھا اور خدا بھی ان کی خلافت پر راضی نہ تھا۔ ہاں جس جماعت نے میرا انتخاب کیا اور جس طریق سے کیا۔ یہ انتخاب جائز اور منظور خدا تھا۔

اس خطبہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضؓ انتخاب خلیفہ سے ناراض تھے اور انھوں نے بیعت نہ کی تھی یا جبراً قہراً بیعت کرائی گئی تھی۔ یہ سب کچھ یار لوگوں کی گھڑت اور اتہام محض ہے۔ کیونکہ جناب ممدوح خود فرماتے ہیں کہ مجلس شوریٰ کے فیصلہ پر جو شخص راضی نہ ہو اور منتخب شدہ خلیفہ کی بیعت سے انکار کرے وہ مومنین کے طریقہ سے الگ اور واجب القتال ہے اور کہ خدا کو بھی وہی فیصلہ منظور ہے جو مہاجرین و انصار کی مجلس شوریٰ فیصلہ کر دے۔ کیا شیعہ اصحاب جناب امیر المومنین کے اس فرمان واجب الاذعان کے سامنے سر تسلیم خم کریں گے؟

سومؔ: حیات القلوب جلد ۲ صہ ۵۸۹ میں ہے:

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ ط وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ یعنی پیشی گیرندگاں کہ پیشتر بودہ اند از مہاجرین و انصار و آنانکہ متابعت ایشاں کردہ اند بہ نیکی راضی شد خدا از ایشاں و راضی شدند از وحضرت فرمود۔ پس خدا ابتداء نمود بآں ہا کہ پیشتر ہجرت کردہ بودند۔ بقدر درجہ آں پس در مرتبہ دوم انصار را یاد کرد کہ بعد از مہاجراں یاری آنحضرت نمودند۔

پس در مرتبہ قرار داد، بقدر درجات ومنازلے کہ ایشاں را نزد او ہست۔

شیعی مصنف نے تفسیر آیت میں مہاجرین و انصار اور تابعین کی تعریف اور ان کے مدائح کا ذکر کیا ہے۔ یہ کون تھے؟ کیا اس کے مصداق وہی تین مقداد رض، ابوذر رض، سلمان رض ہی تھے۔ کیا خلفاء ثلاثہ رض مہاجرین و انصار سے خارج ہیں؟ اگر یہ ان کے سرتاج ہیں تو ان کے درجات اور راضی مرضی ہونے سے کیوں انکار کیا جاتا ہے؟ کیا خدائے پاک کا کلام معاذ اللہ جھوٹا اور شیعہ سچے ہیں؟

چہارم: حملہ حیدری میں جنگ بدر کے بیان میں لکھا ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رض کی قلت اور بے سامانی اور کفار کی کثرت اور ان کے ساز و سامان کو دیکھا تو دست بدعا ہو کر فرمانے لگے

خدایا گر ایں چند تن از عباد	کہ کردند امر ترا انقیاد،
بحکم تو بستند بر کیں میاں	ندیدند بیش و کم دشمناں
بمانند از فتح کوتاہ دست	بیابند از دست اعداء شکست
بروئے زمیں تا قیامت دگر	نگردد پرستندہ اے دادگر

ترجمہ: اے خدا اگر تیرے یہ قلیل بندے، جو تیرے عبادت گزار ہیں اور تیرے حکم کی تعمیل میں لڑائی پر کمربستہ ہو کر دشمن کی قلت و کثرت کی پرواہ نہیں رکھتے اگر یہ دشمن کے ہاتھ سے شکست یاب ہو کر فتح یابی حاصل نہ کر سکے تو بار خدایا! روئے زمین پر تا قیامت تیری پرستش کرنے والا کوئی باقی نہ رہ جائے گا۔

بتاؤ جن اشخاص کے متعلق حضور علیہ السلام نے یہ شہادت دے کر حق تعالیٰ سے دعا کی کہ یہ تیرے فرماں بردار بندے ہیں اور تیرے عشق کے ایسے متوالے ہیں کہ تیرے دشمنوں سے لڑائی کرتے وقت دشمنوں کی تعداد کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور یہ تیرے ایسے مخلص بندے ہیں اگر ان کا وجود صفحۂ دہر سے مٹ گیا تو دنیا میں تیرا پرستار، تیرا نام لیوا ان جیسا قیامت تک پیدا نہ ہوگا۔ یہ لوگ کون تھے؟ وہی مہاجرین و انصار جن کے میر عسکر ثلاثہ رضی اللہ عنہم تھے یا کوئی اور؟ کیا صرف وہی شیعہ کے تین چار بزرگوار ہر ایک معرکۂ کارزار میں شامل ہو کر دشمن کی صفیں الٹ دیا کرتے تھے۔ یا یہی حضرات تھے جنھوں نے نبی علیہ السلام کی زندگی میں ہی نہیں، آپ کی وفات کے بعد بھی دین اسلام کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیا اور دشمنان دین کا نام و نشان باقی نہ رہنے دیا۔ انصاف! انصاف!!

پنجم: حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۴۱ میں ہے:

عروہ بن مسعود چوں در غزوۂ حدیبیہ از جانب قریش بخدمت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آمد دید کہ ہرگاہ آنحضرت وضو می ساخت یا دست می شست مبادرت میکردند در گرفتن آں آب
بمرتبہ کہ یک دیگر را بکشند و ہر مرتبہ کہ آب دہاں یا آب بینی می انداخت بدست خود آں را می ربودند
چوں امر می فرمود بر یک دیگر سبقت می گرفتند در امتثال آں و چوں سخن مے فرمود صداہائے خود را
پست می کردند و تند بر رُوئے مبارک آں حضرتؐ نظر نمی کردند و سرہا در پیش می افگندند و چوں عروہ
بہ نزد قریش برگشت۔ گفت اے گروہ قریش من بہ نزد بادشاہِ عجم و بادشاہِ روم و بادشاہِ حبشہ رفتہ
بُودم و ندیدم کہ ہیچ قومے بادشاہ خود را تعظیم و اطاعت کنند مثل آنکہ اصحاب آں حضرت تعظیم
و اطاعت وی نمایند۔ ترجمہ: غزوہ حدیبیہ میں جب عروہ بن مسعود کفار قریش کا سفیر ہو کر آنحضرت
کے پاس آیا۔ اس نے دیکھا کہ جب حضورؐ وضو کرتے یا ہاتھ دھوتے۔ جب آپؐ منہ سے تھوک یا ناک
سے پانی پھینکتے۔ برکت کے لئے ہاتھوں میں لے کر اپنے منہ اور بدن پر ملتے اور اگر کوئی بال جسم اطہر
گرتا اس کے لینے کیلئے ایک دُوسرے پر سبقت کرنا چاہتے تھے۔ جب حضورؐ کلام کرتے یہ لوگ چپکے ہو
اور حضور انور کے رُخ انور پہ تیز نگاہ ڈال نہ سکتے تھے اور آپؐ کے حضور میں بیٹھ کر اپنے سر نیچے جھکا
دیا کرتے۔ جب عروہ نے یہ حالت دیکھی اور قریش میں لوٹا تو کہنے لگا۔ میں نے بادشاہانِ عجم
و رُوم و حبشہ کو دیکھا ہے۔ لیکن میں نے ایسی کوئی قوم نہیں دیکھی جو اپنے بادشاہ کی اس طرح
تعظیم کرتے ہوں۔ جیسے اصحابؓ رسولؐ اپنے شہنشاہِ اسلام کی اکرام و تعظیم کرتے ہیں۔

اسی مضمون کو صاحب حملہ حیدری نے نظم میں بیان کیا ہے:۔

پس آں گاہ در مجلسِ شاہِ دین — نشست او زمانِ دگر در کمیں
کہ اصحاب او را کند امتحان — بہ بیند کہ چوں است اخلاص شاں
بظاہر گرہ کردہ ابروز خشم — نہانی ہمیں دید از زیر چشم
چو اکرام و تعظیم و فرمانبری — ارادت شعاری عقیدت وری
ز اصحاب نسبت بہ سالارِ دین
بتابید آں مرد دزدیدہ بیں

ترجمہ: عروہ بن مسعود جب مجلس رسُول پاکؐ میں اسلئے گھات لگا کر بیٹھا کہ اصحابؓ کے
اخلاص و جاں نثاری کا امتحان کرے۔ بظاہر تو اس نے غصہ سے ابرُو پر گرہ ڈالی مگر نیچی نظر سے ان
نے دیکھنا شروع کیا۔ جب اس نے عاشقان جمال احمدی کی ارادت و عقیدت کا حال دیکھا تو اسے
بے حد تعجب ہوا۔ کیوں کہ پہلے اس کی نظیر نہ دیکھی تھی۔

جب عروہ قریش کے پاس واپس گیا تو اپنے چشم دید واقعات کی انکو جاکر یوں اطلاع دیتا ہے:۔

که من آنچه دیدم زیاران او | ازاں سر بکف جاں نثاراں او
در ایران و در روم و در زنگبار | ندیدم ز نیک و بدِ آں دیار
که دارند پاسِ شہِ خود چنیں | بسائند بر نقشِ پائش جبیں
محمد گر اندازد آبِ دہن | برآں آب خوں می کند انجمن
که گیرند آں آب مالند رو | ازاں آب تازہ کنند آبرو
دگر ہر کرا بینی از مہتراں | کند کفش او پاک چوں کہتراں
بر آبِ وضوئش نزاعے کنند | که خواہند سرہائے خود بشکنند

ترجمہ: میں نے آں حضرت صلعم کے جاں باز اصحاب میں جو کچھ دیکھا ہے ۔ میں نے ایران و روم اور زنگبار میں کسی نیک و بد کو نہیں دیکھا کہ وہ اپنے بادشاہ کا اس قدر اکرام کریں کہ اس کی جوتیوں پر اپنے ماتھے رگڑیں ۔ محمد اگر آب دہن پھینکنا چاہے. تو اس کے لینے کے لئے مجمع میں کشت و خون تک نوبت پہنچ جاتی ہے ۔ اس آب دہن کو لے کر اپنے چہروں پر ملتے اور اپنی آبرو بڑھاتے ہیں ۔ اور جس بڑے سے بڑے سردار کو دیکھو وہ آپؐ کی جوتیاں ادنیٰ خادم کی طرح صاف کرتا ہے ۔ اُن کے وضو کا پانی حاصل کرنے پر ایسا جھگڑا ہوتا ہے کہ سر دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں ۔

جب اصحابِؓ رسولؐ کی جاں نثاری کی یہ حالت ہو کہ کفار بھی اس پر رشک کریں اور معترف ہوں کہ ایسی کوئی قوم روئے زمین پر موجود نہیں ہے جو اپنے آقا پر یوں جانثاری کریں اور اُس کے پاؤں کی خاک سرمۂ چشم اور آبِ دہن کو زینتِ چہرہ کے لئے غازہ گلگوں سمجھتے ہوں جو اسکی شمع جمال پر پروانہ وار گرے پڑتے ہوں اور سر بکف اس کی خدمت میں جاں سپاری کے لئے ہر وقت حاضر ہوں ۔ کیا یہ نشہ کبھی قیامت تک اُترنے والا ہے؟ ع

یہ وُہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

وُہ لوگ سخت حقیقت ناشناس ہیں جو کہتے ہیں کہ رسولؐ پاک کے آنکھ بند کرنے (فوت ہونے) کی دیر تھی ۔ کہ وہ سارا کھیل بگڑ گیا ۔ نہ وُہ عشق رہا نہ وہ محبت ۔ سب کے سب اصحابؓ بغیر تین چار کے دین سے پھر گئے ۔ لاحول ولا قوۃ ۔ جن لوگوں کو کوچۂ عشق میں گذر نہ ہو ایسی بہکی باتیں وہی کرتے ہیں ۔ عاشقانِ ذاتِ احمدی کے سوزِ جگر کا حال وہی جانیں جن کو اس نعمت سے بہرہ ملا ہو ؎

چوں دِل بہ مہر نگارے نہ بستہ اے مہ | ترا ز سوز درون و نیاز ما چہ خبر

الحق جاں نثاران رسولؐ پاک جیسے حضور کی زندگی میں دینِ حق کے شیدا تھے۔ بعد وفاتِ نبیؐ بھی انھوں نے اپنی جانیں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے وقف کر دی تھیں۔ انھوں نے اشاعتِ اسلام میں عمریں خرچ کر دیں۔ اور تمام دُنیا کو کلمۂ توحید کا قائل کر کے چھوڑا۔ خلفائے رسولؐ نہ ہوتے تو خدائے قدوس کا صحیفۂ قدس قرآن بھی ہم تک نہ پہنچتا نہ کسی کو اسلام و مُسلمانی کی ہی خبر ہوتی۔ دنیائے اسلام فاتح فارس و روم اور اُن کے ماسبق خلفاء کی تابقاء دہر شرمندۂ احسان رہیگی۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

اگرچہ اصحابؓ رسولؐ سب کے سب نجوم ہدایت تھے۔ لیکن خلفائے اربعہ فلک اسلام کے وُہ روشن سیارے تھے جن کے نوُر نے عالم کو منوّر کیا اور جن کی بدولت شرق سے غرب و جنوب سے شمال تک خشکی و تری میں اسلامی حکومت کا ڈنکا بجا۔

چار یار

چار کے اعداد سے بس حق تعالیٰ کو ہے پیار ... ہیں حبیبِ کبریاء کے برگزیدہ چار یار

جسم کی ترکیب ہے اربعہ عناصر سے ہُوئی ... ہوتے ہیں سب اک مکاں کے دیکھ لو دیوار چار

عرش سے نازل ہوئیں چاروں[ل] کتابیں دوستو ... ہیں اولوالعزم انبیاء[۲] ایزد غفار چار

ہیں فرشتے بھی[۳] مقرب چار جو مشہور ہیں ... ہیں مذاہب بھی یہی مقبول بے انکار چار

کعبۃُ اللہ میں بچھے چاروں مصلے ہیں ضرور ... خانوادے[۴] بھی طریقت کے ہیں پُرانوار چار

اربعۂ متناسبہ پڑھتے ہیں طفلانِ سکول ... اور مربّع شکل کے اضلاع بھی ہیں چار چار

تھا فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ جو ارشادِ حق ... ہے تمھیں معلوم تھے وُہ طائرِ طیار چار

چار پائے تخت کے ہوتے ہیں بیشک دوستو ... اور جوارح بھی ہر اک انسان کے ہیں چار چار

چار کے اعداد ہیں لاریب منظورِ خُدا ... بالیقین ہے دوزخی کرتا ہے جو انکار چار

فاطمہؓ حسنینؓ اور حضرت علی المرتضےٰ ... تھے یہ خویشانِ نبی احمدِ مختار چار

ہیں چراغِ مسجد و محراب و منبر اے دبیر
یہ ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدر یار چار

ل زبور - تورات - انجیل - قرآن ۲ ابراہیمؑ - موسےٰؑ - عیسےٰؑ - محمد علیہ السلام ۳ جبرائیلؑ - میکائیلؑ - اسرافیلؑ عزرائیلؑ - ۴ چشتی - نقشبندی - قادری - سہروردی

خلافت و امامت

اب ہم شیعہ سُنّی کا معرکۃ الآرا مسئلہ خلافت و امامت شروع کرتے ہیں - اور اس پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ یہی مسئلہ تمام نزاعات کا اصل الاصول ہے -

مسئلہ خلافت میں اہل سُنّت والجماعت کا یہ اعتقاد ہے - کہ خلافت کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس ۳۰ سال بتلایا تھا۔ جن نفوس مقدسہ کی دینی و اسلامی خدمات بیش از بیش تھیں۔ بموجب وعدۂ الٰہی اس مخصوص زمانہ میں ان کو یہ اعزاز بالترتیب حاصل ہوا - اوّلاً باتفاق اہل حل عقد ابوبکر صدیق رضہ، پھر حضرت عمر فاروق رضہ، پھر عثمان ذو النورین رضہ، پھر علی المرتضیٰ رضہ منصبِ خلافت رسُول پر متمکن ہوئے۔ سب کی خلافت جائز خلافت تھی۔ یہی ترتیب ربُّ العباد کو منظور تھی - اور اپنے وعدے کے مطابق حق تعالیٰ نے ان بزرگانِ اسلام کو یہ جلیل القدر منصبِ خلافت عطا فرمایا تھا خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے - امامت اصُولِ دین سے نہیں ہے -

اہلِ تشیع کا مذہب ہے - کہ امامت اصُول دین سے ہے - حق امامت بعد وفات رسُولؐ حضرت علی رضہ کا تھا - ان کی امامت منصوص تھی - خدا و رسُول نے انہی کی امامت پر نص کی - لیکن خلفائے ثلاثہ زبردستی تختِ خلافت پر بیٹھ گئے - اُن کی خلافت ناجائز خلافت تھی - ان کا زمانہ جور و جفا کا تھا - عدل و انصاف کا زمانہ حضرت علی رضہ کا تھا - اور بس - اس موقعہ پر حسب ذیل امُور تنقیح قائم کرکے ہر ایک اُمر پر ہم بالتفصیل مدلل بحث کریں گے -

فردِ تنقیح

(۱) کیا امامت و خلافت دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ یا دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے؟ اور کیا امامت اصُولِ دین سے ہے یا نہ؟

(۲) کیا امامت حضرت علی رضہ کا ہی حق تھا - اور وہ خلیفہ بلافصل تھے - اس کے متعلق قرآن یا حدیث سے کوئی نص ہو چکی تھی۔ یا انتخاب خلافتِ شوریٰ مہاجرین و انصار و اتفاق اہل حل و عقد سے ہی ہوتا رہا ہے - اور اسی میں رضاءِ الٰہی تھی ۔

(۳) کیا حضرت علی رضؓ خود طالب خلافت بلافصل تھے! در خلافت چھن جانے پر وہ مہاجرین و انصار کے دربدر حسنینؓ کو ساتھ لے کر پھرتے رہے۔ یا ان کو مطلق رغبت نہ تھی۔ اور بہ نسبت خلافت کے وزارت کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اور پہلے خلافت کے دعویدار ہونے کو قبل از وقت مطالبہ تصور فرماتے تھے۔

(۴) کیا حضرت علی المرتضیٰ نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی۔ اگر کی تو جبراً یا قہراً یا برضامندی خود کی؟

امرِ اوّل

چونکہ ان تمام امور میں شیعہ مدعی اور ہم مدعا علیہ ہیں۔ کیونکہ مسند خلافت رسولؐ پر ہم قابض و متصرف رہے ہیں۔ شیعہ ہزار چیخ پکار کریں۔ وہ زمانہ گزر چکا۔ ان کو اب قبضہ و دخل ملنا محال ہے۔ اسلئے بارِ ثبوت جملہ امور میں بذمہ شیعہ ہوگا۔ اور ہمارے ذمہ اس کی تردید ہوگی۔

پہلے امر کے متعلق شیعہ کہتے ہیں کہ امام معصوم ہونا چاہیئے۔ خلافت میں عصمت شرط نہیں ہے۔ اسلئے امامت و خلافت دو علیحدہ علیحدہ امور ہیں۔ لیکن قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ کرام اس کے برخلاف ہیں اور شیعہ کا یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اس کے متعلق ان کے ہاتھ میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

عصمت صرف انبیاء کرام کا خاصہ ہے۔ جو لوگ اماموں کی عصمت کے قائل ہیں وہ گویا شرک فی النبوۃ کرتے ہیں۔ یہ بات ازبس عجیب ہے۔ کہ شیعہ حضرات انبیاء کو تو متہم بالذنب کرتے ہوئے ان کی عصمت پر حملہ کر دیتے ہیں۔ لیکن اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں۔ ؏

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

چنانچہ ابو البشر اسبق الانبیاء حضرت آدم علیہ السّلام کی نسبت ان کا اعتقاد ہے۔ کہ ان میں تین اصولِ کفر میں سے دو موجود تھے۔ چنانچہ اصول کافی صـ۱۵ میں ہے :-

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اُصُوْلُ الْکُفْرِ ثَلٰثَۃٌ اَلْحِرْصُ وَالْاِسْتِکْبَارُ وَالْحَسَدُ فَاَمَّا الْحِرْصُ فَاِنَّ اٰدَمَ حِیْنَ نُھِیَ مِنَ الشَّجَرَۃِ حَمَلَہٗ عَلٰی اَنْ اَکَلَ مِنْھَا وَاَمَّا الْاِسْتِکْبَارُ فَاِبْلِیْسُ حَیْثُ اُمِرَ بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ فَاَبَا

حاشیہ نمبر ۵ صـ۳۹ لغت کی کتاب قاموس جلد ۳ صـ۱ میں ہے۔ اَلْخَلِیْفَۃُ السُّلْطَانُ الْاَعْظَمُ۔ خلیفہ جلیل القدر بادشاہ کو کہتے ہیں۔ ایضاً جلد ۳ صـ۷۹ میں ہے اَلْاِمَامُ مَنْ یُؤْتَمُّ بِہٖ مِنْ رَئِیْسٍ اَوْ غَیْرِہٖ امام اسے جس کی اطاعت کی جائے۔ بادشاہ رئیس وغیرہ کو امام کہہ سکتے ہیں ؛

فَاَمَّا الْحَسَدُ فَابْنَا اٰدَمَ حَیْثُ قَتَلَ اَحَدُھُمَا صَاحِبَهٗ۔

ترجمہ: امام جعفر صادق نے فرمایا۔ اصولِ کفر تین ہیں۔ حرص اور تکبر اور حسد۔ حرص تو آدم علیہ السلام نے کی۔ جب درخت سے منع کیا گیا تو حرص نے اسے کھانے پر برانگیختہ کیا۔ اور تکبر شیطان نے کی۔ جب آدمؑ کے لئے سجدہ کا حکم ہوا اور وہ انکاری ہوا۔ حسد آدمؑ کے دو بیٹوں نے کیا۔ جب کہ ایک نے دوسرے کو قتل کیا۔"

جائے غور ہے کہ شیعہ ابوالبشر آدم علیہ السلام کو ابلیس کے ہم پلہ بیان کرتے ہیں کہ اصولِ کفر سے ایک ابلیس کے حصے میں آیا۔ یعنی تکبر۔ دوسرا آدمؑ کو نصیب ہوا۔ یعنی حرص۔ شاباش! خلف رشید ہوں تو ایسے ہوں۔ جو جدِ امجد (آدمؑ) سے بھی نہ ٹلیں۔ پھر دوسروں کو ان سے کیا شکایت ہو سکتی ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے بلکہ شیعہ ابوالبشر کو ابلیس سے بھی بدتر قرار دیتے ہیں۔ کہ ابلیس نے اصولِ کفر سے صرف تکبر کیا۔ لیکن آدمؑ نے حرص کے علاوہ حسد بھی کیا۔ یعنی ان میں دو اصولِ کفر پائے گئے۔ لاحول ولا قوۃ۔

چنانچہ حیات القلوب جلد اول صفحہ ۵۸ میں ہے۔ کہ خدا نے آدمؑ کو ائمہ اہلِ بیت پر حسد کرنے سے منع کیا اور کہا میرے نوروں کی طرف حسد کی نگاہ سے مت دیکھنا۔ ورنہ تمہیں قربِ رحمت سے جدا کر دیا جاوے گا۔ اور بہت ذلیل ہو گے۔ مگر آدم ان پر حسد کرنے سے باز نہ آیا۔ اور اسی کی سزا میں جنت سے آدم و حوا ہر دو نکال کر باہر پھینکے گئے۔ عبارت یوں ہے:۔

"اے آدم و حوا نظر نکنید بسوئے نورہا و حجت ہائے من بدیدۂ حسد۔ پس شما را پائیں می فرستم از جوار خود و بر شما می فرستم خواری خود را پس وسوسہ کرد شیطان ایشاں را و فریب داد۔ و بریں داشت کہ آرزوئے منزلت آنہا بکنید پس نظر کردند بسوئے ایشاں بدیدۂ حسد پس باین نسبت ایشاں را بجود۔ نگذاشت و یاری و توفیق خود را از ایشاں برداشت" (انتہی ملخصًا)

کوئی ان عقل کے دشمنوں سے پوچھے کہ اپنی اولاد کے حسن و جمال کو دیکھ کر انسان خوش ہوا کرتا ہے یا اس پر حسد کیا کرتا ہے۔ بہر حال شیعہ نے اپنے جدِ اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کا خوب حق ادا کیا کہ شیطان سے بھی بدتر بنا دیا۔ پس بماؤ شما چہ می رسد۔ یہی نہیں بلکہ شیعہ کہتے ہیں۔ انسانوں کی گنہگاری کا باعث ہی آدم علیہ السلام ہوئے ہیں۔ وہ گناہ نہ کرتے تو کوئی بشر بھی گنہگار نہ ہوتا چنانچہ حیات القلوب صفحہ ۵۱ میں ہے:۔

"بسند معتبر از حضرت امام محمد باقرؑ منقول است کہ اگر آدمؑ گناہ نمی کرد۔ ہیچ مومنے گناہ نمی کرد۔

اگر حق تعالےٰ توبہ آدم را قبول نمی کرد توبہ ہیچ گنہگارے را قبول نمی کرد "

ترجمہ: معتبر سند سے امام محمد باقر سے مروی ہے۔ کہ اگر آدمؑ گناہ نہ کرتے تو ہرگز کوئی مومن گناہ نہ کرتا۔ اور اگر حق تعالےٰ آدم کی توبہ قبول نہ کرتا تو کسی گناہگار کی توبہ قبول نہ ہوتی۔

شیعہ صرف آدم علیہ السلام کی گنہگاری کے قائل نہیں۔ بلکہ اُن کا اعتقاد ہے۔ کہ پیغمبری سے پہلے تمام پیغمبر صغیرہ گناہوں کے مُرتکب ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اسی کتاب حیات القلوب کے ص۵۳ میں ہے۔

"وایں از آدم پیش از پیغمبری بود۔ وایں نیز گناہ بزرگے نہ بود۔ کہ آں مستحق دخول آتش شود۔ بلکہ از گناہ ہائے کوچک بخشندہ شدہ بود۔ کہ بر پیغمبران جائز است پیش از آنکہ وحی بر ایشاں نازل شود۔"

ترجمہ: یہ گناہ آدم کا پیغمبری سے پہلے کا ہے اور یہ گناہ کبیرہ نہ تھا۔ جو کہ باعثِ دخول جہنم ہو۔ بلکہ صغیرہ گناہوں سے تھا۔ جو بخشے جاتے ہیں۔ اور پیغمبروں کو صغیرہ گناہ کر لینا نزولِ وحی سے پہلے جائز ہے۔

واہ چہ خوش! امام تو پیدا ہوتے ہی معصوم ہوں اور اُن کی پیدائش بھی بجائے رحم کے ران سے ہو۔ تاکہ آلائشِ نجاست سے محفوظ ہوں۔ لیکن پیغمبر وحی سے پہلے جو چاہیں کیا کریں۔ بڑے بڑے گناہ نہ کریں۔ چھوٹے چھوٹے بے شک کیا کریں۔ ؎ بریں عقل و دانش بباید گریست،

ناطق فیصلہ

اس بارہ میں کہ خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے۔ اور جس کو مہاجرین و انصار بالاتفاق خلافت کے لئے نامزد کر دیں، وُہی امام ہے۔ اور جس میں خوشنودیٔ ربُّ العباد ہے۔ ناطق فیصلہ جناب امیر علیہ السلام صادر ہو چکا ہے۔ چنانچہ آپ کا قول نہج البلاغت مطبوعہ طہران ص۳۹۸ و جلد ۲ ص۸ مطبوعہ بیروت میں لکھا ہے:۔ وَاِنَّمَا الشُّوْرٰی لِلْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَّسَمَّوْهُ اِمَامًا کَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًی ترجمہ: "شوریٰ مہاجرین و انصار کا حق ہے۔ پس جس شخص پر وہ اتفاق کر لیں اور اس کو امام نامزد کریں۔ اسی میں اللہ تعالےٰ کی رضامندی ہے"

پس خطبہ میں جناب امیرؓ نے ناطق فیصلہ دے کر ہمیں اہلِ تشیع کے خلاف ڈگری دے دی ہے کہ امام اور خلیفہ وُہی ہے۔ جسے مجلس شوریٰ نامزد کر دے اور اسی بات پر اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوتا ہے۔ اب اس فیصلہ کے بعد ہمیں مزید دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا ہی جناب ممدوح نے فیصلہ فرما دیا ہے، کہ امام اور خلیفہ کا معصوم ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ "نہج البلاغت" میں ہے:۔

اِنَّهٗ قَالَ لَابُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِیْرٍ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ یَعْمَلُ فِیْ اِمْرَتِهِ الْمُؤْمِنُ یَسْتَمْتِعُ فِیْهَا الْکَافِرُ وَیُبَلِّغُ فِیْهَا الرَّجُلُ وَتَاْمَنُ فِیْهَا السُّبُلُ وَیُؤْخَذُ بِهٖ لِلضَّعِیْفِ مِنَ الْقَوِیِّ لِیَسْتَرِیْحَ بَرٌّ وَیُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ۔ ترجمہ:۔ اور فرمایا۔ آدمیوں کے لئے چارہ نہیں ہے امام سے۔ نیک ہو یا بد۔ کہ اسکی حکومت میں مومن عمل کرے (آخرت کیلئے) اور کافر (مالِ دُنیا سے) متمتع ہو اور اسکی امارت میں پیادہ (منزلِ مقصود) کو پہنچ سکے۔ راستے محفوظ ہوں اور کمزور زبردست سے اپنا حق لے سکے۔ تاکہ نیکوکار (بھلا مانس) امن و آسائش میں رہے۔ اور بدمعاشوں سے کھٹکا نہ رہے ؎

اس خطبہ میں جناب ممدوح نے قطعی فیصلہ فرما دیا ہے کہ خلیفہ (امام) کا تقرر اس لئے ہے۔ کہ پبلک کو آرام و آسائش ہو۔ مومن تو مومن کافر بھی دُنیوی اُمور میں آزاد رہے۔ کسی راہرو کو راہزنوں کی لوٹ مار کا ڈر نہ ہو۔ مظلوم کا بدلہ ظالم سے لیا جائے۔ عدل و انصاف کا دَور دَورہ ہو۔ نیک معاش انسان بدروبہ اشخاص دست برد نہ کر سکیں۔ آپ نے ابتداء ہی میں اس بات کا تصفیہ فرما دیا۔ کہ امام میں معصومیت شرط نہیں ہے بلکہ ہر نیک و بد مومن یہ عہدہ حاصل کر سکتا ہے۔ جناب امیرؓ نے یہ خطبہ خارجیوں کے جواب میں فرمایا۔ جو آپ کو اس وجہ سے خلیفہ نہیں مانتے تھے۔ کہ اُن کے خیال میں آپ نیک نہ تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔ میں خواہ نیک ہوں یا بد۔ درجۂ امارت سے تو گر نہیں سکتا۔ کیونکہ اس میں معصومیت شرط نہیں ہے۔

اب شیعہ صاحبان بتلائیں کہ جناب امیرؓ تو تمھارے خلاف فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ اب تمھارے ہاتھ میں شرط عصمت امام کی کونسی دلیل ہے؟

رہا یہ امر کہ امامت اصولِ دین سے ہے۔ سو واضح ہو کہ شیعہ صاحبان کا اسکے متعلق بھی عجیب عقیدہ ہے۔ اُنکے نزدیک اصول چار ہیں۔ (۱) توحید۔ (۲) عدل۔ (۳) نبوت۔ (۴) امامت۔

سو یہ ایک عجیب بات ہے۔ کہ قرآن نے جہاں اصول دین بیان فرمائے ہیں۔ وہاں امامت کے متعلق صراحتاً یا کنایتاً بھی کوئی حکم بیان نہیں ہوا۔ اور نہ ہی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت علی المرتضیٰ کے متعلق کوئی نص فرمائی۔ پھر شیعہ کا امامت کو اصولِ دین میں داخل کرنا قول بے دلیل ہے جس کے متعلق بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ امر اول کی نسبت کافی بحث ہو چکی ہے۔ اور یہ تنقیح

۱؎ شیعہ اس قدر نہیں کہتے۔ بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اسلام کی بنائیں۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ ولایت ہیں اور ان میں سے افضل ولایت ہے۔ جیسا کہ اصول کافی ص۳۶۸ میں ہے عن ابی جعفرؑ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسَةِ اَشْیَاءَ عَلَی الصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ وَالْحَجِّ وَالصَّوْمِ وَالْوِلَایَةِ قَالَ زُرَارَةُ وَاَیُّ شَیْءٍ مِنْ ذَالِکَ اَفْضَلُ فَقَالَ الْوِلَایَةُ اَفْضَلُ۔ ترجمہ:۔ یہ کہ امام باقرؑ نے کہا اسلام کی بنا پانچ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور ولایت ہیں۔ اور ان سے افضل ولایت ہے۔ لیکن تعجب ہے نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ کے متعلق تو قرآن میں جابجا تاکیدی احکام موجود ہیں۔ لیکن ولایت کے متعلق کہیں اشارہ بھی نہیں۔ شاید اس قرآن مزعومہ شیعہ میں ہو جو امام غائب کے پاس ہے ؎

بحق اہلسنت خلاف اہل تشیع ثابت ہے۔ اب امر تنقیح ۲ کی بحث شروع ہوتی ہے۔

امر دوم۔ کیا حضرت علیؓ خلیفہ بلا فصل تھے؟

ہم علی المرتضیٰ کی عظمت شان اور رفعت قدر کے قائل ہیں۔ بیشک آپ صہر النبیؐ ابن عم رسولؐ۔ والد حسنینؑ۔ زوج زہراؓ۔ باب العلم۔ خلیفہ رابع تھے۔ اور آپ کے مناقب و فضائل کا احصار نہیں ہو سکتا لیکن یہ دعویٰ کہ خلافت آپ ہی کا حق تھا۔ اور آپ خلیفہ بلا فصل تھے عقل و نقل کے خلاف ہے اور اس دعویٰ کے بطلان پر ہم چند ایسے دلائل پیش کرتے ہیں۔ کہ اُنکے ماننے سے کسی ذی فہم منصف شخص کو انکار نہیں ہو سکتا۔

پہلی دلیل: آیۃ استخلاف سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ خلافت خلفاء حسب وعدہ ایزد متعال عمل میں آئی جب قرآن اسبات پر ناطق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ ہم انکو ضرور خلیفہ بنائینگے۔ جیسے بنی اسرائیل میں خلیفہ گزر چکے ہیں۔ تو پھر ناممکن تھا کہ منشاء ایزدی وعدہ الہٰی کے خلاف خلافت موعودہ سے کوئی غیر مستحق مستفید ہو جاتا۔ اور جس سے وعدہ کیا گیا ہے وہ محروم رہ جاتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں تخلف نہیں ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے کوئی شخص غالب نہیں ہو سکتا۔ کہ اسکے خلاف منشاء اسکا موعود انعام زبردستی چھین لے۔ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔ وہ سب سے زبردست جبار و قہار ہے۔ بھلا کون ہے جو اسکے ارادوں میں خلل انداز ہو۔ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ اور فعالٌ لِمَا یُرِیْدُ اسکی مانی ہوئی اوصاف ہیں۔ اسلئے ماننا پڑیگا۔ کہ اسکو ایسا ہی منظور تھا۔ جیسا کہ وقوع میں آیا۔ کہ خلافت کا منصب جلیل رسول پاکؐ کے جلیل القدر اصحابؓ اربعہ کو ایسی ترتیب سے ملے جو عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلافت کے مستحق یہی چار اصحابؓ تھے۔ اُنکی خدمات اسلام میں بیش از بیش تھیں اور دیگر اصحاب پر انکو ہر طرح سے ترجیح تھی۔ اگر یہ ترتیب قائم نہ رہتی تو ان سب کو اس انعام سے حصہ ملنا مشکل تھا۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے سب سے پہلے فوت ہو جانا تھا۔ اگر باقی خلفاء سے کوئی شخص خلیفہ ہو جاتا۔ تو انکو خلافت نہ مل سکتی اور اگر عثمانؓ یا علیؓ میں سے کوئی شخص پہلے خلیفہ ہوتا۔ تو حضرت عمرؓ کی عمر چونکہ اُن سے پہلے ختم ہو جانے والی تھی۔ وہ محروم رہ جاتے۔ اور اگر حضرت عثمانؓ سے اول حضرت علی المرتضیٰؓ خلافت حاصل کر لیتے۔ تو حضرت عثمانؓ کی زندگی پہلے ختم ہو جانے کی وجہ سے وہ بہرہ ور نہ ہو سکتے۔ اِسلئے اللہ تعالیٰ علیم و خبیر نے اپنے وعدے کئے ہوئے انعام کو اسطرح تقسیم فرمایا کہ ہر چہار اصحابؓ رسولؐ اس سے بہرہ یاب ہو گئے۔ سُبْحَانَ اللہ۔ فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْ عَنِ الْحِکْمَۃِ اللہ تعالیٰ کے کام حکمت سے خالی نہیں ہوتے۔

دوسری دلیل: اگر رسولؐ پاک کی وفات کے بعد حضرت علی منصبِ خلافت پر جاگزیں ہو جاتے۔ تو مخالفینِ اسلام (کفار) کو یہ طعن کرنے کا موقعہ ملتا۔ کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ سارا کام کنبہ کے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے بنا رکھا تھا۔ کہ زندگی میں خود حکومت کی اور مرنے کے بعد اپنے چچازاد بھائی اپنے داماد کو یہ اعزاز بخشدیا۔ تاکہ ان کی دُختر بلند اختر (فاطمہؓ) اور اُنکے نواسے حسنینؓ چین سے زندگی بسر کریں۔ پھر کفار کے اس اعتراض کا کوئی جواب ہی نہ ہو سکتا اور اسلام پاک کے ذمے ہمیشہ کیلئے یہ طعن باقی رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ جو اسلام پاک کا ہمیشہ کیلئے ناصر و محافظ تھا۔ اس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے انتظامِ خلافت کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور خلافت کی ترتیب اس طرح اختیار فرمائی۔ کہ کسی دشمنِ اسلام کو کوئی گنجائش اعتراض کرنے کی نہ رہی۔ کیونکہ اگر امرِ خلافت (نیابت رسولؐ) موروثی ہوتا۔ تو سب سے زیادہ مستحق حضرت عباسؓ عم رسولؐ تھے۔ اُنکو خلافت نہ ملی۔ پھر زیادہ قرابت حضرت علیؓ سے تھی۔ اُنکو بھی سب سے اخیر میں حصہ ملا۔ بلکہ ربُّ العباد نے یہ کام خود مسلمانوں کے سپرد فرما دیا۔ کہ جس کو وہ مستحق سمجھیں خلیفہ بنالیں۔ چنانچہ مجلسِ شوریٰ نے انتخاب خلیفہ باتفاق رائے کیا۔ ثم۔ فثم۔ فثم۔

تیسری دلیل: حضرت علی المرتضیٰ نے اس بارہ میں خود فیصلہ فرما دیا۔ اِنَّمَا الشُّوْرٰی لِلْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَسَمَّوْهُ اِمَامًا کَانَ ذٰلِکَ لِلّٰهِ رِضًی۔ انتخابِ خلافت کا کام مجلس شوریٰ مہاجرین و انصار کے ہاتھ میں ہے جس کو وہ خلیفہ منتخب کرلیں۔ اللہ تعالیٰ کو بھی وہی منظور ہے۔

اور یہ مسلم الطرفین ہے۔ کہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکرؓ صدیق کا انتخاب مجلس شوریٰ مہاجرین و انصار کے اجماع سے عمل میں آیا۔ اور جب اسکو علی المرتضیٰ حق بجانب سمجھتے ہیں تو بقول شخصے "مدعی سست و گواہ چست"۔ شیعہ کا امیرؓ کے فیصلہ کے خلاف شور و غُل کرنا بے فائدہ ہے۔

چوتھی دلیل: اگر علی المرتضیٰ کو یہ فیصلہ منظور نہ ہوتا۔ اور وہ خلافت اپنا حق تصور فرماتے۔ تو وہ کبھی خاموش نہ بیٹھتے۔ بلکہ مرنے ملنے پر تیار ہو جاتے۔ آپ کی شجاعت مسلّم تھی۔ آپکی ذوالفقار غضب ڈھاتی تھی آدمی تو آدمی بقول شیعہ دیو اور جن بھی اسکے سایہ سے کانپتے تھے۔ اور چونکہ آپ ابنِ عمِ رسولؐ اور صہر النبی تھے مسلمان کبھی اُن کی حق تلفی پسند نہ کرتے۔ اور قتل و قتال کی نوبت آجاتی۔ تو جمہور المسلمین آپ کا ساتھ دیتے۔ اور نہیں تو بنی ہاشم تو سب آپکے ساتھ تھے ہی۔ آپکو غاصبین خلافت پر تلوار اٹھانی واجب تھی اور اگر آپ راستی پر ہوتے تو نصرتِ الٰہی آپکے شاملِ حال ہوتی۔ اور بحکم کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً کَثِیْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ (اہل حق کی تھوڑی جماعت اہلِ باطل کی بڑی جماعت پر غالب ہوا کرتی ہے)۔ آپ ضرور اس مقابلہ میں کامیاب ہوتے۔ جب رسولؐ پاک کفار کے مقابلہ میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تیغِ عریاں

ہاتھ میں لے کر کھڑے ہوئے تھے۔ آپ کے ساتھ کون تھا۔ وہی نصرتِ الٰہی آپ کے شاملِ حال تھی اور اسی وجہ سے دُنیا کی طاقتیں آپ کے مقابلہ سے عاجز آگئیں اور اسد اللہ الغالب کا فَتیٰ اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ کے مصداق تو اکیلے مقابلہ پر کھڑے ہو جاتے تو مخالفین کا تہس نہس کر دیتے۔ جیسا کہ نہج البلاغت" مطبوعہ بیروت جلد ۲ صفحہ ۶۵ ایضاً مطبوعہ طہران ص ۵۰ میں لکھا ہے:

قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنِّیْ وَاللّٰہِ لَوْ لَقِیْتُھُمْ وَاحِدًا وَّھُمْ طِلَاعُ الْاَرْضِ کُلِّھَا مَا بَالَیْتُ وَلَا اسْتَوْحَشْتُ ترجمہ: "جناب امیرؑ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! اگر میں اُن کے مقابلہ میں کھڑا ہو جاؤں اور زمین سے پُر ہوں۔ تو مجھے کچھ پرواہ نہ ہو۔ اور نہ مجھے کچھ وحشت ہو۔"

پھر جب آپ تن تنہا سارے جہان کے مقابلہ کے لئے کافی تھے اور اصحابِ ثلاثہؓ نے آپ سے زبردستی خلافت چھین لی ہوتی۔ تو وہ اُن کو دُنیا میں دم نہ لینے دیتے، اور ایک پل میں تباہ کر دیتے۔

اِس سے صاف ثابت ہے کہ حضرت امیر المومنین علی رضؓ خلافت بلافصل اپنا حق نہیں سمجھتے تھے اور جس طرح خلافت کی ترتیب عمل میں آئی، اِسی پر راضی تھے۔ اور خدا کو بھی یہی منظور تھی۔

پانچویں دلیل: اگر ترتیب خلافت حق نہ تھی۔ اور اصحابِ ثلاثہؓ نے خلافت زبردستی چھین لی تھی اور اپنے وقت میں وہ جور و جفا اور بے انصافی کرتے رہے تھے تو حضرت علی رضؓ کا پہلے تو اُن سے جہاد کرنا فرض تھا۔ اگر اسکی طاقت نہ رکھتے تھے تو اُن کے مشیرِ کار نہ بنے رہتے اور مالِ غنیمت میں حصّہ گیر نہ ہوتے۔ بلکہ اُنکا فرض تھا کہ مُلک چھوڑ کر ہجرت کر جاتے۔ جیسا کہ ایسے موقع پر ہجرت کر جانا بحکمِ الٰہی فرض ہے۔[1] جبکہ نہ لڑائی کی نہ ہجرت فرمائی۔ بلکہ ہر ایک امر میں اُنکے صلاح کار اور مشیر بنے رہے۔ اور غنائم سے حصّہ لیتے رہے۔ تو اس سے اس امر کا یقین ہوتا ہے کہ آپ ہرگز ہرگز خلافتِ بلافصل اپنا حق نہ سمجھتے تھے۔

اِن پانچ دلائل سے ہر ایک باسمجھ انسان اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ حضرت علیؓ خلیفہ بلافصل نہ تھے۔ پہلی خلافتیں صحیح اور درست تھیں۔ اور حضرت نے اُنکو درست تسلیم کیا۔ اور خدا کو بھی یہی منظور تھا۔

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ شیعہ کے پاس خلافت بلافصل علیؓ المرتضیٰ کے متعلق کیا دلائل ہیں؟ اور اُنکا جواب کیا ہے؟

---

[1] قرآن میں ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا (پارہ ۵ سورہ نساء) ترجمہ: جن لوگوں کی فرشتوں نے اس حالت میں روح قبض کی کہ انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہوا تھا۔ فرشتے پوچھیں گے کہ تم کس حالت میں تھے۔ کہیں گے کہ ہم زمین میں ہارے ہوئے تھے۔ فرشتے کہیں گے کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی۔ تم اس میں ہجرت کر جاتے۔ ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ جو بُرا ٹھکانا ہے۔

دلائلِ شیعہ (خمّ غدیر)

شیعہ کے دلائل کا زیادہ مدار حدیث خمِ غدیر پر ہے۔ اور اسکو وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر زبردست دلیل سمجھتے ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی۔ اور آنجناب نے مقام خم غدیر میں قیام فرمایا۔ جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے۔ تو بعض اشخاص نے جو بماتحتی جناب امیر رضی اللہ عنہ مہم ملک یمن پر مامور تھے جناب امیر رضی اللہ عنہ کی آنحضرت صلعم کے پاس کچھ بیجا شکایات کیں۔ حضور علیہ السلام نے اس خیال سے کہ اگر ماتحت لوگ اپنے افسر سے اسطرح کی بدگمانیاں کریں گے۔ تو انتظام میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ اسلئے حضور صلعم نے یہ مصلحت سمجھی کہ عام لوگوں کو جمع کر کے خطبہ فرمایا۔ جس سے اصلی غرض جناب امیر رضی اللہ عنہ کی بریت اور شاکیوں کو تنبیہ تھی۔ اور اس خطبہ میں یہ الفاظ فرمائے:۔ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ۔

ترجمہ:۔ اے جماعت مسلمانان۔ کیا میں تمہارے نزدیک تمہاری جانوں سے بہتر نہیں ہوں حاضرین نے کہا۔ ہاں حضور صلعم۔ پھر فرمایا۔ جو شخص مجھ کو دوست رکھے۔ علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھتا ہے۔ بارخدایا۔ جو شخص علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے۔ تو بھی اس کو دوست رکھیو۔ اور جو علی رضی اللہ عنہ کو دشمن رکھے۔ تو اس کو دشمن رکھیو۔

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ یہ خلافت بلافصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعلان تھا۔ جو رسول صلعم پاک نے خدا کے حکم سے کیا۔ چنانچہ بارہا جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلعم کو خدا کا پیغام سنایا۔ کہ علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا اعلان کیا جائے۔ لیکن آپ صلعم ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے۔ اپنے داماد کیلئے ایسا کرتا ہے۔ آخر جبرائیل علیہ السلام نے یہ آیت سنائی۔ یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ط (سورۃ مائدہ ع ۱۰)

ترجمہ:۔ اے رسول صلعم۔ جو حکم تیرے رب نے تجھے دیا ہے۔ اس کی تبلیغ کر دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا۔ تو حق رسالت کا ادا نہ کیا۔ اور خدا لوگوں کے شر سے تجھے بچانے والا ہے۔ خدا کافروں کی رہبری نہیں کرتا۔

سو آیت اور حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے۔ جو ولایت علی رضی اللہ عنہ یا خلافت بلافصل پر صراحت یا کنایت سے دلالت کرے۔ حدیث کا صرف اسی قدر مفہوم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایات بےبنیاد

ہیں۔ اور انکے ماتحتوں کو شکایت کرتے وقت یہ خیال کرنا چاہیئے۔ کہ وہ رسول ؐ کے دوست کی شکایت کر رہے
ہیں۔ حالانکہ انکو ان سے محبت و پیار کرنا چاہیئے اور حضرت علیؓ کی عداوت باعث نارضامندی حق تعالےٰ
اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ نبی علیہ السلام کو جو احکام حق تعالیٰ نے بابت توحید۔ نماز و روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ
وغیرہ بھیجے ہیں۔ انکی بخوبی تبلیغ کر دینی چاہیئے۔ ایسا نہ کریں گے تو حقِ رسالت ادا نہیں ہوگا۔ اور لوگوں کی
شر و ایذا کا کچھ فکر نہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہے۔ شیعہ دھینگا مُشتی سے آیت و حدیث
میں ولایت و خلافت کو گھسیڑنا چاہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا کہ اسکا رسول ؐ علیؓ کی خلافت کا اعلان
کردے۔ تو ایسے گول مول الفاظ اور چیستان کی کیا ضرورت تھی؟ صاف طور پر حکم ہوتا:۔ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ
بَلِّغْ بِوَلَایَۃِ عَلِیٍّ رض (اے رسول ؐ! علی رض کی ولایت کی تبلیغ (اعلان) کر دیجئے)۔ پھر حضرت ؐ جیسا افصح الفصحاء
ایسا گورکھ دھندا گول مول کلام کیوں بولتا۔ بلکہ صاف طور پر فرما دیتے:۔ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ
اَنَا رَسُوْلُ اللہِ وَعَلِیٌّ خَلِیْفَتِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ۔

جب خدا نے وَاللہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ فرما کر وعدۂ حفاظت بھی فرما دیا تھا۔ تو پھر
کس انسان کا خوف ہو سکتا تھا بے کھٹکے صاف الفاظ میں علیؓ کی خلافت بلافصل کا اعلان کر دیتے
لیکن شیعہ ایمان سے کہیں۔ کہ اس حدیث اور آیت میں کون سا لفظ ایسا ہے۔ جس سے علیؓ کی
خلافت و ولایت کا استدلال کیا جا سکتا ہے۔

لفظِ مولیٰ

شیعہ کہتے ہیں کہ لفظِ مولیٰ سے مُراد اولےٰ بالتصرف ہے۔ اور اِسی لفظ سے ولایت
علیؓ کا استدلال کیا جا سکتا ہے لیکن جہاں تک کتبِ لغت کا مطالعہ کیا گیا ہے ہمیں تو اسکا ثبوت
نہیں مل سکا۔ قاموس جو لغت عربی کی مُستند کتاب ہے۔ اُس میں لکھا ہے:۔ اَلْمَوْلیٰ الْمَالِکُ وَالْعَبْدُ
وَالصَّاحِبُ وَالْقَرِیْبُ کَابْنِ الْعَمِّ وَنَحْوِہٖ وَالْجَارُ وَالْحَلِیْفُ وَالْاِبْنُ وَالْعَمُّ وَالشَّرِیْکُ
وَالرَّبُّ وَالنَّاصِرُ وَالْمُحِبُّ وَالتَّابِعُ وَالصِّھْرُ (قاموس جلد ۴ صـ ۳۰۲)

ترجمہ: "مولیٰ کے معنے مالک اور غلام اور صاحب اور قریبی رشتہ دار جیسے چچازاد بھائی وغیرہ اور
پڑوسی اور حلیف اور بیٹا اور چچا اور ساجھی اور آقا اور مددگار اور داماد ہے"

اب بتایئے! اولیٰ بالتصرف کونسی کتاب میں لکھا ہے۔ اور ایسے مشترک لفظ سے جس کے اسقدر

تلف معانی ہوں۔ حتیٰ کہ غلام تابع حکم اور لپسر پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ استدلال کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ اس جگہ سوائے محبت کے اور کوئی معنےا موزوں نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ اِس بات کا قرینہ موجود ہے۔ کہ مولیٰ کا معنیٰ محبت اور دوست کا ہی ہے۔

حدیثِ خمِ غدیر کا نصِ خلافت نہ ہونے کا ثبوت کتبِ شیعہ سے

شیعہ حضرات مسئلہ خلافت بلافصل ثابت کرنے کے متعلق عجیب چکر کھاتے ہیں۔ اور ہر چند جدوجہد کرتے ہیں۔ لیکن ان کی ڈگمگاتی ہوئی کشتی ساحلِ مراد تک پہنچ نہیں سکتی۔ ؎

ظفر نے قصۂ زلفِ دراز جاناں کو کیا بیان تو کیا کیا بیان میں اُلجھا

اُدھر تو یہ کہتے ہیں کہ حدیث خمِ غدیر خلافت بلافصل علی رضہ پر نص جلی ہے۔ اِدھر قصۂ قرطاس دلیل ثابت کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں۔ لیکن کسی طرح بھی اپنے مقصود میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کہ حدیث خمِ غدیر سے خلافت بلافصل جناب امیر رضہ کی ثابت نہیں ہوتی، کتبِ شیعہ سے ہی حسبِ ذیل استدلال کرتے ہیں:۔

اوّل۔ جلاء العیون اردو مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ کے صفحہ ۲۹۶ میں ذکرِ وقتِ وفاتِ رسول صلعم میں لکھا ہے۔ "پس حضرت نے چشم کھول کر فرمایا۔ اے عباسؓ اے عمّ رسولؐ خدا۔ میری وصیت میرے اہلبیت اور میری عورتوں کے حق میں قبول کرو۔ اور میری میراث لو۔ اور میرا دین ادا کرو۔ اور میرے وعدوں کو عمل میں لاؤ۔ اور مجھ کو بری کرو۔ عباسؓ نے کہا۔ یا رسولؐ اللہ! میں پیر مرد عیالدار ہوں۔ اور آپؐ ہوائے تند اور ابر بہار سے زیادہ بخشش و سخاوت فرمانے والے ہیں۔ اور میرا مال آپؐ کے وعدوں اور بخششوں کو وفا نہیں کر سکتا۔ اس سے مجھ کو معاف رکھیئے۔

پس حضرت نے فرمایا۔ میں میراث اُسکو دونگا۔ جو قبول کرے۔ اور اس طرح قبول کرے۔ جو حق قبول کرنے کا ہے۔ اور جیسا کہ اے عباسؓ! تو نے جواب دیا۔ وہ جواب نہ دے گا۔ پس جناب امیرؓ سے خطاب فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ! تم میری میراث لو۔ کہ تم سے مخصوص ہے۔ اور کسی کو تم سے اس میں نزاع نہیں ہے۔ میری وصیت کو قبول کرو اور میرے وعدوں پر عمل کرو اور میرے قرض ادا کرو الخ۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ وصی کے متعلق پہلے خمِ غدیر وغیرہ میں فیصلہ ہوا نہیں تھا۔ ورنہ حضرت عباسؓ کو یہ کیوں کہا جاتا۔ کہ میری وصیت کو قبول کرو۔ بلکہ پہلے ہی سے حضرت

علیؓ کو کہا جاتا۔ کہ اے علی رضؓ! تم کو ہم نے بمقام خم غدیر خلیفہ اور اپنا وصی بنا دیا ہے۔ تم ایسا کرنا اور ویسا کرنا۔

دوم: جلاء العیون صفحہ ۶۴ میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام نے آخری وقت میں جو خطبہ فرمایا۔ اس میں یہ بھی فرمایا۔ کہ جو شخص والیٔ امر مسلمانان ہو۔ لازم ہے کہ انصار نیکوکار کی رعایت اور بدکار سے درگزر کرے۔ اور یہ آخری مجلس تھی، کہ حضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے۔ یہاں تک حق تعالےٰ سے ملاقات فرمائی۔

حضور علیہ السلام کے اس آخری خطبہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اس وقت تک کسی شخص کو حضور علیہ السلام نے خلیفہ نہیں بنا رکھا تھا۔ اگر خم غدیر میں آپ خلیفہ بنا چکے ہوتے تو حضورؐ یہ نہ فرماتے۔ کہ جو شخص والیٔ امر مسلمانان ہو الخ۔

بلکہ حضرت علی رضؓ کو صریح خطاب فرما کر کہتے۔ کہ "اے علی رضؓ! تم میرے بعد والیٔ امر مسلمانان ہو۔ تم ایسا کرنا اور ویسا کرنا"۔

سوم: جلاء العیون صفحہ ۶۲ میں ہے۔ شیخ مفید نے روایت کی ہے۔ کہ حضرتؐ نے لوگوں کو رخصت کیا اور سب چلے گئے۔ عباسؓ اور اُنکے بیٹے فضل اور علیؓ بن ابی طالب اور اہلبیت مخصوص نزدیک حضرت رسالتؐ رہ گئے۔ عباسؓ نے کہا "یا رسول اللہؐ! اگر امر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائیگا۔ پس ہم کو بشارت دیجئے۔ کہ بادشاہ ہوں۔ اور اگر آپؐ جانتے ہیں کہ ہم پر ستم کریں گے۔ اور ہم سے خلافت کو غصب کریں گے۔ پس اپنے اصحابؓ سے ہماری سفارش کیجئے"۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ "تم کو بعد میرے ضعیف کریں گے اور تم پر غالب ہوں گے"۔

اگر امیر علیہ السلام کی خلافت کا فیصلہ پہلے ہو گیا ہوتا۔ تو اس موقعہ پر حضرت عباسؓ بجائے اس کے کہ "امر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائے گا"۔ یوں کہتے کہ "اگر خلافت علی رضؓ جس کا آپؐ نے فیصلہ کر دیا ہے، قائم و بحال رہے گی۔ تو ہم کو بشارت دیجئے"۔

چہارم: کتاب "حیات القلوب" جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ میں ہے:-

روایت کردہ اند کہ عامر بن طفیل و اربد بن قیس بقصد قتل آنحضرتؐ آمدند چوں داخل مسجد شدند عامر بنزدیک آنحضرتؐ آمد و گفت۔ یا محمدؐ! اگر من مسلمان شوم۔ برائے من چہ خواہد بود۔ حضرت فرمود برائے تو خواہد بود۔ آنچہ برائے ہمہ مسلمانانست و بر تو خواہد بود۔ آنچہ بر ہمہ مسلمانان است۔ گفت می خواہم بعد از خود مرا خلیفہ گردانی۔ حضرت فرمود۔ اختیار ایں امر بدست خدا است و بدست من و تو نیست۔

ترجمہ: روایت ہے کہ عامر بن طفیل اور اربد بن قیس بارادہ قتل آنحضرتؐ آئے۔ جب مسجد میں داخل ہوئے تو عامر نے کہا۔ اگر میں مسلمان ہو جاؤں۔ تو مجھے کیا ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا۔ "تجھے وہ کچھ ملے گا جو تمام مسلمانوں

لے گا۔ اور جو مسلمانوں کو حرج پہنچے گا تمہیں بھی پہنچے گا۔ پھر اُس نے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ آپؐ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنا دیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کا اختیار خدا کو ہے۔ مجھے اور تجھے اس بات میں دخل نہیں ہے۔"

سو اگر فیصلۂ خلافت بحق علی رضؓ ہو گیا ہوتا۔ تو آپؐ کا جواب یہ ہوتا۔ کہ خلافت کا فیصلہ تو ہم بحق علی رضؓ کر چکے ہیں۔ اب اسکا مطالبہ بے سُود ہے۔ آپؐ کا یہ فرمانا کہ خلافت کا فیصلہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس امر کا بدیہی ثبوت ہے۔ کہ آنحضرتؐ اپنی زندگی میں اسکے متعلق کوئی فیصلہ نہیں فرما گئے۔

پنجم: حیاتُ القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۵۹ میں زیرِ تفسیر آیۃ وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا یُوں لکھا ہے۔ "علی بن ابراہیم و عیاشی روایت کردہ اند کہ چوں حفصہؓ بر قصۂ ماریہ مطلع شد و حضرتؐ را دراں باب عتاب نمود۔ حضرتؐ فرمود کہ دست از من بدار کہ برائے خاطرِ تو ماریہ را بر خود حرام گردانیدم و رازے بتو مے گویم کہ اگر آں راز را بدیگرے خبر دہی۔ بر تو خواہد نفرینِ خدا و قہرِ ملائکہ و طعن جمیع مردمان حفصہؓ گفت چنیں باشد بگو آں راز کدام است۔ حضرتؐ فرمود۔ کہ راز آنست کہ ابوبکرؓ بعد از من بجور[1] خلیفہ خواہد شد۔ و بعد از پدرِ تو خلیفہ خواہد شد۔ حفصہؓ گفت ترا کہ خبر دادہ است بایں امر۔ حضرتؐ فرمود خدا مرا خبر دادہ است پس حفصہؓ در ہماں روز ایں خبر را بعائشہؓ رسانید و عائشہؓ پدرِ خود ابوبکرؓ را بآں راز مطلع گردانید۔ پس ابوبکرؓ بنزد عمرؓ آمد و گفت۔ عائشہؓ از حفصہؓ خبرے نقل کردہ من اعتمادے بر قول او ندارم تو از حفصہؓ سوال نما کہ آں خبر راست است یا نہ۔ پس عمرؓ بنزدیک حفصہؓ آمد و گفت ایں چہ خبر است کہ عائشہؓ از تو نقل میکند حفصہؓ در ابتدائے حال منکر شد۔ و گفت من بادے سخنے نگفتہ ام۔ گفت اگر خبر راست است از ما مخفی مدار۔ تا آنکہ بیشتر در کار خود تدبیرے بکنیم۔ چوں حفصہؓ ایں را شنید گفت بلے حضرتؐ چنیں گفت۔

ترجمہ: "علی بن ابراہیم اور عیاشی نے روایت کیا ہے کہ حفصہؓ کو ماریہ کا حال معلوم ہوا۔ اور آنحضرتؐ سے شکایت کی۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ خفا نہ ہو۔ میں نے تمہاری خاطر ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر دیا ہے اور تمہیں میں ایک راز بتاتا ہوں۔ اگر ظاہر کرو گی تو تمہارے لئے بُرا ہو گا۔ حفصہؓ نے کہا۔ نہ بتاؤں گی۔ بتائیے وہ راز کیا ہے۔ فرمایا۔ راز یہ ہے کہ میرے بعد ابوبکرؓ زبردستی خلیفہ بن جائے گا اور اسکے بعد تیرا باپ عمرؓ خلیفہ ہو گا۔ حفصہؓ نے کہا۔ آپؐ کو کس نے بتایا۔ آپؐ نے فرمایا۔ خدا نے مجھے یہ خبر دی ہے۔ پس حفصہؓ نے اسی روز یہ بات عائشہؓ کو بتا دی۔ اس نے اپنے باپ ابوبکرؓ کو بتایا۔ اور اس نے عمرؓ سے ذکر کیا۔ کہ عائشہؓ حفصہؓ سے یہ روایت کرتی ہے۔ اُس سے پُوچھ کر بتاؤ۔ کیا یہ سچ ہے؟ عمرؓ نے حفصہؓ سے دریافت کیا۔ پہلے تو انکار کیا۔ کہ مجھے اس کی خبر نہیں۔ لیکن عمرؓ نے کہا۔ بتا دو کہ اگر یہ سچ ہے۔ تو ہم زیادہ حیلہ سازی کریں۔ حفصہؓ نے کہا۔ ہاں۔ پیغمبرؐ نے ایسا ہی بتایا ہے۔"

---

[1] یہ ملا باقر مجلسی کی ایجاد ہے۔ ۱۲

ایسا ہی دیگر شیعہ مفسرین نے بھی آیۃ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ الخ کے متعلق اسی طرح روایت کی ہے۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں یہ روایت زیادہ وضاحت سے بیان کی گئی ہے۔

اب اس سے صاف ثابت ہو گیا۔ کہ حق تعالیٰ نے خلافت کے متعلق آنحضرت صلعم کو اطلاع بخش دی تھی۔ کہ آپ صلعم کے بعد خلیفہ ابوبکر رضہ پھر عمر رضہ ہونگے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کس طرح اسکا فیصلہ حضرت علی رضہ کے حق میں فرما سکتے تھے۔ دیکھو شیعہ کی کتب اس امر کی شہادت دے رہی ہیں۔ کہ حضرت علی رضہ کی خلافت منصوص نہیں بلکہ بموجب آیۃ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ الخ ابوبکر رضہ کی منصوص ہو چکی تھی جس کی اطلاع خدا نے رسول صلعم کو دی اور آپ صلعم نے اپنی ازواج کو اس سے مطلع کر دیا۔ سچ ہے۔ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

ششم: شیعہ کہتے ہیں۔ کہ مقام خم غدیر میں رسول صلعم پاک نے ۲ لاکھ اصحاب رضہ کے روبرو جناب امیر رضہ کی خلافت کا اعلان کر دیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو ناممکن تھا کہ اصحاب رضہ رسول صلعم جو حضور علیہ السلام کے قول و فعل پر اپنی جانیں قربان کئے ہوئے تھے حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت علی رضہ کو جنکی خلافت کا فیصلہ رسول صلعم پاک فرما گئے تھے۔ سب کے سب ساتھ چھوڑ جاتے اور فیصلہ رسول صلعم کے خلاف ابوبکر رضہ کی خلافت پر اجماع کر لیتے۔ جلاء العیون صفحہ ۱۴۹ میں ہے۔ "جب رات ہوئی۔ جناب امیر رضہ حسنین رضہ کو اپنے ہمراہ لے کر ایک ایک گھر مہاجرین و انصار کے پھرے۔ مگر بغیر چار آدمیوں کے اور بروایت تین آدمیوں کے اور کسی آدمی نے بیعت قبول نہ کی۔ (انتہی ملخصاً)

شیعہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ سوائے چار اشخاص مقداد رضہ۔ ابوذر رضہ۔ سلمان رضہ۔ عمار رضہ کے باقی جمیع اصحاب رضہ نے حضرت ابوبکر رضہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور جناب امیر رضہ حسنین رضہ کو ہمراہ لے کر مہاجرین و انصار کے در بدر پھر کر الحاح کرتے رہے۔ کہ میرا ساتھ دو کسی نے ساتھ نہ دیا۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضہ میں کچھ ایسا نقص تھا۔ کہ کوئی مسلمان بھی ان کا خلیفہ بننا پسند نہ کرتا تھا یا حضرت ابوبکر رضہ میں کچھ ایسے اوصاف تھے جن کے گرویدہ ہو کر اصحاب رسول صلعم نے قاطبتہً ان کی بیعت اختیار کر لی۔ اہلسنت والجماعت کے ہاں ایک حدیث ہے لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ (حضور صلعم نے فرمایا۔ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی)۔

ایسا ہی کتب شیعہ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ جیسا کہ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ میں ہے۔ سیزدہم آنست کہ خدا ایشاں را از گرسنگی نمی کشد و ایشاں را بر گمراہی جمع نمی کند۔ (ترجمہ: خواص امت نبی آخر الزمان سے تیرھویں بات یہ ہے۔ کہ یہ امت بھوک سے ہلاک نہ ہوگی اور گمراہی پر ان کا اجماع نہ ہوگا"

پھر کیسے مانا جا سکتا ہے کہ امت مرحومہ کلہم گمراہی پر جمع ہو کر خلافت ابوبکر رضہ پر متفق ہو گئی۔ اور اپنے رسول صلعم پاک کے فیصلہ کی پرواہ نہ کی۔ اس بات کو عقل و نقل دونوں تسلیم نہیں کرتے۔ لامحالہ ماننا پڑیگا کہ یہ بات

درست نہیں ہے۔ کہ بمقام خم غدیر آنحضرت صلعم نے حضرت علی رضؓ کی خلافت کا فیصلہ کر دیا تھا۔

ہفتم: خم غدیر کا مسئلہ بلافصل خلافت اس واسطے بھی صحیح نہیں ہے کہ جناب امیرؓ نے دعوے خلافت کے وقت اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔ اگر حدیث خلافت بلافصل پر نص صریح تھی تو آپ کو عین وقت پر اس سے استدلال کر کے فریق مقابل کو ملزم کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن کسی کتاب شیعہ سے یہ ثابت نہیں ہے۔ کہ جناب امیر رضؓ نے حدیث خم غدیر کو استدلال میں پیش کیا تھا۔

ہشتم: حدیث خم غدیر پر شیعہ کو بھی اطمینان نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث قرطاس سے تمسک کر کے اپنا مدعا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اگر پہلے ہی سے مسئلہ خلافت کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ تو پھر بوقت وفات اس تکلیف کی حالت میں حضور علیہ السلام کو خلافت کا فیصلہ لکھنے کیلئے قلم دوات منگوانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور اگر کہا جائے کہ آنحضرتؐ کو اطمینان نہ تھا۔ کہ آپؐ کا فیصلہ مان لیا جائے گا تو پھر جب کھلے فیصلہ پر جو لاکھوں کے مواجہ میں بحالت صحت ایک کھلے میدان میں کیا گیا تھا اطمینان نہ تھا تو بحالت مرض ایک تنگ حجرہ میں چند افراد کے روبرو اعلان خلافت بلافصل علی المرتضےٰ پر کس طرح اطمینان ہو سکتا تھا۔ (مسئلہ قرطاس کی بحث آگے آئے گی)۔

شیعہ کی دوسری دلیل

حضرت علی رضؓ کی خلافت بلافصل کے متعلق دوسری دلیل شیعہ کی یہ آیت ہے:-

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ؕ ترجمہ: تمہارے مددگار خدا اور رسولِ خدا ہیں۔ اور مومن لوگ جو نماز روزہ قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور وہ رکوع و سجود کرنے کے عادی ہیں۔

اس آیت سے شیعہ ولایت علی رضؓ کا استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے ولایت امیر علیہ السلام ثابت ہو۔ اگر لفظ ولی سے استدلال ہے۔ تو یہاں خدا اور رسولؐ اور ان مومنوں پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے جو نماز۔ روزہ۔ حج و زکوٰۃ کے پابند ہیں۔ تمام صیغے جمع کے ہیں۔ پھر ان سے ایک فرد حضرت علی رضؓ مراد لینا انصاف کا خون کرنا ہے۔

شیعہ نے اس موقعہ پر ایک عجیب روایت وضع کی ہے۔ جیسا کہ اصول کافی کتاب الحجۃ ص ۲۸۸ میں ہے۔

وَهُمْ رَاكِعُونَ یا تو يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ سے حال واقع ہوا ہے۔ یا یہاں رکوع بمعنی خشوع ہے۔ ۱۲

كَانَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَقَدْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ رَاكِعٌ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ قِيْمَتُهَا اَلْفُ دِيْنَارٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَسَاهُ اِيَّاهَا وَكَانَ النَّجَاشِيُّ اَهْدَاهَا فَجَاءَ سَائِلٌ وَقَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ وَاَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ عَلٰى مِسْكِيْنٍ فَطَرَحَ الْحُلَّةَ اِلَيْهِ وَاَوْمٰى بِيَدِهٖ اَنِ احْمِلْهَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ط (ترجمہ) "امیر المومنین علیہ السلام ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ چنانچہ دو رکعت نماز ادا کر چکے تھے۔ آپ ایک قیمتی شال اوڑھے ہوئے تھے۔ جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔ اور رسول پاکؐ نے آپ کو دی تھی۔ جو آنحضرتؐ کو نجاشی نے بطور ہدیہ بھیجی تھی۔ پس ایک سائل آیا۔ اس نے کہا۔ اے ولی اللہ اور مومنوں کے سردار مسکین کو کچھ خیرات دیجئے۔ آپ نے وہ شال سائل کی طرف پھینک دی اور ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ اس کو لے جا۔ تب خدا نے آیت اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ اتار دی۔"

ہمارا جواب: ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ کہ آیت کا کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو حضرت علیؓ کی ولایت اور خلافت پر دلالت کرے۔ اگر اس سے ولایت کا ثبوت ملتا ہے تو پھر ہر ایک نمازی اور زکوٰۃ دینے والا صاحبِ ولایت اور خلیفہ ہو سکتا ہے۔ قاموس میں لکھا ہے:۔ اَلْوَلْیُ الْقُرْبُ وَالدُّنُوُّ وَالْوَلِيُّ الْاِسْمُ مِنْهُ وَالْمُحِبُّ وَالصَّدِيْقُ وَالنَّاصِرُ (ولی مصدر) کا معنےٰ قرب اور نزدیکی کا ہے۔ ولی اسکا اسم ہے جسکا معنی محبّ اور دوست اور مددگار ہے)۔

اب بتائیے۔ کہ لفظ ولی سے خلافت اور ولایت پر کس طرح دلیل لی جا سکتی ہے؟ اور روایت جو وضع کی گئی ہے۔ عقلاً و نقلاً قابلِ تسلیم نہیں ہے۔

روایت بالا کے موضوع ہونے کے دلائل

اوّل: حضرت علی المرتضیٰؓ کی شان والا کی نسبت یہ گمان کرنا۔ کہ وہ دنیاداروں کی قیمتی پوشاک پہنتے تھے۔ جو قریباً پچیس ہزار روپے کی ہو۔ آپ کی صوفیانہ اور متقیانہ حیثیت پر ایک سخت حملہ ہے۔ ہم پہلے جلاء العیون کی روایت سے لکھ چکے ہیں۔ کہ جب حضرت علیؓ کو حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے ناطہ کی خواستگاری کا مشورہ دیا گیا۔ تو آپ نے اپنی مفلسی کا عذر پیش کیا۔ اور جب سامانِ شادی خریدنے کی آپ کو ضرورت پیش آئی۔ تو آپ نے اپنی زرہ فروخت کر کے وہ سامان خرید کیا۔ علامہ سید علی حائری اپنی مؤلفہ کتاب غائۃ المقصود کے صفحہ ۱۵۴ پر مرزا قادیانی پر طعن کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:۔

"در آنجا دربیت النبوۃ از کمال زہد و تقویٰ و فقر تا مدسہ یوم فاقہ مے گذرانیدند۔ تا آنکہ شہادت آیت یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ الخ نازل شد و ایں جا در شالہائے خلیل خانی و نہر مہ کشمیری و سریر میگذارد در آنجا بر حصیر لیف خرما و اکثر بر خاک خوابیدہ دیدہ و فرمود۔ قُمْ یَا اَبَا تُرَابٍ و از ہماں روز بابی تراب مکنی شد۔ (ترجمہ) وہاں خاندان نبوت حضرت علیؓ کے گھر میں کمال زہد و تقویٰ سے تین تین روز فاقہ گذارتے تھے حتیٰ کہ آیت وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ نازل ہوئی۔ اور یہاں مرزا قادیانی کا یہ حال ہے۔ کہ خلیل خانی شال اور کشمیری چادر اور ریشمی پارچات کا استعمال ہوتا ہے۔ اور اہل بیت کا یہ حال تھا کہ کھجور کی چھال کی بنی ہوتی بوریا۔ بلکہ اکثر اوقات خاک زمین پر لیٹ جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روز حضور علیہ السلام نے شجاعت مآب کو فرش زمین پر لیٹے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ اے "ابو تراب" چنانچہ آپ کی یہی کنیت مشہور ہو گئی۔

علامہ حائری کی اس تحریر اور جلاء العیون کی روایت اور دیگر صحیح حالات سے جو حضرت علیؓ کی زاہدانہ اور صوفیانہ پوزیشن کے متعلق کتب طرفین میں لکھے ہیں۔ صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ کو ایسی پوشاکوں سے جو ایک طالب دنیا شخص کی خاصیات سے ہے۔ بالکل کچھ غرض نہ تھی۔ ایسی بیش قیمت پوشاک کا استعمال اسراف و تبذیر میں داخل ہے۔ جو ایک متقی مومن پسند نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ علی المرتضیٰ جیسے متقی متورع تارک الدنیا عالی مرتبت امام کی نسبت خیال کیا جائے۔ کہ وہ ایسے ریشمی اور طلائی پارچات استعمال کیا کرتے تھے۔ اصحابِ رسولؐ کو دنیا داروں کی طرح زیب و زینت سے سخت نفرت تھی چنانچہ یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوجودیکہ اپنے وقت کے بادشاہ تھے لیکن آپ کی چادر اور کرتہ پر متعدد پیوند لگے ہوتے ہوتے تھے۔ بلکہ آپ کے عاملان (گورنران) سے جس شخص کی نسبت اطلاع ملتی۔ کہ وہ باریک ململ کی قمیص استعمال کرتے ہیں۔ فوراً ان کو طلب کر کے تنبیہ کی جاتی۔ بلکہ ان کو اپنے منصب جلیل سے معزول کر دیا جاتا۔

پھر جب شیعان علیؓ شجاعت مآب کو باقی خلفاء پر زہد تقویٰ میں ترجیح دیتے ہیں۔ تو ایسی روایات شائع کرنے سے ان کو تامل کرنا چاہتے۔ جس سے حضور ممدوح کی شانِ تقدس کو بٹہ لگتا ہے۔

دوم:۔ اگر مان لیا جاتے کہ حضرت علی نے ایسی ریشمی طلائی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ اور نماز پڑھ رہے تھے۔ تو پھر یہ بات قرین قیاس نہیں ہے۔ کہ سائل جو آپ کو نماز کی حالت میں دیکھ رہا تھا۔ اتنا بھی انتظار نہ کرے کہ آپ نماز سے فارغ ہو لیں۔ ایسی جلد بازی تو کوئی اندھا شخص بھی نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے ساتھی (راہ نما) سے پہلے دریافت کر لیتا ہے۔ کہ مسئول عنہ کس حالت میں ہے۔ پھر اگر سائل نے ایسی

حماقت کی۔ تو پھر حضرت علی المرتضیٰ جن کی نسبت مشہور ہے کہ نماز پڑھنے کے وقت آپ ایسے استغراق
میں ہوتے کہ دنیا و مافیہا سے کچھ خبر نہ رہتی۔ پھر ایسی حالت استغراق میں ایک گداگر کی بک بک کی آواز
آپ کے کانوں تک کس طرح پہنچ سکتی۔ اور یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ آپ کی نماز خشوع خضوع سے خالی
تھی۔ (یعنی استغراق تام نہیں تھا) آپ نے سائل کی آواز سن لی۔ تو پھر نماز کی حالت میں فعل کثیر چادر
اتار پھینکنا۔ اور پھر سائل کو اشارہ کرنا کہ یہ لے جا۔ کیا معنی رکھتا ہے۔ جب ایک فرض نماز ادا کر رہے
تھے۔ تو اس کی تکمیل کے بغیر دوسرے فرض ادائے زکوٰۃ کی طرف متوجہ ہونا کیا ضروری تھا؟ اگر آپ نے
سائل کو حلّہ دینا تھا۔ تو نماز سے فارغ ہو کر بھی دے سکتے تھے۔

سوم:- آیت میں وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ لکھا ہے۔ (یعنی وہ زکوٰۃ دیتے اور نماز
پڑھتے ہیں) اور روایت موضوعہ میں سائل کو چادر قیمتی ایک ہزار دینار کا ذکر ہے۔ کیا ادائے زکوٰۃ کا یہی
طریق ہے؟ اس سے پہلے یہ ثابت کر دینا چاہئے کہ جناب امیر رضؓ صاحب زکوٰۃ تھے۔ اور اس قدر مال
رکھتے تھے کہ اس کی زکوٰۃ ایک ہزار دینار آپ کے ذمے واجب تھی۔ اگر شیعہ صاحبان ایڑی چوٹی
کا بھی زور لگا لیں۔ تو وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے۔ تو جب آپ صاحب زکوٰۃ نہ تھے اور نہ اس قدر زکوٰۃ
آپ کے ذمے واجب تھی۔ تو پھر يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ (وہ دیتے ہیں زکوٰۃ) کا مفہوم صحیح نہیں ہو سکتا۔ غرض
یہ روایت بالکل عقل و قیاس کے خلاف اور یار لوگوں کی بنائی ہوئی ہے۔ ایسی وضعی روایات سے
تمسک کر کے شیعہ حضرات خلافت بلافصل علی المرتضیٰ رضؓ کے بار ثبوت سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

شیعہ کی تیسری دلیل

صحیح بخاری و مسلم میں براء بن عازب سے روایت ہے کہ جب رسول خدا نے غزوۂ تبوک کا قصد
فرمایا تو جناب امیر رضؓ کو بال بچوں کی حفاظت کے لئے مدینہ طیبہ میں مقرر فرمایا۔ کفار نابکار نے جناب امیر
کو طعنہ دیا کہ رسول خدا آپ کو اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جاتے۔ جناب امیر رضؓ کو یہ بات ناگوار گذری
نے رسول خدا سے یہ ماجرا بیان کیا۔ اور عرض کی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُخَلِّفُنِیْ فِی النِّسَآءِ وَالصِّبْیَانِ۔
مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ جاتے ہیں۔ تو حضور نے آپ کی دلجوئی کے لئے فرمایا۔ اَمَا تَرْضٰی
اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (کیا تجھے پسند نہیں ہے کہ
مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو۔ موسیٰ سے ہاں میرے بعد نبوت نہیں ہے۔

شیعہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول پاک حضرت علیؓ کو اپنے بعد خلیفہ سمجھتے تھے۔ سو حدیث میں ایسا لفظ نہیں ہے۔ جس سے آپ کی خلافت بلافصل کا استدلال ہو کیونکہ

(۱) ہارون کو موسیٰؑ نے عارضی طور پر اپنی عدم حاضری کے خلیفہ مقرر کیا تھا جب کوہ طور سے واپس ہوئے تو حضرت ہارون خلیفہ نہ رہے گو وہ نبی مستقل تھے۔ ایسا ہی یہاں بھی سمجھنا چاہئے۔

(۲) اس قسم کی خدمت بہ سبب قرابت اپنے پسر یا داماد کے ہی سپرد کی جا سکتی ہے کہ مستورات اور بال بچوں کی نگرانی رکھے۔ ایسی خدمت کو خلافت سے کیا تعلق ؟

(۳) یہ مسلم ہے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے۔ پھر خلیفہ کیسے جب مشبّہ بہ ہی خلیفہ نہ ہوئے تو مشبّہ کی خلافت کیسی ؟

(۴) حضرت ہارون سے تشبیہ صرف قرابت داری کی وجہ سے دی تھی ورنہ نہ وہ نبی تھے۔ عمر میں موسیٰ سے بڑے تھے۔ حقیقی بھائی تھے۔ جناب امیرؓ میں ان اوصاف سے ایک بھی نہ تھی۔ پھر اس حدیث سے استدلال خلافت بلافصل چہ معنی دارد۔

(۵) اس تشبیہ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ زندگی میں جیسے ہارونؑ بوجہ قرابت داری موسیٰ کی نیابت کرتے تھے۔ ویسے جناب امیرؓ بھی خدمات خانگی پر حضور کی عدم موجودگی میں مامور رہے بعد وفات موسیٰؑ حضرت ہارون نہیں۔ بلکہ یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا خلیفہ ہوتے۔ اسی طرح بعد وفات نبی ابوبکرؓ اور عمرؓ خلیفہ ہوتے۔ گویا یہ حدیث شیعہ کی تردید کر رہی ہے۔ نہ کہ ان کے مدعا کی اس سے تائید ہوتی ہے۔

شیعہ کی چوتھی دلیل

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَآ اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ۔

ترجمہ: حضور نے فرمایا۔ میں چھوڑے جاتا ہوں تم میں دو وزنی چیزیں۔ کتاب اللہ اور اپنے اقارب۔ کو اگر تم ان کی اتباع کرو گے۔ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

اس حدیث سے بھی شیعہ جناب امیرؓ کی خلافت بلافصل کا استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ اس حدیث

میں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں ہے۔ جس سے خلافت آنجناب پر دلالت ہو۔ ہاں یہ امر تنقیح طلب ہے کہ شیعہ وسُنّی ہر دو فریق سے کون فریق کتاب اللہ اور عترت رسول کی عزت کرتا ہے اور ان سے تمسک کرتا ہے۔ اور کون فریق ان سے کوسوں دور پڑا ہے؟

ثقل اکبر:۔ قرآن پاک کی عزت اہل سنت والجماعت کے دلوں میں ہے۔ وہ اس کی تلاوت میں شب و روز مصروف ہیں۔ حفظ قرآن اہل سنت کے مردوں عورتوں بچوں بوڑھوں کا معمول ہے۔ بر خلاف اس کے شیعہ حضرات اس کو صحیح ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس کو محرف ناقص پُر از اغلاط سمجھتے ہیں جس قرآن کی انتظار میں ہیں۔ اسکی زیارت خواب میں بھی نصیب نہیں۔ غرض شیعہ کے دلوں میں بوجہ عناد جامع القرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بالکل عزت نہیں ہے۔ اسی لئے شیعہ حفظ قرآن کی نعمت سے بالکل محروم ہیں۔ برخلاف اس کے کہ اہل سنت میں ہزاروں حافظ قرآن موجود ہیں۔ جو رات دن تلاوت قرآن میں مصروف رہتے ہیں۔ اور سال بھر میں نماز تراویح میں سُنّیوں کی ہر ایک مسجد میں قرآن ہوتا ہے لیکن شیعہ تراویح کے سرے سے ہی منکر ہیں۔ اسلئے ختم قرآن کیوں کریں۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

ثقل اصغر:۔ عترت رسول کی عزت اہلسنت والجماعت کے دلوں میں ہے۔ ہم عترت رسول سے محبت رکھنا اپنا دین و ایمان سمجھتے ہیں۔ اور کسی بزرگ پر طعن دراز کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ لعنت تبرا بازوں کو مبارک ہو۔ ہم تو رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ کی امت ہیں۔ کسی کو بُرا کہنا ہمارا شیوہ نہیں ہے اہلسنت کا دل آئینہ کی طرح صاف وشفاف ہے۔ کہ زنگِ کینہ و بغض اس کو مکدر نہیں کر سکتا۔ ؎

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

ہاں روافض کی زبان طعن سے نہ اپنا بچ سکتا ہے نہ بیگانہ۔ عترت رسول سے جو سلوک کرتے ہیں اس سے توبہ۔

توہین عترتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عترت رسول سے مراد آپ کے خویش و اقارب ہیں شیعہ۔ عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ و حفصہ رضی اللہ عنہا کو معاذ اللہ کافر و منافق کہتے ہیں۔ تحفۃ العوام جلد ۱ صفحہ ۲ میں ہے۔ کتاب تہذیب میں وارد ہے۔ کہ جا ئے نماز سے نہ اٹھو جب تک کہ بنوامیہ پر لعنت نہ کرو۔ مراد ان سے چار مرد ہیں۔ کہ حق مرتضٰے کا چھین لیا۔ محسن کو شہید کیا۔ نسبت نبی کی اتہام بہ ہذیان کیا۔ اور چار عورتیں ہیں۔ کہ آزار پہنچایا۔ نسبت جناب رسول مقبول کی۔"

اسی صفحہ پر آگے ایک دعا لکھی ہے۔ جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ وَاتَبَرَّأُ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانٍ وَفُلَانَةٍ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَعَلٰى اَوْلِيَآءِهِمْ۔ (ترجمہ) میں بیزار ہوں فلاں۔ فلاں مرد اور فلاں عورت سے۔ لعنت خدا ہو۔ ان پر اور ان کے دوست رکھنے والوں پر) حاشیہ پر لکھا ہے۔ کہ بجائے فلاں کے نام ان کے لئے جنہوں نے حق مرتضیٰ کا چھین لیا۔

سُنّی بھائی توجّہ کریں!

جو سُنّی بھائی ایسے روافض سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں۔ اور ان کو اپنا مسلمان بھائی تصور کرتے ہیں۔ وہ غور کریں۔ کہ جو لوگ تمہارے بزرگان دین اصحاب و ازواج رسول سے یہ سلوک رکھتے ہوں کہ ہر ایک نماز کے بعد ان کے نام لے لے کر لعنت و تبرا کرنا ان کا ورد ہو۔ اور ان بزرگان دین پر ہی لعنت نہیں کرتے۔ بلکہ ان لوگوں کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں جو ان سے محبت رکھتے ہیں۔ یعنی تمام اہلسنت والجماعت مسلمانوں کو۔ پھر حیف ہے۔ کہ غیور سُنّی ایسے بدطینت اشخاص کو اپنا دوست بنائے۔ جو عترت رسول سے اس قدر دشمنی رکھتے ہوں۔ اور سنیوں سے اُن کو ایسا بیر ہو۔

سُنّی کا جنازہ

کتب شیعہ میں لکھا ہے۔ اوّل تو سُنّی کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ اگر بضرورت پڑھے تو بجائے دعا کے میّت پر بد دعا کرے۔ چنانچہ تحفۃ العوام صفحہ ١٣٨ میں ہے "اور اگر میّت سُنّی خلاف مذہب[1] ہو اور بضرورت نماز پڑھنا پڑے۔ تو بعد چوتھی تکبیر کے کہے۔ اَللّٰهُمَّ اَخْزِ عَبْدَكَ فِيْ عِبَادِكَ وَبِلَادِكَ اَللّٰهُمَّ اَصْلِهٖ حَرَّ نَارِكَ اَللّٰهُمَّ اَذِقْهُ اَشَدَّ عَذَابِكَ (ترجمہ) اے خدا اس بندے کی میت کو اپنے بندوں میں اور اپنے شہروں میں ذلیل و رسوا کر۔ اے خدا اس کو نار جہنم سے جلا۔ اے خدا اس کو سخت ترین عذاب دے۔

---

[1] یہ عبارت پرانے مطبع کی تحفۃ العوام کی ہے۔ جو مصنف کے پاس موجود ہے۔ جدید طبع میں یار لوگوں نے کچھ ترمیم کردی ہے۔ [2] پرانے مطبع کی تحفۃ العوام جو ہمارے پاس موجود ہے۔ اس میں "سُنّی میت یا خلاف مذہب ہو" لکھا ہوا ہے۔ لیکن دوسری تحفۃ العوام میں جو تازہ نولکشور میں طبع ہوتی ہے۔ اس میں یوں لکھا ہے "اگر میت شیعہ نہ ہو اور دشمن اہلبیت ہو الخ۔ صفحہ ٢١٥ مطلب دونوں عبارتوں کا ایک ہے۔ کیونکہ سنیوں کو جو شیعہ نہیں۔ یہ لوگ معاذاللہ دشمن اہل بیت سمجھتے ہیں۔ یہ نوٹ لکھنے کی ضرورت اس لئے لاحق ہوئی کہ پرانے مطبع کی کتاب نہ ملنے کی وجہ سے (بقیہ بر صفحہ ١٦٦)

سُنّیو! جانتے ہو۔ یہ لوگ تمہارے جنازوں میں شامل ہو کر میتوں سے کیا سلوک کرتے ہیں۔ کیا
تم اس بات کو گوارا کر سکتے ہو؟ کہ ایک شخص تمہارے عزیز یا بزرگ کی میت کے جنازہ پر کھڑا ہو کر اس
کے لئے بددعائیں کرے۔ کہ خدایا اسے جہنم میں داخل کر۔ اور سخت سے سخت عذاب میں مبتلا کر۔ عبرت

نماز پڑھنے جو آئیں گے بد دعا کے لئے　　نہ آنے دیجو انہیں لاش پر خدا کے لئے　ے

پھر عترت رسولؐ میں سے آنحضرتؐ کی تین لڑکیوں۔ ام کلثومؓ۔ رقیہؓ۔ زینب کو اولادِ رسولؐ
سے ہی خارج کر دیتے ہیں۔ یہ کس قدر توہین وہتک عترت رسولؐ ہے۔

حضرت علیؓ المرتضیٰ۔ فاطمۃ الزہراؓ۔ حسنینؓ سے اگرچہ بظاہر محبت کا ادّعا ہے۔ لیکن ان کی توہین
ہتک کا بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ بوقت ضرورت حضرت علیؓ کو گالی گلوچ
دے لینا جائز کیا گیا ہے۔ چنانچہ اصولِ کافی ص۴۸۴ میں ہے۔ اِنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ عَلٰی مِنْبَرِ
کُوْفَۃَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی شَیْءٍ فَسُبُّوْنِیْ۔ **(ترجمہ)** حضرت علی نے کوفہ میں منبر پر بیٹھ
کر فرمایا۔ لوگو! تمہیں میری سب وشتم کی طرف بلایا جاتے گا۔ پس تم مجھے گالی گلوچ دے لینا۔) واہ جی
خوش! ان تقیہ بازوں کو خدا ہدایت دے۔ جھوٹ میں بھی عبادت ہے۔ ے

تقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں ثواب ملا　　کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا

پھر حضرت علیؓ کی شان میں کس قدر افراط وتفریط سے کام لے کر ان کی ہجو ملیح وہتک صریح کرتے ہیں

حضرت علی کی ہجوِ ملیح

طفولیت کا معجزہ شیعہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ ابھی شیر خوار بچے تھے۔ کہ مکہ میں اژدہا نمودار
ہوا جس کا سر مثل پہاڑ کے تھا۔ چار سو گز لمبا تھا۔ دانت چار چار بالشت لمبے۔ منہ بیس گز چوڑا اور
گہرائی میں غار کی طرح تھا۔ اس نے ایک دن شہر کا رُخ کیا۔ سب لوگ مارے ڈر کے جنگلوں میں
بھاگ گئے اژدہا سیدھا حضرت کی طرف آیا۔ آپ نے لیٹے لیٹے اس کو سر سے پاؤں تک چیر دیا۔ خون
کا دریا جاری ہو گیا۔ اژدہے کے دو ٹکڑے بچے کے گہوارے کے دونوں طرف ایسے پڑے ہوتے تھے
جیسے پہاڑ کے دو ٹکڑے آٹھ سو　　آدمیوں نے بمشکل ان کو اٹھا کر شہر کے باہر پھینکا۔ اور جناب

(بقیہ صفحہ ص۱۶۵) یہ لوگ دھوکہ دے سکتے ہیں۔ کہ تحفۃ العوام ص۱۳۸ میں یہ عبارت کہاں لکھی ہے۔ فافہم۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) شیعہ کے مشہور مناظر مرزا احمد علی امرتسری نے جس کو علامہ حائری لاہوری کا نفس ناطقہ کہا جاتا
ہے۔ بمقدمہ مسجد پنڈ دادنخان عدالت دیوان سیتا رام صاحب سینیر جج جہلم میں اپنے حلفی بیان میں لکھایا کہ جو شخص حضرت
علی کو گالیاں دے وہ بھی مسلمان ہے۔

ایبر کی تحسین و آفرین کا غلغلہ بلند ہوا۔ (فضائل مرتضوی ص۲۲۱و۲۲۲)

دوسرا معجزہ:۔ خیبر کی لڑائی میں یہود کی طرف سے ایک جوان مرحب نامی حضرت علیؓ کے مقابل آیا۔ آپ نے جو تلوار ماری۔ اس کو دو نیم کرتی ہوئی زمین پر اور وہاں سے اُترگر گاؤ زمین تک پہنچی حائل زمین کو چیرنے کو تھی۔ کہ جبرائیل نے پر نیچے بچھائے جو کٹ کر پرے جا پڑے ؎

دو کر کے زین خاک پر آئی وہ شعلہ ور	زیں کو جلا کے پشت فرس پر کیا گذر
پہنچی زمین سے گاؤ زمیں پر بہ کرّ و فرّ	سیماب کی طرح نہ کہیں دم لیا مگر
اٹھی تو کاٹتی ہوئی پر جبرئیل کے	بیٹھی تو پاس پیک خدائے جلیل کے

نیز سیّد نعمت اللہ جزائری نے انوار نعمانیہ میں یوں لکھا ہے۔

رَوَی الْبَرْسِیُّ فِیْ کِتَابِہٖ لَمَّا وَصَفَ وَقْعَۃَ خَیْبَرَ وَاَنَّ الْفَتْحَ فِیْھَا کَانَ عَلٰی یَدِ عَلِیٍّ اَنَّ جِبْرَائِیْلَ جَآءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ مُسْتَبْشِرًا بَعْدَ قَتْلِ مَرْحَبٍ فَقَالَ النَّبِیُّ عَنِ اسْتِبْشَارِہٖ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ عَلِیًّا لَمَّا رَفَعَ السَّیْفَ لِیَضْرِبَ بِہٖ اَمَرَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اِسْرَافِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ اَنْ یَقْبِضَا عَضُدَہٗ فِی الْھَوَاءِ حَتّٰی لَا یَضْرِبَ بِکُلِّ قُوَّتِہٖ مَعَ ھٰذَا قَسَمَہٗ نِصْفَیْنِ وَکَذَا مَا عَلَیْہِ مِنَ الْحَدِیْدِ کَذَا فَرَسَہٗ وَوَصَلَ السَّیْفُ اِلٰی طَبَقَاتِ الْاَرْضِ فَقَالَ لِیَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ یَا جِبْرَائِیْلُ بَادِرْ اِلٰی تَحْتِ الْاَرْضِ وَامْنَعْ سَیْفَ عَلِیٍّ عَنِ الْوُصُوْلِ اِلٰی ثَوْرِ الْاَرْضِ حَتّٰی لَا تَنْقَلِبَ الْاَرْضُ فَمَضَیْتُ فَاَمْسَکْتُہٗ وَکَانَ عَلٰی جَنَاحِیْ اَثْقَلَ مِنَ الْمَدَائِنِ قَوْمِ لُوْطٍ وَھِیَ سَبْعُ مَدَائِنَ قَطَعْتُھَا مِنَ الْاَرْضِ السَّابِعَۃِ وَرَفَعْتُھَا فَوْقَ رِیْشَۃٍ وَاحِدَۃٍ مِنْ جَنَاحِیْ اِلٰی قُرْبِ السَّمَآءِ وَبَقِیْتُ مُنْتَظِرَ الْاَمْرِ اِلٰی وَقْتِ السَّحَرِ حَتّٰی اَمَرَنِیَ اللّٰہُ بِقَلْبِھَا فَمَا وَجَدْتُ لَھَا ثِقْلًا کَثِقْلِ سَیْفِ عَلِیٍّ فَسَئَلَہُ النَّبِیُّ لِمَ لَمْ تَقْلِبْھَا مِنْ سَاعَۃٍ رَفَعْتَھَا فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّہٗ قَدْ کَانَ فِیْھِمْ شَیْخٌ کَافِرٌ نَائِمٌ عَلٰی قَفَاہُ وَشَیْبَتُہٗ اِلَی السَّمَآءِ فَاسْتَحْیَی اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَنْ یُعَذِّبَھُمْ فَلَمَّا اَنْ کَانَ وَقْتَ السَّحَرِ انْقَلَبَ ذٰلِکَ الشَّائِبُ عَنْ قَفَاہُ فَاَمَرَنِیْ بِعَذَابِھَا۔

ترجمہ: برسی نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے۔ جبکہ اس نے خیبر کا واقعہ بیان کیا۔ اور یہ وہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام مرحب کے قتل ہوجانے کے بعد جناب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بشارت دی۔ تو نبی کریم نے فرمایا۔ کہ یہ کیسی بشارت ہے۔ پس جبرائیل نے عرض کیا۔ کہ اے رسول خدا جب حضرت علیؓ نے مرحب کے مارنے کے لئے تلوار اٹھائی تو اللہ نے حضرت اسرافیل اور حضرت میکائیل دونوں کو حکم دیا۔ کہ وہ ہوا میں حضرت علیؓ

کا ہاتھ تھام لیں۔ تاکہ پورے زور سے تلوار نہ مارنے پائیں۔ اور باوجود اس کے انہوں نے مرحب کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اور اسی طرح اس کی آہنی زرہ اور اس کے گھوڑے کو بھی دو نیم کر دیا۔ اور تمام طبقات تک اتر گئی۔ تو مجھے اللہ تعالیٰ سُبحانہٗ نے حکم دیا کہ جبرائیل زمین کے نیچے فوراً پہنچو۔ اور حضرت علیؓ کی تلوار روک لو۔ تاکہ وہ گاؤ زمین کو نہ کاٹ ڈالے تاکہ زمین زیروزبر نہ ہو جائے۔ پس میں گیا۔ اور اس کو روک لیا۔ اور وہ تلوار میرے پروں پر قوم لوط کے شہروں سے بھی زیادہ بھاری تھی۔ حالانکہ وہ سات شہر تھے۔ جن کو میں نے ساتویں زمین سے اکھیڑا اور اپنے بازوؤں کے ایک پر پر آسمان کے قریب تک اٹھا لیا تھا۔ اور میں حکم کی انتظار میں سحر تک ٹھہرے رہا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے الٹ دینے کا حکم فرمایا۔ لیکن میں نے اُنکا بوجھ حضرت علیؓ کی تلوار کے بوجھ کے برابر نہ پایا۔ حضور نے فرمایا۔ تو نے اٹھانے کے وقت ہی کیوں نہ الٹ دیا۔ تو جبرائیل نے عرض کیا کہ اے رسول خدا اس لئے کہ ان لوگوں میں ایک بوڑھا کافر پیٹھ کے بل سویا ہوا تھا۔ اور اس کے بال سفید آسمان کی طرف تھے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ان کے عذاب دینے سے شرم آگئی۔ اور پھر جب سحر کا وقت ہوا بوڑھے نے کروٹ بدلی تو خدا تعالےٰ نے مجھے ان کو عذاب دینے کا حکم فرمایا۔"

شیعہ صاحبان کو ایسی دور از عقل وقیاس روایات لکھنے سے شرمانا چاہیے۔ کیا یہ جناب مدوح کی شجاعت کی تعریف ہے۔ یا آپ کی نسبت تمسخر ہے۔ تعجب ہے کہ تلوار کا وجود زیادہ سے زیادہ تین چار فٹ ہوگا۔ پھر وہ کس طرح ساتویں طبقات زمین کو چیر کر گاؤ زمین تک جا پہنچی۔ باوجودیکہ جناب ممدوح نے اپنی پوری قوت سے بھی تلوار نہ چلائی تھی۔ پھر اس کا ثقل جبرائیل کے بازوؤں پر۔ حضرت لوط علیہ السّلام کے سات شہروں کی زمینوں سے جو ساتویں طبقہ تک تھا کہ جبرائیل نے سحر تک اٹھائے رکھا کس طرح زیادہ ہو گیا۔ پھر حق تعالےٰ کو جب اس امر کا علم تھا۔ کہ جناب امیرؓ کی تلوار اس قدر غضب ڈھانے والی ہے۔ تو بجائے اس کے کہ اسرافیل ومیکائیل کو ہوا میں ان کے بازو تھام رکھنے اور جبرائیل کو ساتویں زمین کے نیچے جا کر سیف علی کی زد سے زمین کو بچانے کا حکم دے۔ جناب امیرؓ کے دل میں القا کیا جاتا کہ تلوار چلاتے وقت ذرا رحم سے کام لینا۔ ایسا نہ ہو کہ سیف علیؓ طبقاتِ ارض کو چیر کر گاؤ زمین کے ٹکڑے ہی کر ڈالے اور زمین تہ و بالا ہو جائے۔

ایسا ہی جنات سے لڑائی وغیرہ دور از عقل کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔ جن کو پڑھ کر مخالفین اسلام مضحکہ اڑاتے ہیں۔ پھر اس کے مقابلہ میں جب تفریط سے کام لے کر آپ کی شان گھٹانے لگتے ہیں۔ تو خارجیوں سے بھی بڑھ جاتے ہیں *

حضرت علیؓ کی ہتک صریح

حضرات شیعہ جناب امیرؓ کی شجاعت کے اس قدر افسانے بیان کرنے کے باوجود جب دوسرا پہلو بدلتے ہیں۔ تو جناب شجاعت مآب کو ایسا نکما اور بزدلانہ بنا دیتے ہیں کہ مخالفین آپ کو گلے میں رسی ڈال کر بیعت ابوبکرؓ کے واسطے گھسیٹ لے جاتے ہیں اور معاذاللہ خاتونِ جنت کے شکم محترم پر دروازہ گرا کر محسن رضؓ کو شہید کر دینے کی روایات بیان کر کے توہین عترتِ رسولؐ کا حق ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ جلاء العیون اردو ص۱۵۲ میں ہے۔ "پس اشقیائے امت گلو نے مبارک جناب امیر میں ریسماں ڈال کر مسجد میں لے گئے" اور بروایت دیگر "جب دروازہ پر پہنچے اور جناب فاطمہؓ مانع ہوئیں، اس وقت قنفذ نے اور بروائت دیگر عمرؓ نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہؓ پر مارا کہ بازو جناب سیدہ کا شکستہ ہو گیا اور سوج گیا مگر پھر بھی جناب فاطمہؓ نے جناب امیرؓ سے ہاتھ نہ اٹھایا اور ان اشقیاء کو گھر میں آنے سے منع کیا۔ یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب فاطمہؓ پر گرا دیا اور پسلیوں کو شکستہ کیا۔ اور اس فرزند کو جو شکم میں جنابِ فاطمہؓ کے تھا اور حضرت رسولؐ نے اس کا نام محسنؓ رکھا تھا، شہید کیا۔"

اب جائے غور ہے اس سے زیادہ توہین عترتِ رسول کیا ہو سکتی ہے کہ اصحاب کو بدنام کرنے کے لئے ایسی روایات وضع کی جاتی ہیں جو حضرت علی اور خاتونِ جنت کی غایت درجہ کی توہین کا باعث ہیں۔ کیا کوئی عقلمند شخص ایک منٹ کے لئے بھی یقین کر سکتا ہے کہ اگر اصحابِ رسولؐ خاتونِ جنتؓ جگر گوشۂ رسولؐ کی یوں ہتک کرتے تو کوئی متنفس بھی ان کی بیعت اختیار نہ کرتا۔ اور جناب امیرؓ خاتونِ جنت کی اس درجہ کی توہین دیکھ کر خاموش رہ سکتے۔ یا خود مر جاتے یا خصم کو مار دیتے۔ اور یہ کس کی جرأت تھی کہ شیرِ خدا کی گردن میں رسی ڈال کر گھسیٹ کر لے جائے اور آپ چوں تک نہ کریں۔

بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات دوستی کے پردہ میں جس قدر دشمنی اہل بیت سے کرتے ہیں۔ ایسا خارجی بھی جرأت نہیں کرتے۔

کیوں دوستی کے پردہ میں کرتے ہو دشمنی
کیوں دامن ادب کی اُڑاتے ہو دھجیاں

حضرت علیؓ کا ناطق فیصلہ

حضرت علی المرتضیٰ نے شیعہ و سُنی سوال کا صاف الفاظ میں ناطق فیصلہ فرما دیا ہے:۔

چنانچہ نہج البلاغۃ ص۱۹۹ وایضاً مطبوعہ طہران ص۱۷ میں ہے:۔

سَیَهْلِكُ فِيَّ صِنْفَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ تَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ اِلٰى غَيْرِ الْحَقِّ وَمُبْغِضٌ مُفْرِطٌ تَذْهَبُ بِهِ الْبُغْضُ اِلٰى غَيْرِ الْحَقِّ وَخَيْرُ النَّاسِ فِيَّ حَالًا النَّمَطُ الْاَوْسَطُ فَالْزَمُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّ يَدَ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَاِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَاِنَّ الشَّاذَّ مِنَ النَّاسِ لِلشَّيْطَانِ كَمَا اَنَّ الشَّاذَّ مِنَ الْغَنَمِ لِلذِّئْبِ اَلَا مَنْ دَعَا اِلٰى هٰذَا الشِّعَارِ فَاقْتُلُوْهُ وَلَوْ كَانَ تَحْتَ عِمَامَتِيْ هٰذِهٖ (ترجمہ) "دو فریق میرے بارہ میں ہلاک ہو جائیں گے۔ محب دوستی میں افراط (غلو) کرنیوالا کہ اس کو یہ دوستی حق سے دُور لے جائے اور دشمن دشمنی میں افراط کرنے والا کہ اس کو یہ عناد حق سے دُور کر دے۔ خوشحال انسان میرے بارہ میں وہ ہیں جو میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔ تم اسی جماعت کے تابع ہو جاؤ اور بڑی جماعت کی اتباع کرو۔ کیونکہ خدا کا ہاتھ بڑی جماعت کے سر پر ہے۔ تفرقہ سے باز آجاؤ کیونکہ جماعت سے علیحدہ ہونے والا انسان شیطان کا شکار ہوتا ہے۔ جیسا کہ ریوڑ سے الگ ہونے والی بکری بھیڑیئے کا شکار بنتی ہے۔ خبردار جو تمہیں جماعت سے علیحدگی کی دعوت دیں ان کو قتل کردو اگرچہ میری اس دستار کے نیچے ہوں۔

جناب امیرؓ نے اپنے خطبہ میں حقانیت مذہب اہل سنت والجماعت پر مہر کر دی ہے اور رافضیوں اور خارجیوں کے مذہب کو مردود قرار دیا ہے۔ کیونکہ رافضی محبِ مفرط ہیں جو جناب امیر اور دیگر ائمہ کو مثلِ انبیاء معصوم سمجھتے ہیں اور حضرت علیؓ کو دیگر انبیاء سے افضل اور نبی آخر الزمان کا ہم پلہ سمجھتے ہیں۔ رافضیوں میں ایسے فرقے بھی ہیں جو جناب امیرؓ کی رسالت بلکہ الوہیت کے بھی قائل ہیں۔ (اس کی تفصیل آگے آئے گی)۔

اور حال کے شیعہ اگرچہ بظاہر آپ کی الوہیت کے قائل نہیں تاہم اوصاف ایسے بیان کرتے ہیں جو آپ کو درجہ الوہیت پر پہنچا دیتے ہیں۔ چنانچہ علم مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ ان کو حاصل ہونا، اشیائے حلال و حرام کرنے کا اختیار، موت و حیات پر اختیار وغیرہ وغیرہ بہت سے اوصاف ہیں جو شانِ الوہیت تک پہنچا دیتی ہیں۔ اس لئے بقول جناب امیرؓ یہ مذہب باطل ہے۔ ایسے ہی خارجی جو جناب امیرؓ سے اس درجہ بغض رکھتے ہیں کہ آپ کو مشرک و کافر قرار دیتے ہیں۔ وہ بھی مردود ازلی ہیں۔ ہاں نمط اوسط میانہ روی اختیار

کرنے والا مذہب اہلسنّت والجماعت ہے جو جناب امیر رضؓ سے محبت رکھتے ہیں۔ لیکن شانِ نبوّت و الوہیت تک پہنچانا کفر جانتے ہیں۔ اور آپ سے بغض رکھنا بھی کفر و الحاد سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہی مذہب جنابِ امیر کے نزدیک مذہب برحق ہے۔

دوم : جناب امیر رضؓ نے کھلے الفاظ میں فرمادیا ہے کہ مذہبِ حق وہ ہے جس طرف مسلمانوں کا سوادِ اعظم (بڑا گروہ) ہے۔ اب یہ امر مسلّم الثبوت ہے کہ روافض و خارجی بمقابلہ مسلمانانِ اہلِ سنّت والجماعت آٹے میں نمک بھی نہیں ہیں۔ اور اسلام کا سوادِ اعظم (بڑی جماعت) یہی مذہب اہلِ سنّت رکھتا ہے۔ اس لئے حسب فیصلہ امیرؓ یہی لوگ اہلِ حق ہیں اور خدائے واحد کا دست فضل اسی بڑی جماعت کے سر پر ہے اور اس مذہب سے علیحدگی اختیار کرنے والے بشہادت جنابِ امیر شیطان کے متبع ہیں۔ اگرچہ وہ کتنے ہی محبانِ علیؓ کہلاتے ہوں۔ کیونکہ آپ نے بالتصریح فرمایا ہے کہ جو تمہیں اس بڑی جماعت سے علیحدگی کی طرف مدعو کرے وہ واجب القتل ہے۔ اگرچہ میری دستارِ مبارک کے زیرِ سایہ ہونے کا مدعی یعنی حبِ علیؓ کا دعویدار ہو۔

اُمید ہے کہ جنابِ امیرؓ کے اس ناطق فیصلہ کے ہوتے ہوئے سُنّی و شیعہ نزاع کے فیصلہ کے لئے اور کسی مزید دلیل کی ضرورت نہ ہوگی۔ ہاں جن لوگوں کی قسمت میں ضد اور ہٹ لکھی ہے۔ وہ ایسے روشن دلائل سے بھی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے : ؎

گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ   بآبِ زمزم و کوثر سفید نتواں کرد

ائمہ اہلِ بیت کی توہین

جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہٗ اور خاتون جنت رضؓ سے روافض کے سلوک کا [illegible] ہے۔ دیگر ائمہ اہلِ بیتؓ سے بھی شیعانِ علی نے ایسا ہی سلوک کیا ہے۔

حضرت امام حسنؑ

جنابِ امیر کے خلفِ اکبر حضرت امام حسنؓ سے حضرات شیعہ اس لئے ناراض ہیں کہ آپ نے امیر معاویہؓ سے صلح کر کے مسلمانوں کو کشت و خون سے بچالیا۔ جناب ممدوح اپنے شیعہ کے جور و ستم [illegible] کا شکوہ

کرتے ہیں۔ ذیل کی روایات سے ظاہر ہے۔ (۱) جلاء العیون صفحہ ۲۶۸ میں ہے: "جب ان منافقین نے یہ کلام حضرت سے سُنا، ایک نے دوسرے پر نظر کی اور کہا۔ اس کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو معاویہ رضؓ سے صلح منظور ہے۔ اور چاہتے ہیں کہ منصبِ خلافت معاویہ رضؓ کو دلائیں۔ پس سب اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا۔ معاذ اللہ! یہ شخص مثلِ پدر کافر ہو گیا ہے۔ یہ کہہ کر بلوا کر دیا اور اسباب امام حسنؓ کا لُوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جائے نماز حضرت کی پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی اور ردا دوشِ مبارک سے اُتار لی۔"

(۲) جلاء العیون صفحہ ۲۷۶۔ حضرت نے فرمایا۔ بخدا سوگند اس جماعت سے میرے لئے معاویہؓ بہتر ہے۔ یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں اور میرا ارادہ قتل کیا اور میرا مال لوٹ لیا۔ بخدا معاویہؓ سے میں عہد لوں اور اپنا خون حفظ کروں اور اپنے اہل و عیال میں امین ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں اور میرے اہل و عیال و عزیز و اقارب ضائع ہو جائیں۔ بخدا سوگند اگر میں معاویہ رضؓ سے جنگ کروں۔ یہی لوگ مجھے پکڑ کر معاویہ رضؓ کو دے دیں۔

(۳) اسی کتاب کے صفحہ ۲۷۷ میں ہے: "شیخ کشی نے بسندِ معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسنؓ اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے، ناگاہ ایک سوار آیا کہ اُسے سفیان بن لیلیٰ کہتے تھے اس نے کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُذِلَّ الْمُؤْمِنِیْنَ (اے ذلیل کنندۂ مومناں)"

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعانِ علی رضؓ نے ان کے خلفِ اکبر حضرت امام حسنؓ سے کیا سلوک کیا۔ صرف اس جرم پر کہ معاویہ رضؓ سے صلح کرتا ہے۔ ان کو اور ان کے قبلہ جناب امیرؓ کو معاذ اللہ کافر کہا۔ بلوہ کر کے ان پر ٹوٹ پڑے، مال لُوٹ لیا، اور آپ کے پاؤں کے نیچے سے مصلےٰ کھینچ لیا اور دوشِ مبارک سے چادر اُتار لی۔ پھر ایک مخلص نے آپ کو ذلیل کنندۂ مومناں کا خطاب دیا۔ یہ تو ان شیعوں کی کرتوت تھی جنہوں نے آپ کا جمال اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر حال کے شیعہ کا کیا کہنا۔

مُتَأَخِّرِین شیعہ

متاخرینِ شیعہ جو جو باتیں جنابِ ممدوح کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ کسی شہدے اوباش کی طرف منسوب کی جائیں تو وہ بھی ازالۂ حیثیتِ عرفی کا استغاثہ دائر کر دے۔

چنانچہ متاخرین شیعہ کا سرگروہ مُلا باقر مجلسی امام ممدوح کی نسبت یوں گوہر افشانی کرتا ہے: جلاء العیون اُردو صن ۲۸ میں ہے۔ روایت ہے کہ ایک روز امام حسنؑ مجلس معاویہؓ میں تشریف رکھتے تھے مروان نے کہا۔ آپ کی موچھوں کے بال جلد سفید ہو گئے ہیں۔ امام حسنؑ نے فرمایا۔ سبب اس کا یہ ہے کہ بنی ہاشم کا دہن خوشبودار ہے اور ہماری ازواج بوجہ خوشبو استشمام کرتی ہیں اور ان کی ہوائے نفس سے ہمارے بال شارب کے سفید ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ تم بنی اُمیہ گندہ دہن ہو۔ تمہاری ازواج تمہارے دہنوں سے احتراز کرتی اور اپنا مُنہ تمہارے رخسار کی جانب رکھتی ہیں اس لئے تمہارے رخسار جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ پس مروان نے کہا۔ بنی ہاشم میں ایک خصلتِ بد یہ ہے کہ خواہشِ جماع زیادہ رکھتے ہیں امام حسنؑ نے فرمایا۔ خواہش ہماری عورتوں سے سلب کی گئی اور وہ بھی مردوں میں اضافہ ہوئی! اور تمہارے مردوں سے علیحدہ کر کے تمہاری عورتوں میں دی گئی ہے اور یہی سبب ہے کہ زنِ امویہ سوائے مردِ ہاشمی دوسرے سے سیر نہیں ہو سکتی۔

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ ایسی فحش اور بیہودہ گفتگو تو اوباش لوگ بھی کرنے سے شرماتے ہیں یہ اُن پاک لوگوں کے ذمے افترا ہے کہ وہ سرِ مجلس اجنبی لوگوں کے سامنے اپنی مستورات (ازواج) کی نسبت ایسی بے شرمی کی باتیں بیان کرتے تھے کہ وہ ہمارے مُنہ کی خوشبو سونگھتی ہیں اور ان کے نفسانی جذبات کے اثر سے ہمارے بال شارب سفید ہو جاتے ہیں اور پھر یہ مقدس لوگ دوسروں کی مستورات پر ایسا کمینہ حملہ کر سکتے ہیں کہ تمہاری عورتوں میں اس قدر شہوت تیز ہوتی ہے کہ وہ ہاشمی مردوں کے سوا سیر ہی نہیں ہوتیں۔ اللہ اکبر! ایسے نادان دوستوں سے دانا دشمن اچھا ہوتا ہے:-

ترا اژدہا گر بود یارِ غار ازاں بہ کہ جاہل بود غم گسار

دیکھئے۔ تو شیعہ صاحبان جو بھنگ نوشوں کی مجلس میں دارے میں بیٹھ کر آپس میں یاوہ گوئی کیا کرتے ہیں اسی پر اُن پاک نفوس کو بھی قیاس کرتے ہیں۔ شرم! شرم!!

توبہ، توبہ، ناعاقبت اندیش راوی نے حضرت امام حسنؑ کی پاک ذات پر کیسا پاجیانہ حملہ کیا ہے کہ اُن سرِ اجلاس ایسی بدتہذیبی اور اخلاق سے گری ہوئی باتیں کیا کرتے تھے جو ہوا پرست بے تمیز بھشتی تکیہ میں بیٹھ کر باہم ایسی فحش گوئی کیا کرتے ہیں۔

مگر امام تو کیا شیعہ حضرات تو انبیاء کو بھی ایسے الزام دینے سے دریغ نہیں کیا کرتے چنانچہ یہی حضرت ملا باقر مجلسی اپنی مصنفہ کتاب حیات القلوب جلد اصد ۲۱ میں رقمطراز ہیں: "وبسند معتبر از حضرت امام رضاؑ منقول است کہ از اخلاقِ پیغمبران است خود را پاکیزہ کردن و خود را خوشبو کردن و بسیار جماع کردن و لباس

زناں داشتن ؛

ترجمہ :- امام رضا فرماتے ہیں کہ پیغمبروں کے اخلاق یہ ہیں : اپنے بدن کو پاکیزہ رکھنا ، خوشبو لگاتے رہنا۔ بہت جماع کرنا اور بہت عورتیں رکھنا۔

لاحول ولا قوۃ ۔ شہوت پرستی اور کثرت جماع پیغمبروں کے اخلاق میں شمار کیا جاتا ہے ۔ شیعو! ہوش کرو ، مخالفین اسلام تمہاری یہ حالت دیکھ کر شان انبیاء و ائمہ میں کیا کہیں گے ؛ افسوس! ؎

نے فروعت محکم آمد نے اصول　　شرم باید از خدا و از رسول

قاتلانِ امام حسینؑ شیعہ تھے

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جو سلوک شیعہ نے کیا کتب شیعہ اس پر شاہد ہیں۔ کوفہ سے ہزاروں کی تعداد میں مراسلات بھیج کر امام علیہ السلام کو منگوایا ۔ پہلے حضرت امام مسلم کو مع خوردسال بچوں کے شہید کیا ۔ پھر امام حسینؓ کو انہی شیعہ حضرات نے بیدردی سے قتل کیا ۔ چنانچہ جلاء العیون اُردو جلد ۱ صـ ۲۷۹ میں تصریح ہے۔

"پس بیس ہزار مرد عراقی نے امام حسینؓ سے بیعت کی اور جنھوں نے بیعت کی تھی ۔ خود اُنہوں نے شمشیر امام حسینؓ پر کھینچی اور ہنوز بیعت ہائے امام حسینؓ ان کی گردنوں میں تھیں کہ امام حسین کو شہید کیا" (اس مسئلہ کی تفصیل آگے آئے گی ۔)

قاتلانِ امیر رضی اللہ عنہ شیعہ ہی تھے ،

اسی طرح امیر المومنین علی المرتضیٰ بھی شہر کوفہ میں جو شیعان علی کا مرکز تھا ۔ ایک ملعون کے ہاتھ سے شہید ہوئے ۔ چنانچہ جلاء العیون اُردو صـ ۲۲۲ میں درج ہے :۔

"پس جبرائیل نے کہا ۔ محمدؐ بدرستیکہ آپ کا برادر علی بن ابی طالب بعد آپ کے مقہور و مظلوم ہوگا اور اس امت کے منافق اس پر غالب ہوں گے اور اس سے غصب خلافت کریں گے ۔ اور آخر میں بدترین خلائق و بدترین اولین و آخرین و نظیر پے کشندہ ناقہ صالح کے ہاتھ سے اس شہر میں جہاں ہجرت کرے گا وہاں شہید ہوگا اور وہ علی کے شیعوں اور فرزندان شیعہ کا محل و مسکن ہوگا"

ابنِ ملجم قاتلِ جنابِ امیرؓ شیعہ تھا جس نے آنجناب سے بمنت و خوشامد بیعت کی تھی اور اپنے عہد و پیمان پر قسمیں کھائی تھیں ۔ چنانچہ کتاب مذکور کے جلد ا صفحہ ۱۹۹ میں ہے :

شیخ مفید وغیرہ نے بسند ہائے معتبر روایت کی ہے کہ جناب امیر نے لوگوں سے بیعت لی ۔ اس وقت عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی ملعون آیا کہ حضرت سے بیعت کرے ۔ حضرت نے اس کی بیعت قبول نہ فرمائی ۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ حضرت کی خدمت میں آیا ۔ اور مرتبہ سوم میں حضرت سے اس نے بیعت کی ۔ جب اس نے پیٹھ پھیری ۔ حضرت نے پھر اسے بلایا اور قسمیں دیں کہ بیعت سے انحراف نہ کرنا اور عہد ہائے محکم اس ملعون سے لئے ۔ الخ

نظم

اِن کوفیوں نے کیسی وفا دی امیرؓ کو
بن کر مرید قتل کیا اپنے پیر کو

بدنام خارجی تو ہیں بغض و عناد میں
پر بڑھ گئے ہیں رافضی شر و فساد میں

مسلمؓ کو بھی شہید کیا کر کے میہماں
مظلوم کو نہ ایک بھی شیعہ نے دی اماں

پھر کر دیا شہید جنابِ حسینؓ کو
ابنِ علیؓ رسولؐ کے اس نورِ عین کو

بلوایا کس نے آپ کو لکھ کر مراسلات
پھر کس نے ان سے روک لیا دجلہ و فرات

بھوکے پیاسے مار دیئے اہلبیت سب
بن کر مرید پیر پہ ڈھایا تھا غضب

قاتل جناب کے بھی روافض ہیں آہ آہ
اس پر کتابیں شیعہ کی ہیں سر بسر گواہ

ماتم ہوا امام کا گھر میں یزید کے
ہیں ماتمی یہ گویا مرید اس عنید کے

اس سنت یزید سے لائق ہے اجتناب
رونے میں پیٹنے میں نہ ہرگز ہے کچھ ثواب

صابر کو ملتا اجر ہے رب العباد سے
چھوٹے جو صبر رہتا ہے خالی مراد سے

کرنے سے جزع فزع کے ہوتا ہی بس گناہ
اس مسئلہ پہ سارے ائمہ بھی ہیں گواہ

مطلوب بس نصیحت احباب ہے دبیر
کینہ حسد سے اپنا مگر صاف ہے ضمیر

حضرت امام محمد باقر و جعفر صادق رحمہم اللہ تعالیٰ

ان حضرات پر تو شیعہ صاحبان کی انتہا سے زیادہ عنایت ہے بلکہ وہ اپنے مذہب کی دار و مدار ہی حضرت امام جعفر و صادق علیہما السلام پر رکھتے ہیں۔ ان حضرات کی نسبت جو جو اتہام شیعہ صاحبان نے لگائے ہیں سن کر تعجب آتا ہے۔

(۱) حضرت محمد باقر کی نسبت شیعہ کی معتبر کتاب من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ ص ۱۰ میں لکھا ہے:۔

دَخَلَ اَبُوْ جَعْفَرِ الْبَاقِرُ فِیْ بَیْتِ الْخَلَاءِ فَوَجَدَ لُقْمَةً فِی الْقَذَرِ فَاَخَذَهَا وَغَسَلَهَا وَدَفَعَهَا اِلٰی مَمْلُوْكٍ كَانَ مَعَهٗ فَقَالَ تَكُوْنُ مَعَكَ لِاٰكُلَهَا اِذَا خَرَجْتُ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ لِلْمَمْلُوْكِ اَيْنَ اللُّقْمَةُ قَالَ اَكَلْتُهَا يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ---------- ترجمہ: "امام محمد باقر بیت الخلا (پاخانہ) میں داخل ہوئے تو وہاں ایک روٹی کا ٹکڑا گوہ میں پڑا ہوا دیکھا۔ آپ نے اٹھا کر دھو لیا اور اپنے غلام کے حوالہ کیا کہ اسے محفوظ رکھنا۔ جب میں باہر نکلوں گا اسے کھاؤں گا۔ جب آپ باہر نکلے تو نوکر سے ٹکڑا مانگا۔ اس نے کہا حضرت وہ تو میں نے کھا لیا۔ آپ نے کہا، جا میں نے تجھے آزاد کیا کیونکہ تو ٹکڑا کے کھانے سے جنتی ہو گیا اور جنتیوں سے خدمت نہیں لیا کرتے۔" دیکھئے! یہ کیسا الزام امام والا مقام پر ہے کہ آپ گوہ سے ملوث ٹکڑا کھا لینا جائز سمجھتے تھے۔ بلکہ اس میں الٹا ثواب سمجھتے کہ کھانے سے جنت مل جاتی ہے۔ بھائی جنت تو پاک ہے۔ پھر ناپاک چیز کے کھانے سے کیسے مل سکتی ہے!

(۲) کیا حضرت امام پہلے جنتی نہ تھے؟ گوہ سے ملوث ٹکڑا کھا کر جنتی بننا چاہتے تھے۔

(۳) یہ بھی عجیب بات ہے کہ جنت ایسی ارزاں ہو گئی ہے کہ صرف ایسے متعفن لقمہ کھانے سے مل جاتی ہے۔ بہر حال امام ہمام کی طرف ایسی روایات منسوب کرنا ان کی ذات اقدس کی از حد توہین ہے۔

(۴) اِنَّ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَدْخُلِ الْحَمَّامَ اِلَّا بِمِئْزَرٍ قَالَ فَدَخَلَ ذَاتَ يَوْمٍ الْحَمَّامَ فَتَنَوَّرَ فَلَمَّا اَنْ اَطْبَقَتِ النُّوْرَةُ عَلٰى بَدَنِهٖ اَلْقَى الْمِئْزَرَ فَقَالَ لَهٗ مَوْلًى لَهٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اِنَّكَ لَتُوْصِيْنَا بِالْمِئْزَرِ وَلُزُوْمِهٖ وَلَقَدْ اَلْقَيْتَهٗ عَنْ نَفْسِكَ فَقَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ النُّوْرَةَ اَطْبَقَتِ الْعَوْرَةَ (فروع کافی جز دوم جلد ۲ ص ۲۶۱)

ترجمہ:۔ امام باقر علیہ السلام کہا کرتے تھے کہ جو خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ حمام میں تہ بند باندھے بغیر داخل نہ ہوا کرے۔ ایک روز آپ حمام میں داخل ہونے لگے تو اپنی شرمگاہ کو آپ نے چونا لگا دیا

جب چونہ لگا چکے۔ تو تہ بند کھول کر پھینک دیا۔ غلام نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ
لوگوں تہ بند باندھنے کا ضروری حکم دیا کرتے تھے۔ اور آج آپ نے تہ بند آتار کر پھینک دیا ہے۔
فرمانے لگے تجھے معلوم نہیں ہے۔ کہ چونہ نے شرم گاہ کو چھپا لیا۔

توبہ توبہ! آئمہ پاک کے ذمے یہ کیسا افتراء ہے۔ کہ لوگوں کو تو تہ بند باندھے حمام میں داخل
ہونے کا حکم دیتے تھے۔ اور خود شرم گاہ کو چونہ لگا کر تہ بند پھینک اپنے غلام کے سامنے ننگ دھڑنگ
کھڑے ہوئے اور اس کے معترض ہونے پر یہ جواب باثواب دیا۔ کہ چونہ لگا لینا ستر عورت کے لئے کافی
ہے۔ کیا ایسی حرکت بھی کوئی باحیا آدمی کر سکتا ہے؟ ایسی بیہودہ روایات آپ کے ذمے لگا کر آپ کی
ہتک کی جاتی ہے۔ اَسْتَغْفِرُاللهِ۔ ایک اور سنیئے۔

(۳) فروع کافی جلد ۲ جز دوم صنہ میں ہے۔ عَنْ اَبِی حَسَنِ الْمَاضِی قَالَ الْعَوْرَۃُ عَوْرَتَانِ
الْقُبُلُ وَالدُّبُرُ اَمَّا الدُّبُرُ فَمَسْتُوْرٌ بِالْاَلِیَتَیْنِ فَاِذَا اسْتَرتَ الْقَضِیْبَ وَالْبَیْضَتَیْنِ فَقَدْ
سَتَرْتَ الْعَوْرَۃَ وَقَالَ فِی رِوَایَۃٍ اُخْرٰی فَاَمَّا الدُّبُرُ فَقَدْ سَتَرَتْہُ الْاِلْیَتَانِ فَاَمَّا الْقُبُلُ
فَاسْتُرْہُ بِیَدِكَ۔

ترجمہ:۔ امام ابوالحسن ماضی فرماتے ہیں۔ کہ شرم گاہیں صرف دو ہیں۔ اگلی اور پچھلی لیکن پچھلی
تو دو چوتڑوں سے چھپی ہوئی ہے۔ پس جب تو نے ذکر اور خصیتین کو چھپا لیا۔ تو تُو نے اپنی شرمگاہ کو چھپا لیا۔
اور دوسری روایت میں ہے کہ دُبر کو تو چوتڑوں نے چھپا لیا ہے اور اگلی کو فقط ہاتھ سے چھپا لو بس ستر عورت ہو گیا
لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ! امامِ پاک کا درجہ تو بہت رفیع ہے کوئی باحیا شخص ایسا حکم دے نہیں سکتا
کہ انسان سرتاپا ننگا صرف ذکر پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو جائے۔

(۴) اسی فروع کافی جزو دوم جلد ۲ صـ۲۶۱ میں ہے۔ عَنْ اَبِی عَبْدِاللهِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اَلنَّظَرُ
اِلٰی عَوْرَۃِ مَنْ لَیْسَ بِمُسْلِمٍ مِثْلُ نَظَرِكَ اِلٰی عَوْرَۃِ الْحِمَارِ۔

ترجمہ:۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کافر مرد یا عورت کی شرمگاہ کو دیکھ لینا ایسا ہے
جیسا گدھے کی شرمگاہ دیکھ لینے میں مضائقہ نہیں ہے۔

واہ چہ خوش! حضرات شیعہ اپنے ائمہ عظام کی طرف کیسے عجیب مسائل منسوب کرتے ہیں کہ مسلمان
مرد اور عورت کی شرم گاہ تو چونہ سے ڈھانپ لینا چاہیئے۔ ہاں کافر مرد عورت کی شرم گاہ دیکھا کرو
جیسے گدھے کی شرمگاہ کو ستر نہیں ہے۔ ستر کافر کا بھی وہی حکم ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

نگاہ شوق کو حاصل ہے کیا کیا لطف نظارہ   کہ عریاں دیکھنا جائز ہے معشوقان کافر کو

اسی قسم کے عجیب و غریب مسائل اہلبیت کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ ان میں سے کسی قدر مسائل بطور مشت نمونہ خروار درج کئے جاتے ہیں۔

مسائلِ شیعہ جو ائمۂ اہلبیت کی طرف منسوب کئے گئے ہیں

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو بداء ہوتا ہے۔ یعنی معاذ اللہ وہ جاہل ہے۔ اس کو سب باتوں کا علم نہیں اسی وجہ سے اس کی اکثر پیشنگوئیاں غلط ہو جاتی ہیں۔ اور اس کو اپنی رائے بدلنا پڑتی ہے۔
یہ ایسا ضروری مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ اس کے برابر کوئی عبادت نہیں ہے۔ چنانچہ اصول کافی صـ۸۴ میں مستقل باب ہی بداء کے متعلق باندھا گیا ہے۔ احادیث ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) عَنْ زُرَارَۃَ بْنِ اَعْیَنَ عَنْ اَحَدِ ھِمَا قَالَ مَا عُبِدَ اللّٰہُ بِشَیْءٍ مِثْلَ الْبَدَاءِ۔

(۲) عَنْ مَالِكٍ الْجُھَنِیِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ یَقُوْلُ لَوْ عَلِمَ النَّاسُ مَا فِی الْقَوْلِ بِالْبَدَاءِ مِنَ الْاَجْرِ مَا فَتَرُوْا عَنِ الْکَلَامِ فِیْہِ۔

(۳) عَنْ مَرَازِمِ بْنِ حَکِیْمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ یَقُوْلُ مَا تَنَبَّاءَ نَبِیٌّ قَطُّ حَتّٰی یُقِرَّ لِلّٰہِ بِخَمْسٍ بِالْبَدَاءِ وَالْمَشِیَّۃِ وَالسُّجُوْدِ وَالْعُبُوْدِیَّۃِ وَالطَّاعَۃِ۔

ترجمہ (۱) زرارہ بن اعین نے حضرت امام باقر یا صادق سے روایت کی ہے۔ کہ خدا کی عبادت بداء کے برابر کسی چیز میں نہیں۔ (۲) مالک جہنی کہتے تھے۔ کہ امام صادق نے کہا۔ اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ بداء کے اقرار کرنے میں ثواب ہے تو وہ اس سے باز نہ رہیں۔ (۳) مرازم بن حکیم راوی ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے کہا کسی نبی کو نبوت نہیں ملی جب تک اس سے پانچ چیزوں کا اقرار نہ لیا گیا ہو۔ بداء اور مشیئت اور سجدہ اور عبودیت اور طاعت کا۔

ان روایات سے بداء کا ضروری مسئلہ ہونا اس کا ثواب عظیم اعلیٰ عبادت میں داخل ہو جانا ثابت ہو گیا۔ رہی یہ بات کہ بداء کیا چیز ہے۔ سو اس کے متعلق کتب لغت کی طرف رجوع کرنا چاہئے کتب لغت میں لکھا ہے۔ بَدَاءَ لَہٗ اَیْ ظَھَرَ لَہٗ مَا لَمْ یَظْھَرْ (فلاں شخص کو بداء ہوا۔ یعنی وہ چیز معلوم ہوئی جو پہلے معلوم نہ تھی۔)

بداء کی مثالیں

شیعہ کی کتابوں میں بداء کے واقعات بہت مذکور ہیں ذیل میں دو واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) امام جعفر صادق نے بتایا ہے کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے فرزند اسماعیل کو امامت کے لئے نامزد کیا ہے۔ لیکن بعد میں فرمایا کہ بجائے اسماعیلؑ کے موسے کاظم کو خدا نے امام بنا دیا ہے۔ جیسے کہ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں روائیت کی ہے۔ عَنْ جَعْفَرِ الصَّادِقِ اَنَّهٗ جَعَلَ اِسْمَاعِيْلَ قَائِمَ مَقَامَهٗ بَعْدَهٗ فَظَهَرَ مِنْ اِسْمَاعِيْلَ مَا لَمْ يَرْتَضِهٖ فَجَعَلَ قَائِمَ مَقَامِهٖ مُوْسٰى فَسُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ بَدَا لِلّٰهِ فِيْ اِسْمَاعِيْلَ مَا بَدَا لِلّٰهِ فِيْ شَيْءٍ كَمَا بَدَا لَهٗ فِيْ اِسْمَاعِيْلَ اِبْنِيْ۔

ترجمہ:۔ امام جعفر صادق سے روائیت ہے کہ انہوں نے اسماعیل کو اپنا قائم مقام اپنے پیچھے بنایا پھر اسماعیل سے کچھ ناپسندیدہ حرکت سرزد ہوئی۔ تو پھر موسے کاظم کو اپنا قائم مقام بنا دیا۔ اس کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو امام نے فرمایا اسماعیل کے متعلق خدا کو بداء ہوا۔ اور خدا کو پہلے ایسا بداء نہیں ہوا جیسا میرے بیٹے اسمائیل کے بارہ میں ہوا۔

دُوسرا واقعہ امام علی تقی نے خبر دی ہے کہ میرے بعد میرا بیٹا محمد امام ہوگا۔ لیکن شاید خدا کو علم نہ تھا۔ کہ وہ باپ کی زندگی میں فوت ہو جائے گا۔ جب وہ نہ ہوا۔ تو معاذ اللہ خدا کو رائے بدلنی پڑی حسن عسکری امام ہوتے۔ یہ واقعہ اصول کافی صفحہ ۲۰۶ میں مذکور ہے

عَنْ اَبِیْ الْهَاشِمِ الْجَعْفَرِیْ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ اَبِی الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ مَا مَضٰى اِبْنُهٗ اَبُوْ جَعْفَرَ وَاِنِّیْ لَاُفَكِّرُ فِیْ نَفْسِیْ اُرِيْدُ اَنْ اَقُوْلَ كَاَنَّهُمَا اَعْنِیْ اَبَا جَعْفَرَ وَاَبَا مُحَمَّدٍ فِیْ هٰذَا الْوَقْتِ كَاَبِی الْحَسَنِ مُوْسٰى وَاِسْمَاعِيْلَ وَاِنَّ قِصَّتَهٗ كَقِصَّتِهِمَا اِذْ كَانَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ الْمُرْجَا بَعْدَ اَبِیْ جَعْفَرَ فَاَقْبَلَ عَلَیَّ اَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ اَنْ اَنْطِقَ فَقَالَ نَعَمْ يَا اَبَا هَاشِمٍ بَدَا لِلّٰهِ فِیْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ بَعْدَ اَبِیْ جَعْفَرَ مَا لَمْ تَكُنْ تُعْرَفُ لَهٗ كَمَا بَدَا لَهٗ فِیْ مُوْسٰى بَعْدَ مَضٰى اِسْمَاعِيْلَ مَا كَشَفَ بِهٖ عَنْ حَالِهٖ وَهُوَ كَمَا حَدَّثَتْكَ نَفْسُكَ فَاِنْ كَرِهَ الْمُبْطِلُوْنَ وَاَبُوْ مُحَمَّدٍ اِبْنِی الْخَلَفُ مِنْ بَعْدِیْ عِنْدَهٗ عِلْمُ مَا يُحْتَاجُ اِلَيْهِ وَمَعَهٗ آيَةُ الْاِمَامَةِ۔

ترجمہ:۔ ابو الہاشم جعفری سے روایت ہے کہتے ہیں میں ابو الحسنؓ (امام تقی) کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ جب انکے بیٹے ابو جعفر (محمد) فوت ہو گئے۔ اور میں اپنے دل میں خیال کر رہا تھا۔ اور کہنا چاہتا تھا

اس حاشیہ صفحہ ۱۸۰ پر ملاحظہ فرمائیے ؎

کہ محمد اور حسن عسکری کا معاملہ اس وقت موسیٰ کاظم اور اسمٰعیل کا سا ہے۔ ان دونوں کا واقعہ بھی ان دو کی طرح ہے۔ اچانک امام تقی میری طرف متوجہ ہو گئے۔ ابھی یہ بات کہنے نہ پایا تھا۔ اور کہا کہ اے ابو ہاشم خدا کو ابو محمد یعنی حسن عسکری کے بارہ میں محمد کے بعد بداء ہوا۔ جو بات معلوم نہ تھی معلوم ہو گئی۔ جیسا کہ خدا کو دربارہ موسیٰ کاظم اسمٰعیل کے بعد بداء ہوا۔ جس سے اصل حقیقت ظاہر ہو گئی۔ اور یہ بات ایسی ہی ہے۔ جیسے تم نے اپنے دل میں خیال کی۔ اگرچہ بدکار لوگ اس کو ناپسند کریں۔ اور ابو محمد (حسن عسکری) میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ اس کے پاس تمام ضرورت کی چیزوں کا علم ہے اور نیز اس کے پاس آیت امامت بھی ہے۔

اور یہ بات کہ بداء کے ماننے سے معاذ اللہ خدا کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔ خود علماء شیعہ نے تسلیم کر لیا ہے۔ چنانچہ مولوی ولدار علی مجتہد اعظم شیعہ نے اپنی مصنفہ کتاب اساس الاصول ص۲۱۹ میں تحریر کیا ہے اِعْلَمْ اَنَّ الْبَدَاءَ لَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَّقُوْلَ بِهٖ اَحَدٌ لِاَنَّهٗ یَلْزَمُ اَنْ یَّتَّصِفَ الْبَارِیْ تَعَالٰی بِالْجَهْلِ کَمَا لَا یَخْفٰی۔ (ترجمہ) جاننا چاہیئے کہ بداء کا قائل نہیں ہونا چاہیئے۔ کیوں کہ اس سے باری تعالےٰ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔

متاخرین شیعہ ہیں سے مولوی ولدار علی صاحب جیسے علماء مناظرین کو جب اہلسنت نے شرمندہ کیا تو کہنے لگے کہ بداء کا قائل نہ ہونا چاہیئے۔ لیکن شیعہ مولوی ولدار کو مانیں یا اصول کافی جیسی مستند اور مصدقہ امام مہدی کتاب حدیث کا اعتبار کریں۔ شیعہ بداء کے ماننے پر مجبور ہیں۔

ع۔ آنچہ استاد ازل گفت ہماں مے گویم۔ نعوذ باللہ حضرات شیعہ خدا کے بداء کے قائل ہو کر خدا کو جاہل بتا رہے ہیں۔ تو دوسروں کو کیا شکایت ہے

سمجھ میں ہی نہیں آتی ہے کوئی نوق بات انکی　　کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

دوسرا مسئلہ تقیہ

شیعہ کا ایک مسئلہ تقیہ کا ہے۔ کتب شیعہ میں اس کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ اور اس کو اعلیٰ

حاشیہ ص۱۷۹ تعجب ہے کہ حسب نوشتہ کتب شیعہ امام کی یہ علامت ہے۔ کہ وہ بجائے رحم کے ران سے پیدا ہوتے ہیں اور ان کی پیشانی پر آیت وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لکھی ہوئی ہے نیز رسول علیہ السلام نے حضرت علی کو بارہ لفافے سر بمہر کے نام بنام لکھ دیئے تھے۔ جو جبرائیل درگاہ الٰہی سے لائے تھے۔ پھر حضرت امام کو مغالطہ کیسے لگا۔ اسمٰعیل بھی ران سے پیدا ہوئے ہوں گے۔ ان کے ماتھے پر آیت بھی لکھی ہوتی ہو گی اور لفافہ بھی ان کے نام کا موجود ہو گا۔ پھر خدا کو بھی شناخت نہ ہوئی۔ مگر اعلان کرنا پڑا۔ کہ اسمٰعیل نہیں بلکہ موسیٰ کاظم امام ہوں گے۔ یا للعجب،

عبادت میں شمار کیا گیا ہے۔ اصول کافی صفحہ ۴۸۴ میں ہے۔ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلتَّقِيَّةُ مِنْ دِيْنِيْ وَدِيْنِ اٰبَائِيْ وَلَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَهٗ (امام محمد باقر نے فرمایا ہے۔ تقیہ میرا اور میرے باپ دادا کا دین ہے۔ اور جو تقیہ نہ کرے۔ اس کا کوئی ایمان ہی نہیں ہے۔

نیز اصول کافی صفحہ ۴۸۲ میں ہے۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا اَبَا عُمَرَ اِنَّ تِسْعَةَ اَعْشَارِ الدِّيْنِ فِي التَّقِيَّةِ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَهٗ (صادق علیہ السلام نے فرمایا اے۔ نو حصے دین کے تقیہ میں ہیں۔ جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ اتنی بڑی عبادت شیعوں کا دین وایمان تقیہ چیز کیا ہے۔ واضح ہو کہ تقیہ کہتے ہیں خلاف حق (جھوٹ) بات کہنا۔ اور حق کا اخفاء کرنا جیسا کہ روایات ذیل سے ظاہر ہوتا ہے۔

اصول کافی صفحہ ۴۸۳ میں ہے۔ عَنْ اَبِيْ بَصِيْرٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلتَّقِيَّةُ مِنْ دِيْنِ اللّٰهِ قُلْتُ وَمِنْ دِيْنِ اللّٰهِ قَالَ اِيْ وَاللّٰهِ مِنْ دِيْنِ اللّٰهِ وَلَقَدْ قَالَ يُوْسُفُ[1] اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ وَاللّٰهِ مَا كَانُوْا سَرَقُوْا شَيْئًا وَلَقَدْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ اِنِّيْ سَقِيْمٌ وَاللّٰهِ مَا كَانَ سَقِيْمًا

ترجمہ:۔ ابو بصیر سے روایت ہے۔ کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا تقیہ خدا کے دین سے ہے۔ راوی نے کہا کیا خدا کے دین سے ہے؟ امام نے فرمایا واللہ خدا کے دین سے ہے۔ یوسف نے کہا۔ اے قافلہ والو! تم چور ہو۔ بخدا انہوں نے کوئی چوری نہ کی تھی۔ ابراہیم نے کہا میں بیمار ہوں۔ بخدا وہ بیمار نہ تھے۔

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ معاذ اللہ یوسف وابراہیم جھوٹ بولے کہ قافلہ والوں نے کوئی سرقہ نہ کیا تھا۔ ان کو سارق کہا گیا۔ اور ابراہیم تندرست تھے جھوٹ موٹ بیمار بن بیٹھے۔

حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۴۳ میں ہے۔

ودو چند حدیث معتبر دیگر فرمود۔ کہ تقیۂ ہیچکس بہ تقیہ اصحاب کہف نمیرسد بدرستیکہ ایشاں زنار ے بستند وبعید گاہے مشرکان حاضر شدند پس خدا ثواب ایشاں بمضاعف گردانید

ترجمہ:۔ دوسری حدیث معتبر میں ہے۔ کہ کسی شخص کا تقیہ اصحاب کہف کے تقیہ کے برابر

---

[1] یہ غلط ہے کہ یوسفؑ نے ایسا کہا۔ قرآن میں لکھا ہے۔ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ۔ (ترجمہ) کسی پکارنے والے نے یہ پکار کی کہ قافلہ والو تم چور ہو۔ شیعہ کی قرآن دانی پر افسوس ہے کہ یہ بات حضرت یوسف کی طرف منسوب کر دی کیا کریں معذور ہیں۔ قرآن پر یقین ہو تو اس کو پڑھیں اور معانی سمجھیں۔ ایسا ہی ابراہیم کا یہ کہنا کہ میں بیمار ہوں ہرگز جھوٹ نہ تھا۔ ایک صادق الایمان شخص کفار کے نرغے میں آجائے۔ اس کا دل سخت مجبور ہو جاتا ہے۔ صحبت ہم جنس سے بڑھ کر بیماری کیا ہوگی۔ تو آپ کا کہنا میں بیمار ہوں۔ امر واقعہ تھا۔ جھوٹ نہ تھا۔ مگر شیعہ کی سمجھ کا کیا جاتے ۱۲

نہیں ہو سکتا کہ وہ جنجو پہنتے اور کفار کی عیدوں میں شامل ہوا کرتے تھے۔ اور خدا نے ان کا ثواب دو چند کر دیا ہے۔

اس روایت سے بوضاحت ثابت ہوا۔ کہ تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں۔ بڑے تقیہ باز اصحاب رضی کہف تھے۔ وہ یہاں تک جھوٹ بولتے تھے کہ مسلمان ہو کر جنجو پہن لیتے۔ اور مشرک بن کر کفار کی عیدوں میں شامل ہو جاتے۔ اور اس کا ثواب عظیم حاصل ہوتا۔ اللہ اللہ شیعہ خود تو جھوٹ بولا کریں۔ تقیہ کا ثواب لوٹیں۔ لیکن پاک لوگوں پیغمبروں۔ اولیاؤں۔ اماموں کو تکیہ باز جھوٹ کہنے والا کہنے سے تامل کیا کریں۔ مگر نہیں۔ ان کے دست ستم سے نہ امام بچتا ہے نہ ولی۔ نہ نبی۔ اس وقت رسالہ موعظہ تقیہ جس میں اقوال علامہ حائری لکھے گئے ہیں۔ میرے سامنے ہے۔ اس میں جناب امیر علیہ السلام کا تقیہ یوں درج ہے۔ فرمایا" اس اصول پر جس کو میں بیان کر چکا ہوں۔ امیر المومنین حضرت علی نے خلفائے ثلثہ کے زمانہ میں تقیہ کیا۔ اور ضرور تقیہ کیا۔ کیونکہ جس طرح صدر اسلام میں رسول[1] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳۹ انصار و اعوان ہونے کے باوجود تقیہ کیا۔ جناب امیر رض نے بھی قلت[2] انصار و اعوان کے سبب خلفاء سے تقیہ کیا۔ اس تقیہ کرنے سے اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و قوت و جرأت پر کوئی حرف نہیں وارد ہوتا۔ تو لازماً نفس رسولؐ (علی) پر جو کسی طرح پیغمبر سے کسی وصف میں بھی زیادہ نہ تھے کوئی اعتراض لازم نہیں آسکتا۔ مزید برآں جناب امیر رض نے بھی محض حفاظت اسلام کیلئے اس وقت تقیہ کیا۔ اگر وہ تقیہ نہ کرتے صدر اسلام کا زمانہ تھا۔ اور مسلمانوں کی باہمی کشمکش سے اسلام خطرہ میں پڑ جاتا پس علی رض نے بنا بر حدیث معتمدہ ثلثہ کی بیعت ہرگز نہیں کی۔ اور تقیہ میں زمانہ گذار دیا۔ ہاں اگر بیعت ثلاثہ کے لئے مجبور کیا جاتا۔ تو لازماً پھر وہ مقابلہ میں ذوالفقار اٹھانے کو ترجیح دیتے اور تقیہ توڑ ڈالتے۔ مگر اخبار معتبرہ کی بنا پر نہ بیعت کے لئے وہ مجبور[3] کئے گئے۔ نہ انہوں نے تقیہ توڑا باوجود تقیہ کرنیکے بھی باعتراف اکابر علماء

---

[1] رسول خدا اور تقیہ۔ خدا کے لئے غور کرو۔ رسول پاک نے ہر چند کفار مکہ سے اذیتیں اٹھائیں۔ تکالیف کا سامنا کیا اظہار حق اور اعلان کلمۂ توحید سے نہ رکے یہی وجہ ہے کہ اسلام کی اشاعت بلاد کفار میں ہو گئی۔ اور کفر و ظلمت کی تاریکی دور ہو گئی۔ اگر رسولؐ خدا تقیہ کرتے۔ تو اسلام کس طرح پھیلتا۔ [2] قلت اعوان و انصار کا عذر فضول ہے۔ جن کے شامل حال نصرت ہوتی ہے۔ وہ قلت و کثرت اعوان کی پرواہ نہیں کرتے۔ کَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ۔ [3] ساری خدائی یک طرف فضلِ الٰہی یک طرف۔ حضرت علی کے زمانہ میں تو اسلام کے نام لیوا لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ رسول پاک کے پاس کونسی فوج تھی؟ جب آپ نے ابتداء میں کفار کے سامنے کلمۃ الحق توحید الٰہی کا اعلان کیا۔ پھر جناب امیر رض جیسا کہ نہج البلاغت میں کہا ہے۔ سارے جہاں کے مقابلہ کی طاقت رکھتے تھے۔ اور موت بھی ان کے اختیار میں تھی۔ پھر تقیہ کرنے کی کیا ضرورت۔ شیعہ کی کتب معتبرہ اصول و فروع کافی (باقی بر صفحہ ۱۸۳)

اہلسنت علیؓ نے سیرت ثلثہ پر عمل نہیں کیا۔ بلکہ عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ جناب امیرؓ کی خلافت ظاہری کا زمانہ آیا۔ اور آپ نے دوران خلافت میں اصحابؓ ثلثہ کے رخنے ڈالے ہوتے اسلام سے سب زائل کر دیئے۔ اور اس کو از سر نو احیاء کیا۔

مسئلہ تقیہ کی ایجاد

موجدانِ مذہب شیعہ نے جب یہ دیکھا کہ جناب امیرؓ کے خطبات اور ائمہ اہل بیت کے اقوال سے اصحابؓ ثلاثہ کی تعریف بیحد پائی جاتی ہے۔ اور جناب امیرؓ عہد خلافت اصحابؓ ثلثہ میں ان کے مشیر و شکر رہے۔ اور ہر معاملہ میں ان کے مشیر یا تدبیر رہے۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ مال غنائم سے حصہ لیتے رہے۔ اور ماہانہ وظائف نقد و جنس حاصل کرتے رہے۔ پھر کس طرح یقین کیا جائے کہ اصحابؓ ثلثہ سے وہ ناراض اور ان کی خلافت کو ناجائز سمجھے تھے۔ اس کے جواب کے لئے انہوں نے مسئلہ تقیہ ایجاد کیا۔ کہ یہ سب کچھ جناب امیرؓ اور اہل بیت کا تقیہ تھا۔ اور بیحد فضیلت رکھتا ہے۔ اور دین کے دس اجزا میں سے ۹ اجزاء تقیہ میں ہیں۔ اور تمام ائمہ بلکہ انبیاء علیہم السلام کا دین و ایمان تقیہ ہی تھا۔ چلو چھٹی ہوئی۔ جاہل مریدوں کی تسکین خاطر کے لئے تقیہ کی پڑیا کافی ہے۔ یہاں تک کہہ دیا کہ ائمہ اہلبیت نے فرما دیا ہے۔ کہ دین حق ظاہر کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ چھپانے کے لئے ہوتا ہے۔ اصول کافی ص۴۸۵ میں ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے اپنے ایک خاص شیعہ کو یوں فرمایا۔

یَاسُلَیْمَانُ اِنَّکُمْ عَلٰی دِیْنٍ مَنْ کَتَمَہٗ اَعَزَّہُ اللّٰہُ وَمَنْ اَذَاعَہٗ اَذَلَّہُ اللّٰہُ۔

ترجمہ:۔ اے سلیمان تم ایسے دین پر ہو کہ جو اس کو چھپائے۔ اللہ اس کو عزت دے گا اور جو اس کو ظاہر کرے۔ خدا اس کو ذلیل کرے گا۔

دوسری جگہ اس کتاب کے ص۵۵۲ میں ہے عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ اَذَاعَ عَلَیْنَا

بقیہ حاشیہ ص۱۸۲۔ جلاء العیون۔ حملہ حیدری میں تصریح ہے کہ جناب امیرؓ کے گلے میں رسی ڈال کر بیعت کے لئے ابوبکر کے پاس لے گئے اور آپ نے مجبوراً بیعت کی۔ کیا یہ سب روایات جھوٹی ہیں؟ حائری کے پاس اس کے خلاف کونسی روایت معتبر موجود ہے۔ ۳۔ حاشیہ ص۱۸۲۔ فروع کافی کتاب الروضہ ص۲۹ میں تصریح ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے فرمایا پہلے خلفاء کے دستور العمل کو اگر میں تبدیل کرنا چاہوں تو لوگ مجھ سے متنفر ہو جائیں گے۔ اسی لئے میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ کیا جناب امیرؓ سچے ہیں۔ یا سید علی حائری؟ اس کی تفصیل اس کتاب کے ص۲۴۰ پر ملاحظہ ہو جس سے حائری صاحب کی تاویلات کی قلعی کھل جاتی ہے۔
(احقر مظہر حسین غفرلہٗ)

شَيْئًا مِنْ اَمْرِنَا كَمَنْ قَتَلَنَا عَمَدًا وَلَمْ يَقْتُلْنَا خَطَاءً۔

ترجمہ :۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص ہمارے مذہب میں سے کچھ ظاہر کرے گویا اس نے ہمیں عمداً قتل کر دیا۔ نہ خطاءً۔

نیز کتاب مذکور کے ص۵۵۱ میں ہے کہ مَنْ اَذَاعَ عَلَيْنَا حَدِيْثًا سَلَبَهُ اللهُ الْاِيْمَانَ۔

ترجمہ :۔ امام صادق نے فرمایا جو ہماری حدیث کو ظاہر کرے خدا اس کا ایمان چھین لیتا ہے۔

ہر ایک عاقل ذی بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ یہ حدیثیں یار لوگوں کی گھڑت ہیں۔ ورنہ ائمۂ دین ایسا کیوں کہیں۔ کہ حق کے اظہار سے ایمان جاتا رہتا ہے اور مذہب اور دین کی اشاعت موجب قہر الٰہی اور اس کا کتمان باعث خوشنودی خدا ہے۔ اور ائمہ حدیث یا ان کا مذہب ظاہر کر دینا ایسا ہے جیسا ان کو عمداً قتل کر دینا۔ ہاں یہ درست ہے۔ کہ روافض کا مذہب ضرور چھپانے کے قابل ہے اس کی تشہیر باعث فتنہ و فساد اور امن عامہ میں خلل اندازی کا موجب ہے۔ اور مذہب روافض ہرگز ہرگز مذہب اہل بیت نہیں ہو سکتا۔ بھلا جس مذہب میں امہات المومنین (ازواج رسول) کو گالیاں دینا ان کو لعنت تبرا بھیجنا جائز بلکہ داخل عبادت ہو۔ وہ کبھی اہل حق کا مذہب کہلا سکتا ہے؟ شاعر نے خوب کہا ہے

؎ رکھیں جو ناخلف بغض و حسد امت کی ماؤں سے — انہیں پھر آب کوثر شیر مادر ہو نہیں سکتا

تیسرا مسئلہ متعہ

شیعہ حضرات کے مسائل کا کیا کہنا۔ ع جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔ ہر ایک مسئلہ نرالا اور ہر ایک مقولہ اعجوبہ روزگار ہوتا ہے۔ انہی مسائل میں سے ایک عجیب و غریب مسئلہ متعہ کا ہے متعہ کی فضیلت میں مستقل رسالے تصنیف کئے گئے ہیں۔ اور اس کا اس قدر ثواب بیان کیا گیا ہے کہ فاعل اور مفعولہ صرف اسی قدر بجا لانے سے کلید جنت کے مالک ہو سکتے ہیں۔ روایات ذیل ملاحظہ ہوں۔

فضائل متعہ

(۱) تحفۃ العوام جلد ۲ ص۲۷۱ میں فرمایا۔ جو شخص متعہ کرے عمر میں ایک مرتبہ وہ اہل بہشت سے ہے دوسری حدیث میں ہے۔ کہ عذاب نہ کیا جائے گا۔ وہ مرد اور وہ عورت کہ متعہ کرے۔

(۲) برہان المتعہ مؤلفہ سید ابوالقاسم والد علامہ سید علی حائری مطبوعہ نیو امپیریل پریس لاہور کے صفحہ ۵۰ میں ہے۔ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا مِنْ رَجُلٍ تَمَتَّعَ ثُمَّ اغْتَسَلَ اِلَّاخَلَقَ اللّٰهُ مِنْ كُلِّ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْهُ سَبْعِيْنَ مَلَكًا يَسْتَغْفِرُوْنَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ:۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص متعہ کرے پھر غسل جنابت کرے۔ پانی کے ہر قطرہ سے جو اس کے بدن سے گرے خدا تعالیٰ ستر فرشتے پیدا کرتا ہے۔ جو اس متعی شخص کے لئے قیامت تک مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔

(۳) ایسا ہی منہج الصادقین صفحہ ۳۵۶ میں ہے۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً اَمِنَ سَخَطَ اللهِ الْجَبَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَيْنِ حُشِرَ مَعَ الْاَبْرَارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ صَاحَبَنِیْ فِی الْجِنَانِ

ترجمہ:۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ جو کہ ایک مرتبہ متعہ کرے۔ خدا کے قہر سے نجات لے جو دو مرتبہ کرے۔ اس کا حشر پاک لوگوں (پیغمبروں۔ اماموں۔ ولیوں) کے ساتھ ہوگا۔ جو تین مرتبہ متعہ کرے وہ رسول پاک کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔

(۴) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً وَاحِدَةً عُتِقَ ثُلُثُهٗ مِنَ النَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَيْنِ عُتِقَ ثُلُثَاهُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ عُتِقَ كُلُّهٗ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ:۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ جو ایک دفعہ متعہ کرے۔ اسکے بدن کا تیسرا حصہ آتش دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔ جو دو دفعہ کرے اسکے دو ثلث اور جو تین مرتبہ کرے اسکا تمام بدن آتش دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔

(۵) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً دَرَجَتُهٗ كَدَرَجَةِ الْحَسَنِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَيْنِ دَرَجَتُهٗ كَدَرَجَةِ الْحُسَيْنِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ دَرَجَتُهٗ كَدَرَجَةِ عَلِیٍّ وَمَنْ تَمَتَّعَ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ دَرَجَتُهٗ كَدَرَجَتِیْ۔

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک دفعہ متعہ کرے درجہ امام حسنؓ کا پائے اور جو دو دفعہ متعہ کرے تو درجہ امام حسینؓ کا پائے اور جو دو دفعہ متعہ کرے تو درجہ امام حسینؓ کا حاصل ہو۔ تین دفعہ کرنے سے حضرت علی کا رتبہ ملے۔ چار دفعہ کرنے سے رسول پاک کا ہم مرتبہ ہو جائیگے۔

ایسا ہی شیعہ کی معتبر تفسیر منہج الصادقین صفحہ ۲۵۶ میں ہے۔

سبحان اللہ شیعہ مذہب میں متعہ مبارک میں کس قدر فضیلت ہے۔ نہ ایسی فضیلت نماز و روزہ نہ حج نہ زکوٰۃ نہ دیگر عبادات کی ہے کہ حسب روایت نمبر ا عمر بھر میں ایکدفعہ متعہ کر لینے سے بہشت کا ٹھیکہ مل جاتا ہے۔ اور جو مرد یا عورت متعہ جیسا کار ثواب کرے۔ عذاب دوزخ سے نجات

مل جائے اور حسب روائت نمبر ۲ متعہ کنندہ جب غسل کرتا ہے۔ تو اس کے بدن سے جو بے تعداد قطرات پانی کے گرتے ہیں۔ ایک قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو قیامت تک اس نیک مرد متعہ کنندہ کیلئے خدا سے طلب مغفرت کرتے رہتے ہیں بموجب روایت نمبر ۳ ایکدفعہ یہ فعل نیک متعہ کرنے سے غضب الٰہی سے امان مل جاتی ہے۔ دو دفعہ یہ عمل کرنے سے حشر مع الابرار (صدیقین۔ شہداء۔ انبیاء) ہونے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ تیسری دفعہ عمل متعہ کو بجا لانے سے تو جنت کا وہ درجہ مل جاتا ہے۔ جو نبی آخر الزمان کیلئے مخصوص ہے۔ بفحوائے روائت نمبر ۴ ایکدفعہ متعہ کرنے سے بدن کی تہائی دو دفعہ کرنے سے دو تہائی تین دفعہ کرنے سے تمام بدن پر آتش دوزخ حرام ہو جاتی ہے بمنطوق روایت نمبر ۵ متعہ کی اتنی بڑی فضیلت ہے کہ ایکدفعہ متعہ کرنے سے حسنؓ کا درجہ دو مرتبہ کرنے سے امام حسینؓ کا تین دفعہ کرنے سے حضرت علی کا اور چار دفعہ کرنے سے رسول پاک کا درجہ مل جاتا ہے۔ پھر نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور دیگر عبادات کرنے کی کیا ضرورت۔ جن میں مدنی و مالی تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔ پس چار دفعہ کار ثواب (متعہ) کر لیا جائے۔ ہم خرما و ہم ثواب حظ نفس بھی حاصل ہو۔ اور بہشت بھی مل جائے۔ نار جہنم کا کھٹکا نہ رہے۔ امام حسنؓ۔ امام حسینؓ۔ علیؓ رسولؐ پاک کے ہم رتبہ ہو کر نعیم جنت کے مزے لوٹے۔ کیا کوئی شخص ایک منٹ کے لئے بھی مان سکتا ہے۔ کہ یہ بیہودہ روایات جو آئمہ دین کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ فی الواقع ان کے ہی اقوال ہیں یہ عجیب بات ہے۔ کہ ایک شخص شہوت رانی کی غرض سے ایسے فعل قبیح کا ارتکاب کرے اور وہ جنت فردوس کا مالک بن جائے۔ اور اماموں اور انبیاء کا ہم رتبہ ہو جائے۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ط ایسے اقوال کا آئمہ اہل بیت کی طرف منسوب کرنا عترت رسول کی بہت بڑی ہتک ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

افسوس ہے کہ متعہ جیسا حیا کش مسئلہ اسلام کا ایک فرقہ ایجاد کر کے دامن اسلام پر ایک بدنما دھبہ لگاتا ہے ہم آریہ کے خلاف مسئلہ نیوگ کے متعلق اعتراض کرتے ہیں۔ آریہ اس کے جواب میں متعہ کا مسئلہ پیش کر دیتے ہیں۔ بتایئے اس کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے؟

مُتعہ کیا چیز ہے

متعہ فی الحقیقت زنا ہے جس کا نام صرف تبدیل کیا گیا ہے۔ اور اوصاف سارے وہی ہیں۔ کیونکہ متعہ میں گواہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔ توریث بھی نہیں۔ تعداد بھی معین نہیں۔ جتنی عورتوں سے

چاہے متعہ کر سکتا ہے۔ جیسا زنا میں خرچی مقرر اور وقت معین کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی متعہ میں بھی ہے پیشہ ور عورتیں بے حجاب بازاروں میں پھرتی ہیں۔ اسی طرح ممتوعہ عورت کو کبھی پردہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اُجرتِ مُتعہ:۔ بازاری عورتوں کی اُجرت خرچی چار آٹھ آنہ یا روپیہ دو روپیہ مقرر کی جاتی ہے۔ لیکن ممتوعہ عورت کی اُجرت (خرچی) حسب روایات شیعہ مٹھی بھر گیہوں یا ستو یا کھجور وغیرہ کافی ہے۔ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۴ میں ہے۔ عَنِ الْاَحْوَلِ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنْ اَدْنیٰ مَاتَزَوَّجُ بِهِ الْمُتْعَةُ قَالَ کَفٌّ مِنْ بُرٍّ (راوی نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ متعہ کی کم درجہ اجرت کیا ہے۔ آپ نے کہا مٹھی بھر گیہوں (۲) دوسری روایت اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۴ میں ہے عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا عبد اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنْ اَدْنیٰ مَهْرِ الْمُتْعَةِ مَاهُوَ قَالَ کَفٌّ مِنْ طَعَامٍ دَقِیْقٍ اَوْسَوِیْقٍ اَوْتَمَرٍ (ابو بصیر کہتا ہے۔ میں نے صادق سے دریافت کیا کہ متعہ میں سے ادنیٰ مہر کیا ہے؟ کہا مٹھی بھر طعام آٹا یا ستو یا کھجور)

لاتعداد عورتوں سے مُتعہ ہو سکتا ہے

نکاح چار عورتوں سے زائد نہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن متعہ کی تمام اجازت ہے۔ خواہ ہزار عورتوں سے متعہ کرے ممانعت نہیں ہے۔ عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ سُئِلَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْمُتْعَةِ اهی مِنَ الْاَرْبَعِ قَالَ لَا وَلَا مِنَ السَّبْعِیْنَ (فروع کافی جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۹۱) ابو بصیر کہتا ہے۔ صادق علیہ السلام سے متعہ کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ کیا چار عورتوں سے ہی متعہ ہو سکتا ہے۔ کہا چار کیا بلکہ ستر کی بھی حد نہیں ہے۔

عَنْ زُرَارَةَ ابْنِ اَعْیُنٍ قَالَ مَاتَحِلُّ مِنَ الْمُتْعَةِ قَالَ کَمْ شِئْتَ (زرارہ نے امام علیہ السلام سے پوچھا۔ کتنی عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے؟ کہا جتنا جی چاہے۔

ایک عورت سے بار بار مُتعہ

ایک عورت کو نکاح کر کے طلاق مثلثہ دی جائے۔ تو دوبارہ اس سے نکاح نہیں ہو سکتا لیکن

متعہ کے متعلق عام اجازت ہے۔ ایک عورت سے کئی بار متعہ کیا جاسکتا ہے۔

عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهٗ جُعِلْتُ فِدَاكَ الرَّجُلُ یَتَزَوَّجُ الْمُتْعَةَ وَیَنْقَضِیْ شَرْطُهَا ثُمَّ یَتَزَوَّجُهَا رَجُلٌ اٰخَرُ حَتّٰی بَانَتْ مِنْهُ ثُمَّ یَتَزَوَّجُهَا الْاَوَّلُ حَتّٰی بَانَتْ مِنْهُ ثَلَاثًا وَتَزَوَّجَتْ ثَلَاثَةَ اَزْوَاجٍ یَحِلُّ لِلْاَوَّلِ اَنْ یَتَزَوَّجَهَا قَالَ نَعَمْ کَمْ شَآءَ لَیْسَ هٰذِهٖ مِثْلَ الْحُرَّةِ هٰذِهٖ مُسْتَاجِرَةٌ وَهِیَ بِمَنْزِلَةِ الْاِمَآءِ۔

ترجمہ:۔ زراہ کہتا ہے۔ میں نے امام باقر علیہ السلام سے کہا۔ میں آپ پر قربان کوئی شخص متعہ کرے اور اس کی شرط پوری ہو جائے پھر دوسرا شخص اس سے متعہ کرے حتیٰ کر اس سے قطع تعلق ہو جائے۔ پھر اس سے متعہ کرے۔ حتیٰ کہ تین دفعہ اس سے قطع تعلق ہو۔ اور تین خاوند کر چکی ہو کیا پہلا شخص اس سے متعہ کر سکتا ہے؟ آپ نے کہا جتنی دفعہ چاہے متعہ کرے۔ یہ آزاد اصیل عورت جیسی نہیں۔ بلکہ کرایہ کی عورت اور لونڈیوں کی جا بجا ہے

مُتعہ دوریہ

حضرات شیعہ نے متعہ کے متعلق ایک اور لطیف صورت یہ پیدا کی ہے۔ کہ ایک ایک عورت سے ایک رات میں دس بیس آدمی متعہ کریں۔ اور یکے بعد دیگرے سب سے ہم بستر ہوں اگر وہ عورت ایسی ہو کہ اس کا حیض بند ہو چکا ہے۔ تو یہ متعہ دوریہ بھی جائز ہے۔ چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری نے کتاب مصائب النواصب میں تحریر کیا ہے۔ وَاَمَّا ثَاسِعًا فَلِاَنَّ مَا نَسَبَهٗ اِلٰی اَصْحَابِنَا مِنْ اَنَّهُمْ جَوَّزُوْا اَنْ یَتَمَتَّعَ الرِّجَالُ الْمُتَعَدِّدُ دُوْنَ لَیْلَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْ امْرَاَةٍ سَوَآءٌ کَانَتْ مِنْ ذَوَاتِ الْاَقْرَاءِ اَمْ لَا فَمِنْ الْخِیَانَةِ فِیْ بَعْضِ قُیُوْدِهٖ وَذٰلِكَ اَنَّ الْاَصْحَابَ قَدْ خَصُّوْا ذٰلِكَ بِالْاٰئِسَةِ لَا بِغَیْرِهَا مِنْ ذَوَاتِ الْاَقْرَاءِ۔

ترجمہ:۔ مصنف نواقص الروافض نے جو ہمارے اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے کہ اس بات کو جائز رکھتے ہیں۔ کہ بہت سے اشخاص ایک رات مل کر ایک عورت سے متعہ کریں وہ حیض والی ہو یا آئسہ ہو۔ اس میں خیانتاً بعض قیود چھوڑ دی گئی ہیں۔ کیونکہ ہمارے اصحاب نے اس کو اس عورت کے ساتھ مختص کر دیا ہے۔ جس کو حیض نہ آتا ہو۔ نہ یہ کہ جس سے چاہے متعہ کرے۔

بہر حال آئسہ ہی کیوں نہ ہو۔ ایک رات میں ایک عورت سے بے تعداد اشخاص کا متعہ

نا کتنا بڑا بے حیائی کا فعل ہے۔ جس کو حضرات شیعہ جائز سمجھتے ہیں۔

ایک بیہودہ حکایت

دلدادگان متعہ نے اس بارہ میں عجیب و غریب حکایتیں وضع کی ہیں۔ اور یہ بھی خیال نہیں
یا۔ کہ ایسی بیہودہ حکایات سے آئمہ اہل بیت کی کہاں تک ہتک و توہین ہوتی ہے۔

فروع کافی جلد ۲ صـ۱۹۰ میں ہے۔ جَاءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَیْرٍ اللَّیْثِیُّ اِلٰی اَبِیْ جَعْفَرٍ فَقَالَ لَهٗ
مَا تَقُوْلُ فِیْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ فَقَالَ اَحَلَّهَا اللّٰهُ فِیْ کِتَابِهٖ وَعَلٰی لِسَانِ نَبِیِّهٖ فَهِیَ حَلَالٌ اِلٰی یَوْمِ
الْقِیَامَةِ فَقَالَ یَا اَبَا جَعْفَرٍ مِثْلُكَ یَقُوْلُ هٰذَا وَقَدْ حَرَّمَهَا عُمَرُ وَنَهٰی عَنْهُ فَقَالَ وَاِنْ کَانَ
فَعَلَ فَقَالَ اُعِیْذُكَ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ اَنْ تُحِلَّ شَیْئًا حَرَّمَهٗ عُمَرُ قَالَ فَقَالَ لَهٗ
فَاَنْتَ عَلٰی قَوْلِ صَاحِبِكَ وَاَنَا عَلٰی قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِلَّا عِنْكَ
اَنَّ الْاَوَّلَ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَنَّ الْبَاطِلَ مَا قَالَ صَاحِبُكَ
قَالَ فَاَقْبَلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَیْرٍ فَقَالَ اَیَسُرُّكَ اَنَّ نِسَائَكَ وَبَنَائِكَ وَاَخَوَاتِكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ
یَفْعَلْنَ قَالَ فَاَعْرَضَ عَنْهُ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ حِیْنَ ذَکَرَ نِسَآئَهٗ وَبَنَاتِ عَمِّهٖ۔

ترجمہ:۔ ابن عمیر لیثی نے امام باقر علیہ السلام سے متعہ کا مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا
خدا نے اسکو اپنی کتاب میں اور اپنے رسولؐ کی زبان سے حلال کیا ہے۔ پس وہ قیامت تک حلال ہے
ابن عمیر نے کہا۔ آپ جیسا امام یہ بات کہے۔ حالانکہ عمرؓ نے اس کی حرمت کا فتویٰ دے دیا ہے۔ آپ سے یہ
بعید نہیں کہ جس چیز کی حرمت عمرؓ نے بیان کی ہے آپ حلال کریں۔ امام باقر نے کہا۔ تو عمرؓ کے قول پر
رہیں رسول اللہ کے قول پر کاربند رہوں گا۔ پہلی بات قول رسول ہے۔ اور تیرے صاحب عمرؓ
کا قول باطل ہے۔ ابن عمیرؓ نے کہا۔ کیا آپ کو یہ بات پسند ہے۔ کہ آپ کی عورتیں۔ لڑکیاں۔ بہنیں
پھوپھیاں۔ یہ فعل کریں۔ امام باقر نے یہ بات سن کر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور کچھ جواب
نہ دیا۔

ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ یہ قصہ یار لوگوں کا وضع کیا ہوا اور محض غلط ہے۔ اگر امام باقر معاذ
اللہ متعہ کی حلت کے اس قدر قائل تھے۔ کہ اس کو سنت الرّسول اور قیامت جائز سمجھتے تھے
تو پھر عورتوں کا سوال آجانے سے کیوں خفگی آجاتی۔ کہ بات ہی منقطع ہو گئی۔ اور کوئی جواب نہ بن پڑا
عجیب بات ہے۔ کہ جو فعل مردوں کیلئے قیامت تک حلال اور موجب ثواب ہو۔ وہ عورتوں

کے لئے باعثِ شرم وعار ہو۔ کوئی حکم اسلام میں ایسا نہیں ہے کہ جو ذکور کے لئے مباح اور اناث کے لئے حرام ہو۔ وبالعکس اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ متعہ عورت مرد کے لئے یکساں حرام ہے نہ عقل اس کو درست سمجھتی ہے۔ نہ نقل سے اسکا کوئی ثبوت ہے۔

اسی طرح اس کتاب میں صـ۱۱۹ پر ایک دوسری حدیث میں دربارہ متعہ امام باقر علیہ السلام اور امام ابو حنیفہؒ کے مابین مکالمہ درج کیا گیا ہے۔ مضمون ہر دو حدیث کا قریباً ایک ہی قسم کا ہے اس لئے اس کا اندراج ضروری نہیں سمجھا گیا۔

مُتعہ سے ممانعت

دوسری جگہ فروعِ کافی جلد ۲ صـ۱۹۲ میں ایک حدیث ہے۔ جس سے متعہ کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ عَنِ الْمُفَضَّلِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَاعَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ فِي الْمُتْعَةِ دَعُوْهُمَا مَا يَسْتَحِيْ اَحَدُكُمْ اَنْ يُّرٰى فِيْ مَوْضِعِ الْعَوْرَةِ فَيَحْمِلُ ذٰلِكَ عَلٰى صَالِحِيْ اِخْوَانِهٖ وَاَصْحَابِهٖ۔

ترجمہ:۔ مفضّل کہتا ہے۔ میں نے امام صادق علیہ السلام سے سُنا وہ فرماتے تھے۔ متعہ چھوڑ دو۔ کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ کوئی شخص عورت کی شرم گاہ دیکھے اور اس کا ذکر اپنے بھائیوں اور احباب سے جا کر کرے۔

نیز اسی کتاب میں اسی صـ۱۹۲ پر درج ہے۔ كَتَبَ اَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى بَعْضِ مَوَالِيْهِ وَلَا تُلِحُّوْا عَلَى الْمُتْعَةِ اِنَّمَا عَلَيْكُمْ اِقَامَةُ السُّنَّةِ فَلَا تَشْتَغِلُوْا بِهَا عَنْ فُرُشِكُمْ وَحَرَائِرِكُمْ فَيَكْفُرْنَ وَيَتَبَرَّأْنَ وَيَدْعِيْنَ عَلَى الْاٰمِرِ بِذٰلِكَ فَيَلْعَنُوْنَنَا (فروعِ کافی جلد ۲ صـ۱۹۲)

ترجمہ:۔ حضرت ابو الحسن نے اپنے بعض خدام کو کہا کہ متعہ پر اصرار مت کرو۔ صرف سنت بجا لاؤ۔ اور اس میں مصروف مت ہو جاؤ۔ تاکہ تم اپنی منکوحہ عورتوں اور کنیزوں سے ہٹ جاؤ اور وہ معطل رہیں۔ اور وہ پاکیزہ کر تمہاری دامن گیر ہوں۔ اور ہمیں اس وجہ سے کہ حکم متعہ دیا ہے لعنت کریں۔

دوسری حدیث میں متعہ کے اصرار کی ممانعت ہے۔ اور پہلی حدیث میں کلی ممانعت ہے۔ الغرض یہ بات کہ احادیث شیعہ میں اس قدر تعارض و تخالف ہے۔ کہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کونسا حکم درست کونسا درست نہیں ہے۔ ایک تشریح طلب امر ہے جس کو ہم اپنے موقع پر بیان کریں گے۔

غرض متعہ جیسا مخربِ اخلاق حیا سوز مسئلہ اسلام کا مسئلہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ بندگان

کسی دہوا کو اس سے کیسی ہی دلچسپی کیوں نہ ہو۔ شاعر کہتا ہے۔ ؎

مطلوب ہے کہ سیم تنوں سے وصال ہو　　مذہب وہ چاہیئے کہ زنا بھی حلال ہو

چوتھا مسئلہ انبیاء پر ائمہ کی فضیلت

یہ مسلم ہے کہ نبی کے درجہ کو غیر نبی نہیں پہنچ سکتا۔ خواہ کیسا ہی غوث۔ قطب۔ ولی۔ امام ہو۔ لیکن شیعہ کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ آئمہ اہل بیتؑ جمیع انبیاء سے افضل ہیں۔ چنانچہ حق الیقین اردو ص۵۸ میں ہے۔ اکثر علماء شیعہ کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ حضرت امیرؑ و دیگر تمام آئمہ طاہرین جمیع انبیاء سے افضل ہیں۔

پانچواں مسئلہ:۔ شیعہ کا اعتقاد ہے کہ جناب امیرؓ و دیگر آئمہ خدا کی زبان۔ منہ۔ آنکھ۔ ہاتھ اور جنب اللہ (خدا کی پسلی ہیں) اصول کافی ص۸۳ میں ہے۔ عَنْ اَسْوَدَ بْنِ سَعِیْدٍ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ اَبِیْ جَعْفَرٍ فَاَنْشَاءَ یَقُوْلُ اِبْتِدَاءً مِّنْهُ مِنْ غَیْرِ اَنْ اَسْئَلَهٗ نَحْنُ حُجَّةُ اللّٰهِ وَنَحْنُ بَابُ اللّٰهِ وَنَحْنُ لِسَانُ اللّٰهِ وَنَحْنُ وَجْهُ اللّٰهِ وَنَحْنُ عَیْنُ اللّٰهِ فِیْ خَلْقِهٖ وَنَحْنُ وُلَاةُ اَمْرِ اللّٰهِ فِیْ عِبَادِهٖ۔ (اسود بن سعید کہتا ہے میں امام باقر علیہ السلام کے ہاں بیٹھا تھا۔ وہ خود ہی کہنے لگے بغیر اس کے میں نے دریافت کیا ہو۔ ہم خدا کی حجت ہیں۔ ہم خدا کا دروازہ ہیں۔ ہم خدا کی زبان اور خدا کا منہ اور آنکھ ہیں۔ اس کی مخلوق ہیں۔ اور ہم خدا کے امر کے اس کے بندوں میں مختار کار ہیں)

اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ہے۔ حَدَّثَنِیْ هَاشِمُ ابْنُ عَمَّارِ الْجُهَنِیْ سَمِعْتُ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَقُوْلُ اَنَا عَیْنُ اللّٰهِ وَاَنَا یَدُ اللّٰهِ وَاَنَا جَنْبُ اللّٰهِ وَاَنَا بَابُ اللّٰهِ (ہاشم بن ابی عمار کہتا ہے۔ میں نے امیر المومنین سے سنا کہتے تھے۔ ہم خدا کی آنکھ۔ اس کے ہاتھ اس کے پہلو اور خدا کے دروازہ ہیں۔

چھٹا مسئلہ:۔ اگرچہ اسلام کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل ہیں لیکن شیعہ اس کے خلاف حضرت علی کو رسول کے ہم رتبہ بلکہ ان سے بھی افضل سمجھتے ہیں چنانچہ اصول کافی ص۱۱۸ میں ہے۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ یَا سُلَیْمَانُ مَا جَاءَ مِنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُؤْخَذُ بِهٖ وَمَا نَهٰی عَنْهُ یُنْتَهٰی عَنْهُ جَرٰی لَهٗ مِنْ فَضْلٍ مَا جَرٰی لِرَسُوْلِ اللّٰهِ (صادق نے فرمایا

اے سلیمان جو امیر المومنین حکم دیں مانو۔ جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔ علی کو وہی فضیلت حاصل ہے۔ جو رسول کو ہے)

پھر اسی کتاب مذکور میں ہے :۔ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنَا قَسِیْمُ اللّٰہِ بَیْنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَاَنَا الْفَارُوْقُ الْاَکْبَرُ وَاَنَا صَاحِبُ الْعَصَا وَالْمِیْسَمِ وَلَقَدْ اَقَرَّتْ لِیْ جَمِیْعُ الْمَلٰئِکَۃِ وَالرُّوْحُ بِمِثْلِ مَا اَقَرَّتْ لِمُحَمَّدٍ وَلَقَدْ حُمِلْتُ عَلٰی مِثْلِ حَمُوْلَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَھِیَ حَمُوْلَۃُ الرَّبِّ وَاَنَّ مُحَمَّدًا یُدْعٰی وَیُکْسٰی وَیُسْتَنْطَقُ وَاُدْعٰی فَاُکْسٰی وَاُسْتَنْطَقُ فَاَنْطِقُ عَلٰی حَدِّ مَنْطِقِہٖ وَلَقَدْ اُعْطِیْتُ خِصَالًا لَمْ یُعْطَھُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ عَلِمْتُ عِلْمَ الْمَنَایَا وَالْبَلَایَا وَالْاَنْسَابِ وَفَصْلَ الْخِطَابِ فَلَمْ یَفُتْنِیْ مَا سَبَقَنِیْ وَلَمْ یَعْزُبْ عَنِّیْ مَا غَابَ عَنِّیْ اُبَشِّرُ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُؤَدِّیْ عَنِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ کُلُّ ذٰالِكَ مَکَّنَنِیَ اللّٰہُ فِیْہِ بِاِذْنِہٖ۔

ترجمہ :۔ امیر المومنین نے فرمایا میں خدا کی طرف سے جنت و دوزخ کی تقسیم کا مالک ہوں میں فاروق اعظم ہوں اور صاحبِ عصا اور میسم ہوں۔ تمام ملائک و ارواح نے اسی طرح میرا اقرار کیا جیسا کہ رسول کا انہوں نے اقرار کیا۔ مجھے اسی سواری پر سوار کیا گیا۔ جو رسول کی سواری من جانب اللہ تھی محمد صلعم بلائے جائیں گے۔ اور پوشاک پہنائے جائیں گے۔ اور کلام کئے جائیں گے۔ اسی طرح میں بلایا جاؤں گا۔ اور پوشاک پہنایا جاؤں گا۔ اور بلایا جاؤں گا متکلام رسول کی طرح۔ میں پانچ چیزیں دیا گیا ہوں جو کہ کسی کو مجھ سے پہلے نہیں دی گئی۔ مجھے موتوں، مصیبتوں، نسبوں، فیصلہ حق کے علوم دیئے گئے ہیں پہلی باتیں مجھ سے چھپی نہیں رہیں اور نہ غیبی امور مجھ سے مخفی ہیں۔ میں خدا کے حکم سے بشارت دونگا اور خدا کی طرف سے سب کچھ پورا کردونگا۔ ان تمام امور کا مجھے خدا نے کلی اختیار دے دیا ہے۔

ان روایات سے ثابت ہے کہ فضیلت میں رسولؐ اور علی میں کچھ فرق نہیں ہے پہلی روایت میں صاف کہا گیا ہے۔ کہ جملہ فضائل رسول علی کو حاصل ہیں۔ دوسری میں تشریح کردی گئی ہے۔ کہ جو خصوصیات رسول اکرم کی ہیں۔ ان میں علی ان کے شریک ہیں۔ بلکہ علوم خمسہ کے حاصل ہونے پر رسول سے علی کا نمبر فائق ہو گیا۔

بحار الانوار جلد ۵ ص۵۱۱ میں ہے۔ ایک راوی نبی صلعم سے نقل کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے علی سے فرمایا۔ اے علی تمہارے لئے بہت سی چیزیں ہیں۔ کہ ان جیسی میرے لئے بھی نہیں ہیں ان میں یہ کہ فاطمہ جیسی تمہاری بیوی ہے۔ حالانکہ اس جیسی بیوی میرے[1] لئے نہیں ہے۔ اور تمہارے لئے

---

[1] سبحان اللہ اثبات فضیلت علی کے لئے موجدانِ مذہب شیعہ نے کیسا عجیب استدلال قائم کیا ہے۔

(رہاقی ص۱۹۳ پر)

بیٹے ہیں کہ ان جیسے میرے نطفہ سے نہیں ہیں اور خدیجہ رضؓ جیسی تمہاری ساس ہیں ایسی میری کوئی ساس نہیں ہے اور مجھ جیسا تمہارا خُسر ہے حالانکہ میرا کوئی خُسر نہیں ہے اور جعفر جیسے تمہارے نسبی بھائی ہیں۔ حالانکہ اس جیسا میرا کوئی نسبی بھائی نہیں ہے اور فاطمہ بنت ہاشمیہ مہاجرہ جیسی تمہاری والدہ ہیں ان جیسی میری والدہ نہیں ہے۔

<u>ساتواں مسئلہ</u>: یہ مانا ہوا مسئلہ ہے کہ قبض ارواح خاصۂ خالق الارواح (خدا کے لئے پاک ہے) اور ملائکہ اس کام پر مامور ہیں۔ لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے کہ آں حضرتؐ کو ائمہ طاہرینؑ سے مل کر بعض یا تمام ارواح کو قبض کرنے کا حق حاصل ہے۔ چنانچہ حق الیقین اردو ص۴۹۶ میں ہے۔ حدیث میں اشارہ ہے کہ آں حضرتؐ بھی تمام ائمہ طاہرینؑ کے ساتھ بعض روحوں کو قبض کرتے ہیں، یا تمام روحوں کے قبض کرنے میں بحکم خدا دخل رکھتے ہیں مگر تقیہ کے سبب منافقوں سے اور ان یاران سے جن کی عقل ضعیف ہے۔ اُس کی تصریح نہیں کی ہے۔ جیساکہ خطبہ غیر مشہورہ میں فرمایا کہ میں بحکم خدا زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہوں۔

<u>آٹھواں مسئلہ</u>: موت و حیات ائمہ کے اختیار میں:-

یہ مسلم امر ہے کہ موت و حیات خُدا کے اختیار میں ہے کسی انسان کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے کہ ائمہ اہلبیت کو موت و حیات پر کُلی اختیار تھا۔ چاہے مریں یا نہ مریں۔ چنانچہ اصول کافی ص۱۵۸ میں باب یوں باندھا گیا ہے:۔ بَابُ اِنَّ الْاَئِمَّۃَ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ یَعْلَمُوْنَ مَتٰی یَمُوْتُوْنَ وَاَنَّہُمْ لَایَمُوْتُوْنَ اِلَّا بِاخْتِیَارٍ مِّنْہُمْ (باب اس کا کہ ائمہ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں اور موت ان کے اختیار میں ہے):

اسی صفحہ میں ہے: عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ اَیُّ اِمَامٍ لَایَعْلَمُ مَایُصِیْبُہٗ وَاِلٰی مَایَصِیْرُ فَلَیْسَ ذٰلِكَ بِحُجَّۃِ اللّٰہِ۔ (ابوبصیر کہتا ہے، امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جس امام کو اپنی مصیبت کا علم نہ ہو اور کہ اُسکو کب مصیبت پہنچیگی تو وہ خدا کیطرف سے مخلوق پر حجت نہیں ہو سکتا

حاشیہ بقیہ ص۱۹۲ اس منطق کی روسے تو بحث کا ایک ادنیٰ شخص بھی بادشاہ سے بڑھ جائے۔ یوں کہہ کر کہ ہمارا بادشاہ آپ جیسا جلیل القدر بادشاہ ہے۔ لیکن آپ کا کوئی ایسا بادشاہ نہیں ہے۔ یا ایک زندیق شان الٰہی میں کہہ دے کہ ہمارا خدا جامع صفات کمالیہ اور وحدہٗ لاشریک ہے۔ لیکن خدا کا کوئی ایسا خدا نہیں ہے۔ اس لئے نعوذ باللہ میں خدا سے فضیلت میں بڑھا ہوا ہوں۔ ؎

ہر شے میں رائے شیعہ عجب باصواب ہے ۔۔ جو بات کی خدا کی قسم لاجواب ہے

نواں مسئلہ: یہ مسئلہ بھی مسلّم ہے کہ علم مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ خاصۂ ذاتِ باری ہے۔ مگر شیعہ کہتے ہیں کہ ائمہ کو یہ سب معلومات حاصل ہیں۔ اصُول کافی ص۱۵۹ میں باب ہی یوں باندھا ہے۔
بَابُ اَنَّ الْاَئِمَّۃَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ یَعْلَمُوْنَ عِلْمَ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ وَاِنَّہٗ لَا یَخْفیٰ عَلَیْھِمْ شَیْئٌ
(باب اس کا کہ ائمہ کو علم ماکان وما یکون حاصل ہوتا ہے اور ان پر کوئی امر کائنات سے مخفی نہیں ہے)۔

کتاب مذکور کے صفحہ ۱۶۰ میں ہے: سَمِعُوْا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا فِی الْجَنَّۃِ وَاَعْلَمُ مَا فِی النَّارِ وَاَعْلَمُ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ
(امام صادق نے فرمایا۔ جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب کچھ جانتا ہوں اور گزشتہ و آئندہ کل واقعات دُنیا کا بھی مجھے علم ہے)۔

دسواں مسئلہ: آسمان و زمین و مافیہا جناب امیر کے تابع حکم۔

شیعہ کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے تابع حکم آسمان و زمین و مافیہا سب کچھ ہے۔ چنانچہ حق الیقین ص۲۳۶ میں ہے۔ "میں صاحب عصا و میسم ہوں میں وہ ہوں[1] کہ خدا نے ابروں و رعدوں اور برقوں کو تاریکی و روشنائی اور ہوا اور پہاڑوں اور دریاؤں اور ستاروں اور آفتاب و مہتاب کو میرا مسخر کیا ہے۔ میں اس اُمت کا ہادی ہوں"۔

گیارھواں مسئلہ: میّت پر بددعا۔

ایک مشہور کہاوت ہے۔ "مرے ہوئے کو مارے شاہ مدار"۔ مرے ہوئے شخص سے کسی کو بیر باقی نہیں رہتا ہر ایک متنفس کو اس کی حالت پر رحم آتا ہے اور اسکے لئے دعاءِ خیر کرتا ہے لیکن شیعہ حضرات ایسے صاف باطن ہیں کہ میّت شیعہ نہ ہو بلکہ سُنّی ہو تو اس کے جنازہ میں کھڑے ہو کر بجائے دعا کے بددعا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم بروایت تحفۃ العوام ثابت کر چکے ہیں۔ اور غضب یہ ہے کہ ائمہ طاہرین کے ذمّہ بھی الزام عاید کرتے ہیں کہ وہ بھی ایسا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ فروع کافی ص۹۹ جلد ا میں ہے: عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ رَجُلًا مِّنَ الْمُنٰفِقِیْنَ مَاتَ وَخَرَجَ الْحُسَیْنُ بْنُ

---

[1] تو پھر اصحاب ثلاثہ کے بارے میں قلتِ اعوان و انصار کا عذر درست نہ تھا۔ جب آپ کے تابع حکم ہوا اور پہاڑ اور دریا اور رعد و برق بلکہ ستارے اور آفتاب مہتاب بھی تھے۔ تو پھر آپ کو ثلاثہ کے مقابلہ سے کیا ڈر تھا۔ ایک پہاڑ کو حکم دیتے دشمنوں کے سروں کو توڑ پھوڑ دیتا اور رعد و برق کو اشارہ کر دیتے۔ آن کی آن میں انکو جلا کر بھسم کر دیتے مہاجرین کے در بدر حسنین کو ساتھ لئے فدک حاصل کرنے کے لئے جانے کی کیا ضرورت تھی۔ افسوس شیعہ صاحبان ایسی خلاف عقل باتیں کہہ کر جگ ہنسائی کرتے ہیں۔ اور صفات مختصہ باللہ میں جناب امیر کو شریک گردانتے ہیں!!

بن صلوٰت اللہ علیہ یمشی وَلَقِیَہٗ مَوْلیً لَّہٗ فَقَالَ لَہُ الْحُسَیْنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَیْنَ تَذْہَبُ یَا فُلَانُ
قَالَ فَقَالَ لَہٗ مَوْلَاہُ اَفِرُّ مِنْ جَنَازَۃِ ھٰذَا الْمُنَافِقِ اَنْ اُصَلِّیَ عَلَیْہَا فَقَالَ الْحُسَیْنُ اُنْظُرْ اَنْ
تَقُوْمَ عَلٰی یَمِیْنِیْ فَمَا سَمِعْتَنِیْ اَقُوْلُ فَقُلْ مِثْلَہٗ فَلَمَّا اَنْ کَبَّرَ عَلَیْہِ الْاِمَامُ اللّٰہُ اَکْبَرُ قَالَ
اَللّٰہُمَّ الْعَنْ فُلَانًا عَبْدَكَ اَلْفَ لَعْنَۃٍ مُؤْتَلِفَۃٍ غَیْرَ مُخْتَلِفَۃٍ اَللّٰہُمَّ اَخْزِ عَبْدَكَ فِیْ عِبَادِكَ
وَبِلَادِكَ وَاَصْلِہٖ حَرَّ نَارِكَ وَاَذِقْہُ اَشَدَّ عَذَابِكَ فَاِنَّہٗ کَانَ یَتَوَلّٰی اَعْدَاءَكَ وَیُعَادِیْ
اَوْلِیَاءَكَ وَیُبْغِضُ اَہْلَ بَیْتِ نَبِیِّكَ -

ترجمہ: امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک منافق مرگیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام
جنازہ کے ہمراہ چلے جا رہے تھے کہ آپ کا غلام راستہ میں مل گیا۔ امام نے پوچھا۔ کہاں جاتا ہے؟
کہا۔ میں اُس کے جنازہ سے بھاگتا ہوں۔ اس پر نماز پڑھنا نہیں چاہتا۔ آپ نے کہا۔ دیکھ میری داہنی
جانب کھڑا ہو جانا۔ اور جو کچھ میں کہوں تو بھی کہتے جانا۔ جب تکبیر ہوئی امام حسینؑ نے یوں کہا۔ الٰہی!
تو اپنے فلاں فلاں بندے کو ہزار ہزار لعنتیں کر۔ جوڑی ہوئی الگ الگ نہ ہوں۔ الٰہی تو اپنے اس بندے
کو اپنے بندوں اور شہروں میں رُسوا کر اور آگ کی گرمی میں تپا۔ اور اس کو سخت عذاب چکھا کہ یہ تیرے
دشمنوں سے دوستی اور دوستوں سے دشمنی کرتا تھا۔ اور تیرے نبی کی اہلبیت کا دُشمن تھا۔

جائے غور ہے کہ حضرت امام حسین علیہ جیسے بے روو ریاء شخص کو جس نے یزید کی بیعت نہ کرنیکے
باعث اپنا اور اپنی اہلبیت کا سر کٹا دیا ایک منافق کے جنازہ پڑھنے کی ضرورت ہی کیا تھی جس کی
وجہ سے حاضرین جنازہ دھوکے میں پڑ جائیں کہ یہ تو کوئی بڑا پکا سچا مُسلمان تھا کہ اسکے جنازہ
میں امام حسین علیہ جیسے برگزیدہ امام بہ نفسِ نفیس تشریف لائے اور اسکے جنازہ کی نماز ادا فرمائی
غلام کے سوا کسی اور شخص کو کیا معلوم تھا کہ چپکے چپکے آپ کیا کہہ گئے۔ دُعا دی یا بد دُعا کرتے تھے۔
دوم۔ نماز جنازہ تو صرف دُعا کے لئے ہوتی ہے۔ اگر جناب امام کو اس کمبخت میت کے
لئے بددُعا کرنا ہی منظور تھی تو گھر میں بیٹھ کر کر سکتے تھے۔ جنازہ پر آنے کی کیا ضرورت تھی۔ امام والا مقام
کی بددُعا گھر بیٹھے ہی تیر بہدف تھی۔

دیکھیئے! کیسی کیسی بیہودہ روایات گھڑ کر ائمہ کرام کے ذمے اتہام لگاتے ہیں۔ بھلا جس شخص کے
نانا رسُول پاک کی یہ شان ہو کہ ایک منافق کے جنازہ پر جائیں تو اسکے لئے طلب مغفرت کریں جس کو
ربُّ العزت فرمائے کہ اگر ستر دفعہ بھی اس نابکار کیلئے استغفار کی گئی تو بھی یہ بخشا نہ جائیگا۔ قربان جائیں
اس نبی رؤف و رحیم کے، کہ آپ فرمانے لگے۔ میں اکہتر دفعہ استغفار کرتا۔ اگر اس سے بخشا جاتا۔

پھر امام حسینؑ اپنے جدِ امجد کے خلاف ایسی سنگدلی کریں کہ میت کے جنازہ پر دعا کرنے کیلئے مدعو ہوں اور اُلٹے بد دعا کرنے لگیں۔ استغفر اللہ!

بارھواں مسئلہ: امام ران سے نکلتے ہیں۔

قرآن گواہ ہے کہ تولّد ہر ایک انسان کا ماں کی رحم سے ہوتا ہے۔ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ - اس پر شاہد ہے۔ لیکن شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ امام رحم سے نہیں بلکہ ماں کی ران سے نکلتے ہیں۔ چنانچہ حق الیقین ص۲۱۲ میں ہے۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت نے فرمایا کہ ہم اوصیائے انبیاء کا حمل پیٹ میں نہیں رہتا بلکہ پہلو میں رہتا ہے اور ہم رحم سے باہر نہیں نکلتے بلکہ ماں کی ران سے نکلتے ہیں۔ کیونکہ ہم خدا کے نور ہیں اور خدا نے چرک و نجاست کو ہم سے دور کیا ہے۔

تیرھواں مسئلہ: خنزیر کے بال و چمڑہ وغیرہ۔

مسلمان خنزیر کو ایسا نجس سمجھتے ہیں کہ اسکا نام لینے سے بھی نفرت ہے لیکن شیعہ حضرات خنزیر کے بال، پشم، چمڑے کو پاک سمجھتے ہیں۔ چنانچہ خنزیر کے بالوں کی رسّی بنا کر کنوئیں سے پانی نکال کر پینا کوئی حرج نہیں ہے۔ نیز خنزیر کے چمڑے کا ڈول بنا کر استعمال کیا جا سکتا ہے روایات ذیل ملاحظہ ہوں۔ (۱) فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۴ میں ہے عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْحَبْلِ يَكُونُ مِنْ شَعْرِ الْخِنْزِيرِ يُسْتَقَى بِهِ الْمَاءُ مِنَ الْبِئْرِ هَلْ يُتَوَضَّأُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ قَالَ لَا بَأْسَ "ترجمہ: زرارہ کہتے ہیں: میں نے امام صادق رضؓ سے دریافت کیا کہ خنزیر کے بالوں کی رسّی سے کنوئیں سے پانی نکال کر اس سے وضو کیا جا سکتا ہے؟ آپ نے کہا۔ کچھ حرج نہیں ہے۔"

(۲) فروع کافی جلد ۲ جزو ۲ ص۱۰۳ میں ہے: قَالَ قُلْتُ لَهُ شَعْرُ الْخِنْزِيرِ يُعْمَلُ حَبْلًا يُسْتَقَى بِهِ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِي يُشْرَبُ مِنْهَا أَوْ يُتَوَضَّأُ مِنْهَا قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ وَزَادَ فِيهِ عَلِيُّ بْنُ عُقْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ رِبَاطٍ قَالَ وَالشَّعْرُ وَالصُّوفُ كُلُّهُ ذَكِيٌّ۔ (راوی کہتا ہے میں نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا۔ خنزیر کے بالوں کی رسّی بنا کر کنوئیں سے پانی نکالا جائے۔ جس سے پانی پیا جائے یا وضو کیا جائے۔ کیا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور علی بن عقبہ اور علی بن حسین بن رباط نے یہ اضافہ کیا ہے۔ فرمایا کہ خنزیر کے بال اور پشم سب پاک ہے)۔

(۳) من لا یحضرہ الفقیہ ص۸ میں ہے۔ سُئِلَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَبُو عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيلَ لَهُمَا إِنَّا نَشْتَرِي ثِيَابًا يُصِيبُهَا الْخَمْرُ وَوَدَكُ الْخِنْزِيرِ عِنْدَ حَاكَتِهَا أَنُصَلِّي فِيهَا قَبْلَ أَنْ نَغْسِلَهَا فَقَالَا نَعَمْ لَا بَأْسَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ أَكْلَهُ وَشُرْبَهُ وَلَمْ يُحَرِّمْ لُبْسَهُ وَمَسَّهُ وَالصَّلَاةَ فِيهَا

ترجمہ: "امام محمد باقر اور جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ ہم ایسے کپڑے خرید لیا کرتے ہیں کہ ان کو خنزیر کی چربی اور شراب لگا ہوا ہوتا ہے۔ کیا انکو چھیل کر دھوئے بغیر نماز ان میں بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ انھوں نے کہا۔ بے شک خدا نے خنزیر کا کھانا اور شراب کا پینا حرام کیا ہے۔ ان سے ملوث کپڑے پہن لینا یا چھونا اور ان میں نماز پڑھنا منع نہیں ہے۔ (خوب! یہ شیعہ پاک مذہب کی برکات ہیں کہ کپڑے کو خنزیر کی چربی لگی ہو یا شراب سے آلودہ ہو۔ اس کو خوشی سے استعمال کرنا۔ کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ ان اشیاء کا کھانا پینا حرام ہے ویسے برت لینا منع نہیں ہے"۔

چودھواں مسئلہ: مذی۔ ودی۔

عضو مخصوص سے جو رطوبت خارج ہوتی ہے، وہ پلید ناقص الوضوء ہے۔ لیکن شیعہ مذہب میں مذی اور ودی جو شرمگاہ سے خارج ہوتی ہے۔ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا نہ نماز فاسد ہوتی ہے۔ اگر بہہ کر ایڑیوں تک چلی جائے۔ شرمگاہ کو دھونے کی حاجت نہیں ہے چنانچہ فروع کافی جلد اول ص ۲۱ میں ہے۔ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ سَاَلَ من ذَكَرِكَ مِنْ مَذْیٍ اَوْ وَدْیٍ وَاَنْتَ فِی الصَّلٰوةِ فَلَا تَغْسِلْهُ وَلَا تَقْطَعِ الصَّلٰوةَ وَلَا تَنْقُضْ لَهُ الْوُضُوْءَ وَاِنْ بَلَغَ عَقِبَیْكَ فَاِنَّمَا ذٰلِكَ بِمَنْزِلَةِ النُّخَامَةِ۔ ترجمہ: امام جعفر صادق نے فرمایا۔ اگر تیرے ذکر سے مذی یا ودی خارج ہو جب تم نماز پڑھ رہے ہو تو اُس کو مت دھوؤ۔ اور نماز کو مت توڑو۔ وضو بھی شکستہ سمجھو اگرچہ یہ بہہ کر تمہاری ایڑیوں تک جا پہنچے کیوں کہ یہ ایسا ہے جیسا ناک کا پانی بہنا"۔

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ ص ۱۳ میں ہے: كَانَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَا یَرىٰ فِی الْمَذْیِ وُضُوْءً وَلَا غَسْلَ مَا اَصَابَ مِنْهُ فَرُوِیَ اَنَّ الْمَذْیَ وَالْوَدْیَ بِمَنْزِلَةِ الْبُصَاقِ وَالْمُخَاطِ فَلَا یُغْسَلُ مِنْهُمَا الثَّوْبُ وَلَا الْاِحْلِیْلُ۔ ترجمہ: امیر المومنین مذی میں وضو کا حکم نہ دیتے تھے۔ اور نہ اس چیز کے دھونے کا جس کو مذی لگی ہو۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ مذی اور ودی تھوک یا ناک کے پانی کا حکم رکھتی ہیں۔ پس جس کپڑے کو لگ جائیں، اُسے دھونے کی حاجت نہیں ہے۔ بلکہ شرمگاہ (جہاں سے یہ پلیدی نکلی ہے) کو بھی دھونے کی ضرورت نہیں۔

واہ شیعہ! پاک مذہب کا کیا کہنا۔ مُنہ، ناک اور شرمگاہ کو یکساں بنا دیا۔ جیسے مُنہ و ناک سے نکلی ہوئی رطوبت پاک ہے ویسا ہی اس ناپاک عضوِ مخصوص سے نکلی ہوئی رطوبت بھی پاک ہے۔ ع

کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے؟

پندرھواں مسئلہ: کنوئیں میں کُتا۔

کتا نجس العین ہے۔ کنوئیں میں گر پڑے تو کنواں پلید ہو جاتا ہے۔ جب تک سارا پانی نہ نکلے پاک نہیں ہوتا لیکن شیعہ مذہب میں ہے کتا، مرغی، چوہا، بلی وغیرہ کی طرح پانی میں گر جائے تو صرف پانچ ڈول نکال دو۔ کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ فروع کافی جلد اصلا میں ہے: عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِی الْفَارَةِ وَالسِّنَّوْرِ وَالدَّجَاجَةِ وَالطَّیْرِ وَالْکَلْبِ قَالَ مَا لَمْ یَتَفَسَّخْ اَوْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُ الْمَاءِ فَیَکْفِیْكَ خَمْسُ دِلَاءٍ - ترجمہ: صادق علیہ السلام سے چوہا، بلی، مرغی، پنکھی کتے کی بابت دریافت کیا گیا (جو کنوئیں میں گر پڑیں) آپ نے فرمایا۔ اگر سوج نہ جائیں۔ پانی کا ذائقہ نہ بدلے تو پانچ ڈول نکال دینا کافی ہیں۔

سولھواں مسئلہ: شیعہ مذہب کی رُو سے کنوئیں میں گوہ گر پڑے تو دس ڈول نکالنے کافی ہیں اگر گل جائے تو چالیس ڈول من لایحضرہ الفقیہ صد میں ہے: مَتٰی وَقَعَ فِی الْبِئْرِ عِذَارَةٌ اُسْتُقِیَ مِنْهَا عَشْرُ دِلَاءٍ وَاِنْ ذَابَتْ فِیْهَا اُسْتُقِیَ مِنْهَا اَرْبَعُوْنَ دَلْوًا اِلٰی خَمْسِیْنَ دَلْوًا۔

ترجمہ: جب کنوئیں میں گوہ گر جائے تو دس ڈول پانی کے نکالے جائیں اور گل جائے تو چالیس سے پچاس تک نکال دیں۔

سترھواں مسئلہ: کنوئیں میں گوہ سے بھری زنبیل گر پڑے۔ گوہ گیلا ہو یا خشک۔ تو کچھ حرج نہیں ہے وضو کیا کریں۔ کوئی ڈول کھینچنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ کتاب مذکور کے صفحہ مذکورہ پر ہے: وَاِنْ وَقَعَ فِی الْبِئْرِ زَنْبِیْلٌ مِنْ عِذَارَةٍ رَطْبَةٍ اَوْ یَابِسَةٍ اَوْ زَنْبِیْلٌ مِنْ سِرْقِیْنٍ فَلَا بَأْسَ بِالْوُضُوْءِ مِنْهَا وَلَا یُنْزَحُ مِنْهَا شَیْئٌ ترجمہ: کنوئیں میں گوہ سے آلودہ گیلا ہو یا خشک، زنبیل گر پڑے یا گوبر سے آلودہ تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اِس کنوئیں کے پانی سے وضو جائز ہے۔ کچھ بھی پانی نکالنے کی ضرورت نہیں ہے "

اٹھارھواں مسئلہ: نمازی مرد نماز میں کھڑا ہو اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو اشارہ سے مانگ سکتا ہے۔ عورت کو کسی چیز کی حاجت ہو تو وہ تالی پیٹے یا رانوں پر ہاتھ مارے من لایحضرہ الفقیہ میں ہے: عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِی الرَّجُلِ اَرَادَ الْحَاجَةَ وَهُوَ یُصَلِّیْ فِی الصَّلٰوةِ قَالَ یُشِیْرُ بِیَدِهٖ وَالْمَرْاَةُ اِذَا اَرَادَتْ الْحَاجَةَ تُصَفِّقُ۔

ترجمہ: امام صادق نے فرمایا۔ نمازی مرد نماز میں ہو اور کسی بات کی حاجت ہو تو ہاتھ سے اشارہ کر کے مانگ لے۔ اور عورت کو کوئی چیز مطلوب ہو تو وہ تالی بجائے۔

انیسواں مسئلہ: گھی یا تیل کے برتن میں کتا گر پڑے اور زندہ ہی نکال لیا جائے۔ تو وہ گھی وغیرہ ناپاک نہیں ہوتا۔

فروع کافی جلد ۲ جزو ثانی صد۱ میں ہے: وَقَعَ الْفَارَةُ اَوِ الْکَلْبُ فِی السَّمْنِ وَ

الزَّیتِ ثُمَّ خَرَجَ مِنْهُ حَیّاً لَابَاسَ بَاَکلِہٖ ۔ ترجمہ: چوہا یا کتا گھی یا تیل میں گر پڑیں اور جیتے جی نکل جائیں ۔ اس گھی وغیرہ کو کھایا جا سکتا ہے کچھ حرج نہیں ۔

بیسواں[20] مسئلہ: گوشت کی دیگ پکائی جائے اور اس سے مرا ہوا چوہا نکل پڑے ۔ شوربا پھینک دیا جائے اور گوشت کو بوٹیاں دھو کر کھالو ۔ (کتاب مذکور صـ۱۰۵ میں ہے: قِدرٌ طُبِخَتْ فَاِذَا فِیْہِ فَارَۃٌ یُہرَاقُ مَرَقُہَا وَیُؤکَلُ لَحْمُہَا بَعدَ اَن یُغسَلَ ترجمہ: دیگ میں گوشت پکایا گیا اور اس میں سے چوہا نکلا ہو ۔ تو شوربہ پھینک دیا جائے اور گوشت دھو کر کھا لیا جائے) ۔

اکیسواں[21] مسئلہ: ایک پانی کا پرنالہ، دوسرا پیشاب کا جاری ہو، آپس میں مل جائیں ۔ کپڑا یا اور چیز جس کو وہ پانی لگ جائے ۔ پلید نہیں ہوتے ۔ فروع کافی جلد ۱ ص۳ ۔ عَنْ اَبِیْ عَبدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اَوْ اَنَّ مِیْزَابَیْنِ سَالَا اَحَدُہُمَا مِیْزَابُ بَوْلٍ وَاُخْرٰی مِیْزَابُ مَاءٍ فَاخْتَلَطَ ثُمَّ اَصَابَکَ مَا کَانَ بِہٖ بَاسٌ ترجمہ: صادق علیہ السلام نے فرمایا ۔ دو پرنالے جاری ہوں ایک پیشاب کا دوسرا پانی کا اور دونوں اکٹھے ہو جائیں اور اسمیں سے کچھ تیرے بدن (یا کپڑے) سے لگ جائے ۔ اس میں کچھ حرج نہیں ہے ۔

بائیسواں[22] مسئلہ: شیعہ مذہب میں جنبی شخص قرأۃ قرآن کر سکتا ہے ۔ فروع کافی جلد ۱ میں ہے:۔
عَنْ اِبنِ بُکَیرٍ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا عَبدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنِ الْجُنُبِ یَاکُلُ وَیَشْرَبُ وَیَقْرَءُ یَذْکُرُ اللّٰہَ مَا شَآءَ ترجمہ: ابن بکیر نے صادق علیہ السلام سے پوچھا ۔ کیا جنبی شخص کھا پی سکتا ہے، اور قرآن پڑھ سکتا ہے؟ آپ نے کہا ۔ ہاں ۔ کھائے پیئے ۔ قرآن پڑھے ۔ جسقدر ذکر اذکار کرنا چاہے ۔ کرے ۔

تیئیسواں[23] مسئلہ: شیعہ مذہب میں جنازہ بے وضو جائز ہے ۔ فروع کافی جلد ۱ صـ۹۳ میں ہے: عَنْ یُونُس بن یَعقُوبَ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا عَبدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنِ الْجَنَازَۃِ اُصَلِّیْ عَلَیْہَا بِغَیْرِ وُضُوْءٍ فَقَالَ نَعَمْ اِنَّمَا ہُوَ تَکْبِیْرٌ وَتَسْبِیْحٌ وَتَشَہُّدٌ ترجمہ: یونس بن یعقوب نے صادق علیہ السلام سے دریافت کیا ۔ میں نماز جنازہ وضو کے بغیر پڑھ سکتا ہوں؟ آپ نے کہا ۔ ہاں ۔ جنازہ صرف اور تسبیح اور حمد و ثنا ہے) ۔

چوبیسواں[24] مسئلہ: شیعہ مذہب کی رو سے اگر کوئی شخص اپنی ساس یا سالی سے یا جورو کی بیٹی سے زنا کرلے ۔ عورت اس پر حرام نہیں ہوتی ۔ فروع کافی جلد ۲ صـ۱۷۴ میں ہے: عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ قَالَ فِیْ رَجُلٍ زَنٰی بِاُمِّ امْرَءَتِہٖ اَوْ بِابْنَتِہَا اَوْ بِاُخْتِہَا فَقَالَ لَا یُحَرِّمُ ذٰلِکَ عَلَیْہِ امْرَءَتَہٗ ۔

ترجمہ: امام باقر علیہ السلام سے دریافت ہوا کہ کوئی شخص اپنی ساس یا جورو کی بیٹی سے یا سالی سے زنا کرے

اس سے اُس کی عورت حرام نہیں ہوتی۔"

پچیسواں مسئلہ: کوئی شخص اپنے باپ کی عورت یا لونڈی سے زنا کرے تو وہ مزنیہ عورت زانی کے باپ پر حرام نہیں ہوجاتی۔ فروعِ کافی جلد ۲ ص ۱۷۶ میں ہے:۔ قَالَ قَالَ اَبُوْجَعْفَرٍ صَلٰوۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اِنْ زَنٰی رَجُلٌ بِاِمْرَأَۃِ اَبِیْہِ اَوْ جَارِیَۃِ اَبِیْہِ قَالَ ذٰلِکَ لَا یُحَرِّمُھَا عَلٰی زَوْجِھَا وَلَا یُحَرِّمُ الْجَارِیَۃَ عَلٰی سَیِّدِھَا۔ ترجمہ: امام باقر نے فرمایا۔ کوئی شخص اپنے باپ کی جورو یا لونڈی سے زنا کرے تو وہ عورت مزنیہ اس کے باپ پر اور وہ لونڈی آقا پر حرام نہیں ہوجاتی۔

چھبیسواں مسئلہ: شیعہ کی معتبر کتاب حدیث استبصار ص ۱۳۰ میں تصریح ہے کہ اپنی عورت سے خلاف فطری حرکت کرنا جائز ہے۔ بلکہ اسکے متعلق ایک عجیب روایت کتاب مذکور جلد ۲ ص ۳۰ میں یوں لکھی ہے: عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ یَاْتِیَ الْمَرْأَۃَ فِیْ ذٰلِکَ الْمَوْضِعِ وَفِی الْبَیْتِ جَمَاعَۃٌ فَقَالَ لِیْ وَرَفَعَ صَوْتَہٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ کَلَّفَ مَمْلُوْکَہٗ مَالَا یُطِیْقُ فَلْیَبِعْہُ ثُمَّ نَظَرَ فِیْ وُجُوْہِ اَھْلِ الْبَیْتِ ثُمَّ اَصْغٰی اِلَیَّ فَقَالَ لَا بَاْسَ بِہٖ۔ ترجمہ: حماد بن عثمان روایت کرتا ہے کہ میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اپنی عورت کی مقعد میں دخول کرنا کیسا ہے؟ اس وقت چونکہ آپ کے پاس بہت آدمی بیٹھے تھے۔ آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ اپنے غلام سے اس کی طاقت سے بڑھ کر خدمت لینی جائز نہیں بلکہ اسے فروخت کردینا چاہیئے۔ (غرض یہ تھی کہ اور لوگ یہ سمجھیں کہ اس نے غلام کے متعلق مسئلہ پوچھا ہے) راوی کہتا ہے۔ دوسرے لوگوں کے مُنہ کو دیکھ کر آپ نے اپنا مُنہ جھکا کر مجھے چپکے سے یہ فرمایا کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام عالی مقام علانیہ طور پر یہ مسئلہ بتانے سے شرماتے تھے۔ لوگوں کو مغالطہ میں ڈال کر راوی کے کان میں کہہ دیا کہ ہاں! اس فعل میں کچھ حرج نہیں ہے۔

فروعِ کافی جلد ۲ ص ۲۳۴ میں ہے:۔ قُلْتُ لِلرِّضَا عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ رَجُلًا مِنْ مَوَالِیْکَ اَمَرَنِیْ لَا اَسْئَلَکَ عَنْ مَسْئَلَۃٍ ھَابَکَ وَاسْتَحْیٰ مِنْکَ اَنْ یَّسْئَلَکَ قَالَ وَمَا ھُوَ قَالَ اَلرَّجُلُ یَاْتِیْ اِمْرَأَتَہٗ فِیْ دُبُرِھَا قَالَ ذٰلِکَ لَہٗ قُلْتُ فَاَنْتَ تَفْعَلُ ذٰلِکَ قَالَ اِنَّا لَا نَفْعَلُ ذٰلِکَ۔

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ کا غلام ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے۔ آپ سے مارے دہشت و شرم کے نہیں پوچھ سکتا۔ فرمایا کیا ہے؟ میں نے کہا مرد اپنی عورت کی مقعد میں ادخال کرسکتا ہے؟ آپ نے کہا۔ ہاں اسے اجازت ہے۔ میں نے کہا۔ آپ بھی ایسا کیا کرتے ہیں؟ کہا ہم ایسا نہیں کیا کرتے۔ (خود را فضیحت، دیگراں را نصیحت)

ستائیسواں مسئلہ :۔ شیعہ مذہب میں اپنی عورت کی شرمگاہ کو بوسہ دینا چومنا جائز ہے۔

فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ میں ہے :۔ عَنْ عَلِیِّ ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا الْحَسَنِ عَنِ الرَّجُلِ یُقَبِّلُ فَرْجَ اِمْرَأَتِہٖ قَالَ لَا بَأْسَ (ترجمہ) حضرت علی بن جعفر سے روایت ہے کہ میں نے امام ابوالحسن سے دریافت کیا کہ مرد اپنی عورت کی شرمگاہ کو چوم سکتا ہے ؟ آپ نے کہا کچھ حرج نہیں ہے ۔

اٹھائیسواں مسئلہ :۔ اپنی عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا بھی مضائقہ ندارد۔ اسی کتاب کے صفحہ مذکورہ میں ہے عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی الرَّجُلِ یَنْظُرُ اِلٰی اِمْرَأَتِہٖ وَھِیَ عُرْیَانَۃٌ قَالَ لَا بَأْسَ بِذٰلِکَ وَھَلِ اللَّذَّۃُ اِلَّا ذٰلِکَ ۔ (ترجمہ) اسحاق بن عمار نے صادق سے دریافت کیا کہ مرد اپنی عورت کی شرمگاہ بحالتِ برہنگی دیکھ سکتا ہے ؟ آپ نے کہا کیا مضائقہ بلکہ مزہ تو اسی میں ہے ۔ حاشا و کلا ائمہ طاہرین کی طرف ایسے حیا کش مسائل منسوب کرنا ان کی غایت درجہ کی توہین ہے۔ ایسی باتیں تو شہوانی مزاج تماشہ بین کرنے سے بھی شرماتے ہیں۔

انتیسواں مسئلہ :۔ عاریۃ الفرج (شرمگاہ دوسرے کو عاریۃً دے دینا) بھی جائز لکھا ہے :

استبصار جلد ۲ صفحہ ۷۵ میں ہے :۔ سَاَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ عَارِیَۃِ الْفُرُوْجِ قَالَ لَا بَأْسَ بِہٖ ۔ (ترجمہ) "امام صادق علیہ السلام سے مسئلہ عاریۃ الفروج دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا مضائقہ نہیں"

تیسواں مسئلہ : جناب امیر علیہ السلام کی طرف ایک مسئلہ منسوب کیا گیا ہے جو عقلاً و نقلاً قابلِ تسلیم نہیں ، وہ یہ کہ ایک عورت جنگل میں اکیلی جا رہی تھی۔ اس کو سخت پیاس لگی۔ ایک اعرابی سے پانی مانگا۔ اس نے کہا، اس شرط پر پانی دیتا ہوں کہ مجھ سے ہمبستر ہو۔ مجبوراً عورت نے مان لیا۔ اعرابی نے منہ کالا کیا۔ عورت امیر المؤمنین عمر رضؓ کے دربار میں آکر اقبالی ہوئی۔ آپ نے سنگساری کا حکم دیا۔ جناب امیر رضؓ نے کہا کوئی جرم نہیں ہوا، عورت کی رضامندی سے یہ فعل ہوا۔ پس یہ نکاح ہو گیا۔ چلو چھٹی ہو گئی۔ چنانچہ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ میں ہے :۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ جَاءَتْ اِمْرَأَۃٌ اِلٰی عُمَرَ فَقَالَتْ اِنِّیْ زَنَیْتُ فَطَھِّرْنِیْ فَاَمَرَ بِھَا اَنْ تُرْجَمَ فَاُخْبِرَ بِذٰلِکَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ صَلَوٰۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فَقَالَ کَیْفَ زَنَیْتِ فَقَالَتْ مَرَرْتُ بِالْبَادِیَۃِ فَاَصَابَنِیْ عَطَشٌ شَدِیْدٌ فَاسْتَسْقَیْتُ اَعْرَابِیًّا فَاَبٰی اَنْ یَسْقِیَنِیْ اِلَّا اَنْ اُمَکِّنَہٗ مِنْ نَفْسِیْ فَلَمَّا اَجْھَدَنِی الْعَطَشُ وَخِفْتُ عَلٰی نَفْسِیْ سَقَانِیْ فَاَمْکَنْتُہٗ مِنْ نَفْسِیْ فَقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ تَزْوِیْجٌ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ ۔

ترجمہ :۔ صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت عمر رضؓ کے پاس آئی اور کہا، میں نے زنا کیا ہے۔ آپ مجھے پاک کیجئے۔ آپ نے سنگساری کا حکم دیا۔ جناب امیر رضؓ کو اس بات کی

اطلاع ہوئی، آپ نے عورت سے پوچھا۔ تُونے کس طرح زنا کیا۔ اس نے کہا مَیں جنگل میں جا رہی تھی، مجھے سخت پیاس لگی۔ ایک اعرابی سے پانی مانگا۔ اس نے کہا مجھ سے ہمبستری کرلے تو پانی دوں گا۔ جب پیاس نے مجھے بے تاب کیا اور مرجانے کا اندیشہ ہُوا تو مَیں نے اسے اپنے نفس پر قابو دیا۔ امیرؓ نے فرمایا بخدا یہ تو نکاح ہو گیا ہے۔"

جائے غور ہے کہ متعہ تو شیعہ کے ہاں مروّج تھا ہی۔ اس روایت پر عمل کیا جائے تو زنا کا بھی دُنیا سے نام ہی اُٹھ جائے۔ بازاری عورتوں سے جو لوگ زنا کا ارتکاب کرتے ہیں اس میں بھی عورت و مرد باہم راضی ہو جاتے ہیں۔ یہاں تو صرف پانی پلایا گیا وہاں روپیہ بھی دیا جاتا ہے۔ اور یہاں پیاس کی مجبوری تھی وہاں بھوک ستاتی ہے۔ پھر وہ بطریق اولیٰ ہو گیا، زنا نہ رہا۔ تعجب ہے کہ ارکانِ نکاح دو گواہ و ایجاب و قبول سے ایک بات بھی نہ ہوئی۔ عورت مجبوری سے بدکاری پر راضی ہو گئی۔ اس کی کانشنس نے اسے شرمندہ کیا۔ وہ سمجھتی تھی کہ مَیں نے خلافِ شرع زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ خوفِ عقبیٰ سے دربارِ شریعت میں گئی تاکہ سزا ہو کر عفوِ جرم ہو۔ امیرؓ نے حکم دے دیا۔ سزا کی ضرورت ہی نہیں ہے بلکہ یہ تو نکاح میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ کس قدر بہتان امیرؓ پر ہے۔ مخالفِ اسلام یہ واقعہ سُن لے تو وہ کیا کچھ نہ کرے۔ یہ شیعیانِ علی ہیں جو آپ کو یوں مطعون کرتے ہیں ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم	که با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

کسی نے سچ کہا ہے: "دشمنِ دانا بہ از نادان دوست"۔

اکتیسواں مسئلہ: شیعہ مذہب میں ہے کہ عورت اونٹ پر سوار ہو اور مرد جماع کرنا چاہے تو بھی اُسے انکار نہ کرنا چاہئے۔ تحفۃ العوام صد ۲۷۶ میں ہے۔ "شوہر کو منع نہ کرے جماع سے اگرچہ پشتِ شتر پر ہو۔"

اللہ رے بے شرمی!

بتیسواں مسئلہ: لڑکے کو ختنہ تو سب لوگ کیا کرتے ہیں۔ شیعہ مذہب کی رُو سے لڑکیوں کو بھی ختنہ کرنا چاہئے۔ فروع کافی جلد ۲ صد ۲۷۱ میں ہے: عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اَلْخِتَانُ سُنَّۃٌ فِی الرِّجَالِ وَمَکْرُمَۃٌ فِی النِّسَآءِ۔ (ترجمہ) "امام صادق علیہ السلام نے فرمایا، ختنہ لڑکوں میں تو سنّت ہے، اور عورتوں میں باعثِ فضیلت ہے۔"[1] ایسا ہی حق الیقین اُردو صد ۲۷ میں ہے۔ "ختنہ کا حکم سُنتِ واجبہ ہے پسر کے لئے، اور دختر کے لئے شوہر کے نزدیک اس کی قدر و منزلت کا باعث ہے۔" واہ چہ خوش!!

---

[1] ایسا ہی فروع کافی جلد ۲ صد ۲۱۹ میں ہے)

تینتیسواں مسئلہ :۔ شیعہ مذہب کے رُو سے خصّی مرد سے عورتوں کو پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فروع کافی جلد ۲ صـ۲۳۱ میں ہے :۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِیْلَ بن بُزَیْعٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنْ قِنَاعِ الْحَرَائِرِ مِنَ الْخُصْیَانِ قَالَ کَانُوْا یَدْخُلُوْنَ عَلٰی بَنَاتِ اَبِی الْحَسَنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَلَا یَتَقَنَّعْنَ قُلْتُ فَکَانُوْا اَحْرَارًا قَالَ لَا قُلْتُ فَالْاَحْرَارُ یُتَقَنَّعُ مِنْهُمْ قَالَ لَا ۔

(ترجمہ) محمد بن اسمٰعیل کہتا ہے ۔ میں نے امام رضاء سے پُوچھا۔ کیا اصیل عورتوں کو خصّی مردوں سے پردہ کرنا چاہیئے۔ آپ نے کہا۔ خصّی مرد ابوالحسن کی لڑکیوں کے سامنے ہُوا کرتے تھے۔ راوی نے کہا۔ کیا وہ مرد اصیل تھے۔ کہا نہیں ۔ پھر راوی نے کہا۔ کیا اصیل خصّی مرد سے پردہ کرنا چاہئے، کہا نہیں ۔

چونتیسواں مسئلہ : جلق (مشت زنی) کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ فروع کافی جلد ۲ صـ۲۳۴ میں ہے عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ سُئِلْتُہٗ عَنِ الْجَلْقِ قَالَ نَاکِحُ نَفْسِهٖ لَا شَیْءَ عَلَیْهِ ۔

(ترجمہ) امام جعفر صادق رضؓ سے دربارہ جلق (مشت زنی) دریافت کیا گیا۔ آپ نے کہا ۔ اپنے وجود سے فعل کرتا ہے ۔ اسے کوئی مواخذہ نہیں ہے ۔

پینتیسواں مسئلہ : شیعہ کی مستند کتاب فروع کافی جلد ۲ صـ۲۵۲ میں لکھا ہے کہ جو شخص محرم عورتوں ماں، بہن، بیٹی وغیرہ سے نکاح کر کے جماع کر لے اس کو زنا نہیں کہتے ۔ بلکہ من وجہٍ یہ فعل حلال ہے اور من وجہٍ حرام ہے۔ اس کو سفاح کہیں گے زنا نہیں کہہ سکتے ۔ اولاد پیدا ہو، اس کو اولاد زنا کہنا جائز نہیں ہے ۔ جو ایسے مولود کو ولدالزنا کہے وہ قابلِ سزا ہے۔ ملخّص عبارت یوں ہے :۔ اَلَّذِیْ یَتَزَوَّجُ ذَوَاتِ الْمَحَارِمِ الَّتِیْ ذَکَرَہُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ تَحْرِیْمَهَا فِی الْقُرْاٰنِ مِنَ الْاُمَّهَاتِ وَالْبَنَاتِ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَةِ کُلُّ ذٰلِکَ حَلَالٌ مِّنْ جِهَةِ التَّزْوِیْجِ حَرَامٌ مِنْ جِهَةِ مَا نَهَی اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَنْهُ لَا یَکُوْنَ اَوْلَادُهُمْ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ اَوْلَادَ الزِّنَا وَمَنْ قَذَفَ الْمَوْلُوْدَ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ جُلِدَ الْحَدَّ لِاَنَّهٗ مَوْلُوْدٌ بِتَزْوِیْجٍ مُشْتَدَّةٍ ۔ (ترجمہ) جو شخص محرم عورتوں کو جن کی حرمت کا خدا نے قرآن میں ذکر کیا ہے، ماؤں، بیٹیوں وغیرہ سے (جن کا آخر آیت تک ذکر ہے) نکاح کریں۔ یہ سب حلال ہیں نکاح کی جہت سے! اور حرام ہیں اسوجہ سے کہ اللہ نے اس سے منع فرمایا ہے اور انکی اولاد اسوجہ سے اولاد زنا نہیں ہے۔ جو شخص ان لڑکوں کو جو اس وجہ سے پیدا ہوں تہمت دے (کہ وہ ولدالزنا ہیں) اسکو سزائے تازیانہ دی جائیگی۔ کیونکہ وہ نکاح صحیح سے پیدا ہوتے ہیں۔

اللہ اللہ! شیعہ کے مسائل کا کیا کہنا۔ شاعر کہتا ہے :؎

یُلَازِمُکَ الْخَطَاءُ بِکُلِّ رَاْیٍ ۔ لَعَمْرِیْ اَنْتَ اَذْکَی الْاَذْکِیَاءِ

چھتیسواں مسئلہ:۔ شیعہ مذہب کے نزدیک سُنّی مسلمان، کُتّے اور ولدالزنا سے بھی بُرا ہے۔

فروع کافی جلد ۱ صٓ پر ہے:۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَاتَغْتَسِلْ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِیْ یَجْتَمِعُ فِیْھَا غُسَالَۃُ الْحَمَّامِ فَاِنَّ فِیْھَا غُسَالَۃَ وَلَدِ الزِّنَا وَھُوَ لَا یَطْھُرُ اِلٰی سَبْعَۃِ اٰبَاءٍ وَفِیْھَا غُسَالَۃُ النَّاصِبِ وَھُوَ شَرُّھُمَا اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَخْلُقْ خَلْقًا اَھْوَنَ مِنَ الْکَلْبِ وَاِنَّ النَّاصِبَ اَھْوَنُ عَلَی اللّٰہِ مِنَ الْکَلْبِ (ترجمہ) "امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ ایسے کنویں کے پانی سے مت نہاؤ جن میں حمام کا مستعمل پانی پڑتا ہے۔ کیونکہ اس میں ولدالزنا کے بدن کا پانی بھی گرا ہوا ہوتا ہے اور ولدالزنا سات پشت تک پاک نہیں ہوسکتا۔ اور اس میں ناصبی[1] (سُنّی) کے بدن سے گرا ہوا پانی بھی ہوتا ہے اور وہ ناصبی (سُنّی) ولدالزنا اور کُتّے سے بھی بدتر ہے۔ خدا نے تمام مخلوق سے بُرا کُتّے کو بنایا ہے اور ناصبی کُتّے سے بھی بُرا ہے۔"

دیکھو! شیعہ صاحبان سُنّیوں کو کُتّے اور ولدالزنا سے بھی بُرا سمجھتے ہیں۔ پھر اگر سُنّی ان سے برتاؤ کریں تو اُن سے بڑھ کر کون بے غیرت ہوسکتا ہے!

سینتیسواں مسئلہ:۔ شیعہ کے عقیدہ کی رُو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے اصحابِ ثلاثہ و ازواجِ پاک پر لعنت و تبرا اہلِ ثواب ہے۔ چنانچہ بحوالہ تحفۃ العوام لکھا جاچکا ہے۔ اور نیز حق الیقین صہ ۵ٓ۸ٓ۶ میں ہے "اور ہمارا اعتقاد اس برأت (تبرا) میں یہ ہے کہ بیزاری طلب کرنا چاہئے چاروں بتوں سے یعنی ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ و معاویہؓ اور چاروں عورتوں سے یعنی عائشہؓ، حفصہؓ و ہندہؓ و ام الحکم سے اور ان کے تمام اتباع و اشیاع سے۔"

دیکھو شیعہ ہمارے بزرگانِ دین اصحابِ ثلاثہ رضؓ کو بُت قرار دیتے ہیں۔ ان کو اور اُمّہات المؤمنین ازواجِ رسول کو لعنت و تبرا دینا واجب سمجھتے ہیں اور اس لعنت و تبرا میں تمام دوستدارانِ اصحابِ ثلاثہ و ازواجِ پاک کو بھی شریک کرتے ہیں۔ پھر اگر ہم ایسوں کو کافر کہیں تو ہمیں متعصب اور اتفاق میں خلل انداز سمجھا جاتا ہے:۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اڑتیسواں مسئلہ:۔ شیعہ کے نزدیک ان ائمہ اہلِ بیت پر بھی لعنت و تبرا بھیجنا واجب ہے جنہوں نے

---

[1] شیعہ سُنّی کو ناصبی کہتے ہیں۔ جیسے حق الیقین صہ ۵ٓ۲ٓ۳ میں ابن ادریس نے کتاب السرائر میں روایت کی کہ لوگوں نے امام علی نقی کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ آیا ہم ناصبی کے جاننے اور پہچاننے میں اس سے زیادہ کے محتاج ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین پر ابوبکرؓ و عمرؓ کو مقدم جانے اور ان کی امامت کا اعتقاد رکھے۔ حضرت نے جواب دیا کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے وہ ناصبی ہے

دعویٰ امامت کیا چنانچہ حق الیقین صـ ۶۳۶ میں لکھا ہے کہ ثلاثہ دشمنانِ اہل بیت اور معاویہ و یزید و دیگر مخالفین اہلبیت سے بیزاری واجب ہے کیونکہ اُنھوں نے خلافت کا جھوٹا دعویٰ کیا بلکہ خلفائے اسمٰعیلیہ اور زیدیہ سے بھی بیزاری واجب ہے۔ کیونکہ انہوں نے امامت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔

ہمارے تو رہے، شیعانِ علی رضؓ کے دستِ ستم سے اولادِ علی رضؓ (اہلبیت) بھی نہ بچ سکے اور ثلاثہ رضؓ تو کس شمار میں ہیں:

صوفی و رند دونوں تیرے غمزہ سے تباہ   خانقاہ گر ہے ویراں تو خرابات خراب

انتالیسواں مسئلہ:۔ شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صـ ۱۱۴ میں ہے کہ حضرت امام کہ حضرت امام زین العابدین نے یزید کی بیعت کی عبارت یہ ہے:۔ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلیٰ عَلِیِّ ابْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ فَقَالَ لَہٗ مِثْلَ مَقَالَتِہٖ لِلْقُرَشِیِّ فَقَالَ لَہٗ عَلِیُّ بْنُ حُسَیْنٍ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ اَرَأَیْتَ اِنْ لَمْ اُقِرَّ لَکَ اَلَیْسَ تَقْتُلُنِیْ کَمَا قَتَلْتَ الرَّجُلَ بِالْاَمْسِ فَقَالَ لَہٗ یَزِیْدُ لَعْنَۃُ اللّٰہِ بَلٰی فَقَالَ لَہٗ عَلِیُّ ابْنُ حُسَیْنٍ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ قَدْ اَقْرَرْتُ لَکَ بِمَا سَأَلْتَ اَنَا عَبْدٌ مُکْرَہٌ لَکَ فَاِنْ شِئْتَ فَاَمْسِکْ وَاِنْ شِئْتَ فَبِعْ فَقَالَ لَہٗ یَزِیْدُ لَعْنَۃُ اللّٰہِ اَوْلٰی لَکَ حَقَنْتَ دَمَکَ وَلَمْ یَنْقُصْکَ ذٰلِکَ مِنْ شَرَفِکَ

(ترجمہ) پھر یزید نے امام زین العابدین کے پاس آدمی بھیجا اور ان کو وہی بات کہی جو قریشی مرد کے ساتھ کہی تھی۔ امام نے کہا یہ تو بتاؤ کہ میں (تمہاری بیعت کا) اقرار نہ کروں تو مجھے قتل کر دے گا جیسا کہ کل مردِ قریشی قتل کر دیا گیا ہے۔ یزید نے کہا ہاں ایسا ہی ہوگا۔ امام زین العابدین نے کہا۔ میں تیری خلافت کو تسلیم کرتا ہوں۔ میں تو تمہارا مجبور غلام ہوں۔ خواہ مجھے اپنے پاس رکھو یا فروخت کر دو۔ یزید نے کہا تُو نے اچھا کیا ہے، اپنی جان بچالی ہے اور تیری شان میں کمی نہیں ہوئی۔

غور کرو شیعہ کہا کرتے ہیں کہ اہل السنۃ والجماعۃ یزید کو خلیفہ مانتے ہیں۔ اہل سُنّت تو اس فاسق کو کبھی خلیفہ تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن شیعہ ہیں کہ امام زین العابدین کی بیعت کے قائل ہیں۔ بھلا یہ کس طرح مانا جا سکتا ہے کہ ایک قریشی تو اس ملعون کی بیعت کرنے پر موت کو ترجیح دے اور امام سجاد زین العابدین جو اس امام عالی مقام کے فرزند تھے جنہوں نے صرف بیعت نہ کرنے کی وجہ سے اپنی اور اپنے اہلبیت کی جان قربان کر دی۔ ان سے یزید کی غلامی کا اقرار اپنی اکیلی جان کی خاطر کب متصور ہو سکتا تھا۔ اس سے تو ثابت ہوتا ہے معاذ اللہ ایک عام قریشی بھی امام موصوف سے استقامت میں بڑھ نکلا کہ ایک فاسق و فاجر کی بیعت پر اپنی جان کی قربانی کو ترجیح دی لیکن امام نے جان کو ایمان سے زیادہ عزیز سمجھا۔ اِنْ ھٰذَا اِلَّا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ۔

چالیسواں مسئلہ: تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔

جس کی ادائیگی پر وہ خود مجبور ہے۔ لیکن شیعہ کا عقیدہ ہے کہ بعض شیعہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا فریضہ ادا کریں تو بعض نہ کرنے والوں کی تلافی ہو جاتی ہے۔ گویا یہ سب امور فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہیں۔

اصولِ کافی ص۵۸۵ میں ہے:۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَیَدْفَعُ بِمَنْ یُّصَلِّیْ عَمَّنْ لَا یُصَلِّیْ مِنْ شِیْعَتِنَا وَلَوْ اَجْمَعُوْا عَلٰی تَرْکِ الصَّلٰوۃِ لَھَلَکُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ لَیَدْفَعُ بِمَنْ یُّزَکِّیْ مِنْ شِیْعَتِنَا عَمَّنْ لَا یُزَکِّیْ وَلَوْ اَجْمَعُوْا عَلٰی تَرْکِ الزَّکٰوۃِ لَھَلَکُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ لَیَدْفَعُ بِمَنْ یَّحُجُّ مِنْ شِیْعَتِنَا عَمَّنْ لَا یَحُجُّ وَلَوْ اَجْمَعُوْا عَلٰی تَرْکِ الْحَجِّ لَھَلَکُوْا وَھُوَ قَوْلُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ فَوَاللّٰہِ مَا نَزَلَتْ اِلَّا فِیْکُمْ وَلَا عَنٰی بِھَا غَیْرَکُمْ ٭ (ترجمہ) امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نماز پڑھنے والے شیعوں کے طفیل بے نمازوں کو بچا لیتا ہے۔ اور اگر ہمارے سارے شیعہ بے نماز ہو جائیں تو سب ہلاک ہو جائیں۔ اسی طرح زکوٰۃ دینے والے شیعوں اور حج کرنے والوں کے طفیل نہ زکوٰۃ دینے اور حج کرنے والے شیعہ بچ جاتے ہیں ورنہ سب ہلاک ہو جائیں۔ یہی مفہوم ہے اس آیت کا کہ اگر خدا بعض لوگوں کے طفیل بعض کی مدافعت نہ کرے تو زمین تباہ ہو جائے۔ بخدا یہ آیت صرف تم شیعوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے غیر بالکل مراد نہیں ہیں۔"

پھر تمام شیعوں کو کیا پڑی ہے کہ نماز، روزہ و حج و زکوٰۃ کی اصالتاً تکلیف کریں۔ آخر دنیا میں کچھ نہ کچھ ایسے شیعہ بھی موجود ہوں گے جو یہ فرائض ادا کر چھوڑتے ہیں۔ پھر ان کی بدولت یہ سب بے نماز بے روزہ، حج و زکوٰۃ کے تارکین کو اللہ امان دے گا۔

خوب! شیعہ صاحبان کے لئے بہت سے دیگر اعمال ایسے موجود ہیں جن کی بدولت بے تعداد فرشتے پیدا ہو جاتے ہیں جو قیامت تک ان نیک اعمال کے بجا لانے والوں کے لئے تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں اور وہ سب نیکی ان نیک مردوں کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہے جیسا کہ متعہ جیسا کارِ ثواب کرنے والے ہیں۔ (کما مرّ)

یہ بھی کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ اگرچہ بنائے اسلام پانچ ہیں: نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ولایت۔ سب سے فضیلت ولایت کو ہے جیسا کہ اصولِ کافی میں ہے۔ نیز جناب امیر علیہ السلام کی ولائت کے قائل ہو جانے سے شیعہ صاحبان داخلِ جنت ہو سکتے ہیں۔ بالخصوص جب سال بھر میں ایک دفعہ غمِ امام حسین رضؓ میں سینہ کوبی کر لیں۔ پھر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ایسی صعوبات میں پڑنے کی انہیں کیا ضرورت ہے۔

اکتالیسواں مسئلہ:۔ شیعہ حضرات شیخینؓ کو لعنت و تبرا کہنا اتنا بڑا ثواب سمجھتے ہیں کہ ایک دفعہ لعنت کرنے

سے سات کروڑ نیکی کا درجہ ملتا اور سات کروڑ نیکی کا درجہ ملتا اور سات کروڑ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کا فخر المحققین میرزا ابو الفضل اسے یوں نقل کرتا ہے :۔

"بالجملہ خاتمہ ایں بحث را بنقل یک حدیث در ثواب لعن جبت وطاغوت کہ در عرف اہل بیت عبارت از تیم وعدی است وگاہ بمطلق غاصبین حقوق ثمرات زاکیہ تاویل شدہ اختصار میکنم فاضل زاہد ورع اخوند ملا محمد کاظم ہزار جریبی کہ تلامذہ استاد اعالم آقائے بہبہانی قدس سرہ بودہ وخود از فضلائے محدثین وعرفائے مخلصین است۔ در کتاب اجمع الفضائح از ابوحمزہ شمالی رضی اللہ عنہ حدیث میکند کہ وے از امام ہمام زین العابدین وسید الساجدین علیہ السلام روائت کردہ قَالَ مَنْ لَعَنَ الْجِبْتَ وَالطَّاغُوْتَ لَعْنَةً وَاحِدَةً كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ سَبْعِيْنَ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَةٍ حَسَنَةً وَمَحٰى عَنْهُ اَلْفَ اَلْفِ سَيِّئَةٍ وَرَفَعَ لَهٗ سَبْعِيْنَ اَلْفَ اَلْفَ دَرَجَةً وَمَنْ اَمْسٰى يَلْعَنُهُمَا لَعْنَةً وَاحِدَةً كُتِبَ مِثْلَ ذٰلِكَ قَالَ مَوْلَانَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ فَدَخَلْتُ عَلٰى مَوْلٰينَا اَبِيْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدٍ الْبَاقِرِ فَقُلْتُ يَا مَوْلَائِيْ حَدِيْثٌ سَمِعْتُهٗ مِنْ اَبِيْكَ قَالَ هَاتِ يَا شَمَالِيْ فَاَعَدْتُ عَلَيْهِ الْحَدِيْثَ قَالَ نَعَمْ يَا شَمَالِيْ اَتُحِبُّ اَنْ اَزِيْدَكَ فَقُلْتُ بَلٰى يَا مَوْلَائِيْ فَقَالَ مَنْ لَعَنَهُمَا لَعْنَةً وَاحِدَةً فِيْ كُلِّ غَدَاةٍ لَمْ يُكْتَبْ عَلَيْهِ ذَنْبٌ فِيْ ذَالِكَ الْيَوْمِ حَتّٰى يُمْسِيَ وَمَنْ اَمْسٰى وَلَعَنَهُمَا لَمْ يُكْتَبْ عَلَيْهِ ذَنْبٌ فِيْ لَيْلَتِهٖ حَتّٰى يُصْبِحَ قَالَ فَمَضٰى اَبُوْ جَعْفَرٍ فَدَخَلْتُ عَلٰى مَوْلَانَا الصَّادِقِ فَقُلْتُ حَدِيْثٌ سَمِعْتُهٗ مِنْ اَبِيْكَ وَجَدِّكَ فَقَالَ يَا اَبَا حَمْزَةَ فَاَعَدْتُ عَلَيْهِ الْحَدِيْثَ فَقَالَ حَقًّا يَا اَبَا حَمْزَةَ ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَيُرْفَعُ اَلْفَ اَلْفَ دَرَجَةٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ كَرِيْمٌ

(ترجمہ) جو شخص جبت وطاغوت (ابوبکرؓ وعمرؓ) کو ایک دفعہ لعنت کرے تو اللہ تعالےٰ اس کو سات کروڑ نیکی کا ثواب دیتا ہے اور سات کروڑ گناہ معاف کرتا ہے اور اس کے سات کروڑ درجے بلند کرتا ہے۔ جو شام کو اُن دونوں پر ایک دفعہ لعنت کرے اور اسی قدر اس کو ثواب حاصل ہوتا ہے۔ کہا جب حضرت زین العابدین گزر گئے تو میں حضرت امام باقر کے پاس آیا اور کہا کہ جناب میں نے ایک حدیث آپ کے والد ماجد سے سُنی ہے۔ فرمایا بتاؤ اے شمالی۔ میں نے وہ حدیث سنائی تو فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ کیا تُو چاہتا ہے کہ میں مزید بتاؤں۔ میں نے کہا ہاں حضور۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص ہر صبح کو ایک دفعہ دونوں پر لعنت کرے اس رات کو اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا شام تک اور جو شام کو ان دونوں پر لعنت کرے اس رات کو اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا صبح تک۔ کہا جب محمد باقر گزر گئے تو میں امام صادق علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے آپ کے باپ دادوں سے ایک حدیث سُنی ہے۔ آپ نے فرمایا بتاؤ اے ابوحمزہ۔ میں نے حدیث سُنائی۔ فرمایا بالکل درست ہے پھر فرمایا اس کے سات کروڑ درجے بھی بلند ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا اللہ تعالےٰ واسع الرحمت اور کریم ہے۔

جائے غور ہے کہ اللہ تعالیٰ تو بتوں کو بھی بُرا کہنے سے منع کرے اور جناب باقر علیہ السلام فرمائیں کہ سِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُہٗ کُفْرٌ یعنی مسلمان کو بُرا کہنا کبیرہ جُرم ہے اور اس سے لڑنا کُفر ہے۔ امام ممدوح کے متبع لعنت کو ثوابِ عظیم اور باعثِ رفع درجات سمجھتے ہیں۔ اگر یہ درست ہے تو شیعوں کو نماز و روزہ حج و زکوٰۃ وغیرہ عبادات کی ادائیگی کی ضرورت کیا ہے۔ جب وہ لعنت لعنت کا وِرد کر کے پورے لعنتی بن جائیں تو نیکیاں ان کے نامۂ اعمال میں درج ہو جاتی ہیں اور کروڑوں گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور کروڑوں درجے بلند ہو جاتے ہیں۔ دن کو لعنت کا وظیفہ کر لیں تو دن بھر گناہ کرتے پھریں۔ ان کا کوئی گناہ شام تک نہیں لکھا جاتا۔ اور رات کے وظیفہ کے بعد صبح تک کوئی بدی نہیں لکھی جاتی۔ تو چلو چھٹی ہوئی۔ چوری، زنا، شراب خوری حرام کاری وغیرہ سب بدمعاشیاں کرتے رہیں، ان کو کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ ایسے عقائد، ایسے مذہب کا کیا کہنا!

بیالیسواں مسئلہ: شیعہ نہ صرف فاتح روم و فارس خُسرِ نبیؐ و دامادِ علیؓ حضرت عمرؓ کو ہی معاذاللہ کافر کہتے ہیں بلکہ تمام اہلِ سُنّت والجماعت کو جو اُن کو اپنا پیشوائے دین سمجھتے ہیں، کافر کہتے ہیں۔ چنانچہ مُلّا باقر مجلسی اپنی کتاب حیات القلوب میں لکھتا ہے: "و شکّے نیست در کفر عمرؓ و کسے کہ عمر را مسلمان داند۔" پھر اگر ہم غالی شیعہ کو کافر کہیں تو ہمیں کیوں ملامت کی جاتی ہے۔ ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

آمدم بر سرِ مطلب

مضمون اتنا لمبا ہو گیا ہے کہ اصل مضمون سے ہم بہت دُور جا پڑے ہیں۔ حدیثِ ثقلین کی بحث ہو رہی تھی۔ جو شیعہ خلافت بلافصل جناب امیر رضی اللہ عنہ پر ایک دلیل پیش کرتے ہیں۔ سو ثقل اکبر قرآن کریم سے شیعہ کے انکار کو زبردست دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ پھر ثقل اصغر ائمہ اہلِ بیت کی ہتک و توہین کی تشریح بھی کر دی گئی ہے اور یہ کہ ائمہ اطہار کے ذمے شیعہ ایسے گندے اور متعفن شرمناک مسائل منسوب کرتے ہیں جو ان کی سراسر ہتک و توہین ہے۔ اِس لئے شیعہ کو حدیثِ ثقلین دائرہ اسلام سے ہی خارج کئے دیتی ہے۔ کجا یہ بات کہ وہ اِس سے استدلال کر سکیں۔

شیعہ کی دلیلِ پنجم

ایک اور دلیل آیتِ ذیل سے دی جاتی ہے :-
قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (میں تم سے اس تبلیغ پر اجر نہیں مانگتا ہاں یہ چاہتا ہوں کہ قرابت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو۔)
اِس آیت کا شیعہ حضرات یہ معنی کرتے ہیں "کہ میں تم سے اور تو کچھ اجر نہیں مانگتا ۔ اتنا اجر مانگتا ہوں کہ میرے قریبیوں (اہلِ بیت) سے دوستی رکھو۔"
اِس آیت میں بھی مسئلہ خلافت علی رض پر کوئی اشارہ تک نہیں پایا جاتا۔ اگر یہی معنی تسلیم کر لیا جائے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے اقرباء سے دوستی رکھنا ضروری ہے تو اہلِ سُنّت کو اس سے کب انکار ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت علی رض کو پہلا خلیفہ مان لو۔ جناب ممدوح خود اس کو مطالبۂ قبل از وقت قرار دیتے ہیں جیسے کہ آگے ذکر ہوگا۔ اور حضرت علی رض کو خلیفہ رابع تسلیم کرنے سے بھی محبت اور مودّت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اور اگر آیت کا وہ معنی کریں جو شیعہ کرتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ نبوت پر حرف آتا ہے۔ جب حق تعالیٰ نے تمام دیگر انبیاء کا مقولہ قرآنِ کریم میں بیان فرمایا ہے کہ ہم تبلیغ رسالت پر کچھ اجر نہیں مانگتے تو ختم المرسلین ص کی نسبت یہ اعتقاد کہ آپ اس امر پر اجر طلب کرتے تھے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی شانِ اقدس کے منافی ہے۔ نیز یہ آیت دوسری آیت کے مخالف ہو جاتی ہے جو یوں ہے: قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (کہہ دے کہ میں تم سے تبلیغِ رسالت پر کسی قسم کا اجر نہیں مانگتا نہ کچھ تکلیف چاہتا ہوں۔)
اگر آیت کا مضمون یہ ہو کہ میں تم سے اور تو کچھ اجر نہیں چاہتا ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ تم میرے رشتہ داروں سے دوستی کرو، جس کا دوسرا معنی یہ ہوگا کہ ان سے مروّت و سلوک کرو۔ ان کی مالی اور جانی امداد کرتے رہو تو یہ رسالت نہیں بلکہ خود غرضی میں داخل ہوگا جس کا آنحضرت ص کی نسبت گمان کرنا بھی کفر ہے علاوہ اس کے چونکہ قرآن میں اس قسم کے اقوال جو انبیاء کرام کی طرف سے بیان ہوئے ہیں ان سب میں مخاطب قومِ کفار ہے۔ پھر اس صورت میں یہ قباحت لازم آتی ہے کہ کفار جبکہ رسالت مآب سے دشمنی رکھتے تھے تو اس حالت میں آپ ان کو کس طرح کہہ سکتے تھے کہ تم میرے رشتہ داروں سے محبت و دوستی رکھو۔
نیز آیت میں لفظ اَلْقُرْبٰى واقع ہے، ذَوِی الْقُرْبٰى نہیں۔ سو قُربٰی کے معنی رشتہ داری ہے۔ رشتہ دار

اس کا معنی ہرگز نہیں ہو سکتا۔

صحیح مفہوم آیت کا یہی ہے کہ آپ کفار و مشرکین سے کہہ دیجئے کہ تم میرے ساتھ ناحق دشمنی کرتے ہو۔ میں تم سے تبلیغ رسالت کا کچھ اجر تو نہیں مانگتا یعنی اس میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے۔ چونکہ میں تمہارا رشتہ دار بھی ہوں اس لئے بجائے دشمنی کے تم سے محبت و مودت کی مجھے اُمید ہونی چاہئے۔ پھر اس آیت کا مفہوم وہی لیا جائے جو شیعہ کہتے ہیں تو بھی اس میں اس امر کی کہاں تخصیص ہے کہ وہ حضرت کے قرابتدار یہی چار افراد علیؓ، فاطمہؓ اور حسنینؓ ہی ہیں۔ اس میں تو جمیع رشتہ دار داخل ہو سکتے ہیں۔ نیز شیعہ کا اس آیت سے استدلال اس لئے بھی صحیح نہیں ہے کہ آیت مکی ہے۔ اور اس کے نزول کے وقت حسنین ابھی پیدا ہی نہ ہوئے تھے، نہ حضرت فاطمہؓ جناب امیر کی زوجیت میں آئی تھیں بلکہ یہ واقعات ہجرت کے بعد کے ہیں خواہ آیت کا معنی کچھ ہی کیوں نہ لیا جائے، شیعہ اس سے ہرگز استدلال نہیں کر سکتے۔

شیعہ کی چھٹی دلیل

شیعہ خلافت بلافصل حضرت علیؓ پر آیت تطہیر سے بھی استدلال کرتے ہیں:۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔

(ترجمہ) خدا چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے رجس (ناپاکی) کو دُور کر دے اور تم کو پاک کر دے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔)

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت جن میں حضرت علیؓ بھی داخل ہیں معصوم تھے۔ اس لئے وہی امامت کے لائق تھے۔ غیر معصوم قابل امامت نہیں ہو سکتا۔ سو اس آیت سے شیعہ کا استدلال ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سیاق و سباق آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے ماقبل اور مابعد تمام آیات میں ازواج مطہرات سے خطاب ہے۔ یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ پہلے اور پیچھے ازواج کا تذکرہ ہو اور درمیان میں ایک ٹکڑا اس کے خلاف حضرت علیؓ، فاطمہؓ، حسنینؓ کے خطابات میں آجائے جو کہ بلاغت کے بالکل خلاف ہے۔ بہرحال کوئی باسمجھ اور باانصاف شخص ماقبل اور مابعد دیکھ کر ہرگز خیال نہیں کر سکتا ہے کہ یہ آیت ازواج مطہرات کے خطاب میں نہ ہو۔

دوم:۔ لفظ اہلبیت ہر ایک زبان میں عورتوں پر اطلاق ہوتا ہے۔ فارسی میں اہل خانہ عورت کو کہتے ہیں ہندی

میں گھر والی عورت سے مراد ہوتی ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس آیت میں اہلِ بیت سے مراد ازواجِ رسول نہ ہوں۔

سوم:۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ بھی اس لفظ کا اطلاق ازواج پر ہی ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کی بی بی حضرت سارہ کو جب فرشتوں نے فرزند کی بشارت دی اور انہوں نے اپنے بانجھ ہونے اور اپنے شوہر کے بوڑھا ہونے کے باعث اس بشارت پر تعجب کیا تو ارشاد ہوا: اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ (ترجمہ) کیا خدا کے کام (قدرت) سے آپ تعجب کرتی ہیں۔ خدا کی رحمت اور برکتیں اے اہلِ بیت تمہارے شاملِ حال ہوں۔ بیشک وہ حمد کیا ہوا بزرگ تر ہے۔[1] اس جگہ لفظ اہلِ بیت سے مراد باتفاق شیعہ وسُنی حضرت سارہ ہیں۔ تو پھر آیت متنازعہ میں اہلِ بیت سے مراد خلاف محاورۂ قرآن غیر ازواج کیوں ہو۔

چہارم:۔ اہلِ بیت (گھر والے) وہی ہوتے ہیں جو ہمیشہ کے لئے گھر میں ہی رہیں۔ سو یہ وصف ازواج میں ہی پائی جاتی ہے جس گھر میں نکاح ہو گیا وہیں کی ہو گئیں لیکن بیٹیاں یا نواسے یا داماد چونکہ دوسرے گھر میں رہائش اختیار کر لیتے ہیں اس لئے ان پر اس لفظ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ حضرت علیؓ اپنے گھر میں رہتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ بھی نکاح کے بعد اپنے شوہر علی المرتضیٰؓ کے گھر میں چلی گئیں۔ حسنینؓ کا تولد بھی دوسرے گھر میں ہوا۔ پھر رسولِ پاکؐ کے گھر میں رہائش رکھنے والی بیبیاں ہی تھیں اس لئے اہل بیت

---

[1] شیعوں کی تفسیر صافی میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔ یعنی اِنَّ هٰذِهٖ وَاَمْثَالَهَا مِمَّا يُكْرِمُكُمُ اللّٰهُ بِهٖ يَا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ فَلَيْسَ هٰذَا مَكَانَ تَعَجُّبٍ (ترجمہ) یعنی اے اہلبیت نبوت یہ اور اس کی مثل اور برکتیں اللہ تعالیٰ تم کو عطا کرے گا پس یہ تعجب کا مقام نہیں۔ الخ۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم کی اہلبیت ہیں۔ کیونکہ تعجب کرنے والی وہی ہیں۔ ۱۲

[2] واضح ہو کہ حضرت مصنفؒ حضرت حسین وغیرہم کو صرف اہلبیت سکونت سے خارج کر رہے ہیں۔ نہ کہ مطلقاً کیونکہ حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ از جہت ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت میں داخل ہیں نہ از جہت سکونت۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اہلبیت کی تشریح اس طرح فرمائی ہے کہ بیت سہ است۔ بیت نسب۱ و بیت سکنٰی۲۔ بیت ولادت۳۔ پس بنو ہاشم اولاد عبدالمطلب اہل بیت پیغمبر اند۔ صلی اللہ علیہ وسلم از جہت نسب و اولاد جد قریب را بیت می خوانند ومے گویند خانہ فلاں نے بزرگ است وازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہلبیت سکنٰی اند۔ واطلاق اہلبیت برزنان مرد اخص داعرف بحسب عرف وعادت است واولاد شریف آنحضرت اہلبیت ولادت اند۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد رابع ص۶۹۲) اہل سنت والجماعت تمام اہلبیت کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں چنانچہ کتب احادیث میں اہل بیت کے فضائل ومناقب کے بیان کے لئے علیحدہ علیحدہ ابواب مقرر ہیں۔ ازواج مطہرات امہات المؤمنین (مسلمانوں کی مائیں) ہیں۔ ان کو اہل بیت رسول سے خارج کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ منکرین کو ہدایت نصیب فرمائیں (احقر مظہر حسین غفرلہ)

النبی بغیر اُن کے کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

اعتراض شیعہ

اس پر شیعہ کا یہ اعتراض ہے کہ اگر اہلِ بیت سے مراد نساء النبیؐ (ازواجِ رسولؐ) ہوتیں تو بجائے عَنْکُمْ اور یُطَہِّرَکُمْ ضمائرِ مذکر کے عَنْکُنَّ و یُطَہِّرَکُنَّ ضمائرِ مؤنث استعمال ہوتیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اہلبیت کے لفظ کا مصداق مؤنث (ازواج) ہیں لیکن چونکہ لفظ اہل بیت مذکر ہے اس لئے لفظ مذکر کے لحاظ سے ضمائرِ مذکر استعمال ہوئیں جیسا کہ دوسری آئتِ مذکورہ میں باوجود اسکے کہ خطاب حضرت سارہؓ (مؤنث) سے تھا لیکن بلحاظ تذکیر لفظ اہل البیت کے لئے عَلَیْکُمْ ضمیرِ مذکر کا استعمال کیا گیا ایسا ہی یہاں سمجھئے۔

دوسرا جواب:۔ یہ ہے کہ اہل بیت میں خود ذاتِ اقدس سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہے کیونکہ اس بیت کے رہنے والے آپ بھی تھے۔ اس لئے برعائتِ ادب و تعظیم حضور والا تغلیباً ضمیر مذکر کی استعمال ہوئی۔

تیسرا جواب:۔ یہ ہے کہ کلام عرب میں بغرض اظہارِ محبت عورتوں کے لئے ضمیرِ مذکر آجایا کرتی ہے جیسا کہ شاعر اپنی محبوبہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ ع فَاِنْ شِئْتُ حَرَّمْتُ النِّسَآءَ سِوَاکُمْ۔ ایسا ہی حضرت موسیٰؑ کے قصہ میں مذکور ہے: قَالَ لِاَھْلِہٖ امْکُثُوْا (موسیٰ نے اپنی بی بی کو کہا ٹھیر جاؤ) سو یہاں بجائے اُمْکُثِیْ کے اُمْکُثُوْا ضمیر مذکر کا استعمال ہُوا۔ امید ہے کہ اس قدر جوابات سے معترض کو پوری تسلی ہو جائے گی۔

دُوسرا اعتراض

شیعہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حدیثِ کساء سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؓ، فاطمہؓ، حسنینؓ کے متعلق ہی نازل ہوئی ہے یعنی یہ آیت جس وقت نازل ہوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں چار بزرگوں کو بُلا کر چادر کے نیچے کر لیا اور دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاۤءِ اَھْلُ بَیْتِیْ فَاَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَ طَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا (اے خدا یہ میرے اہلِ بیت ہیں پس ان سے گناہ دُور کر اور ان کو پاک کر جیسا پاک کرنے کا حق ہے) اگر اہلِ بیت سے مراد ازواجِ رسولؐ تھیں تو ان کو کیوں نہ بُلا کر یُوں دُعا کی۔

جواب

سو اگر غور و تدبر سے کام لیا جائے تو اس حدیث سے مزید ثبوت اس امر کا ملتا ہے کہ آئت کا مصداق

ازواج ہی تھیں۔ اور چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان چار بزرگوں سے بھی محبّت تھی جو کہ اہل بیت میں
از جہت نسب و ولادت داخل تھے۔ اِس لئے چاہا کہ یہ بھی اس انعامِ الٰہی سے بہرہ یاب ہو جائیں اِس لئے
ان کو یکجا کر کے دُعا فرمائی کہ یا اللہ یہ بھی میرے[1] اہل میں داخل ہیں ان کو بھی رجس سے پاک کیجیو۔ ورنہ اگر یہ
چاروں آیت کے مصداق ہوتے تو الٰہی حکم آجانے کے بعد پھر اس کے لئے دُعا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی جو تحصیلِ حاصل تھا۔
اِس کی مثال یہ ہے کہ ان دنوں سرکار نے فوجی خدمات کے عوض، فوجی ملازمین کے بیٹوں اور بھائیوں
کے لئے فوجی وظائف منظور کر کے آرڈر جاری کیا ہے کہ جن فوجیوں نے جنگِ یورپ میں خدمات کی ہیں ان
کے بیٹوں اور بھائیوں کو اسقدر ماہوار وظیفہ ملا کرے گا۔ سو جن لوگوں کے بیٹے اور بھائی موجود تھے جب
اُن کو یہ انعام ملا تو بعض فوجی اصحاب نے سرکار کی خدمت میں عرضیاں دیں کہ حضور فلاں لڑکا میرا متبنّٰی ہے
جو بیٹے کے قائم مقام ہے، اِس کو اِس انعام سے حِصّہ ملنا چاہئے۔ چنانچہ سرکار نے ازراہِ مہربانی ایسے لڑکوں
کو بھی جو بطورِ متبنّٰی پیش کئے گئے، وظائف دے دیئے۔

سو ایسا ہی مَا نَحْنُ فِيهِ میں خیال کرنا چاہئے کہ جب اہل بیت النبیؐ ازواجِ رسول کے متعلق تطہیر
کا انعام نازل ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیٹی، نواسوں، داماد کو بھی پیش فرمایا کہ یہ لوگ بھی میرے
اہلبیت میں داخل ہیں ان کو بھی یہ انعام عطا ہو۔ اس کی تائید اس حدیث بخاری سے ہوتی ہے کہ ام سلمہؓ
نے رسولؐ سے عرض کی اَلَسْتُ مِنْ اَهْلِكُمْ (کیا میں اہل بیت میں داخل نہیں) آپ نے فرمایا اِنَّكِ عَلٰى خَيْرٍ
(تیرا مرتبہ تو پہلے ہی سے بہتر ہے) یعنی تو حقیقی طور پر اہلبیتؑ سے ہے۔ جن سے اللہ تعالٰی نے خطاب فرمایا ہے
چونکہ ام سلمہ رضؓ کے لئے دعا تحصیل حاصل میں داخل تھا۔ اِس لئے اس کو آپ نے اس دُعا میں داخل نہ فرمایا۔

---

[1] یہی معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس اور ان کی اولاد کیساتھ بھی فرمایا۔ چنانچہ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے
یہ روایت درج کی ہے۔ عن ابی سعید الساعدی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم للعباس
لاتبرح انت وبنوك غدًا فان لی فیکم حاجة قال فجمعهم العباس فی بیت فاتاهم رسول الله صلی
الله علیه وسلم فقال السلام علیکم کیف اصبحتم قالوا نخیرٍ نحمد الله بابینا انت وامنا یا رسول الله قال تقاربوا تقاربوا
فزحف بعضهم الی بعض تلك فلما امكنوا اشتمل علیهم بملائته ثم قال صلی الله علیه وسلم اللهم هذا عباس عمی و
هولاء اهل بیتی استرهم من النار کستری ایاهم بملاءتی هذه ء فامنت اسکفة الباب وحوائط البیت امین امین
امین ثلاثا (دلائل النبوة ص۲۴ مطبوعه دائرة المعارف النظامیه حیدرآباد دکن) ابو سعید ساعدی سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس سے فرمایا۔ کل تم اور تمہارے بیٹے گھر سے باہر نہ جائیں۔ کیونکہ مجھے تم سے کچھ کام ہے۔ کہا (راوی نے) اس
حضرت عباس نے ان کو ایک گھر میں جمع کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا السلام علیکم تم نے صبح کس طرح کی

(باقی صفحہ ۲۱۴ پر)

بر تقدیر تسلیم

یہ تسلیم بھی کر لیں کہ آیتِ تطہیر کے مصداق ازواج نہیں بلکہ چار اصحابِ کساء ہیں تو بھی شیعہ اس سے عصمت جناب امیرؓ اور امامت پر استدلال نہیں کر سکتے، کیونکہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ خدا چاہتا ہے کہ اے اہلبیت تمہارے رجس (گناہ) دُور کر دے۔ اگر پہلے ہی سے معصوم تھے تو رجس کا ازالہ بے معنی ہو گا۔ جب ایک چیز کا وجود ہی نہ ہو تو اُس کے دُور کرنے کا ارادہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر رب العباد کو آیت میں عصمت کی خبر دینی مطلوب ہوتی تو بجائے مضارع کے ماضی کا صیغہ مستعمل ہوتا یعنی اَذْهَبَ الرِّجْسَ عَنْكُمْ وَطَهَّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (خدا نے تم سے رجس کو دُور کر دیا ہے اور تمہیں کُلّی طور پر پاک کر دیا ہے) مضارع کا صیغہ استعمال ہونا اس امر کی صاف دلیل ہے کہ پہلے عصمت نہ تھی۔

بقیہ حاشیہ صہ ۲۱۳:۔ انہوں نے جواب دیا خیریت سے۔ حضور نے فرمایا تم ایک دوسرے کے قریب ہو جاؤ۔ پس وہ آپس میں مل کر بیٹھ گئے راوی کہتے ہیں جب وہ حضور کے اختیار میں آ گئے۔ تو آپ نے ان کو اپنی چادر میں لے لیا۔ اور فرمایا اے اللہ یہ عباس میرا چچا ہے۔ اور یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں۔ ان کو آگ سے چھپا لے جس طرح میں نے انکو چادر میں چھپا لیا ہے۔ پس اس پر دروازہ کے سائبان اور گھر کی دیواروں نے تین دفعہ آمین آمین آمین کہی"۔ ۲؎ ایک روایت میں آیا ہے کہ ام سلمہ نے عرض کی یا رسول اللہ اَنَا مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ (یعنی میں بھی اہل بیت سے ہوں) تو حضور نے فرمایا بَلٰى اِنْشَاءَ اللّٰه (ہاں انشاء اللہ) صواعق محرقہ (از علامہ ابن حجر ہیثمی) ۳؎ اس کے جواب میں علماء شیعہ صحیح مسلم میں زید بن ارقم والی روایت پیش کرتے ہیں جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ فقلنا من اهلِ بيتِه نساءه؟ قال لا ايم الله ان المرأة تكون مع الرجل العصر من الدهر ثم يطلقها فترجع الى ابيها وقومها اهل بيته اصله وعصبته والذين حرموا الصدقة بعده (ترجمہ حضرت زید بن ارقم سے ہم نے پوچھا کہ آنحضرت کے اہل بیت کون ہیں۔ کیا حضور کی ازواج اہلبیت ہیں۔ تو آپ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم عورت زمانے کا ایک حصہ شوہر کے ساتھ ہوتی ہے پھر وہ اس کو طلاق دے دیتا ہے۔ پس وہ اپنے باپ اور قوم کی طرف واپس چلی جاتی ہے حضور کے اہل بیت آپ کے اصل اور عصبہ ہیں۔ جو آپ کے بعد صدقہ سے محروم کئے گئے الخ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت زید بن ارقم از جہت نسب و ولادت ازواج مطہرات کو اہلبیت سے خارج فرما رہے ہیں۔ نہ مطلقاً اور مناسب مقام یہی تھا۔ کیونکہ حضرت زید یہاں ان اہلبیت کا محترم و مکرم ہونا ثابت کر رہے ہیں۔ جن کو سلاطین بنو امیہ نے ان صدقات سے محروم کر دیا تھا۔ جو عہد نبوی اور عہد خلفاء اربعہ میں ان پر تقسیم ہوا کرتے تھے ورنہ حضرت زید سے صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ازواجِ رسول کا اہلبیت ہونے کا اعتراف صریحاً ثابت ہے اس روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ ثُمَّ قال واهل بيتي اذكركم الله في اهل بيتي فقال له حصين ومن اهل بيته يا زيد

باقی صہ ۲۱۵ پر

دوم:- اگر یہ آیت دلیلِ عصمتؑ جنابِ امیرؓ اور ان کی امامت کی ہے تو پھر وہ آیت جو اصحابِ بدر کی شان میں نازل ہوئی ہے: وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ ط (لیکن خدا چاہتا ہے تم کو پاک کر دے اور اپنی نعمتوں کا تم پر اتمام کرے) دوسری جگہ ہے: وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْسَ الشَّيْطَانِ (اور دُور کر دے شرِ شیطان کو) سو یہ آیت اصحابِ بدر (جن میں اصحابِ ثلاثہ بھی داخل ہیں) کی عصمت کی بھی دلیل ہونی چاہئے۔ ایک ہی قسم کے الفاظ دونوں جگہ ہیں بلکہ اصحاب کی نسبت اتمامِ نعمت کا مضمون مزید براں ہے اگر اصحابِ بدر کی عصمت باوجود ان آیات کے نہیں مانی جاتی تو اصحابِ کساء کی کیوں مانی جائے۔ بہر حال اس آیت سے شیعہ کا استدلال کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۴ - . . . . قال نساءہٗ من اھل بیتہٖ ولٰکن اھل بیتہٖ من حرم الصدقة بعدہٗ قال ومن ھم قال ھم آل علیؓ وآل عقیل وآل جعفرؓ وآل عباسؓ قال کل ھٰؤلاءِ حرموا الصدقة قال نعم (صحیح مسلم کتاب الفضائل) (ترجمہ) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں تم کو اپنے اہلبیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں۔ پس حصین نے زید سے پوچھا اے زید حضرت کے اہل بیت کون ہیں۔ کیا آنحضرتؐ کی ازواج آپکے اہلبیت سے نہیں۔ زید نے فرمایا۔ حضور کی ازواج آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن آپکے اہلبیت وہ ہیں جو آپکے بعد صدقہ سے محروم کئے گئے۔ اس کے بعد حصین نے کہا وہ کون ہیں؟ زید نے جواب دیا وہ آل علیؓ اور آل عقیلؓ اور آل جعفرؓ اور آل عباسؓ ہیں فقلکیا وہ سب صدقہ سے محروم کئے گئے۔ زید نے فرمایا ہاں" معلوم ہوا کہ پہلی روایت میں از جہت نسب ازواج رسول کیلئے اہل بیت ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض نہ رہا۔ علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ دوسری روایت بوجہ نص قرآنی کے موافق ہونیکے راجح ہے۔ اور باعتبار اسناد بھی اس سے قوی ہے۔ کیونکہ پہلی روایت کے اسناد میں حسان بن ابراہیم آتا ہے جسکی نسبت میزان الاعتدال میں ہے۔ قال النسائی لیس بالقوی وقال ابن عدی حدث بافراداتٍ کثیرۃٍ وھو من اھل الصدق الا انّہٗ یغلط۔ یعنی نسائی نے کہا۔ کہ احسان بن ابراہیم قوی نہیں۔ اور ابن عدی نے کہا کہ اس نے بہت سی مفردات روایت کی ہیں۔ اور وہ اہل صدق میں سے ہے لیکن غلطی کرتا ہے" لہٰذا پہلی روایت کے مقابلہ میں دوسری روایت بہر حال قابلِ حجت ہوگی (حاشیہ صفحہ ہذا ۱؎)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خود بھی اپنے غیر معصوم ہونے کا اعتراف فرمایا ہے۔ چنانچہ جنگِ صفین میں حاکم اور رعایا کے حقوق بیان فرماتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا۔ فلا تکفوا عن مقالۃٍ بحقٍ او مشورۃٍ بعدلٍ فانی لست فی نفسی بفوق ان اُخطیٔ ولا اٰمن ذٰلک من فعلی الا ان یکفی اللہ من نفسی ما ھو املک بہٖ منّی (نہج البلاغت مطبوعہ بیروت جزو اول صفحہ ۲۴۰ مطبوعہ ایران صفحہ ۳۴۴ فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۱۶۵)

پس تم سچ بات کہنے یا عدل کے ساتھ مشورہ دینے سے باز نہ رہو۔ کیونکہ میں بذاتِ خود خطا کرنے سے برتر نہیں ہوں۔ اور نہ اپنے فعل میں خطا سے محفوظ ہوں۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری ذات کیلئے ایسا کام بنا دے جس کا وہ میری نسبت زیادہ مالک ہے۔ الخ ۲؎ بلکہ سورۃ مائدہ ع ۶ میں وضو و غسل کرنیوالوں کی نسبت بھی اس قسم کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتے۔ کہ تم پر کوئی تنگی کریں۔ بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ تم کو پاک کریں اور نعمت تم پر قائم کریں۔ تاکہ تم شکر کرو۔ تو کیا اس آیت میں لیطھرکم کے الفاظ سے ہر وضو اور غسل کرنیوالے کی عصمت پر بھی استدلال کیا جائیگا

(احقر مظہر حسین غفرلہٗ)

شیعہ کی ساتویں دلیل

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝ (آپ کہہ دیں آؤ ہم بُلالیں اپنے بیٹوں کو، اور تمہارے بیٹوں کو۔ اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو۔ اپنے وجودوں کو اور تمہارے وجودوں کو پھر مباہلہ کریں کہ خدا کی لعنت جھوٹوں پر ہو۔)

وجہ استدلال یہ بیان کی جاتی ہے کہ نصاریٰ نجران سے جب مباہلہ کی قرارداد ہوئی جیسا کہ آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو حضرت رسولؐ انہیں چار بزرگوں علیؓ، فاطمہؓ، حسنینؓ کو ساتھ لے کر نکلے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحابؓ ثلاثہ کی رسولِ پاک کے دل میں کوئی قدر و منزلت نہ تھی اس لئے جناب امیرؓ ہی آپؐ کی وفات کے بعد خلافت کے لائق تھے۔

جواب

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ آیت سے یہ ہرگز مفہوم نہیں ہوتا کہ حضرت علیؓ ہی امامت وخلافت کے مستحق ہیں اور بس۔ نہ آیت کا کوئی لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے بلکہ آیت کا مفہوم صاف یہ ہے کہ ہر دو فریق سے حسب ذیل اشخاص مباہلہ کے لئے نکلیں۔ مباہلہ کرنے والے بذات خود اور ان کی اولاد، ان کی مستورات چونکہ مسلمان فریق سے۔ وہ علمبردار اسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے اصحابؓ تھے جو کفار سے جہاد و قتال کرتے تھے اس لئے یہ سب لوگ اَنْفُسَنَا میں داخل تھے۔ انہوں نے ادھر سے میدانِ مباہلہ میں نکلنا تھا درجہ دوم میں، ان کی اولاد و احفاد ذکور و اناث۔ درجہ سوم میں ان کی مستورات۔ ایسا ہی کفار کی طرف سے ابو حارثہ، اسید، عاقب معہ اپنی اولاد اور عورتوں کے نکلے۔ اب شیعہ کا یہ کہنا کہ سوائے ان چار بزرگوں کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ کوئی نہ نکلا یا آپ کسی کو ساتھ نہ لے گئے یہ مضمون آیت کے بالکل خلاف ہے کیونکہ اگر حضور علیہ السلام معہ علیؓ، فاطمہؓ، حسنینؓ کے نکلتے تو اَنْفُسَنَا، اَبْنَآءَنَا کا مضمون تو پورا ہو سکتا ہے۔ یعنی رسولؐ، علیؓ بذات خود نکلے۔ اولادِ رسول سے فاطمہؓ، حسنینؓ ساتھ ہوئے لیکن نِسَآءَنَا کا مضمون کیونکر پورا ہو سکتا ہے۔ حضرت فاطمہؓ نساء الرسول نہیں بلکہ ابناء الرسول میں داخل تھیں پھر آیت کا مضمون کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ نیز کفّار کا مقابلہ تو رسول اور سرداران فوج اصحاب کبار سے ہو اور صرف مباہلہ کے لئے حضرت رسولؐ، اُن کے داماد علیؓ، آپ کی دختر فاطمہؓ اور حسنینؓ کے نکلنے پر راضی ہو جائیں حضرت کا

اور حضرت علیؓ تو مجاہدین و مقاتلین میں داخل تھے لیکن فاطمہؓ و حسنینؓ جو جدال کے قابل نہ تھے اگر مقابلہ میں نکل کر چشم زخم بھی اٹھائیں تو کفار کی مراد کیسے پوری ہو سکتی تھی جبکہ ان کے استیصال کے لئے عمر فاروقؓ اور ابوبکر صدیقؓ صحیح و سلامت زندہ موجود رہتے۔

غرض عقل و نقل دونوں اس امر کے تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مباہلہ کے لئے حضرت علیؓ، فاطمہؓ اور حسنینؓ ہی کو ساتھ لیا اور جب آیت سے حضرت علیؓ اور ان کے متعلقین کی خصوصیت ثابت نہیں ہوتی تو اس کے خلاف روایات خواہ کتب شیعہ کی ہوں یا اہل السنت کی، قابل استدلال نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ شیعہ حضرات ایسی روایات کے گھڑ لینے میں پورے مشاق ہیں اور کتب اہل سنت میں بھی دست اندازی کر لینے سے دریغ نہیں کرتے۔

ایک عجیب روایت

حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۴۵۲ میں ہے "چوں ایں آیت نازل شد قرار کردند کہ روز دیگر مباہلہ کنند و نصاریٰ بجاہائے خود برگشتند۔ پس ابوحارثہ با صحاب خود گفت کہ فردا نظر کنید اگر محمد با فرزندان و اہلبیت خود می آید پس بترسید از مباہلہ او و اگر با صحاب و اتباع خود می آید از مباہلہ او پرواہ نکنید۔"

ترجمہ: جب آیت مباہلہ نازل ہوئی اور دوسرا دن مباہلہ کے لئے مقرر ہوا اور نصاریٰ اپنی جگہ پر واپس ہوئے تو ابوحارثہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ کل دیکھنا اگر محمد صلعم اپنے فرزندوں اور اہل بیت کے ساتھ مباہلہ کے لئے نکلیں تو تمہیں ڈرنا چاہئے اور اگر اصحاب و اتباع کے ساتھ نکلیں تو ذرا پرواہ نہ کرنا۔

اب جائے غور ہے کہ نصاریٰ نجران کو جناب امیرؓ اور دیگر اہلبیت سے اس قدر خوش اعتقادی کس وجہ سے ہو گئی تھی کہ مباہلہ کے لئے ان کے نکلنے سے ان کی روح کانپتی تھی۔ ممکن ہے حضرت علیؓ کو تو انہوں نے دیکھا ہو اور ان کے بشرہ کو دیکھ کر قیافہ سے ایسا حکم لگا لیا ہو لیکن حسنینؓ اور جناب سیدہ کو انہوں نے کیسے دیکھ لیا کہ ان کے مباہلہ میں شمولیت سے اس قدر خوف پیدا ہوا۔ یہ سب کچھ شیعہ حضرات کی خوش اعتقادی کی باتیں ہیں۔ ورنہ کفار کو دہشت جناب رسول پاکؐ اور ان کے اصحاب کبار (جو اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کے مصداق تھے) سے تھی۔ اور ان کے کارناموں سے آگاہ ہو چکے تھے۔ انہیں کے خوف سے انہوں نے نہ مباہلہ منظور کیا نہ مقابلہ بلکہ مصالحت پر مجبور ہو گئے۔

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ مہم نجران جناب امیرؓ کے طفیل ہی سر ہوئی تو یہ ایسی کونسی بڑی بات ہے

ایک موضع جس میں صرف چالیس یا پچاس آدمیوں کی آبادی ہو قبضہ میں آجانے سے اسلام کی شوکت میں کیا کچھ اضافہ ہو سکتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ خلفاء ثلاثہ ہی کی جدوجہد اور جانفشانی وجاں سپاری کا نتیجہ ہے کہ شرق سے غرب تک اور شمال سے جنوب تک اقطاع الارض میں نورِ اسلام پھیلا اور ظلمت کفر دُور ہوئی۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ۔

غرض شیعہ بیچارے اثباتِ مدعا، خلافت بلافصل امیر کے لئے ہر چند ہاتھ پاؤں مارتے ہیں مگر ساحلِ مقصود پر پہنچنا مشکل ہے۔ ؎

ترسم کہ بکعبہ نرسی اے اعرابی کیں راہ کہ میروی بترکستان است

غرض قرآن وحدیث میں کوئی دلیل خلافت بلافصل علی المرتضیٰ پر نہیں اور شیعہ اپنے دعویٰ پر کوئی ثبوت نہیں رکھتے۔ نصِ قرآن اور حدیث اس کے خلاف ہے اور واقعات بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ خلافت خلفائے ثلاثہؓ کا حق تھی۔ حسب منشاء ایزدی مجلسِ شوریٰ مہاجرین والصار کے اجماع سے عمل میں آئی۔ اس لئے تنقیح ۲ بھی بحق اہلِ سنت خلاف شیعہ ثابت ہے۔ یہ دو تنقیحات اہم تھیں اس لئے ان کی بحث طویل ہوگئی ہے۔ اب باقی دو امروں پر مختصر بحث کی جاتی ہے۔

تنقیح سوم

کیا حضرت علی خود طالبِ خلافت تھے؟

اس امر کا فیصلہ کرنے کے لئے کہ جناب امیرؓ وفاتِ نبویؐ کے بعد خلافت حاصل کرنے کے شائق تھے اور اس کے لئے جدوجہد کی اور حسب زعم شیعہ اس کوشش میں مہاجرین والصار کے گھروں میں حسنینؓ کو ساتھ لئے دربدر پھرتے رہے یا یہ صرف جناب امیر پر اتہام وبہتان ہے۔ ہم جناب ممدوح کے چند اقوال نہج البلاغہ سے پیش کرتے ہیں۔ اول وہ خطبہ جو جناب امیرؓ نے عباسؓ اور ابوسفیانؓ کے خطاب میں فرمایا جب اُنہوں نے آپ سے بیعت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

(۱) نہج البلاغہ صـ۴۷ وصـ۲۷ مطبوعہ مصر میں ہے: اَیُّھَا النَّاسُ شُقُّوْا اَمْوَاجَ الْفِتَنِ بِسُفُنِ النَّجَاۃِ وَاعْرِضُوْا عَنْ طَرِیْقِ الْمُنَافَرَۃِ وَضَعُوْا عَنْ تِیْجَانِ الْمُفَاخَرَۃِ اَفْلَحَ مَنْ نَّھَضَ بِجَنَاحٍ اَوِاسْتَسْلَمَ فَاَرَاحَ ھٰذَا مَاءٌ اٰجِنٌ وَّلُقْمَۃٌ یَّغَصُّ بِھَا اٰکِلُھَا وَمُجْتَنِی الثَّمَرَۃِ بِغَیْرِ وَقْتِ اِیْنَاعِھَا بِغَیْرِ اَرْضِہٖ ۔

(ترجمہ) اے لوگو! فتنہ کی موجوں کو نجات کی کشتیوں میں بیٹھ کر طے کرو اور مسلمانوں میں منافرۃ (مخالفت) پیدا کرنے کا

طریق چھوڑ دو۔ اور فخر و غرور کے تاج اُتار دو۔ کامیاب وُہ ہے کہ وہ قوتِ بازو پر کھڑا ہو یا اطاعت کر کے آسائش حاصل کرے۔ یہ تلخ پانی ہے اور ایسا لقمہ کہ کھانے والے کا گلا پکڑتا ہے۔ جو شخص میوہ کو تیار ہونے سے پہلے توڑتا ہے وہ ایسا ہے کہ گویا دوسرے شخص کی زمین میں کھیتی کرے۔ اِس خطبہ میں جناب امیرؓ اپنے دعویٰ خلافت کو قبل از وقت تصوّر کرتے ہیں۔

(۲) نہج البلاغت ص۲۱۶ میں ہے: وَاَنَا لَکُمْ وَزِیْرًا خَیْرٌ لَّکُمْ مِنِّیْ اَمِیْرًا (امیر او وزیر رہنا تمہارے لئے میرے امیر ہونے سے بہتر ہے) اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ آپ خلافت و امارت کے ہرگز خواہاں نہ تھے اور آپ نے صاف فرما دیا کہ خلفائے ثلاثہ کی وزارت کو میں اپنی امارت و خلافت پر ترجیح دیتا ہوں۔

(۳) نہج البلاغۃ ص۵۱۹ و ص۲۲۳ مطبوعہ مصر میں ہے: وَاللّٰہِ مَا کَانَتْ لِیْ فِی الْخِلَافَۃِ رَغْبَۃٌ وَلَا فِی الْوِلَایَۃِ اِرْبَۃٌ وَلٰکِنَّکُمْ دَعَوْتُمُوْنِیْ اِلَیْھَا وَحَمَلْتُمُوْنِیْ عَلَیْھَا۔ (ترجمہ) خدا کی قسم مجھے خلافت کی خواہش نہ تھی۔ البتہ تم نے مجھے خلافت کی طرف بلایا اور اس پر مجھے برانگیختہ کیا۔

اس کلام سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنے وقت میں بھی خلافت اپنی خواہش سے قبول نہیں کی۔ بلکہ آپ کو مجبوراً دوسروں کے اصرار سے منصبِ خلافت اختیار کرنا پڑا۔

اگرچہ اس بارہ میں اور بھی جناب امیرؓ کے اقوال موجود ہیں۔ مگر چونکہ خطبات مسطورہ بالا سے ہمارا دعویٰ پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے۔ اِس لئے بخوف طوالت باقی اقوال کو ترک کیا جاتا ہے۔ پھر جب اس قدر تحقیق سے اقوال صریحہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ آپ خلافت بلافصل تو کیا بلکہ اپنے وقت کی خلافت کے بھی چنداں خواہاں نہ تھے بلکہ قوم نے آپ کو اس کے لئے انتخاب کر کے ان کو تختِ خلافت پر متمکن ہونے کے لئے مجبور کر دیا تھا اور آپ انکار نہ کر سکے تھے تو یہ امر کہ آپ کو خلافت بلافصل حاصل کرنے کا اس قدر اشتیاق تھا کہ اس کے چھن جانے پر عوام کی طرح اپنی بیوی بچوں کو ہمراہ لے کر مہاجرین و انصار کے در بدر پھرتے رہے بالکل روافض کی گھڑت ہے اور تنقیح سوم بھی ہمارے حق میں خلاف شیعہ ثابت ہے۔

تنقیح چہارم

رہا یہ امر کہ آنجناب نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی یا نہ۔ سو یہ امر مسلمہ فریقین ہے کہ آپ نے اپنے وقت میں ہر سہ خلفاء کی بیعت کر لی۔ ہاں اہل سنّت کا یہ اعتقاد ہے کہ آپ نے ان کو خلفائے حق سمجھ کر بطیب خاطر بیعت قبول فرمائی۔ اور شیعہ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ بیعت بطیب خاطر نہیں بلکہ بالجبر کی۔ چنانچہ شیعہ کی تمام کتابوں میں یہ مضمون بالصراحت درج ہے کہ ابوبکرؓ کی بیعت سے آپ پہلو تہی کرتے تھے لیکن ان

کو گردن میں رسی ڈال کر گھسیٹ کر دربارِ صدیق میں لایا گیا۔ اور اس لئے جبراً و قہراً آپ کو بیعت کرنی پڑی سو کوئی مسلمان جس کے دل میں جناب امیر کرم اللہ وجہہ کی نسبت ذرہ بھی عقیدت ہے ہرگز باور نہیں کر سکتا کہ جناب شجاعت مآب پر کوئی چیرہ دستی کر کے ان سے بزورِ بیعت منوا سکتا تھا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ آپ پر زبردستی کی گئی۔ آپ کو طوق بگردن گھسیٹ کر لایا گیا۔ اور آپ نے بالکل ہاتھ پاؤں نہ ہلائے۔ کیونکہ آپ کو صبر کرنے کا حکم تھا۔ لیکن کوئی عقلمند شیعہ کے اس رکیک عذر کو ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا۔ اس کو صبر نہیں کہتے کہ ایک شخص حق پر ہو اور اس کا حق زبردستی چھین لیا جائے اور ناحق والے اس سے زبردستی اپنا حق منوائیں اس کو یہاں تک بے عزت و ذلیل کیا جائے کہ گلے میں رسی ڈال کر بازار میں گھسیٹا جائے۔ اس کی عصمت مآب بیوی خاتونِ جنت رض کو کوڑوں سے پیٹا جائے۔ بطنِ مبارک پر لات مار کر اسقاطِ حمل کیا جائے۔ اور وہ شخص صبر کرتا رہے۔ ایسے شخص کو حلیم اور بردبار نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ ایسے مرد کو پرلے درجے کا بزدل اور بے غیرت کہا جاتا ہے۔ حاشا و کلا کوئی مسلمان ایسے دور از عقل ڈھکوسلوں کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ بلکہ ماننا پڑتا ہے کہ جناب امیر نے خلافت خلفاء ثلاثہ کو صحیح تصور فرما کر بخوشی خود اُن کی بیعت کی اور ان کے عہدِ خلافت میں اپنے مفید مشوروں سے خلفاء اسلام کو مستفید کرتے رہے اور ان سے مل کر کام کرتے رہے، ان کے پیچھے نمازیں پڑھا کیں، غنائم سے حصہ بخوشی لیتے رہے۔

بیعت کے متعلق شیعہ کے دو مختلف قول

شیعہ کا ایک قول تو یہ ہے کہ جناب امیر رض کو بذلت و رسوائی باندھ کر کھینچ گھسیٹ کر لے گئے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر ابوبکر رض کے ہاتھ میں دیا گیا اور اس طرح رسم بیعت بزور ادا ہوئی جیسا کہ جلاء العیون اُردو جلد ۱ صفحہ ۱۵۱ میں رسن بگردن گھسیٹ کر لے جانے کے واقعہ کو لکھنے کے بعد یوں لکھا ہے:۔

" پس خالد بن ولید دوڑا اور تلوار غلاف سے کھینچ کر کہا۔ بخدا سوگند اگر بیعت نہ کرو گے تو میں تم کو قتل کروں گا۔ جناب امیر رض نے گریبان اس شقی کا پکڑ کر حرکت دی اور دور پھینک دیا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار بھی گر پڑی۔ ہر چند سعی کی مگر جناب امیر رض نے بیعت کو ہاتھ دراز نہ فرمایا۔ پس حضرت کا ہاتھ پکڑ لیا اور ابوبکر نے دستِ نجس دراز کر کے حضرت کے ہاتھ تک پہنچایا۔

غور طلب اور عجیب بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات جناب امیر رض کی شجاعت کے بھی کرشمے دکھاتے جاتے ہیں کہ خالد بن ولید کا گریبان پکڑ کر آپ نے ایسی حرکت دی کہ تلوار گر پڑی۔ لیکن آخر کار جناب موصوف کو ایسا مغلوب

بتایا جاتا ہے کہ زور سے ان کا ہاتھ پکڑ لیا گیا اور ابوبکرؓ کے ہاتھ میں دے دیا گیا۔

بہرحال اس روایت میں واقعۂ بیعت کو جناب امیرؓ کی بے بسی اور مجبوری کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

لیکن شیعہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے ایک مصلحت سے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت بخوشی قبول کر لی[1] چنانچہ فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صہ ۱۳۹ میں یوں درج ہے:۔ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِی جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ النَّاسَ لَمَّا صَنَعُوْا اِذْ بَایَعُوْا اَبَا بَکْرٍ لَمْ یَمْنَعْ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مِنْ اَنْ یَدْعُوْا اِلٰی نَفْسِهٖ اِلَّا نَظَرًا لِلنَّاسِ وَتَخَوُّفًا عَلَیْهِمْ اَنْ یَرْتَدُّوْا عَنِ الْاِسْلَامِ فَیَعْبُدُ الْاَوْثَانَ وَلَا یَشْهَدُوْا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَکَانَ عِنْدَهٗ اَنْ یُّقِرَّهُمْ عَلٰی مَا صَنَعُوْا مِنْ اَنْ یَرْتَدُّوْا عَنْ جَمِیْعِ الْاِسْلَامِ وَاِنَّمَا هَلَكَ الَّذِیْنَ رَكِبُوْا فَاَمَّا مَنْ لَمْ یَصْنَعْ ذٰلِكَ وَدَخَلَ فِیْمَا دَخَلَ فِیْهِ النَّاسُ عَلٰی غَیْرِ عِلْمٍ وَلَا عَدَاوَةٍ لِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا یُكْفِرُهٗ وَلَا یُخْرِجُهٗ مِنَ الْاِسْلَامِ فَكَذٰلِكَ كَتَمَ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَمْرَهٗ وَبَایَعَ مُكْرَهًا حَیْثُ لَمْ یَجِدْ اَعْوَانًا۔

ترجمہ: "زرارہ نے امام جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ لوگوں نے جب یہ بات کی کہ بیعت ابوبکرؓ کی کر لی تو امیرؓ کے لئے اور کوئی امر اس سے مانع نہ تھا کہ اپنی بیعت کی طرف لوگوں کو بلاتے، سوائے اس کے کہ آپ کو خوف ہو گیا تھا کہ اگر بیعت ابوبکرؓ سے ہٹا کر اپنی بیعت کی طرف بلائیں تو لوگ اسلام ہی سے پھر جائیں اور رسالت محمد صلعم سے منکر ہو جائیں۔ اور آپ اس بات کو زیادہ پسند کرتے تھے کہ ان کو اس (بیعت ابوبکرؓ) پر ٹھہرا رہنے دیں۔ اس سے کہ وہ سرے سے اسلام ہی چھوڑ بیٹھیں اور بہرحال وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔ جو بیعت ابوبکرؓ پر متفق ہو گئے۔ ہاں جو لوگ اس منصوبہ میں شامل نہ تھے اور لوگوں کی دیکھا دیکھی بغیر علم و عداوت امیرالمؤمنین علیہ السلام داخل ہو گئے، وہ کافر نہیں ہوئے نہ اسلام سے خارج ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کے استحقاق کو چھپا رکھا اور مجبور ہو کر بیعت کر لی جبکہ اپنے مددگار نہ دیکھے۔"

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیرؓ نے دیکھا کہ صحابہؓ کلھم بیعت ابوبکرؓ پر متفق ہو گئے ہیں۔ اور آپ کا ساتھ بالکل چھوڑ دیا گیا ہے اور حالت ایسی نازک ہو گئی ہے کہ اگر بیعت ابوبکرؓ سے منحرف ہو کر آپ اپنی بیعت منوانا چاہیں تو لوگ اسلام ہی کو خیرباد کہہ دیں تو آپ نے اپنے

---

[1] شرح نہج البلاغت مصنفہ سلطان محمود طبرسی جلد ۲ میں ہے۔ (رُوِیَ اِنَّهٗ کَانَتْ وجوہ الناس اِلٰی عَلِیٍّ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا ماتت فاطمۃ انصرفت وجوہُ الناس عنہ وخرج من بیتہ فبایع ابابکر (ترجمہ) روایت ہے کہ پہلے لوگوں کی توجہ امیرؓ کی طرف تھی۔ جب جناب سیدہ فوت ہوئیں تو لوگوں کی توجہ کم ہو گئی۔ تو آپ اپنے گھر سے نکلے اور بیعت ابوبکرؓ کر لی۔"

استحقاق خلافت کو اپنے سینہ ہی میں مخفی رہنے دیا۔ لوگوں کو ہرگز اپنی خلافت کا استحقاق نہیں جتایا اور مصلحتاً خود بھی بیعت کر لی۔ نہ کسی نے آپ کو مار پیٹ کی، نہ کوئی ناگوار قضیہ پیش آیا۔ آپ نے عین مآل اندیشی سے وقت کی نزاکت کو محسوس کر کے اپنی بیعت کے لئے کسی فرد بشر کو نہیں کہا بلکہ بطیبِ خاطر خود بیعت کر لی۔ ایسے متعارض اقوال کے ہوتے ہوئے شیعہ اپنے دعویٰ میں کامیاب نہیں رہتے اور بلاشبہ تنقیح چہارم بھی بحقِ اہلِ سنّت والجماعت خلاف اہلِ تشیّع ثابت ہو جاتی ہے۔

فیصلہ

جب ہر چہار امور تنقیح بحق اہل السنت والجماعت خلاف شیعہ براہین قاہرہ قرآن وحدیث و احادیث ائمہ اہلبیت و اقوال جناب امیرؓ سے ثابت ہو گئے ہیں تو دعویٰ شیعہ باطل قرار دیا جا کر ڈگری بحق اہل السنّت خلاف شیعہ صادر کی جاتی ہے کہ امامت وخلافت ایک ہی چیز ہے۔ اور حضرت امیرؓ کی خلافت بلافصل پر کوئی نص قرآن وحدیث میں ثابت نہیں ہے اور انتخاب خلافت شوریٰ مہاجرین و انصار اور اتفاق اہل حل وعقد سے عین منشاء ایزدی سے درست طور پر ہوتا رہا جناب امیرؓ ہرگز طالب خلافت نہیں تھے بلکہ وہ وزارت کو خلافت پر ترجیح دیتے تھے اور اُنہوں نے برضا و رغبت ہر سہ خلفاء کی بیعت کی، اور یہ خلافت بالکل حق تھی۔ شیعہ کا یہ سب شور وشغب ان کی لاعلمی اور جہالت اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہے اور درحقیقت دوستی کے لباس میں یہ جناب امیرؓ اور جملہ اہل بیت کے سخت ترین دشمن ہیں۔ خدا ان کو ہدایت کرے۔ اب خلافت کی بحث ختم ہو چکی۔ اور دلائل سے ہم نے اپنے مدّعا کو ثابت کر دیا جس کا جواب شیعہ قیامت تک نہیں دے سکتے۔ اب ہم ان مطاعن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو شیعہ صاحبان آنحضرت کے اصحاب پاک اور ازواج مطہرات کے خلاف کیا کرتے ہیں۔ ہم ان تمام مطاعن کا جواب شافی الزامی اور تحقیقی طور پر دیں گے اور استدلال عقلی نقلی سے شیعہ کے ان ہذیانات کا قلع قمع کر دیں گے۔ واللہ الموفق۔

مطاعنِ شیعہ

ہر چند شیعہ کے مطاعن کے شافی جواب کتبِ متقدمین اہل السنّت والجماعت میں دیئے جا چکے

ہیں۔ لیکن شیعہ اس سے اغماض کر کے پھر نئے نئے رنگ میں انہی اعتراضات کو دوہرایا کرتے ہیں۔ اس لئے یہاں ان کے مطاعن کو ایک ایک کر کے پہلے لکھ کر ان کے دندان شکن جواب لکھ دیئے جاتے ہیں تاکہ اہل السنت مناظرین کو ان کے خرافات کی جواب دہی میں سہولت ہو۔

پہلا طعن

پہلا طعن روافض کا جناب صدیق اکبرؓ کی نسبت یہ ہے کہ آپ نے جیش اسامہ سے تخلف کیا۔ حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لشکر کو خود تیار کر کے اسامہؓ کی ماتحتی میں روانہ کیا اور سب کو نام بنام متعین کر دیا اور بڑی تاکید و مبالغہ سے فرمایا کہ جَهِّزُوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنها (اسامہ کے لشکر کو تیار کرو۔ جو شخص اس سے تخلف کرے گا مورد لعنت ہوگا)۔

جواب

اس طعن کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تجہیز جیش اسامہؓ کا جو حکم فرمایا اس کی تعمیل صدیق اکبرؓ نے بوجہ احسن کی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے:۔

۲۶ صفر کو پیر کے دن آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ رومیوں کی سرکوبی کے لئے زید بن حارثہؓ کے انتقام کی مہم روانہ کی جائے۔ آپ نے منگل کے روز اسامہ بن زیدؓ کو اس لشکر کا امیر نامزد فرمایا۔ بدھ کو آپ بیمار ہو گئے۔ اس سے دوسرے روز (خمیس) کو باوجود بیماری کے آپ نے بدست خود نشان و عَلَم کی درستی فرمائی اور اُسامہؓ کو فرمایا: اُغْزُ بِسْمِ اللّٰہِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَقَاتِلْ مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ۔ (خدا کا نام لے کر خدا کی راہ میں جہاد کرو اور کافر باللہ سے جہاد شروع کر دو۔)

اسامہؓ حسب ارشاد نبوی عَلَم ہاتھ میں لے کر باہر نکلے اور نشان بریدہ بن حصیبؓ اسلمی کے حوالہ کر دیا اور مقام جرف میں پڑاؤ کیا جو مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے تاکہ تمام لشکر وہاں جمع ہو جائے۔ اصحاب کبار مہاجرین و انصار صدیقؓ، فاروقؓ، عثمانؓ، علیؓ اور دیگر اکابر

لہ لعن اللہ الخ اہل سنت کی کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ یہ روافض کا الحاق ہے۔ صرف محمد بن عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب ملل و نحل میں یہ جملہ لکھا ہے۔ شہرستانی حسب تحریر کتب جرح و تعدیل ثقہ نہیں۔ بلکہ وہ شیعہ کی طرف مائل تھا۔ ایسے شخص کی تحریر کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ۱۲

اصحاب نے بھی ادھر تیاری کر کے اپنے خیمے مقام مذکور میں بھیج دیئے۔ اتنے میں حضور کی بیماری میں تیزی ہوگئی اور عشاقِ رسول بیقرار ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر رضؓ کو اپنی جگہ امامت پر مامور فرمایا۔ (کتبِ طرفین میں اس کا ذکر موجود ہے)[1] ۱۰ ربیع الاول حضور علیہ السلام کو مرض سے کسی قدر افاقہ ہوا اور سب مسلمانوں نے جہاد کے لئے روانگی کا قصد کیا۔ حضرت اسامہ رضؓ کو حضورؐ نے بغل گیر فرما کر دعا فرمائی اسامہ رضؓ کوچ کے لئے تیار تھے کہ امّ ایمن رضؓ مادرِ اسامہ رضؓ ان کے پاس پہنچ کر کہنے لگیں کہ حضور کی حالت نازک ہوگئی ہے۔ اسامہ رضؓ اور دیگر لشکریان یہ خبرِ وحشت اثر سُن کر ششدر رہ گئے اور کمریں کھول دیں اور نشان درِ دولت نبویؐ پر نصب کر دیا۔ حضورؐ کے وصال کے بعد جب تجہیز و تدفین سے فراغت ہوئی اور منصبِ خلافت پر صدیقِ اکبر رضؓ جاگزیں ہوئے تو اسامہ رضؓ نے پھر مقام جرف میں جھنڈا گاڑ دیا اور فوج جمع ہونے لگی۔ اسی اثناء میں مدینہ میں خبر پہنچی کہ بعض قبائل عرب مرتد ہو گئے ہیں اور مدینہ منوّرہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں بعض صحابہ نے حضرتِ ابوبکر صدیق رضؓ سے عرض کی کہ اس موقعہ پر لشکرِ اسامہؓ کی روانگی مہم دوم پر ملتوی کر دی جائے تاکہ مدینہ منوّرہ معرضِ خطر میں نہ رہے لیکن صدیقِ اکبرؓ نے نہ مانا اور کہا کہ جس لشکر کو آقائے نامدارؐ تیار فرما چکے ہیں میں اُن کو کبھی روک نہیں سکتا اور مہم کو ضرور روانہ کروں گا۔ اگرچہ منافقین مدینہ و مضافات میں مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ القصہ لشکرِ اسامہ رضؓ کو آپ نے مکمل ساز و سامان سے لیس کر کے روانہ کیا اور حضرت عمر رضؓ کو حضرت اسامہؓ سے اجازت لے کر ہمراہ خود لیا تاکہ ان کی تدبیرِ کار سے فائدہ اُٹھا کر بغاوت کو فرو کر سکیں۔ اسامہؓ منزل مقصود پر پہنچے۔ جدال و قتال کر کے حدودِ شام کو مفتوح کیا اور مدینہ میں با فتح و ظفر واپس آئے۔

سو یہ اعتراض صدیقِ اکبر رضؓ پر کرنا کہ آپ نے لشکرِ اسامہ رضؓ کی تجہیز میں کوتاہی کی درست نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ نے اس لشکرِ ظفر پیکر کو پورے ساز و سامان سے تیار کر کے روانہ کیا اور جہّزوا الخ کی تعمیل کا حق ادا کیا اور اگر روافض کا یہ اعتراض ہے کہ آپ نے لشکرِ اسامہ رضؓ سے تخلف کیا (خود ساتھ نہیں گئے) تو ایسا اعتراض روافض کا ان کی جہالت اور لاعلمی کی دلیل ہے۔ جب خلیفہ یا بادشاہ کسی مہم کو کسی افسر کے

---

[1] کتب اہل سنت والجماعت میں تو اس کی تفصیل موجود ہے۔ کہ حضور صلعم کی بیماری کے ایام میں حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھاتے رہے لیکن شیعہ حضرات اس خیال سے کہ اس سے حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت اور استحقاق خلافت ثابت ہوتا ہے۔ صاف الفاظ میں اس بات کا اقرار نہیں کر سکتے۔ لیکن چونکہ اصلیت چھپی نہیں رہتی۔ اس لئے بعض منصف مزاج مصنفین کو اس کا اعتراف کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ ذاکر حسین شیعی امامی اثنا عشری لکھتا ہے"۔ ایام مرض میں جب وقت نماز آتا۔ بلالؓ آنحضرتؐ کو اطلاع دے دیتے اور حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھاتے مگر اکثر مورخین نے لکھا ہے۔ کہ آخری سترہ نمازوں میں حاضر نہ ہو سکے۔ اس موقعہ پر طبری نے لکھا ہے۔ کہ رسول نے (فرمایا) کہ علیؑ کو بلا بھیجو۔ پس علیؑ کو بلانے گئے۔ عائشہؓ نے کہا۔ اگر ابوبکرؓ کو بلاؤں تو کیا حرج ہے۔ اور حفصہؓ نے کہا۔ اگر عمرؓ کو بلاؤں تو کیا حرج ہے۔ پس یہ سب آنحضرت کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ پس فرمایا رسول اللہ صلعم نے۔ کہ اب تم چلے جاؤ جب مجھے ضرورت ہوگی تو بلالوں گا۔ پس یہ لوگ چلے گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نماز کا وقت آگیا جواب ملا۔ البتہ فرمایا۔ تو ابوبکرؓ کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں (تاریخ اسلام حصہ ۲ مولفہ ذاکر حسین ص ۲۹۸ مطبوعہ مقبول پریس دہلی۔ ۱۳۳۱ھ)

ماتحت کر کے کسی جگہ روانہ کرتا ہے تو حقیقت میں قائدِ فوج وہی سمجھا جاتا ہے۔ لڑتی فوج ہے اور نام بادشاہ کا ہوتا ہے۔ کیونکہ فوج بدوں سامانِ خوراک و اسلحہ وغیرہ لڑ نہیں سکتی اور یہ سب کچھ بادشاہ کے ذمہ ہوتا ہے۔ غرض حضرت ابوبکرؓ نے باوجود خطرناک حالت کے لشکرِ اسامہؓ کو بھیج کر زیدؓ بن حارثہ کا خوب انتقام لیا اور اسامہؓ مہم سر کر کے پوری کامیابی سے مراجعت فرما ہوئے۔ رسولِ پاک کے منشاء و حکم کو پورا کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں یہ الزام حضرت علیؓ پر بھی وارد ہو سکتا ہے کہ آپ بھی لشکرِ اسامہؓ کے ساتھ جانے پر مامور تھے۔ آپ کیوں نہ گئے؟ اگر ایسی نازک حالت میں کہ حضورؐ نزع کی حالت میں ہوں، عاشقانِ ذات والا آپ کو چھوڑ کر لڑائی پر چلے جاتے تو مخالفین نابکار کا ہمیشہ کے لئے یہ اعتراض ہوتا کہ ملک گیری کی ہوس میں آقائے نامدار کو مرض الموت میں تنہا چھوڑ کر یارانِ خاص باہر سفر میں چل دیئے اور جب دوسرا پہلو اختیار کیا گیا، تو اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ تعمیلِ حکم نہیں ہوئی۔ ؎

چشمِ بد اندیش کہ برکندہ باز ۔۔۔ عیب نماید ہنرش در نظر

یہ بھی واضح رہے کہ جب حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو خدمتِ امامت پر مامور کر دیا تھا تو تعمیلِ حکم اسی صورت میں تھی کہ اس ڈیوٹی میں کوتاہی نہ ہو۔ پھر جب بعد وفاتِ رسولؐ بارِ خلافت آپ کے سر پر ڈالا گیا تو پھر تعمیلِ ارشاد اسی طرح ہو سکتی تھی کہ خود امورِ خلافت کو سر انجام کریں۔ آزمودہ کار فوج کو بماتحتی اسامہؓ پوری تیاری سے روانہ کر کے اس مہم کو سر کریں۔ چنانچہ یہ دونوں کام خدا کے فضل سے پورے ہوئے اور فتح و ظفر کا سہرا صدیقِ اکبرؓ کے سر بندھا۔ حاسد نابکار کڑھا کریں: ؎

بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجیست
کہ از مشقتِ او جز بمرگ نتواں رست

دوسرا طعن

حضور صلعم نے حضرت ابوبکرؓ کو سورۂ برأت کے احکام کی تبلیغ کے لئے مکہ معظمہ میں روانہ کیا تھا۔ بعد میں جبرائیل نازل ہوئے اور پیغام دیا کہ اس کام کے لئے حضرت علیؓ کو روانہ کرو۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے جا کر فرضِ تبلیغ احکام سورۂ برأت انجام دیا تو جب آپ صرف ایک سورۃ کی تبلیغ کی قابلیت نہ رکھتے تھے تو وہ خلیفہ کس طرح ہو سکتے تھے، جس کے ذمہ تبلیغ جمیع احکامِ شریعت کا کام ہوتا ہے۔

جواب

روایات اہل سنّت اس بارہ میں مختلف ہیں۔ اکثر روایات میں یوں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو حضورؐ علیہ السلام نے پہلے ہی سے امیرِ حج مقرر فرما کر بھیجا تھا۔ بعد ازاں سورۂ برائت کا نزول ہوا تو آپ نے اس کی تبلیغ کے لئے حضرت علیؓ المرتضیٰ کو روانہ فرمایا۔ اس صورت میں معترض کا اعتراض سرے سے ہی غلط ٹھہرتا ہے کہ جس کام کے لئے ابوبکرؓ مامور ہوئے تھے یعنی مناسک حج کی تعلیم کے لئے اس کا اخیر تک اُنہوں نے ہی انجام دیا اور حضرت علیؓ کو جس ڈیوٹی پر بعد میں روانہ کیا گیا۔ آپ نے ادا کی۔ اس میں اعتراض ہی کیا ہو سکتا ہے۔ دُوسرا قول یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ امیرِ حج مقرر کر کے روانہ کئے گئے تو یہ کام بھی آپ کے سپرد کیا گیا کہ سُورۃ برائت کے احکام کی تبلیغ کر دی جائے لیکن بعد میں حضرت علیؓ کو دوسرے کام کی انجام دہی کے لئے حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ بٹانے کے لئے روانہ کیا گیا جو انہوں نے بماتحتی حضرت ابوبکرؓ انجام دیا۔ عادتِ عرب یہ تھی کہ جب کوئی معاہدہ کرنا یا اس کو توڑنا ہوتا اور صلح یا جنگ کا معاملہ درپیش ہوتا۔ وُہ ایسے شخص کے ہاتھ سے انجام پذیر ہو سکتا تھا جو بادشاہ کی قوم میں سے اس کا فرزند یا داماد ہو۔ دوسرا کوئی شخص خواہ کتنی بڑی شخصیت رکھتا ہو اس کام کے لئے منتخب نہیں ہو سکتا تھا یہی وجہ ہے کہ سورۃ برأت میں اس امر کا اعلان مقصود تھا کہ سابقہ معاہدات ختم ہو چکے اب مشرکین کو مسجد نبوی اور حرم محترم میں داخلہ کی اجازت نہیں ہے، اس لئے یہ فرض بغیر حضرت علیؓ کے جو آپ کے عمزاد بھائی اور داماد تھے، دوسرے سے ہوتا تو کفار کا حسبِ دستور اعتراض ہوتا کہ اگر ایسا اعلان مقصود تھا تو کسی شاہی خاندان کے خاص آدمی کے ذریعہ اس کا اعلان کیوں نہیں کیا گیا۔ کفار کے اس عذر کے دفع کرنے کے لئے حضرت علیؓ کو اس ڈیوٹی کی انجام دہی کے لئے بھیجا گیا۔ اس میں قابلیت یا عدم قابلیت کا کوئی سوال نہیں ہے۔ اگر حضور علیہ السّلام جناب ابوبکرؓ میں قابلیت نہ پاتے تو ابتداءً ہی آپ ان کو اس کام کے لئے کیوں انتخاب فرماتے۔ بیشک ان سے بھی بڑے بڑے ذمہ داری کے کاموں کے لئے آپ صدیقِ اکبرؓ ہی کا انتخاب فرمایا کرتے تھے، اور یہاں بھی جو کام جناب صدیقِ اکبرؓ کے سپرد کیا گیا وہ بہت بڑا اہم اور ذمہ داری کا کام تھا۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ لاکھوں نفوس کے سردار قرار دیئے جا کر احکام حج کی تبلیغ اور انتظام کے لئے بھیجے گئے تھے اور جس قدر واقعات و حوادث وہاں رونما ہونے والے تھے ان سب کا تصفیہ و فیصل حضرت کا کام صدیقِ اکبرؓ کے سپرد تھا۔ جس قدر شرعی مسائل پیش آنے والے تھے، سب کا فتویٰ آپ نے صادر کیا

لے بیضاوی، مدارک، زاہدی، تفسیر نظام نیشاپوری، جذبات القلوب، شرح مشکوٰۃ میں یہی روایت اختیار کی گئی ہے۔

تھا۔ ایسے کام کے لئے ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو بڑا مجتہد، بڑا منتظم اور بڑا ہی مدبر اور سلیم العقل ہو۔ بخلاف اس کے سورۂ برات کی چند آیات باآواز بلند پڑھ کر سنا دینا ایک معمولی کام تھا جو ہر ایک حافظ قرآن جہیر الصوت اس کو پورا کر سکتا تھا۔ اس لئے قیاس نہیں ہو سکتا کہ امارت حج کا عظیم الشان کام انجام دینے کی قابلیت جس شخص میں تھی، وہ ایک سورۃ قرآن کے جا بجا سنا دینے کے قابل نہیں۔ غرض اس سے نہ تو حضرت صدیق پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے نہ اس سے حضرت علی المرتضےٰ کو آپ پر کوئی فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔

کتب حدیث و سیر سے ثابت ہے کہ اس موقعہ پر جناب امیرؓ ہر ایک امر میں حضرت ابوبکرؓ کی اقتدار کرتے تھے۔ نماز ان کے پیچھے ادا کرتے تھے اور مناسک حج میں بھی ان کی متابعت فرماتے تھے۔

کتب حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ جناب امیرؓ بسواری ناقہ قطع مسافت کر کے بعجلت تمام حضرت ابوبکرؓ کے پاس جا پہنچے تو آپ نے پوچھا: اَمِیْرًا جِئْتَ اَمْ مَامُوْرًا (کیا آپ امیر ہو کر آئے ہیں یا مامور ہو کر؟) آپ نے جواب میں فرمایا: جِئْتُ مَامُوْرًا (میں آپ کے ماتحت مامور ہو کر آیا ہوں)۔

خلاصہ یہ کہ امیر الحج کے ذمہ جو چند لاکھ نفوس کے سردار تھے اتنا بڑا کام تھا کہ ان سے اصالتاً سورۂ برات کا جا بجا ہر خیمہ اور ڈیرہ میں جا کر سنانا متعذر تھا۔ اس لئے اس کام کے لئے علیحدہ شخص مقرر ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ جناب امیرؓ نے یہ کام بوجہ احسن پورا کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے اپنا کام خوش اسلوبی سے انجام دیا اور یوں حضور علیہ السلام کی نیابت کا پورا پورا حق ادا کیا۔ پھر کتنی بڑی بے انصافی ہے کہ ان ہر دو اصحاب میں سے کسی ایک کی بے قدری کی جائے۔

تیسرا طعن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کو ایک دفعہ عمرو بن العاص اور ایک دفعہ اسامہؓ کے ماتحت فرما کر اُن کے تابع حکم گردانا۔ اگر وہ خلافت و امامت کے قابل ہوتے تو ایسے معمولی اشخاص کے تابع حکم نہ گردانے جاتے۔

جواب

اس طعن کا جواب دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ یہ اعتراض تب ہو سکتا ہے کہ شیعہ صاحبان عمروؓ بن العاص یا اسامہؓ کی فضیلت کے قائل ہوں۔ حالانکہ اس بات کے وہ بھی قائل نہیں ہیں۔ پھر اعتراض کیسا

دوم:- یہ کہ کسی خاص امر پر کسی بڑے آدمی کو کسی چھوٹے کے ماتحت رہ کر کام کرنے پر مامور کرنا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ سلطان یا بادشاہ کی نظر میں وہ بڑا آدمی حقیر اور چھوٹا اس سے زیادہ عزت رکھتا ہے یہ قاعدہ کی بات ہے کہ بادشاہ کو جب کبھی کسی آدمی کو بڑے رتبہ پر کرنا منظور ہوتا ہے پہلے اس کو کام سکھانے کے لئے کسی چھوٹے اہلکار کے ماتحت کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً ایسے ذی عزت خاندانی اشخاص کو سول میں پہلے پٹواری کے ماتحت کام سیکھنا پڑتا ہے۔ ایسا ہی جو شخص صیغۂ فوج میں ڈائرکٹ کمیشن حاصل کر کے جمعدار یا صوبیدار یا لیفٹیننٹ گھر سے ہی بھرتی کیا جاتا ہے، اس کو کسی معمولی حوالدار کے ماتحت قواعد۔ پریڈ سکھائی جاتی ہے لیکن یہ ہرگز خیال نہیں ہو سکتا کہ بادشاہ کی نگاہ میں پٹواری یا حوالدار کو ای، آئی سی یا فوجی افسر پر فوقیت یا فضیلت حاصل ہے بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں جب شیخین نے ایک وقت امامت و خلافت حاصل کرنی تھی اس لئے ان کو ماتحتی کی ڈیوٹی پر لگایا گیا تا کہ کام کی مشق اور ریاضت و تجربہ حاصل ہو اور تابع رہ کر ان کو اپنے زمانۂ اقتدار و متبوعیت میں ماتحتوں اور تابعین فرمان کی بھی قدر و منزلت ہو۔

سوم:- اسامہؓ و عمرو بن العاصؓ کی امارت ایک جزوی مصلحت کی وجہ سے تھی۔ وہ یہ کہ روم و شام نے اسامہؓ کے باپ زیدؓ کو جنگ موتہ میں بیدردی سے قتل کر دیا تھا۔ اس کا انتقام اسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ مقتول کا فرزند (اسامہؓ) خود اپنے باپ کا بدلہ لے کر دل ٹھنڈا کرے۔ اسی طرح عمرو بن العاص منصوبہ اور تدبیر میں طاق تھے اور اس وقت ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا تھا جو بڑے مکّار اور حیلہ جو تھے اس لئے اس کے مقابلہ کے لئے ایسے ہی شخص کی ضرورت تھی جو اس فن (تدبیر امور) میں مہارت رکھتا ہو۔

چہارم:- اگر اس خاص امارت سے فضیلت ثابت ہو سکتی ہے تو پھر جناب امیرؓ پر بھی ان کی فضیلت تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ جبکہ حضور علیہ السلام نے ان سے افضل علیؓ کو چھوڑ کر اسامہؓ و عمروؓ بن العاص کو امیر بنا کر بھیجا۔ غرض یہ طعن محض جہالت کی وجہ سے کیا گیا ہے جس کی کوئی وقعت نہیں ہے نہ اس سے شیخین کی تنقیص پر دلیل ہو سکتی ہے نہ افضلیت امیر ثابت ہوتی ہے۔

چوتھا طعن

شیعہ کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ نے کہا ہے: اِنَّ لِی شَیطَاناً یَعتَرِینِی فَاِن اسْتَقَمتُ فَاَعِینُونِی

وَاِنْ زِغْتُ فَقَوِّمُوْنِیْ (میرے لئے بھی شیطان ہے جو وساوس ڈالتا ہے۔ پس اگر میں راہ راست پر چل رہا ہوں تو تم میری مدد کرو۔ اور اگر کجی دیکھو تو مجھے سیدھا کردو۔) پھر ایسا شخص قابلِ امامت و خلافت کس طرح ہوسکتا ہے جو شیطانی وساوس سے بچ نہیں سکتا۔

جواب

اوّل تو اہلِ سُنّت کی کتاب میں حضرت ابوبکرؓ کا یہ مقولہ درج نہیں ہے۔ اگر بالفرض یہ درست ہو تو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ہم سوائے انبیاء کے کسی کو معصوم نہیں سمجھتے۔ احادیثِ صحیحہ میں ہے کہ ہر ایک شخص کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک جنّ پیدا ہوتا ہے۔ فرشتہ نیکی کی تلقین کرتا ہے اور جنّ (شیطان) بدی کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ پھر اگر حضرت ابوبکرؓ نے کمال کسرِ نفسی سے ایسا فرما دیا ہو تو یہ آپ کی نیک طینتی اور بے نفسی کا ثبوت ہے۔

انبیاء باوجود عصمت کے ایسے کلمے فرما دیا کرتے ہیں۔ آدمؑ نے فرمایا: رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا الآیۃ (اے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے تو ہماری خطائیں معاف کردے) حضرت یوسفؑ نے فرمایا: وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ۔ (میں اپنے کو خطا سے بَری نہیں سمجھتا۔ نفس بدی کی رغبت دلاتا ہے۔ ہاں جس پر خدا رحم کردے۔) حضرت علیؓ اپنے دیوان میں فرماتے رہے ہیں:-

ذُنُوْبِیْ بَلَائِیْ فَمَا حِیْلَتِیْ ۔۔۔ اِذَا کُنْتُ فِی الْحَشْرِ حَمَّالَهَا

(ترجمہ) "میرے گناہ میری مصیبت ہیں۔ میرا کیا چارہ ہوگا جب قیامت کے روز گناہوں کا بوجھ میری گردن پر ہوگا۔" (دیوان علیؓ)

حضرت زین العابدینؒ فرماتے ہیں:- قَدْ مَلَکَ الشَّیْطَانُ عِنَانِیْ فِیْ سُوْٓءِ الظَّنِّ وَ ضُعْفِ الْیَقِیْنِ وَاِنِّیْ اَشْکُوْ سُوْٓءَ الْمُجَاوَرَۃِ بِہٖ اِلٰی لِطَاعَۃِ نَفْسِیْ۔ (صحیفۂ سجادیہ)

(ترجمہ) "شیطان نے بدگمانی اور یقین کی کمزوری میں میری باگ پکڑ رکھی ہے اور میں اس کے پڑوس اور اپنے نفس کے اس کے مطیع ہونے کی شکایت کرتا ہوں۔"

اگر انبیاء کے اقوالِ بالا اور ائمہ معصومین کے ان مقولوں سے نبوت و امامت میں فرق نہیں آتا تو حضرت ابوبکرؓ نے بطورِ کسرِ نفسی یوں کہہ دیا تو کیا مضائقہ؟

پانچواں طعن (جنازہ رسولؐ)

شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کا جنازہ نہیں پڑھا۔ اس طعن کو بڑا کھینچ تان کر بیان کیا جاتا ہے تاکہ لوگ گمراہ ہوں کہ جن لوگوں نے اپنے رسولؐ پر نمازِ جنازہ بھی نہیں پڑھی وہ خلیفہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

جواب

جھوٹ محض جھوٹ۔ اگر آجکل کے شیعہ اپنی کتابوں کا بھی مطالعہ کریں تو ایسے جھوٹ کہنے سے شرم آئے۔ مگر اللہ رے جہالت، اپنی کتابوں سے انہیں واقفیت نہیں ہے۔

(۱) شیعہ کی نہایت معتبر کتاب اصولِ کافی کے صفحہ ۲۸۶ میں لکھا ہے۔ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قُبِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّتْ عَلَیْهِ الْمَلَائِکَةُ وَالْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ فَوْجًا فَوْجًا۔ (ترجمہ) "امام باقرؒ نے فرمایا۔ جب نبی علیہ السلام فوت ہوئے آپ پر فرشتوں اور تمام مہاجرین اور انصار نے فوج در فوج نماز پڑھی"۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ الف لام جب صیغۂ جمع پر واقع ہو تو استغراق کا معنیٰ دیتا ہے، اِس لئے بقول حضرت امام جب سب مہاجرین و انصار کا نمازِ جنازہ رسولؐ پڑھنا ثابت ہے تو پھر شیعہ کی بکواس کہ شیخین نے آپ کا جنازہ نہیں پڑھا کیا وقعت رکھتی ہے۔ تم سچے ہو یا حضرت امام سچے؟

(۲) شیعہ کی ایک دوسری مستند کتاب اخبار ماتم مطبوعہ مطبع حسینی رامپور کی مجلس اول صفحہ ۶۵ میں ہے عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ النَّاسُ کَیْفَ الصَّلٰوةُ عَلَیْهِ فَقَالَ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِمَامًا حَیًّا وَّمَیِّتًا فَدَخَلُوْا عَلَیْهِ عَشَرَةٌ عَشَرَةٌ فَصَلُّوْا عَلَیْهِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَلَیْلَةَ الثُّلٰثَاءِ حَتَّی الصُّبْحِ وَیَوْمَ الثُّلٰثَاءِ حَتّٰی صَلّٰی عَلَیْهِ صَغِیْرُهُمْ وَکَبِیْرُهُمْ وَذَکَرُهُمْ وَاُنْثَاهُمْ وَنَوَاحِی الْمَدِیْنَةِ بِغَیْرِ اِمَامٍ۔ ترجمہ:۔ حضرت امام باقرؒ نے فرمایا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ حضور علیہ السلام پر کس طرح نماز پڑھیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ آپ ہماری زندگی میں اور بعد وفات بھی امام ہیں۔ دس دس نے داخل ہو کر آپ پر نماز پڑھی۔ پیر کے دن اور منگل کی رات صبح تک نماز ہوتی رہی۔ اور منگل کے دن حتٰی کہ تمام چھوٹے بڑے مرد عورت نے مدینہ اور ارد گرد کے لوگوں نے بغیر امام کے نماز پڑھی۔

اب شیعہ خود ہی انصاف کریں کہ جب تمہاری کتابوں میں تصریح ہے کہ تمام مہاجرین و انصار چھوٹے بڑے مرد عورت، مدینہ و مضافات کے لوگ نمازِ جنازۂ رسول میں شامل تھے تو کیا مہاجرین و انصار اور صغیر و کبیر اور ذکر و انثیٰ کے عموم سے شیخین خارج ہو سکتے ہیں۔ اگر شیخین نے نماز نہیں پڑھی تھی تو امام نے اُن کو مستثنیٰ کیوں نہ کر دیا۔

حضرتِ ابوبکرؓ کا شاملِ جنازہ ہونا

اگرچہ مذکورہ بالا دلائل نہایت صاف ہیں اور ان سے بالوضاحت ثابت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ جو سرخیل مہاجرین و انصار تھے نمازِ جنازۂ رسول میں شامل تھے۔ لیکن ضدی شیعوں کی شاید اس سے تسلی نہ ہو اس لئے اب ہم وہ روایات لکھے دیتے ہیں جن سے حضرت ابوبکرؓ کا شاملِ جنازہ ہونا بالصراحت ثابت ہے۔
اصولِ کافی صفحہ ۱۸۵ میں ہے:۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اَتَی الْعَبَّاسُ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَقَالَ یَا عَلِیُّ اِنَّ النَّاسَ اجْتَمَعُوْا اَنْ یَدْفِنُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَقِیْعِ الْمُصَلّٰی وَاَنْ یَؤُمَّہُمْ مِنْہُمْ رَجُلٌ فَخَرَجَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلَی النَّاسِ فَقَالَ یَا اَیُّہَا النَّاسُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ اِمَامٌ حَیًّا وَمَیِّتًا وَقَالَ اِنِّیْ اُدْفَنُ فِی الْبُقْعَةِ الَّتِیْ اُقْبَضُ فِیْہَا ثُمَّ قَامَ عَلَی الْبَابِ فَصَلّٰی عَلَیْہِ ثُمَّ اَمَرَ النَّاسَ عَشَرَةً عَشَرَةً یُصَلُّوْنَ ثُمَّ یَخْرُجُوْنَ۔ ترجمہ:۔ "امام جعفرؒ نے فرمایا حضرت عباسؓ حضرت امیرؓ کے پاس گئے اور کہا لوگوں نے اتفاق کیا ہے کہ رسولِ پاک کو جنت بقیع میں دفن کریں اور یہ کہ ان لوگوں سے ایک شخص (یا ابوبکرؓ) امام ہو۔ پس امیرؓ لوگوں کے پاس آئے اور کہا کہ رسولِ پاک ہماری زندگی میں اور بعد وفات بھی امام ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ میں اسی جگہ دفن کیا جاؤں جہاں میرا انتقال ہو۔ امیرؓ دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور خود نماز پڑھی۔ پھر لوگوں کو حکم دیا۔ دس دس آدمی نماز پڑھتے اور پھر چلے جاتے تھے۔

اس روایت سے ثابت ہے کہ بوقت جنازۂ رسولؐ حضرت ابوبکرؓ موجود تھے اور لوگوں کا اس امر پر اتفاق تھا کہ آپ کو امام بنایا جائے لیکن جناب امیرؓ کے کہنے پر کہ امام کی ضرورت نہیں دس دس اشخاص نے بلا امامت نماز پڑھی۔ پھر کس طرح کہہ سکتے ہو کہ ابوبکرؓ نے نماز نہیں پڑھی۔ ممکن ہے اس سے ایک متعصب شیعی کی تسلی نہ ہو، کیونکہ اس روایت میں بالاشارہ حضرت ابوبکرؓ کے امام بنائے جانے کی خواہش کا ذکر ہے، آپ کا نام بالتصریح موجود نہیں ہے۔ لو اب ہم آپ کو وہ روایت دکھائیں جس میں حضرت ابوبکرؓ کا نام بھی درج ہے۔

جلاء العیون اُردو مطبوعہ جعفری لکھنؤ جلد ۱ صفحہ ۸ میں ہے:۔ جناب صادقؑ سے روایت ہے کہ

عباسؓ جناب امیرؓ کی خدمت میں آئے اور کہا لوگوں نے اتفاق کیا ہے کہ حضرت کو بقیع میں دفن کریں اور ابوبکرؓ آگے ہو کر نماز پڑھائے۔ جناب امیرؓ نے کہا، بدرستیکہ رسول خدا پیشوا و امام ہمارے حیات و ممات میں اور حضرت نے خود فرمایا تھا کہ مَیں دفن ہوں گا جہاں میری روح قبض کی جائے۔"

اب تو شیعہ حضرات کی تسلّی ہو جائے گی کہ حضرت ابوبکرؓ حسبِ روایت امام صادقؑ صرف نماز جنازہ میں شامل ہی نہ تھے بلکہ تمام مسلمانوں نے اتفاق کر لیا تھا کہ آپ ہی امام ہوں۔ (کیونکہ حضور علیہ السلام اپنی زندگی میں آپ کو امامت نماز پر مامور فرما چکے تھے۔) پھر کس قدر بے شرمی ہے کہ ائمہ اہلبیت کو جھٹلا کر شیعہ صاحبان تمام لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ یہ اچھے خلیفے تھے کہ رسول کا جنازہ ہی نہ پڑھا۔

پیارے رسولؐ سے پیارے دوست کی آخری باتیں

روافض فضائل ابوبکرؓ کو کہاں تک چھپائیں گے۔ ان کی کتابیں بھی آپ کے فضائل کی شاہد ہیں کتاب جلاء العیون اردو جلد اوّل صـــــ میں تصریح ہے کہ پیارے رسولؐ سے آخری ہمکلامی کا جس شخص کو شرف حاصل ہوا وہ ابوبکرؓ ہی تھے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے تمام راز کی باتیں اپنے ہمراز یارِ غار ابوبکرؓ کو ہی بتلائیں۔ زہے نصیب ابوبکرؓ، زہے قسمتِ ابوبکرؓ۔ کتاب مذکور صـــــ میں یوں درج ہے:۔

"ثعلبی نے روایت کی ہے کہ جس وقت مرض حضرت رسولؐ پر سنگین ہوا۔ اس وقت ابوبکرؓ آئے اور کہا: یا حضرت آپ کس وقت انتقال کریں گے۔ حضرت نے فرمایا میری اجل حاضر ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا آپ کی بازگشت کہاں ہے۔ حضرت نے فرمایا جانب سدرۃ المنتہیٰ و جنت الماویٰ و رفیق اعلےٰ و عیش گوارا و جُرعہائے شرابِ قربِ حق تعالےٰ میری بازگشت ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ آپؐ کو غسل کون دے گا؟ آپؐ نے فرمایا جو میرے اہلبیت سے مجھ سے بہت قریب ہے۔ ابوبکرؓ نے پوچھا۔ کس چیز میں آپ کو کفن کریں حضرتؐ نے فرمایا، انہی کپڑوں میں جو میں پہنے ہوں یا جامہائے یمنی و مصری میں۔ ابوبکرؓ نے پوچھا۔ کس طرح آپؐ پر نماز پڑھیں گے۔ اس وقت جوش و خروش غلغلہ آواز مردم بلند ہوا اور در و دیوار کانپنے لگے حضرت نے فرمایا، صبر کرو۔ خدا تم لوگوں سے عفو کرے۔"

اس روایت سے ثابت ہوا کہ رسولؐ پاک آخری دم تک جناب صدیق اکبرؓ کو اپنا صادق الوداد اور محرم راز دوست سمجھتے تھے کہ تمام راز و نیاز کی باتیں اسی خاص دوست سے فرمائیں۔

شیعہ غور کریں کہ آخری وقت میں رسولِ پاک ایک منافق کو بھی شرفِ ہمکلامی بخش سکتے تھے؟

کہ نہ علی رضؓ کو نہ دیگر اہلبیت کو اس امر کے لئے منتخب فرمایا بلکہ اپنے قدیم دوست پرانے تابعدار یارِ غار کو ہی یہ شرف عطا ہوا۔ سچ ہے ۔ ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور جب ابوبکرؓ آخری دم تک پروانہ وار شمع جمالِ احمدی پر اپنی جان نثار کئے ہوئے تھے، پھر کیونکر ممکن تھا کہ نماز جنازۂ رسولؐ سے غیر حاضر ہوں ۔ اب اس باطل طعن کا کماینبغی قلع قمع ہو چکا ۔ اب ہم شیعہ کے ایک اور مشہور طعن کے دفعیہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو تمام مطاعن کی بنیاد ہے ۔

چھٹا طعن (قضیۂ فدک)

شیعہ کا یہ طعن ہے کہ ابوبکر صدیق رضؓ نے فدک بنتِ رسولؐ (فاطمہؓ) سے چھین لیا ۔ ان کو ناراض کیا اور رسولِ پاکؐ نے خاتونِ جنت کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی سے تعبیر کیا ۔ پھر ایسا شخص خلیفہ کس طرح ہو سکتا ہے ۔

جواب

چونکہ شیعہ صاحبان اس طعن کو بڑی شدّ و مد سے پیش کیا کرتے ہیں اور طاعنین کے خیال میں بھی یہ ایک بڑا قلعہ ہے جس پر ان کے باقی مطاعن کی دار و مدار ہے ۔ اس لئے ہم اس کے متعلق شرح و بسط سے کلام کر کے اس ہوائی قلعہ کے پرخچے اڑائیں گے تاکہ اہلِ بصیرت اس نتیجہ پر پہنچ سکیں کہ طاعنین کہاں تک راہِ حق سے بہکے ہوئے پادر ہوا باتیں کر رہے ہیں ۔

اس لئے ہم پہلے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ فدک ہے کیا چیز ، وہ کس طرح اسلام کے قبضہ میں آیا اور قرآن کا فیصلہ اس کے متعلق کیا ہے اور رسول پاکؐ اور آپ کے صحابۂ کرام اور اہلبیت علیہم الرضوان کا اس کے متعلق طرزِ عمل کیا رہا ہے ۔

فدک کی تعریف

سو فدک جیسا کہ قاموس میں ہے ایک چھوٹے سے قریہ کا نام ہے جو خیبر کے نواح میں ہے اور جو

یہود کے قبضہ میں تھا۔ جب آنحضرت فتح خیبر سے واپس ہوئے تو محیصہ بن مسعود انصاری کو اہل فدک کے پاس آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا۔ اس بستی کا سردار یوشع بن نون نام ایک یہودی تھا۔ یہودیوں نے حضور کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور صلح کے عوض فدک کی آدھی زمین دینی منظور کی۔ اس وقت سے یہ باغ اسلام کے قبضہ میں آیا۔ چونکہ یہ جائداد قبضہ اسلام میں بدوں لڑائی بطور صلح آئی تھی۔ اس لئے اسے فے کہتے ہیں اور فے کے متعلق جو حکم قرآن میں ہے وہی قابل عمل ہوگا۔ فی الحقیقت فدک کی کل کائنات چند کھجوریں ہیں جن کے متعلق اس قدر واویلا مچائی جاتی ہے کہ صحابہؓ نے خاتون جنت کی جائداد چھین لی۔ خاتون جنت نے مقدمہ بازی کی۔ معتبر شہادت گزاری جو مسترد کی گئی اور دعویٰ خارج کیا گیا لیکن شیعہ کے نزدیک فدک ایک مُلک کا نام ہے جو ایک لاکھ چوبیس ہزار روپیہ کی مالیت کا ہے یعنی اس کی آمدنی اتنی ہے۔

فدک کی حقیقت شیعی نقطہ خیال سے

شیعہ کی معتبر کتاب اصولِ کافی صد ۳۵۵ میں ایک طولانی حدیث لکھی ہے جس میں حضرت ابوالحسن موسٰی نے خلیفہ مہدی سے فدک کی واپسی کے متعلق مکالمہ کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے: فَقَالَ لَہُ الْمَھْدِیُّ یَا اَبَا الْحَسَنِ حُدَّھَا لِیْ فَقَالَ حَدٌّ مِنْھَا جَبَلُ اُحُدٍ وَحَدٌّ مِنْھَا عَرِیْشُ مِصْرَ وَحَدٌّ مِنْھَا سَیْفُ الْبَحْرِ وَحَدٌّ مِنْھَا دُوْمَۃُ الْجَنْدَلِ فَقَالَ لَہُ کُلُّ ھٰذَا قَالَ نَعَمْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ھٰذَا کُلُّہٗ فَقَالَ کَثِیْرٌ وَّاَنْظُرُ فِیْہِ۔ (ترجمہ) مہدی نے کہا اے ابوالحسن فدک کی حد بتائیے۔ امام نے کہا۔ ایک کنارہ اس کا کوہِ اُحد[1] ہے، اور دوسرا عریش مصر۔ ایک گوشہ سمندر اور دوسرا دومۃ الجندل۔ مہدی نے کہا۔ کیا یہ سب فدک ہے۔ امام نے کہا۔ ہاں۔ خلیفہ نے کہا۔ یہ تو ایک مُلک ہے اور میں اس بارہ میں غور کروں گا۔

شیعہ کی اس حد شماری سے جو امام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ فدک آدھی دُنیا کا نام ہے یہی وجہ ہے کہ شیعہ کہا کرتے ہیں کہ فدک لاکھوں کی جائداد تھی جو ابوبکرؓ نے دبا لی۔

اب قابلِ غور یہ بات ہے کہ کیا رسولِ پاک دُنیا طلبی کے لئے مبعوث ہوئے تھے کہ نبوّت کے

---

[1] فدک کے حدود جو شیعوں کے امام معصوم موسٰی کاظم نے خلیفہ مہدی سے بیان کئے۔ حسب تشریح کتب شیعہ یوں ہیں۔ ایک حد کوہِ احد ہے۔ جو مدینہ منورہ سے قریباً تین میل مشرق کی جانب ہے۔ دوسری حد عریش مصر ہے۔ جو شام سے مصر کے راستہ میں بحیرہ روم کے کنارہ علی سرحد مصر پر ہے۔ (معجم البلدان الیاقوت) تیسری حد کنارہ بحر جس کا اطلاق اکثر بحر عمان کے کنارہ پر ہوتا ہے (صافی شرح کافی) چوتھی حد دومۃ الجندل ہے جو دمشق سے جنوب کو پانچ دن کی مسافت پر ہے۔ اور مدینہ منورہ سے ۱۵-۱۶ دن کی راہ ہے۔

اقتدار سے جن ممالک پر قبضہ ہُوا، وہ سب دخترِ نیک اختر کے حوالہ کر دیا۔ مخالفین اسلام اس بارہ میں کیا کہیں گے کہ تمہارے رسول نے دعویٰ رسالت اسی لئے کیا تھا کہ مُلک مُلک اینٹھ کر بہو بیٹیوں کے حوالے کرتے جائیں۔ غور کرو اور پھر غور کرو۔

ہمارے رسول پاک اور آپ کے اہل بیت کی تو یہ حالت تھی کہ باوجود شہنشاہ اعظم ہونے کے تین تین روز فاقے گزرتے تھے اور گیہوں کی روٹی کھانے کو نہ ہوتی تھی۔ پھر جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ چند درہم کے عوض ایک یہودی کے پاس گرو تھی۔ لاریب آپ کی صداقت کی یہی بڑی دلیل ہے۔ آپ نے دولت دُنیا کو ایک پر پشہ کی وقعت نہ دے رکھی تھی۔ اور آپ کے اہلِ بیت بھی اسی کے خُوگر تھے کہ فاقے ہیں رہ کر یادِ خدا میں شب و روز مصروف رہتے تھے۔ پیغمبر اسلام کے ذمّے یہ ایک بہت بڑا افتراء ہے کہ آپ نے ایک بڑا مُلک جو بغیر فوج کشی ہاتھ لگا۔ فقراء و مساکین امت کو محروم کر کے سارے کا سارا اپنی بیٹی کو دے دیا اور اسی طرح لختِ جگر رسول فاطمۃ الزہراؑ پر بہت بڑا بہتان ہے کہ آپ دُنیائے حقیر کی اس قدر دلدادہ تھیں کہ متاع الدُّنیا کے لئے کچہریوں میں مقدمات لڑتی پھریں۔ استغفر اللہ!

فدک کے متعلق فیصلہ قرآن

یہ امر مسلمہ فریقین ہے کہ فدک مالِ فے تھا جو بغیر جنگ و جدال ہاتھ آیا تھا اُس کے متعلق ہمیں قرآن پاک کی طرف رجوع کرنا چاہئے کہ مالِ فے کے متعلق قرآنی فیصلہ کیا ہے۔ قرآن میں پارہ ۲۸ سورۂ حشر میں ہے:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۔ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ ۔ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۔

ترجمہ:۔ جو زمین اور جائداد بطور فے اہل دیہات سے رسول کو ملی وہ خدا و رسول اور قرابتداران رسولؐ اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں اور فقراء مہاجرین اور ان سب مسلمانوں کے لئے (وقف) ہے جو آئندہ دنیا میں آئیں گے۔

اس آیت میں صریح فیصلہ موجود ہے کہ مال فے (جو بدوں لڑائی ہاتھ آئے جب وہ غیر منقولہ ہو) کسی کی خاص ملکیت نہیں ہے بلکہ اس کے حقدار رسول اور قرابتداران رسول کے علاوہ تمام مسلمان جو یتیم مسکین یا مسافر ہوں اور وہ مہاجرین محتاج جو اپنے گھروں سے جلاوطن کئے گئے اور جو آئندہ پیدا ہوں گے

یکساں ہیں۔ پھر شیعہ کا یہ خیال برخلاف فیصلہ قرآن کہ فدک (مال فئے) رسولِ پاکؐ نے صرف فاطمۃ الزہراؓ کی ملکیت میں دے دیا تھا نہ صرف قرآن کو ہی جھٹلانا ہے بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذمے اتہام لگاتا ہے کہ آپ نے حکمِ خداوندی پس پُشت ڈال کر یہ مال وقف جو غریب مسلمانوں کا حق تھا۔ اکیلا خاتونِ جنت کے قبضہ میں دے دیا۔ کیا فیصلہ قرآن سے بڑھ کر کوئی اور فیصلہ ناطق ہو سکتا ہے۔ شیعہ جواب دیں۔ یا تو یہ ثابت کریں کہ فدک مال فئے نہ تھا۔ اور اگر یہ تسلیم ہے تو اس کے مصارف یہ لوگ کیوں نہیں جن کا ذکر آیۃ مذکورہ میں بالصراحت ہے۔

کیا فدک رسولؐ پاک کی ذاتی جائیداد تھی؟

فدک کا فاطمۃ الزہراؓ کی ملکیت قرار دینے کے متعلق شیعہ کو سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ فدک آپ کو بطور ہبہ ملا تھا اور کبھی یہ کہ وراثتاً ترکہ میں آیا لیکن یہ دونوں باتیں تب ثابت ہو سکتی ہیں کہ فدک رسولؐ کی ذاتی ملکیت ہوتی لیکن اس بات کا ثابت کرنا بالکل مشکل ہے۔ اوّل تو یہ کہ آیتِ بالا اس کے مخالف ہے۔ دوم یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ذاتی جائیداد وہ ہوتی ہے جو کسی شخص کو وراثتاً ملے یا اس نے ذاتی کمائی سے اسے خریدا ہو۔ یہاں دونوں باتیں مفقود ہیں۔ نہ حضور علیہ السلام کو آبا و اجداد سے فدک ترکہ میں ملا اور نہ حضورؐ نے اس کو اپنی کسی ذاتی آمدنی سے پیدا کیا۔ یہ مسلّم امر ہے کہ بادشاہ یا امام یا نبی کو جو جائیداد حکومت یا امامت یا نبوّت کے اثر سے حاصل ہوئی ہو۔ وہ بادشاہ یا امام یا نبی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی۔ بادشاہ حکومت کے اقتدار سے جو ملک یا زمین یا سرحد فتح کرتا ہے وہ اس کی گورنمنٹ کی ملکیت ہوتی ہے نہ بادشاہ کی ذاتی جائیداد اور ایسی ہی جو اراضیات امام یا نبی کے قبضہ میں آتی ہیں وہ اس کے وارثوں کو وراثت میں نہیں ملا کرتیں بلکہ اس کے خلیفہ یا جانشین کو ملا کرتی ہیں۔

علامہ شبلیؒ نے اس کے متعلق حسب ذیل ریمارک کیا ہے جو ہر ایک ذی بصیرت کی سمجھ میں آ سکتا ہے۔

"یہ بحث اگرچہ طرفین کی طبع آزمائیوں میں بہت بڑھ گئی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بات نہایت مختصر تھی اور اب جبکہ سیاست مدن کے اصول زیادہ صاف اور عام فہم ہو گئے ہیں، یہ مسئلہ اس قابل ہی نہیں رہا کہ بحث کے دائرے میں لایا جائے کیونکہ نبی یا امام یا بادشاہ کے قبضہ میں جو مال یا جائیداد ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں، ایک مملوکہ خاص جس کے حاصل ہونے میں نبوّت اور امامت یا بادشاہت کے منصب کو کچھ دخل نہیں ہوتا مثلاً حضرت داؤد زرہ بنا کر معاش حاصل کرتے تھے۔ یا بادشاہ عالمگیر قرآن لکھ کر بسر کرتا تھا۔ یہ آمدنی اُن کی ذاتی آمدنی تھی اور اس پر ان کو ہر طرح اختیار تھا۔

دوسری مملوکہ حکومت مثلاً حضرت داؤدؑ کے مقبوضہ ممالک جو حضرت سلیمانؑ کے قبضہ میں آئے، اس دوسری قسم میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ جو شخص پیغمبری یا امامت یا بادشاہت کی حیثیت سے جانشین ہوتا ہے وہی اس کا مالک یا متولی ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ آج کل کے مذاق کے موافق ایک بدیہی بات ہے۔ مثلاً سلطان عبدالحمید خان کے بعد ان کے ممالک مقبوضہ یا ان کی جاگیر خاصہ ان کے بیٹے، بھائی، ماں، بہن وغیرہ میں تقسیم نہ ہوگی۔ بلکہ جو تخت نشین ہوگا، اس پر قابض ہوگا۔ مذہبی حیثیت سے بھی مسلمانوں کے ہر فرقہ میں یہ قاعدہ مسلّم رہا۔ مثلاً جو لوگ باغ فدک کو درجہ بدرجہ ائمہ اثنا عشر کا حق سمجھتے ہیں وہ بھی اس میں وراثت کا قاعدہ جاری نہیں کرتے۔ مثلاً حضرت علی رضؓ اپنے زمانہ میں اس کے مالک ہوئے تو یہ نہیں ہؤا کہ ان کی وفات کے بعد وراثت کا قاعدہ جاری ہوتا اور حسنینؓ و عباس رضؓ و محمد رضؓ حنفیہ و زینب رضؓ وغیرہ کو جو حضرت علیؓ کے وارث تھے، اس کا کچھ حصّہ سہام کے پڑتہ سے ملتا۔ بلکہ صرف امام حسن رضؓ کے قبضہ میں آیا۔ کیونکہ امامت کی حیثیت سے وہی حضرت کے جانشین تھے۔" (الفاروق جلد ۲ صث۱۷)

پس جب فدک حضور علیہ السّلام کے ذاتی املاک ہی سے نہ تھا تو اس کا ہبہ بحق خاتونِ جنّت رضؓ کر دینا یا آپ کی وفات پر وراثتاً آپ کو ملنا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

ایک عجیب قصّہ

ہبہ فدک کے متعلّق شیعہ حضرات نے ایک عجیب قصّہ تراش رکھا ہے جس کا ذکر اصولِ کافی صٓ۲۵۵ میں ہے:- اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی لَمَّا فَتَحَ عَلٰی نَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَدَکَ وَمَا وَالَاھَا لَمْ یُوْجِفْ عَلَیْہِ بِخَیْلٍ وَلَا رِکَابٍ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی نَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ فَلَمْ یَدْرِ رَسُوْلُ اللّٰہِ مَنْ ھُمْ فَرَاجَعَ فِیْ ذَالِکَ جِبْرَائِیْل۔ وَرَاجَعَ جِبْرَائِیْلُ رَبَّہٗ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ اَنِ ادْفَعْ فَدَکَ اِلٰی فَاطِمَۃَ فَدَعَاھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ فَقَالَ لَھَا یَا فَاطِمَۃُ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَ اِلَیْکِ فَدَکَ فَقَالَتْ قَدْ قَبِلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنَ اللّٰہِ وَمِنْکَ۔

ترجمہ:- "امام ابوالحسن رضؓ نے کہا۔ خدا نے رسولؐ پاک کے ہاتھ پر فدک وغیرہ فتح کئے جن کے متعلق فوج کشی نہ کی گئی تھی۔ تو خدا نے آیت وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ (دے رشتہ دار کو اس کا حق) نازل کی تو رسول کو معلوم نہ ہو سکا کہ ذا القربٰی سے کیا مراد ہے۔ آپ نے اس کے متعلق جبرائیل سے استفسار کیا اور جبرائیل نے رب العزّت سے استصواب کیا تو خدا نے وحی بھیجی۔ (مراد یہ ہے) کہ فدک فاطمہ رضؓ کو دے دیجئے۔ تب رسولؐ نے بلا کر کہا۔ فاطمہ رضؓ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ فدک

تجھے دے دوں۔ فاطمہؓ نے کہا۔ میں نے خدا اور رسول سے یہ عطیہ قبول کیا"!

قصہ تراشنے والوں نے اپنے مطلب کی بات تو وضع کر لی۔ لیکن یہ نہیں سوچا کہ اس سے رسولِ پاکؐ پر الزام آتا ہے کہ آپ باوجود علوم اوّلین و آخرین کے عالم ہونے اور حسب زعم شیعہ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ[1] سے آگاہ ہونے کے ذاالقربیٰ کے معنی بھی نہ سمجھ سکے۔ پھر اللہ تعالےٰ پر یہ الزام آتا ہے کہ اس نے باوجود اس قولِ پاک کے وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ (ہم نے قرآن کو ذکر کے لئے بہت آسان کر دیا ہے) یہ حکم ایسے معمہ کے طور پر فرمایا کہ نہ اس کا معنیٰ صاحب الوحی سمجھ سکے، نہ حاملِ وحی ہی کی سمجھ میں آیا کہ اس کے متعلق بلاوجہ نبی علیہ السلام کو اس قدر تردد کرنا پڑا کہ جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا گیا۔ پھر جبرائیل بارگاہِ ربّ العزت میں دوڑے گئے اور وہاں سے آیت کا معنیٰ پوچھ کر پھر رسول کو سمجھایا۔ کتنا آسان تھا کہ پہلے ہی سے یوں فرما دیا جاتا وَاٰتِ فَاطِمَةَ فَدَكَ (فاطمہؓ کو فدک دے دیجئے) شیعہ صاحبان ایسی بودی باتیں کہہ کر ناحق جگ ہنسائی کرتے ہیں۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ یہ آیت[2] مکی ہے اور مکہ میں فدک کہاں تھا، وہ تو ہجرتِ مدینہ کے بعد قبضۂ اسلام میں آیا پھر جب تک ایک چیز ابھی تک ہاتھ ہی نہیں آئی تو اس کی بخشش کیسی؟ یاللعجب!

دعوےٰ ہبہ فدک

شیعہ کہتے ہیں کہ فاطمۃ الزہراؓ نے فدک کے اپنے حق میں ہبہ ہونے کا مقدمہ دربارِ صدیق میں دائر کیا اور دو نہایت ثقہ اور معتبر گواہ (حضرت علیؓ و امّ ایمنؓ) بھی پیش کئے۔ لیکن ابوبکرؓ نے شہادت رد کر دی اور دعویٰ خارج کر دیا گیا ہو اوّل تو اس واقعہ کا ثبوت اہل سنت کی کسی معتبر کتاب سے نہیں ملتا۔ دوم اگر صحیح بھی ہو تو اس سے حضرت ابوبکرؓ کے عامل بالشرع اور بے رو رعایت منصف حاکم ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ بحکمِ قرآن وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ (دو مرد گواہ رکھو۔ دو نہ مل سکیں۔ تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں)۔

چونکہ صورت بالا میں نصاب شہادت موجود نہ تھا، نہ دو مرد نہ ایک مرد اور دو عورتیں ہی گواہ تھیں، اس لئے اگر ابوبکر صدیقؓ اس شہادت پر فیصلہ بحق خاتونِ جنت کرتے تو لوگ کہتے کہ دخترِ رسولؐ کی خاطر غلط فیصلہ دے رہا ہے خلافت راشدہ کے زمانہ میں اس قدر آزادی تھی کہ سرِ اجلاس ایک معمولی عورت بھی خلیفہ وقت کو ٹوک سکتی تھی کہ یوں نہیں ہونا چاہئے اور خلیفہ وقت خندہ پیشانی سے معترض کے اعتراض کو سن کر اگر واجبی ہوتا تو سرِ تسلیم خم کر دیتے۔

---

[1] مصنفؒ نے کتاب کے دوسرے مواقع میں غیر اللہ کیلئے علم ما کان و ما یکون کے عقیدہ کا ابطال فرمایا ہے چنانچہ صلا۱۴۲ میں صاف لکھا ہے۔ یہ مسئلہ بھی مسلم ہے کہ علم ما کان و ما یکون خاصہ ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ [2] آیت ذالقربیٰ حقہ۔ سورہ روم اور بنی اسرائیل میں ہے۔ بالاتفاق دونوں سورتیں مکی ہیں ۱۲ (منظور حسین غفرلہٗ)

عدالت و انصاف کا بڑا لازمہ عام مساوات کا لحاظ ہے۔ ایوانِ عدالت میں شاہ و گدا، امیر و غریب شریف و رذیل سب ہم رتبہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور کسی بڑے کی پاسداری سے اصولِ شریعت نہیں بدل سکتے۔ چونکہ وَاسْتَشْهِدُوْا کا حکم عام ہے جس سے کوئی مستثنےٰ نہیں ہو سکتا، اس لئے اوّل تو یہ ناممکن ہے کہ احکامِ شرع کی مہارت کے باوجود جناب امیرؓ اپنی زوجہ محترمہ کی طرف سے نامکمل شہادت لے کر ایوانِ عدالت میں حاضر ہوں اگر ایسا ہو گیا ہو تو خلیفہ رسول کا اہم فرض تھا کہ بحکم خدائے جلیل اس نامکمّل شہادت کی بناء پر خاتونِ جنّت رضؓ کے حق میں ڈگری نہ دیں۔ ایسے فیصلہ سے جناب امیرؓ اور خاتونِ جنّت کو بجائے اس کے کہ ناراض ہوں حاکمِ شرع خلیفہ کی داد دینی چاہیئے تھی کہ الٰہی فرمان کے مقابلہ میں پاسداری کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ مثال کے طور پر ہم ایک واقع کی طرف ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضؓ نے فصلِ خصومات کے لئے زید بن ثابت رضؓ کو قاضی مقرر کیا تھا۔ ایک دفعہ فاروقِ اعظم کسی تنازعہ کے لئے جو آپ کا ابی بن کعب سے تھا اور ابی نے دعویٰ زیدؓ کی عدالت میں دائر کر رکھا تھا۔ بطور مدعا علیہ حاضر ہوئے۔ زید رضؓ نے خلیفۂ وقت کی تعظیم کی۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا: یہ تمہارا پہلا ظلم ہے یہ فرما کر اُبی رضؓ کے برابر بیٹھ گئے۔ اور مقدّمہ کی سماعت شروع ہوئی۔ اُبی کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا۔ اس نے قاعدے کے مطابق حضرت عمر رضؓ سے قسم لینی چاہی۔ زیدؓ نے فاروقِ اعظم کے رتبہ کا پاس کر کے درخواست کی کہ امیر المومنین کو قسم سے معاف رکھو۔ حضرت عمر رضؓ اس طرفداری سے سخت رنجیدہ ہوئے۔ زیدؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمر دونوں برابر نہ ہوں تم منصبِ قضاء کے قابل نہیں سمجھے جا سکتے۔ (الفاروق جلد ۲ صـ۴۵)

ایسا ہی شیعہ کی معتبر کتاب کشف الغمہ میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی اور اپنا دعویٰ قاضی شریح کی عدالت میں دائر کیا۔ قاضی نے حضرت امیر المومنین سے شہادت طلب کی۔ جناب امیر رضؓ نے امام حسن رضؓ اور اپنے غلام قنبر کو شہادت میں پیش کیا۔ قاضی نے گواہی نامنظور کی۔ کیونکہ ایک حضرتِ امیرؓ کے صاحبزادے تھے اور دوسرا غلام۔ ایسا ہی من لا یحضرہ الفقیہ کتاب قضاء میں مرقوم ہے کہ جناب امیر رضؓ قاضیٔ مدینہ (شریح) کے اس فیصلہ سے ناراض نہ ہوئے۔ نہ اس کو قضا سے معزول کیا بلکہ اس کے انصاف کی داد دی اور اس کے حق میں دعائے خیر کی۔

الغرض دعویٰ ہبہ فدک کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے، نہ حضور علیہ السّلام باقی اقرباء کو محروم کر کے اکیلے فاطمۃ الزہرا کو یہ جائیداد دے سکتے تھے اور دیتے کس طرح جب جائیداد آپ کی ملکیت نہ تھی۔

دعویٰ وراثت

جب ہبہ کی طرف سے فیل ہوتے ہیں تو شیعہ حضرات وراثت کا سوال پیش کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ نے ابوبکر رضؓ کے پاس دعوے کیا کہ فدک وراثت میں مجھے ملنا چاہئے۔ سو یہ سوال پہلے سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

(۱) اس لئے کہ وراثت بھی ان ہی اشیاء میں ہوتی ہے جو مورث کی ملکیت ہوں۔ جب فدک حسب مسئلہ قرآن مال فئی (وقف) تھا اور عامہ مسلمین کا حق تھا تو وراثت کیسی؟

(۲) اس لئے کہ دیگر ورثاء کو محروم کر کے اکیلے فاطمہؓ کو فدک بطورِ وراثت لینے کا کیا حق تھا۔ حضرت کی ۹ بیویاں اور حضرت عباس رضؓ (چچا) بھی موجود تھے۔ پھر ان کو کس طرح محروم الارث کر کے یہ مال اکیلے خاتونِ جنت کو مل سکتا تھا۔ علاوہ ازیں اگر فدک میں مسئلہ فدک وراثت جاری ہو سکتا تھا اور انبیاء کے ترکہ میں توریث جائز ہوتی۔ تو حضرت ابوبکر رضؓ کو اس کی تقسیم میں کچھ عذر نہ ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ اس سے آپ کی دُختر حضرت عائشہ رضؓ بھی بہرہ یاب ہوتیں اور حضرت عباسؓ بھی جو حضرت ابوبکر رضؓ کے ہمیشہ مؤید رہے ان کی حق تلفی کس طرح روا رکھی جاتی۔

(۳) اس لئے کہ آنحضرت کی صحیح حدیث موجود ہے: نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ ط (ہم گروہ انبیاء نہ کسی مالِ دنیوی کے وارث ہوتے ہیں نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے ہمارا متروکہ صدقہ ہوتا ہے۔)

سوالِ شیعہ

آیت يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِىْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ط عام ہے۔ پھر رسول اللہ صلعم اس سے کس طرح مستثنےٰ ہو سکتے ہیں حالانکہ کوئی استثنےٰ نہیں اور حدیث صحیح بھی ہو تو آیت کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔

جواب

کئی آیات میں جو بظاہر عام ہوتی ہیں۔ لیکن رسول اس حکم سے مستثنیٰ ہوتے ہیں جیسے آیت فَانْكِحُوْا

مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ عام ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ چار بیویاں کرنا جائز ہیں۔ اس سے زائد نہیں ۔ رسولِ پاکؐ اس سے مستثنیٰ ہیں ۔ چنانچہ آپؐ کے نکاح میں نو بیویاں تھیں ۔ پھر جیسے آیت نکاح میں باوجود کسی استثنا کے نہ ہونے کے رسول مستثنیٰ ہیں اسی طرح یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ سے بھی آپ مستثنیٰ ہیں اور حدیث ناسخ آیت نہیں ہے بلکہ حدیث مذکور سے تخصیص مطلوب ہے اور حدیث مخصص آیت ہو سکتی ہے ۔

سوال شیعہ

حدیث لَا نُوْرِثُ الخ حضرت ابوبکرؓ نے خود ہی وضع کر لی ہے ۔ آیت کی موجودگی میں ایسی حدیث کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے ؟

جواب

شیعہ کی لاعلمی یا ہٹ دھرمی پر افسوس ہے ۔ یہی حدیث شیعہ کی اپنی معتبر کتابوں میں بروایت ائمہ اہلبیت موجود ہے ۔ پھر اس حدیث کو موضوع کہنا ائمہ اہلبیت کو وضاع حدیث قرار دینا ہے ۔ چنانچہ کتاب اصول کافی صـ۱۷ میں ہے : عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَ ذٰلِكَ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوْرِثُوْا دِرْهَمًا وَّلَا دِيْنَارًا اِنَّمَا اَوْرَثُوْا اَحَادِيْثَ مِنْ اَحَادِيْثِهِمْ فَمَنْ اَخَذَ بِشَيْئٍ فَقَدْ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ ۔ (ترجمہ) " ابی عبداللہ سے روایت ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور یہ اس لئے کہ انبیاء ورثہ میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے بلکہ اپنی احادیث چھوڑ جاتے ہیں پس جس شخص نے یہ میراث (احادیث الانبیاء) پائی اس کو بہرہ وافر ملا "

اس حدیث میں مدلّل طور پر بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء مالِ دنیا کی میراث ہرگز نہیں چھوڑتے بلکہ ان کی میراث علم و حکمت ہوتی ہے ۔ جس کو یہ میراث ملی وہی کامیاب ہوا ۔ اب تو شیعہ کو یہ کہنے کی مجال نہیں ہو سکتی کہ حدیث نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ الخ غلط اور موضوع ہے ۔ یہ حجت اس وقت چل سکتی تھی ۔ جب شیعہ کی کتابیں اہل سنّت کے پاس موجود نہ ہوتی تھیں ۔ اب تو خدا کے فضل سے شیعہ کی کتابیں علماءِ اہل سنّت کے پاس موجود ہیں اس لئے اب شیعہ کو سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہئے ۔

کیا لُطف جو غیر پردہ کھولے ۔۔۔ جادو وُہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

ا؎ دوسری حدیث مندرجہ صـ۵۸ وَرِثُوا الْعِلْمَ ہے ۱۲

سوال شیعہ

دوسری آیات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انبیاء مال دُنیا ترکہ میں چھوڑ جاتے ہیں اور ان کی اولاد وارث ہو سکتی ہے۔ پھر حضرت فاطمہؓ بنتِ رسول کو کیوں ورثہ نہ ملے۔ آیات یہ ہیں (۱) وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ (سلیمان علیہ السلام داؤد کے وارث ہوئے) (۲) رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ (اے خدا مجھے اپنی بارگاہ سے ولی عطا کر جو میرا اور آلِ یعقوب کا وارث ہو)

جواب

شیعہ صاحبان کی سمجھ پر افسوس ہے، جن آیات کو وہ اپنی دلیل سمجھتے ہیں حقیقت میں ان سے ان کے دعویٰ کی تردید ہوتی ہے۔ دونوں آیات میں میراث نبوّت و حکمت مراد ہے اور یہی ورثاء انبیاء نے میراث حاصل کی۔ پہلی آیت میں حضرت سلیمانؑ کا وارثِ داؤد علیہ السلام ہونا بھی اسی معنی سے ہے کہ داؤد کی میراثِ نبوّت آپ ہی نے سنبھالی۔ ورنہ اگر دُنیوی مال کی وراثت ہو تو آیت کا معنیٰ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرتِ داؤد کے نہ صرف حضرت سلیمانؑ واحد فرزند تھے بلکہ آپ کے اٹھارہ فرزند اور بھی موجود تھے۔ آیت میں مالی وراثت مراد ہوتی تو چونکہ باپ کے مال کے سارے بیٹے وارث ہوتے ہیں۔ اس لئے سب کے سب وارث ہوتے نہ کہ اکیلے حضرت سلیمانؑ وارث ہو سکتے تھے۔ اِلّا چونکہ میراث نبوّت حضرت سلیمان ہی کو ملی۔ اس لئے آیت وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ میں اس امر کا فیصلہ کیا گیا کہ نبیوں کی میراث مال نہیں ہوتی۔ ورنہ سلیمان کے اکیلے وارث ہونے کا مضمون صحیح نہ ہوتا۔ انبیاء کی میراث علم و نبوت ہوتی ہے اس لئے بمنطوق اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَآءِ ان کے حقیقی وارث وہی ہوتے ہیں۔ جو منصب نبوت و حکمت سنبھالتے ہیں۔ دوسری آیات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا (ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا فرمایا؛ وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ (سلیمانؑ نے کہا۔ لوگو ہمیں جانوروں کی بولی کا بھی علم عطا ہوا ہے)۔ فی الحقیقت مالِ دُنیا کا عطا ہونا ایک نبی کی فضیلت کا باعث ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہزاروں کفار نمرود، فرعون جیسے مالِ دُنیا کے مالک گزر چکے ہیں۔ انبیاء کی دولت علم و حکمت و نبوت ہوتی ہے، اور نبی کا صحیح وارث وہی کہلاتا ہے جس کو یہ دولت نصیب ہو۔ ؎

مالِ دُنیا خاکساراں را دہند عاقبت پرہیزگاراں را دہند

ایک اور حدیث سے بھی یہ عقدہ حل ہوتا ہے کہ وراثت سلیمانؑ کی مالی نہ تھی۔ وہ حدیث یہ ہے

اِنَّ سُلَیْمَانَ وَرِثَ دَاوٗدَ وَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرِثَ سُلَیْمَانَ ؑ (اصول کافی ص۔ (سلیمانؑ داؤد کے وارث ہوئے اور حضرت محمدؐ سلیمانؑ کے وارث ہوئے) اس حدیث نے تو فیصلہ ہی کر دیا کہ سلیمانؑ کی وراثت مالی نہ تھی، ورنہ ان میں اور ہمارے رسولِ پاکؐ میں کئی پشتیں گزر گئیں اور سلیمانؑ کا وارث حضرت رسولِ پاکؐ قرار دیئے گئے۔ کون نادان کہہ سکتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا کوئی (دفینہ) باقی رہ گیا تھا جو ہمارے رسولؐ کے قبضہ میں آیا۔ چونکہ حضور حضرت سلیمانؑ کے بعد کامل و مکمل نبی ہوئے اس لئے گویا حضرت سلیمانؑ کے ترکہ (نبوّت) کے صحیح معنوں میں آپ ہی وارث سمجھے جاتے ہیں۔

دوسری آیت: وَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ (اے خدا! مجھے ایسا ولی عہد عطا فرما جو میرے بعد میری اور آلِ یعقوب کی میراث سنبھالے) اس آیت سے تو شیعہ کے خیال کی سخت تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت زکریاؑ نے جو فرزندِ صالح کی تمنّا کی تھی، وہ اس لئے نہ تھی کہ آپ بہت سی دولت و مال کے مالک تھے اور آپ کو کھٹکا تھا کہ اس کو دوسرے وارث نہ سنبھال لیں، کوئی بیٹا پیدا ہو جائے تو اس کے نصیب ہو۔ کیونکہ انبیاء کو مال و دولتِ دُنیا سے کام ہی کیا۔ اگر ہو بھی اور وارثوں کو ملنا پسند نہ ہو تو ایک آن میں سارا مال راہِ خدا میں صرف کیا جا سکتا ہے۔ ادھر آثارِ موت دکھلائی دیتے، ادھر مال راہِ خدا میں خرچ کر دیا جاتا اور انبیاء کے دل بخل و حسد سے بالکل پاک ہوتے ہیں۔ دُنیا داروں کی طرح ان کو اپنے جدیوں سے یہ ضد کیونکر ہو کہ ان کے مرنے کے بعد ان کو کوئی چیز نہ ملے۔ فی الحقیقت آپ کی دُعا یہی تھی کہ قوم میں آپ کو کوئی ایسا نظر نہ آتا تھا جو اُن کے بعد نبوّت یا خلافت پا کر اصلاحِ خلق کر سکے۔ آپ نے دُعا فرمائی کہ یا اللہ مجھے ایسا ولی عہد عطا ہو جو میراثِ نبوّت کا مالک ہو سکے اور اصلاح خلق اللہ کر سکے۔

اگر میراث سے مراد علمی نہیں بلکہ مالی ہو اور یَرِثُنِیْ کا مضمون صحیح بھی ہو۔ تو یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ کا مفہوم درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت یعقوبؑ اور حضرت زکریاؑ کے درمیان دو ہزار سال کا فاصلہ ہے تو کیا اب تک آلِ یعقوب کا مال غیر منقسم پڑا تھا کہ وہ سب مال حضرت یحییٰؑ بن زکریاؑ کو ملنا تھا۔ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ یہاں وراثتِ علمی مراد ہے یعنی ایسی اولاد عطا ہو۔ جو اس ورثہ نبوّت کا منصب سنبھال سکے جو آلِ یعقوب کا ورثہ تھا۔ یا میرے مرنے کے بعد میرا منصب خالی ہو گا۔ غرض دونوں آیات میں وراثت مالی مراد ہونا کسی صورت سے درست نہیں ہو سکتا۔ بلکہ علمی وراثت مراد ہے۔ اور یہ آیت شیعہ کی تائید نہیں بلکہ ان کے دعویٰ کی سخت تردید کرتی ہیں۔

تحقیقِ بالا سے ثابت ہو گیا کہ فدک ملکِ خاص آنحضرتؐ کا نہ تھا، نہ آپ نے فاطمہؓ کو بطور ہبہ دیا نہ بطور وراثت آپ کو مل سکتا تھا۔ یہ مالِ فئ تھا۔ مساکین و یتامیٰ و غرباء و فقراء کا حق تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس میں

وہی عمل کیا جو جناب رسالت مآب نے کیا تھا۔ باقی صحابہؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔

حضرت علیؓ کا عمل

یہ امر شیعہ کے دعویٰ کے بطلان کی صریح دلیل ہے کہ حضرت علی رضؓ نے اپنے عہد میں بھی فدک ورثاء فاطمہ رضؓ میں تقسیم نہیں کیا۔ بلکہ بدستور سابق عامۃ المسلمین کے لئے وقف رہا۔ اس بات کو شیعہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علی رضؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں کوئی دست اندازی نہیں کی بلکہ بدستور رہنے دیا۔ اس کے متعلق ہم فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صـ ۲۹۔۳۰ سے ایک خطبہ جناب امیر رضؓ کا درج کر دیتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر نے اپنے وقت میں فدک ہی ورثاء فاطمہ رضؓ کو نہ دیا بلکہ اور بھی بہت سی باتیں جو کرنی چاہئے تھیں نہ کیں بلکہ حلت متعہ کا فتویٰ بھی نہ دے سکے۔ پانچ تکبیر جنازہ نہ پڑھا سکے، نہ نماز تراویح کو ہی موقوف کرا سکے :۔ ثُمَّ اَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ وَحَوْلَهٗ نَاسٌ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَخَاصَّتِهٖ وَشِيعَتِهٖ فَقَالَ قَدْ عَمِلَتِ الْوُلَاةُ قَبْلِي اَعْمَالًا خَالَفُوْا فِيهَا مُتَعَمِّدِيْنَ لِخِلَافِهٖ نَاقِضِيْنَ بِعَهْدِهٖ مُغَيِّرِيْنَ لِسُنَّتِهٖ وَلَوْ حَمَلْتُ النَّاسَ عَلٰى تَرْكِهَا وَحَوَّلْتُهَا اِلٰى مَوَاضِعِهَا وَاِلٰى مَا كَانَتْ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَتَفَرَّقَ عَنِّيْ جُنْدِيْ حَتّٰى اَبْقٰى وَحْدِيْ اَوْ قَلِيْلٌ مِنْ شِيْعَتِي الَّذِيْنَ عَرَفُوْا فَضْلِيْ وَفَرْضَ اِمَامَتِيْ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ ذِكْرُهٗ وَسُنَّةِ نَبِيِّهٖ اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَمَرْتُ بِمَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَرَدَدْتُهٗ اِلَى الْمَوْضِعِ الَّذِيْ وَضَعَهٗ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَرَدَدْتُ فَدَكَ اِلٰى وَرَثَةِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَرَدَدْتُ صَاعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَمَا كَانَ اِلٰى اَنْ قَالَ وَاَمَرْتُ بِاِحْلَالِ الْمُتْعَتَيْنِ وَاَمَرْتُ بِالتَّكْبِيْرِ عَلَى الْجَنَائِزِ خَمْسَةَ تَكْبِيْرَاتٍ اِلٰى اَنْ قَالَ اِذًا تَفَرَّقُوْا عَنِّيْ وَاللّٰهِ لَقَدْ اَمَرْتُ النَّاسَ اَلَّا يَجْتَمِعُوْا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ اِلَّا فِيْ فَرِيْضَةٍ وَاَعْلَمْتُهُمْ اَنَّ اِجْتِمَاعَهُمْ فِي النَّوَافِلِ بِدْعَةٌ فَتَنَادٰى بَعْضُ اَهْلِ عَسْكَرِيْ مِمَّنْ يُقَاتِلُ مَعِيْ يَا اَهْلَ الْاِسْلَامِ غُيِّرَتْ سُنَّةُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَنْهَانَا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ تَطَوُّعًا۔

ترجمہ :۔ "جناب امیرؓ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے جبکہ آپ کے گرد آپ کے اہلبیت اور شیعہ بیٹھے ہوئے تھے۔ پہلے خلیفوں نے مجھ سے پہلے ایسے کام کئے ہیں جن میں رسولؐ خدا کی مخالفت کی گئی ہے اور دانستہ خلاف کیا ہے۔ عہد توڑا گیا۔ رسولؐ کی سنت تبدیل کی گئی ہے اور اگر میں لوگوں کو وہ کام چھوڑنے کے لئے کہہ کر اصلی حالت پر لانا چاہوں جیسا کہ رسولؐ کے وقت میں تھا تو میرا لشکر مجھ سے علیحدہ ہو جائے اور میں صرف اکیلا رہ جاؤں یا چند شیعہ رہ جائیں۔ جو میری فضیلت اور میری خلافت و امامت کی فرضیت قرآن اور حدیث رسولؐ سے جانتے ہیں۔ اگر میں کہوں مقام ابراہیمؑ اس طرح کر دیا جائے جیسا کہ آنحضرتؐ کے وقت میں تھا اور باغ فدک کو ورثاء فاطمہؓ کو واپس دلا دوں اور صاع کو ایسا ہی کر دوں جیسا کہ رسولؐ کے وقت تھا اور لوگوں کو متعہ کا حق دے دوں

پانچ تکبیر جنازہ پڑھنے کا حکم دوں تو لوگ مجھ سے الگ ہو جائیں۔ بخدا میں نے لوگوں کو کہا کہ ماہِ رمضان میں بغیر نماز فرض کے
جمع نہ ہوں۔ (نماز تراویح نہ پڑھیں) اور میں نے انہیں بتایا کہ نوافل (تراویح) کے لئے مجتمع ہونا بدعت ہے تو میرے سپاہیوں
نے میرے ساتھ مل کر لڑائی کر رہے ہیں منادی کر دی۔ کہا اے مسلمانو! حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کی سُنّت کو بدلنا چاہتا ہے
یہ ہیں ماہِ رمضان میں نماز نفل تراویح پڑھنے سے منع کرتا ہے۔)

اس خطبہ سے ثابت ہوا کہ جناب امیرؓ جماعت کے افتراق کے خوف سے نہ تو فدک ورثاءِ فاطمہؓ
کو واپس دلا سکے، نہ متعہ جیسے کارِ ثواب کی ترویج کر سکے۔ نہ پانچ تکبیر جنازہ لوگوں کو پڑھا سکے، نہ بدعت
کو موقوف کر سکے تو اب سوال یہ ہے کہ امیرؓ کی خلافت و امامت کس کام کی تھی۔ وہی بدعات جو پہلے
خلفاء نے جاری کر رکھی تھیں ہوتی رہیں۔ احکام جور و جفا جو نافذ کر گئے بدستور جاری رہے۔ یہاں تک
بے بس تھے کہ باغ فدک وغیرہ بھی حسنینؓ کو نہ دلا سکے۔ متعہ جیسے فضیلت کے کام کی گرم بازاری بھی
نہ ہو سکی۔ نمازِ تراویح بھی بدستور لوگ پڑھتے رہے پھر آپ کی خلافت سے آپ کے شیعہ کو فائدہ ہی کیا
پہنچا! یہ بھی تعجب ہے کہ خلفاء ثلاثہ کی زندگی میں تو دُرّہ عُمرؓ یا تیغ صدیقیؓ کا لوگوں کو خوف تھا۔ بعد وفات
ان کے لوگوں کو کیا کھٹکا تھا کہ ان کے ہی نقش قدم پر چلتے رہے۔ کیا جناب امیرؓ کے خطباتِ بلیغہ کا بھی ان
کے دلوں پر کچھ اثر نہ ہو سکا۔ نہ ذوالفقارِ حیدری کی ہیبت ان کے دلوں پر طاری ہو سکی۔ کیا صداقت تھی جو دلوں
میں گھر کر چکی تھی اور وہ نقش کالحجر کسی تدبیر سے بھی قلوبِ مومنین سے نہ مٹ سکتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ حدیثِ بالا سے ثابت ہو گیا کہ حضرت علیؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں باغِ فدک کے متعلق
فیصلہ خلفاء بحال رکھا۔ اس میں کچھ دست اندازی نہ کی گئی۔ نہ ورثاء فاطمہؓ اس سے بہرہ یاب ہوئے اور
ظاہر ہے کہ یہ سب حیلے بہانے ہیں کہ لوگوں کے افتراق کا خوف تھا یا مصلحتِ وقت کا اقتضاء تھا۔
حقیقت یہ ہے کہ فدک کے متعلق جناب امیرؓ کو خوب معلوم تھا کہ فیصلہ خلفاء مطابق قرآن اور حدیثِ
رسولؐ تھا، اسی وجہ سے اس میں تغیر و تبدل مشکل تھا تو جب جناب امیرؓ نے اپنے طرزِ عمل سے فیصلۂ
صدیق رضؓ کی تصدیق کر دی تو اب شیعہ کا کیا حق ہے کہ ناحق شور مچاتے ہیں۔

اس کے جواب میں شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنے وقت میں فدک اِس لئے واپس نہیں دلایا
کہ مغصوبہ چیز کا واپس لینا شانِ امامت کے خلاف تھا۔

جواب الجواب ۔ ہم کہتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ اگر مغصوبہ چیز کا لینا درست نہ تھا تو خلافتِ
مغصوبہ کیوں واپس لی گئی۔ جناب امیرؓ نے اپنے فائدے کی چیز (خلافت) تو لے لی لیکن ورثاء فاطمہؓ کی حق تلفی
روا رکھی گئی۔ لیکن شیعہ کے خلاف یہ ناطق حجّت اور قطعی دلیل ہے کہ فدک خاتونِ جنّت کا ہرگز حق نہ تھا ورنہ

جناب امیرؓ اپنے زمانۂ اقتدار میں حق بحقدار رسید کا معاملہ کرکے حسنینؓ و دیگر ورثاءِ خاتونِ جنتؓ کو ضرور فدک دے دیتے۔ جب آپ نے اور نہ امام حسنؓ نے فدک واپس لیا تو ظاہر ہے کہ فیصلہ خلفاءِ ماسبق کو ناطق سمجھ کر اس کی مخالفت نہ کی۔ ع مُدّعی لاکھ پہ بھاری ہے شہادت تیری۔ جناب امیرؓ اور حضرت امام حسن رضؓ کے اس طرزِ عمل نے شیعہ کی چون و چرا کا راستہ بالکل بند کر دیا ہے۔ انہیں اب طوعاً و کرہاً یہ کہہ لینا چاہیئے کہ ع

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

غضبِ فاطمہ رضؓ

شیعہ کہتے ہیں کہ صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ رضؓ نے حضرت ابوبکر رضؓ کے ہاں فدک کے متعلق دعوےٰ کیا۔ ابوبکر رضؓ نے نہ دیا تو فاطمہ رضؓ غضب ناک ہوئیں اور حضرت ابوبکر رضؓ سے بات چیت نہ کی حتیٰ کہ فوت ہو گئیں۔ غضبِ فاطمہ غضبِ خدا و رسولؐ ہے۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ جن پر حضرت فاطمہؓ کا غضب ہوا قابلِ خلافت نہ تھے۔

جواب

اوّل :- صحیح بخاری کی جو حدیث بیان کی جاتی ہے، وہ کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے۔ صرف عائشہؓ کا قول ہے۔ اور یہ قصہ درایتاً ناقابلِ تسلیم ہے۔ اوّل اس لئے کہ حضرت فاطمہؓ بنتِ رسولؐ ہے جن کا لقب ہی بتول (تارک الدنیا) تھا۔ یہ توقع نہیں کہ وہ چند کھجوروں کے لئے مقدمہ بازی شروع کرکے کچہری میں نامحرموں کے پاس جاکر اصالتاً حاضر ہوکر مخاصمہ کریں اور باغ نہ ملنے پر یہاں تک غضب ناک ہو جائیں کہ خلیفۂ وقت سے بول چال بند کر دیں۔ ایسا ہی حضرت عائشہؓ جو راوی اس قصہ کی ہیں ان کو عدالت میں جانے اور مقدمے سننے کی کب اجازت تھی کہ انہوں نے یہ واقعہ دیکھ کر روائیت کی ہو۔

دوم :- بخاری اور مسلم کی حدیث میں لفظ وَجَدَتْ[1] ہے جس کے معنی نَدَامَتْ (پشیمان ہوئیں) کے ہیں۔ یعنی صدیق اکبر رضؓ سے آپ نے معقول جواب سُن لیا تو اپنے دعویٰ کرنے پر آپ کو ندامت ہوئی اور پھر اپنے مرنے تک اس کے متعلق کبھی گفتگو نہ کی۔ جن روائتوں میں غضب کا لفظ ہے اس کا معنی بھی یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے نفس پر خفا ہوئیں۔

سوم : اگر بفرضِ محال تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت فاطمہؓ اس بات پر خفا ہو گئیں تو یہ اقتضاءِ بشریت ہے جس حدیث میں وعید ہے اس میں لفظ مَنْ اَغْضَبَهَا یعنی جس نے دانستہ آپ کو غضب ناک کیا

---

[1] وَجَدَ بمعنی حَزَنَ بھی آتا ہے ملاحظہ ہو قاموس وغیرہ ۱۲

یہاں اغضاب نہیں ہے۔ کیونکہ ابوبکرؓ نے یہ معاملہ آپ کو غضبناک کرنے کو نہیں کیا بلکہ تعمیلِ ارشادِ رسولؐ و حکمِ قرآن ایسا کیا۔ اس لئے آپ کا یہ فعل حضرت فاطمہؓ کو ناراض کرنے کے لئے نہیں بلکہ نیک نیتی سے بہ تعمیل حکمِ خدا اور رسول تھا۔ تقاضائے بشریت ہے کہ بعض اوقات خواص اہل اللہ کو بھی کسی غلط فہمی کی بنا پر رنجیدگی لاحق ہو جاتی ہے اور اس سے کوئی بُرا نتیجہ اخذ کرنا نادانی ہے۔ حضرت موسیٰؑ ایک اولوالعزم رسول تھے جب کوہِ طور سے چلہ پورا کر کے واپس آئے تو قوم کو گوسالہ پرستی میں مبتلا پایا۔ ایسے غضبناک ہوئے کہ الواحِ مقدسہ کو زمین پر دے مارا اور اپنے بھائی ہارونؑ (نبی) کو سر اور داڑھی سے پکڑ کر کھینچا۔ جس پر ہارونؑ نے اپنی بے قصوری کا عذر پیش کر کے بھائی سے کہا کہ مجھے بے عزت کر کے دشمنوں کو ہنسی کا موقعہ نہ دیں۔ (یہ قصہ قرآنِ پاک میں بالصراحت موجود ہے۔ بخوفِ طوالت آیات نہیں لکھی گئیں) جب ایک رسول کا اپنے بھائی نبی پر اس طرح غضبناک ہو کر دست بگریبان ہونا طرفین میں سے کسی کے خطاکار ہونے کا باعث نہیں ہو سکتا تو حضرت فاطمہؓ اگر غصہ کریں تو آپ کا یا جناب صدیقِ اکبرؓ کا اس سے مجرم ہونا کس طرح ثابت ہو سکتا ہے۔

چہارم:۔ شیعہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بارہا حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے مابین ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ جنابِ خاتونِ جنت حضرت علیؓ پر غضبناک ہو کر ان کے گھر سے نکل کر اپنے والدِ ماجد رسالت مآبؐ کے گھر چلی گئیں اور حضرت رسولِ خدا بھی اس واقعہ سے سخت رنجیدہ خاطر ہوئے اور اسی حالت میں آپ نے فرمایا: فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّي مَنْ اَغْضَبَهَا فَقَدْ اَغْضَبَنِي (فاطمہؓ میری جگر گوشہ ہے، جس نے اُسے غصہ دلایا اس نے مجھے غضبناک کیا) تو جب حضرت فاطمہؓ کے غضبناک ہونے سے حضرت علیؓ پر کوئی اعتراض نہیں آتا اور نہ وہ وعید کے ماتحت آ سکتے ہیں تو حضرت ابوبکرؓ پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ہم جلاء العیون مؤلفہ باقر مجلسی سے ذیل میں ایسے ایک دو واقعات درج کرتے ہیں:

حضرت علیؓ پر حضرت فاطمہؓ کا ناراض ہونا

جلاء العیون اُردو صـ۱۳۷ میں ہے۔ کتاب علل الشرائع و بشارت المصطفیٰ اور مناقب خوارزمی بسندہائے معتبر ابوذرؓ و ابن عباس سے روایت ہے کہ جب جعفر طیارؓ حبشہ میں تھے۔ ان کے لئے کسی نے ایک کنیز ہدیہ بھیجی کہ اس کی قیمت چار ہزار درہم تھی اور جب جعفر طیار مدینہ میں آئے اس کنیز کو بطور ہدیہ اپنے بھائی علی بن ابی طالب کے پاس بھیجا اور وہ کنیز جنابِ امیرؓ کی خدمت کرتی تھی۔ ایک

دن جناب فاطمہؓ گھر میں آئیں تو دیکھا کہ سر جناب امیرؓ کا اس کنیز کے دامن میں ہے۔ جب وہ حالت ملاحظہ
فرمائی متغیر ہوئیں اور پوچھا، آیا اس کنیز سے تم نے کوئی تعلق کیا ہے۔ جناب امیرؓ نے فرمایا بخدا اسوگند
مَیں نے اس کے ساتھ کوئی امر نہیں کیا۔ اب جو کچھ تمہیں منظور ہو بیان کرو کہ میں بجالاؤں۔ جناب سیدہ
نے کہا۔ مجھے میرے پدر بزرگوار کے گھر جانے کی اجازت دو۔ جناب امیرؓ نے فرمایا میں نے اجازت دی
پس جناب فاطمہؓ نے سر پر چادر اوڑھی اور اس پر برقعہ ڈال کر متوجہ خانہ پدر بزرگوار ہوئیں اور قبل اس کے
کہ جناب فاطمہؓ اپنے باپ کی خدمت میں پہنچیں۔ جبرائیلؑ از جانب خداوند جلیل حاضر ہوئے اور کہا حق تعالیٰ
آپ کو سلام فرماتا ہے۔ اور ارشاد کرتا ہے کہ جناب فاطمہؓ تمہارے علیؓ بن ابی طالب کی شکایت کرنے آتی ہیں
تم حق علیؓ میں کوئی چیز فاطمہؓ سے قبول نہ کرنا۔ جب جناب فاطمہؓ داخل دولت سرائے پدر بزرگوار ہوئیں
حضرت رسولؐ نے فرمایا۔ علیؓ کے پاس پھر جاؤ اور کہو میں تم سے راضی ہوں۔ پس جناب فاطمہؓ جناب امیرؓ
کے پاس تشریف لائیں اور تین مرتبہ کہا کہ میں تم سے راضی ہوں۔"

اس روائیت سے معلوم ہوا کہ جناب سیدہ ایسی زود رنج تھیں کہ کنیز کو جناب کے پاس دیکھ کر
خفا ہو گئیں، جناب امیرؓ کی قسم پر بھی اعتبار نہ کیا اور ناراض ہو کر میکے چلی گئیں۔ حتیٰ کہ جبرائیل کو جناب
امیرؓ کی صفائی کرنے کی ضرورت پڑی اور جناب رسول کے فرمانے پر واپس بخانہ ہوئیں۔

دوسرا واقعہ ناراضگی فاطمہؓ

جلاء العیون اُردو صفحہ ۶۲-۶۳ میں ہے "امام صادق سے روائت ہے کہ ایک شقی جناب سیدہ کے
پاس آیا اور کہا کہ علی بن ابی طالب نے دختر ابوجہل کی خواستگاری کی ہے۔ جناب سیدہ نے اس شقی
سے کہا کہ تُو قسم کھا۔ اس نے تین دفعہ قسمیں کھائیں کہ میں جو کچھ کہتا ہوں سچ ہے۔ جناب فاطمہؓ کو
بہت غیرت آئی۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے عورتوں کے ضمیر میں غیرت قرار دی ہے۔ جس طرح کہ
مردوں پر جہاد واجب کیا ہے اور اس عورت کے واسطے جو باوجود غیرت صبر کرے، ایک ثواب مقرر کیا
ہے۔ مثل اس شخص کے جو مسلمانوں کی سرحد پر خدا کے واسطے نگہبانی کرے۔ پس جناب فاطمہؓ کو سخت
صدمہ ہوا اور متفکر رہیں۔ یہاں تک کہ رات ہوئی۔ جب رات ہوئی تو امام حسین رض کو کندھے پر بٹھایا
اور بایاں ہاتھ ام کلثوم کا اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ گھر تشریف لے گئیں۔ جب جناب
امیرؓ گھر میں آئے اور جناب سیدہ کو وہاں نہ دیکھا۔ بہت غم ہوا اور سخت دشوار ہوا مگر تشریف لے جانے کا سبب

بزرگوار کے گھر سے بُلائیں۔ پس گھر سے باہر نکل آئے اور مسجد میں جا کر بہت نمازیں ادا کیں۔ اور تودۂ خاک جمع کر کے اس پر تکیہ فرمایا۔ جب جنابِ رسولِ خدا نے جنابِ فاطمہؓ کو محزون پایا، غسل کیا اور لباس پہن کر مسجد میں تشریف لائے اور نمازیں پڑھنی شروع کیں مشغول رکوع و سجود تھے۔ بعد دو رکعت کے دُعا مانگتے تھے کہ خداوندا فاطمہؓ کے حُزن کو دُور کر، اس لئے کہ جب گھر سے باہر آئے تھے جناب فاطمہؓ کو دیکھ آئے تھے کہ آپ کروٹیں لیتیں اور نالہ ہائے بلند کھینچتی تھیں۔ جب حضرت رسولؐ نے دیکھا کہ فاطمہؓ کو نیند نہیں آتی اور بے قرار ہے۔ فرمایا، اے دخترِ گرامی اے فاطمہؓ اُٹھو۔ جب فاطمہؓ اُٹھیں اور جناب رسولؐ نے امام حسنؑ کو اور جناب فاطمہؓ نے امام حسین کو اُٹھایا اور ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے جانبِ مسجد تشریف لائے یہاں تک کہ نزدیک جناب امیرؓ پہنچے۔ اس وقت جناب امیرؓ آرام فرما رہے تھے۔ پس حضرت رسولؐ خدا نے اپنا پاؤں جناب امیرؓ کے پاؤں پر رکھ کر اور ہلا کر فرمایا۔ اے ابوتُراب اُٹھو۔ بہت گھر والوں کو تم نے اپنی جگہ سے جُدا کیا ہے۔ جاؤ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کو بلا لاؤ۔ پس جناب امیر گئے اور ابوبکرؓ و عمرؓ کو بُلا لائے۔ جب نزدیک رسولِ خدا حاضر ہوئے۔ حضرت نے ارشاد کیا یا علیؓ مگر تم نہیں جانتے کہ فاطمہؓ میری پارۂ تن ہے اور میں فاطمہؓ سے ہوں۔ جس نے اُسے آزار دیا اس نے مجھے آزار دیا اور جس نے اسے میری وفات کے بعد آزار دیا، مثل اس کے ہے کہ میری حیات میں آزار دیا اور جس نے اسے میری حیات میں آزار دیا، ایسا ہے جیسا کہ میری وفات کے بعد آزار دیا۔ جناب امیرؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ اسی طرح ہے۔ پس جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا۔ تم کو کیا باعث ہوا کہ ایسا کام کیا۔ امیرؓ نے فرمایا بحق اس خدا کے جس نے آپ کو براستی بھیجا ہے، قسم کھاتا ہوں کہ جو کچھ فاطمہؓ سے کسی نے کہا ہے فی الواقعہ صحیح نہیں ہے اور میرے دل میں بھی وہ امور نہیں گزرے۔ جناب رسولؐ نے کہا۔ تم بھی سچ کہتے ہو۔ اور وہ بھی سچ کہتی ہے۔ پس جنابِ فاطمہؓ شاد و خوشحال ہوئیں۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت فاطمہؓ کسی کے حلفیہ کہہ دینے سے کہ جناب امیرؓ دخترِ ابو جہل سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، غضب ناک ہو گئیں اور یہاں تک بیصبری فرمائی کہ جناب امیرؓ سے اس امر کا تفحص بھی نہ کیا اور بدوں اجازت بعدم موجودگی جناب امیرؓ بال بچوں سمیت میکے چلی گئیں۔ اور آپ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ رات کو نیند نہ پڑتی۔ کروٹیں بدلتی، بیقراری اور بے چینی طاری تھی۔ جناب رسولؐ خدا سخت بے آرام ہوئے اور فاطمہؓ اور بال بچوں سمیت مسجد میں جناب امیر کے پاس تشریف لے گئے اور اپنے یارانِ غمخوار صدیقؓ و فاروقؓ کو بُلا کر جناب امیر کو ڈانٹا اور کلماتِ وعید فرمائے۔ اگر اس واقعہ سے جناب امیرؓ پر کوئی طعن نہیں آیا اور نہ ناراضگیِ فاطمہؓ سے کوئی خراب

نتیجہ نکلتا ہے تو حضرت فاطمہ رضؓ کی خفگی کے متعلق جو فرضی طور پر حضرت ابوبکر رضؓ کی نسبت بیان کی جاتی ہے کیوں اس قدر شور و غل بپا کیا جاتا ہے۔

جناب سیدہؓ کی نازک مزاجی

چونکہ جناب سیدہؓ بوجہ صاحبزادگی نازک مزاج تھیں اس لئے معمولی باتوں سے رنجیدہ خاطر ہو جانا کچھ بڑی بات نہ تھی۔ شیعہ حضرات نے تو جناب سیدہ کے متعلق جو ناجائز روایات لکھی ہیں، اس سے آپ کی تنگ حوصلگی، غیر مآل اندیشی اور خفیف الحرکتی کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن ہم اہل سنت والجماعت شیعہ کی ایسی روایات کو محض خرافات سمجھتے ہیں۔

روایاتِ شیعہ

شیعہ صاحبان جو نقشہ اخلاق و عادات جناب سیدہ کا پیش کرتے ہیں اس کے لکھنے سے بھی شرم آتی ہے مگر بوجہ اس کے کہ نقل کفر کفر نباشد ناظرین کی توجہ کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

جلاء العیون اُردو جلد ۱ صفحہ ۱۳۱ میں ہے۔ "پس جب ارادہ تزویج فاطمہؓ ہمراہ علیؓ کے ہوا، جناب فاطمہ رضؓ سے پنہاں حضرت نے بیان کیا۔ جناب فاطمہؓ نے کہا، میرا آپ کو اختیار ہے۔ لیکن زنانِ قریش کہتی ہیں کہ علی بزرگ شکم اور بلند دست ہے اور بندہائے استخوان گندہ ہیں۔ آگے سر کے بال نہیں ہیں۔ آنکھیں بڑی ہیں اور ہمیشہ خندہ دہاں اور مفلس ہیں۔"

کیا ایک شریف بشرم مجسم خاتون سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ بحالت کنوارگی اپنے سرورِ عالم کے سامنے ایسی کلام کریں کہ ابا جان مجھے عذر تو نہیں لیکن آپ کے داماد کی نسبت زنانِ قریش کہتی ہیں کہ وہ بڑے پیٹو ہیں۔ ہڈیوں کے جوڑ ناموزوں ہیں اور سر سے گنجے ہیں۔ یہ تو ایک گنوار لڑکی سے بھی اُمید نہیں ہو سکتی۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۶ میں ہے۔ "کتاب کشف الغمہ میں امام محمد باقر سے روایت ہے کہ ایک دن جناب فاطمہ رضؓ نے رسولِ خدا سے جناب امیرؓ کی شکایت کی کہ جو کچھ وہ پیدا کرتے ہیں فقراء و مساکین کو تقسیم کر دیتے ہیں۔" اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب سیدہ ایسی طماع و حریص تھیں کہ جناب امیر رضؓ کا خدا کی راہ میں صدقہ و خیرات کرنا بھی اُن کو ناپسند تھا۔

جب شیعہ جناب سیدہ کے متعلق ایسی نالائق حرکات کی نسبت کرنے سے دریغ نہیں کرتے جو

ایک معمولی دُنیادار کی بہو بیٹیوں کے لئے بھی باعثِ ننگ و شرم ہے تو یہ لوگ بات کا بتنگڑ بنا کر فدک کی چند کھجوروں کے لئے جناب سیّدہ کو کچہریوں میں پھرانے، کبھی حضرتِ عمرؓ سے دست گریباں ہونے کبھی حضرت ابوبکرؓ پر خشمناک ہونے کی روایات کیوں نہ وضع کریں۔

شیعہ کی کتابوں میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فدک حضرت فاطمہؓ کو دے کر سند بھی تحریر کر دی تھی جیسا کہ جلاء العیون اُردو ص۱۵۱ میں ہے:

بروائتِ دیگر، ابوبکرؓ نے نامہ لکھا اور جنابِ فاطمہؓ کو دیا۔ عُمرؓ نے راستہ میں دستِ مبارک جنابِ فاطمہؓ سے نامہ لے کر نامہ پر تھوکا اور نامہ پھاڑ دیا۔ اسی طرح اصولِ کافی ص۳۵۵ میں بھی روائت ہے کہ ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے حق میں فدک کا فیصلہ لکھ دیا۔ علاوہ ازیں شیعوں کے شیخ ابن مطہر حلّی نے بھی اپنی کتاب میں اس کا اعتراف کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے: لَمَّا وَعَظَتْ فَاطِمَةُ اَبَابَكْرٍ فِيْ فَدَكَ كَتَبَ لَهَا كِتَابًا وَرَدَّهَا عَلَيْهَا (منھج الکرامہ) ترجمہ:۔ "جب حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو فدک کے مقدمہ میں وعظ نصیحت کی تو انہوں نے فدک کو ان کے نام لکھ کر فدک کو ان کے حوالے کر دیا۔"

جب تم تسلیم کرتے ہو کہ حضرت ابوبکرؓ نے فاطمہؓ کو فدک دے کر نامہ بھی لکھ دیا تو پھر بھی تم جنابِ صدیقؓ کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ عجب احسان فراموش ہو۔ خدا تمہیں ہدایت کرے۔

جناب سیّدہؓ کی رضامندی حضرت ابوبکرؓ سے شیعہ کی معتبر کتاب حجاج السالکین میں لکھا ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ نے جناب سیّدہ کو راضی کر لیا اور آپ نے فیصلۂ حضرت ابوبکرؓ کو تسلیم کر لیا۔ پھر جب صاحبِ حق راضی ہو گئے تو اب ناحق والے کیوں شور مچا رہے ہیں۔

روائت یوں ہے:۔ اِنَّ اَبَابَكْرٍ لَمَّا رَأٰى اَنَّ فَاطِمَةَ اِنْقَبَضَتْ عَنْهُ وَهَجَرَتْهُ وَلَمْ تَتَكَلَّمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِيْ اَمْرِ فَدَكَ كَبُرَ ذٰلِكَ عِنْدَهٗ فَاَرَادَ اِسْتَرْضَاءَهَا فَاَتَاهَا فَقَالَ لَهَا صَدَقْتِ يَا ابْنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِيْمَا ادَّعَيْتِ وَلٰكِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقْسِمُهَا فَيُعْطِي الْفُقَرَاءَ وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ بَعْدَ اَنْ يُعْطِيَ مِنْهَا قُوْتَكُمْ وَالصَّانِعِيْنَ فَقَالَتِ افْعَلْ فِيْهَا كَمَا كَانَ اَبِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَفْعَلُ فِيْهَا قَالَ اُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى اَنْ اَفْعَلَ فِيْهَا مَا كَانَ يَفْعَلُ اَبُوْكِ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَتَفْعَلَنَّ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ فَقَالَتِ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ فَرَضِيَتْ بِذٰلِكَ وَ اَخَذَتِ الْعَهْدَ عَلَيْهِ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يُعْطِيْهِمْ مِنْهَا قُوْتَهُمْ فَيُعْطِي الْفُقَرَاءَ وَالْمَسَاكِيْنَ (ترجمہ) ابوبکرؓ نے جب دیکھا کہ جنابِ فاطمہؓ ان سے کشیدہ خاطر ہو گئی ہیں اور بات کرنا چھوڑ دیا ہے تو یہ ان پر شاق ہوا اور جنابِ سیّدہ کو رضامند کرنے کی غرض سے ان کے پاس گئے اور کہا آپ نے بے شک سچ کہا ہے۔ اے بنتِ رسولؐ۔ لیکن میں نے رسولؐ خدا کو دیکھا

ہے کہ آپ فدک کی پیداوار کو تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ محتاجوں، مسکینوں اور مسافروں کو دے دیا کرتے تھے۔ جب پہلے تم اہلِ بیت کو خرچ دیتے تھے اور کام کرنے والوں کو بھی اس سے دیتے تھے۔ جناب فاطمہ رضؓ نے کہا تم بھی ایسا ہی کرو، جیسا میرے والد ماجد رسولِ خدا کیا کرتے تھے۔ تو ابوبکر رضؓ نے کہا۔ میں خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ ایسا ہی کروں گا جیسے رسولِ خدا کیا کرتے تھے۔ جناب سیدہ نے فرمایا بخدا تم ایسا کرو گے۔ ابوبکر رضؓ نے کہا بخدا ایسا ہی کروں گا۔ جناب فاطمہ رضؓ نے کہا۔ خدایا اس پر گواہ رہنا۔ پھر جناب سیدہ رضؓ اس بات پر رضامند ہو گئیں اور عہد لے لیا۔ ابوبکر رضؓ پہلے ان کو خرچ دیا کرتے تھے اور بعد میں غرباء و مساکین کو دیتے تھے۔)

جنازہ فاطمۃ الزہرا رضؓ

شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا کا جنازہ حضرت ابوبکر رضؓ نے نہیں پڑھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رضامندی نہ ہوئی تھی۔ یہ لوگ اس کے متعلق بخاری کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علی رضؓ نے حضرت فاطمہ رضؓ کی وفات کی اطلاع نہ دی تھی۔ میں کہتا ہوں یہ محض غلط ہے، جب کتب طرفین سے رضامندی کا ہو جانا ثابت، تو جنازہ نہ پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ بخاری کی حدیث سے شیعہ کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت علی رضؓ کی اطلاع نہ دینے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خاتونِ جنت کی وفات کی حضرت ابوبکر رضؓ کو اطلاع نہ ہوئی ہو۔ جب کسی کے گھر میت ہو جاتی ہے تو گھر والوں کا یہ فرض نہیں ہے کہ ہر شخص کو اس کی اطلاع دیتے رہیں بلکہ ایسے واقعہ سے شہر کا ہر باشندہ واقف ہو جاتا ہے۔ یہ کب ممکن ہے کہ بنتِ رسولؐ والدہ حسنینؓ کی وفات ہو اور خلیفۃ المسلمین اس سے بے خبر رہیں بالخصوص جیسا کہ کتب میں ہے۔ حضرت علیؓ اور اسماء بنت عمیسؓ نے حضرت فاطمہ رضؓ کو غسل دیا۔ اسماء بنت عمیس رضؓ حضرت ابوبکر رضؓ کی زوجہ تھیں۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ بیوی میت کو غسل دے رہی ہو اور شوہر کو وفات ہی کی خبر نہ ہو۔ یہ سب باتیں یار لوگوں کی افتراء ہیں۔

یہ تو درست ہے۔ کہ جناب سیدہؓ نے حضرت علی رضؓ سے یہ وصیت فرمائی تھی کہ ان کا جنازہ رات کو اٹھایا جائے تاکہ ستر میں فرق نہ آئے اور اسی وصیت کی بنا پر جنازہ رات کو اٹھایا گیا اور آپ کو جنت البقیع میں سپردِ خاک کیا گیا۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے ہی جنازہ پڑھایا جیسا کہ طبقات ابن سعد جزو ہشتم صفحہ ۱۹ میں ہے:۔ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ رُبَيْعٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ صَلّٰى عَلَيْهَا اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْهَا۔ اَخْبَرَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى ابْنُ اَبِي الْمُسَاوِرِ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ

قَالَ صَلَّی اَبُوْبَکْرِنِ الصِّدِّیْقُ عَلٰی فَاطِمَۃَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَبَّرَ عَلَیْھَا اَرْبَعًا۔

ترجمہ: "یعنی فاطمہ رض بنت رسول ؐ کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر صدیق رض نے پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں"۔

اب ہم فدک کے متعلق مکمل بحث کر چکے۔ ہر ایک ذی بصیرت شخص سمجھ سکتا ہے کہ رسول ؐ کا قبضہ فدک پر متولیانہ تھا۔ آپ صرف امین تھے اور بطورِ خازن فدک کی آمدنی جمع کر کے اپنے اہلِ بیت کو سالانہ قوت دے کر باقی غربا و مساکینِ امت پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔ دائرۃ الاصلاح لاہور نے ایک مختصر رسالہ اس مبحث میں لکھا ہے[1]۔ ذیل میں چند کلمات اس رسالہ سے درج کر کے اس بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔ وَھُوَ ھٰذَا:۔

معقولی بحث

اب ہم نقلی بحث کو چھوڑ کر اس معاملہ میں عقلی بحث کرتے ہیں کہ کیا رسولِ خدا نے فدک سچ مچ حضرت زہرا رض کو ہبہ کر دیا تھا۔ کیا یہ ممکن تھا کہ اتنی بڑی جاگیر جس کی آمدنی (بقول شیعہ) ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ سالانہ بیان کی جاتی ہے پیغمبرِ خدا نے حضرت فاطمہ رض کے سپرد کر دی ہو اور مسلمانوں کی ضروریات کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا۔ یہ اسوۂ حسنہ رسول سے توقع کی جا سکتی ہے کہ مسلمان تو روٹی کے محتاج رہیں گھر وں سے مستغنی ہو کر اصحابِ صفہ رض کا لقب پائیں۔ کفار کے حملوں سے ایک لحظہ بھی چین نہ پڑے بلکہ خود رسول ؐ کا یہ حال ہو کہ صبح کے طعام کے بعد نانِ شبینہ کے لئے توکل پر سہارا ہو۔ امہات المومنین مسکینی میں بسر کر رہی ہوں، تو مسلم فاقوں سے پیٹ کی تواضع کریں اور رحمۃ للعالمین جو کسی مسلمان کی ذرہ بھر تکلیف سے بھی بے چین ہو جاتے تھے۔ یہ سب کچھ ٹھنڈے دل سے برداشت کرتے رہیں اور اتنی بڑی جاگیر سے نہ تو خود اور نہ کسی اور مسلمان کو متمتع ہونے دیں۔ بلکہ اسے اپنی اولاد کے عیش و آرام کے لئے مخصوص کر دیں۔ کیا اس رسول ؐ برحق کے لئے جو فقیروں کا ملجا، غربا کا سہارا، غلاموں کا مولیٰ، یتیموں کا والی اور اخلاق حمیدہ کا مجسم تھا۔ یہ تمام باتیں محالات وغیر ممکنات سے نہ تھیں۔ کیا وہ اپنی اُمت سے اس قدر مستغنی المزاج ہو گیا تھا کہ ان کے دکھ سکھ سے اسے کوئی تعلق ہی نہ تھا بلکہ جو کچھ کرتا تھا۔ وہ محض نفع ذاتی اور اپنی اولاد کے لئے کرتا تھا۔ کیا احسان کا یہی بدلا تھا کہ وہ مہاجرین جنہوں نے فی سبیل اللہ اپنے گھروں اور

---

[1] باغ فدک کے متعلق حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند قدس سرہٗ نے ایک مستقل کتاب ھدایۃ الشیعہ تصنیف فرمائی ہے۔ جس میں حضرت قاسم العلوم کے قلم معجز رقم سے عجیب و غریب معارف و حقائق ظاہر ہوئے۔ اہل علم و بصیرت حضرات کے لئے بہت مفید ہے۔ (احقر مظہر حسین غفرلہٗ)

مالوں کو راہِ خدا میں قربان کیا۔ ہجرت کے مصائب برداشت کئے اور خوشی سے فقر و فاقہ قبول کر کے اسلام کے لئے شمشیر بکف رہے۔ نانِ جویں کو بھی ترسیں اور رسول کریم کا ابرِ کرم اپنی صاحبزادی کے سوا کسی پر نہ برسے۔ کیا اس سالارِ اعظم رضؓ نے جس کے خیال میں انتہائی درجہ کی وسعت اور اولوالعزمی تھی۔ اور جو گروہ مسلمین کی خیر خواہی اور ہمدردی کا دعویدار تھا، یہ امید کی جاسکتی ہے کہ ان تمام اغراض و مقاصد سے جو اس کے پیشِ نظر ہوں اغماض کو کام میں لا کر اور امرِ الٰہی سے تجاوز کر کے تمام حقوق بلاوجہ تلف کر دے، کیا ممکن ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ کے مسلمان اس قدر سادہ لوح تھے کہ باوجود اس صریح بے انصافی کے جو اُن کے حق میں روا رکھی گئی ہو ذرہ بھی متاثر نہ ہوتے ہوں۔ کیا دشمنانِ اسلام ان حالات کی موجودگی میں ببانگِ دہل اس امر کا اعلان نہ کریں گے کہ وہ نبی جس کا مذہب خود غرضی اور نفس پروری کا دفعیہ اور ایثار و اخلاق مکارم کی تکمیل کا ذریعہ بنا نعوذ باللہ میدانِ عمل میں اس کے خلاف کرے، کیا ہم حضرت امیر رضؓ یا خاتونِ جنت رضؓ کے اخلاق و اسوہ حسنہ سے یہ اُمید کر سکتے ہیں کہ اُن کے باپ کی پیاری اُمت تو اس رنج و صعوبت میں گرفتار ہو اور وُہ اتنی بڑی صاحبِ جاگیر ہو کر ذرہ بھر بھی امداد نہ کریں!!

ساتواں طعن

حضرت ابوبکر رضؓ کا قول ہے: لَسْتُ بِخَيْرِكُمْ وَعَلِيٌّ فِيكُمْ اَقِيلُونِي اَقِيلُونِي (میں تمہارے لئے بہتر نہیں ہوں جبکہ علیؓ تم میں موجود ہیں۔ مجھے واپس کرو۔ واپس کرو)۔ اس سے فضیلت حضرت علیؓ حضرت ابوبکر رضؓ پر ثابت ہوتی ہے اور افضل کی موجودگی میں مفضول خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

جواب:۔ اوّلاً یہ کہ یہ صرف شیعہ کی گھڑت ہے۔ اہل سنت کی کسی مستند کتاب میں اس کا وجود نہیں ہے اگر اہل سنت کی کسی کتاب میں یہ قول ابوبکر رضؓ کا درج ہوتا تو ہم پر جواب دہی فرض ہوتی۔ وَاِذْ لَيْسَ فَلَيْسَ ثانیاً صحابہ کرام رضؓ کے اس قسم کے اقوال ان کی کمال بے نفسی اور زہد و اتقاء کی وجہ سے ہوتے تھے جیسا کہ حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ میرا وزیر ہونا میرے امیر ہونے سے تمہارے حق میں بہتر ہے۔ وہ اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ اَنَا وَلَا غَيْرِيْ کا دم بھرنا دنیا داران مغرور النفس کا خاصہ ہوتا ہے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں طمع خلافت و حکومت ہرگز نہ تھی۔ یہ بارِ گراں اہلِ حل وعقد نے بالاجماع ان کی گردن پر رکھ دیا اور اُنہوں نے باحسنِ وجوہ اس کو انجام دیا۔ غرض اس قول سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی رضؓ کو حضرت ابوبکر رضؓ پر فضیلت تھی یا آپ خلافت کے نااہل تھے۔ ایسے متواضعانہ کلمات کہ

والے کی عظمت شان پر دلالت کرتے ہیں۔

تواضع کند ہوشمند ے گزیں ــــــ نہد شاخ پُرمیوہ سر بر زمین

تکبر و غرور شیطانی اوصاف ہیں ۔ بزرگانِ خدا باوجود کمال و جلال خود کو سب سے کمتر سمجھتے ہیں، تکبر و نخوت نے ہی شیطان کا بیڑہ غرق کیا اور تواضع اور منکسر المزاجی ہی سے آدم ؑ مقبولِ بارگاہِ ایزدی ہوئے ۔

رانده شد ابلیس از مستکبری ــــــ گشت مقبل آدم از مستغفری

آٹھواں طعن

ابوبکرؓ نے اپنے نفاق کا خود اقرار کیا ہے اور ایسا شخص قابلِ خلافت نہیں ہو سکتا۔

جواب

متقدمین شیعہ کسی قدر شرم و حیا سے بھی کام لیتے تھے ۔ لیکن آج کل کے شیعہ ۔ ع

بے حیا باش ہر چہ خواہی گو!

کے مصداق ہو کر ایسی بے تکی سے "عربی نہ فارسی نہ ترکی ۔ نہ تال کی نہ سُر کی" ہانک دیا کرتے ہیں اس لئے ہم اصل حقیقت کو بے نقاب کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ معترض اس طعن میں کہاں تک حق بجانب ہے۔ ترمذی میں ایک حدیث یوں لکھی ہے :۔

عَنْ حَنْظَلَةَ الْاَسَدِی وَمَا کَانَ مِنْ کُتَّابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ مَرَّ بِاَبِیْ بَکْرٍ وَّ ھُوَ یَبْکِیْ فَقَالَ مَالَکَ یَا حَنْظَلَۃُ قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَۃُ یَا اَبَا بَکْرٍ نَکُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُذَکِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّۃِ کَاَنَّا رَأْیُ عَیْنٍ فَاِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالضَّیْعَۃَ وَنَسِیْنَا کَثِیْرًا قَالَ فَوَاللّٰہِ اِنَّا کَذَالِکَ فَانْطَلَقْنَا فَلَقِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ

حنظلہ اسدی سے مروی ہے جو حضور علیہ السلام کے کاتبوں میں سے تھا کہ وہ ابوبکرؓ کے پاس سے گزرا جبکہ وہ رو رہا تھا ۔ ابوبکرؓ نے پوچھا تجھے کیا ہوا ۔ کہا حنظلہ منافق ہو گیا ہے ۔ اے ابوبکرؓ ہم رسولِ خدا کے پاس ہوتے ہیں جب کہ آپ ہمیں دوزخ و بہشت کی یاد دلاتے ہیں ۔ گویا ہم دوزخ و جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں ۔ پھر جب گھروں میں آتے ہیں عورتوں اور کام کاج کے شغل میں ہو جاتے ہیں اور بہت کچھ بھول جاتے ہیں

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَالَکَ حَنْظَلَۃُ قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَۃُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ تَکُوْنُ عِنْدَکَ تُذَکِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّۃِ کَاَنَّا رَأْیُ عَیْنٍ فَاِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالضَّیْعَۃَ وَنَسِیْنَا کَثِیْرًا قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْتَدُوْمُوْنَ عَلَی الْحَالِ الَّتِیْ تَقُوْمُوْنَ بِھَا مِنْ عِنْدِیْ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلٰئِکَۃُ فِیْ مَجَالِسِکُمْ وَعَلٰی فُرُشِکُمْ وَفِیْ طُرُقِکُمْ وَلٰکِنْ یَاحَنْظَلَۃُ سَاعَۃً وَّسَاعَۃً (جامع ترمذی صـ۲/۱۳)

ابوبکرؓ نے کہا۔ بخدا میرا بھی یہی حال ہے۔ چل رسول اللہ کے پاس چلیں۔ ہم دونوں رسولؐ کے پاس گئے۔ آپ نے دریافت کیا۔ حنظلہ کیا بات ہے۔ میں نے کہا حضور! حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں۔ آپ ہمیں دوزخ وبہشت کی یاد دلاتے ہیں۔ گویا ہم آنکھوں سے مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ پھر جب ہم گھر جاتے ہیں۔ بال بچوں اور کام کاج میں مصروف ہو کر بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ اگر تم اسی حال پر رہو جو میرے پاس تمہاری حالت ہو جاتی ہے تو فرشتے تم سے تمہاری مجلسوں میں آکر بلکہ تمہارے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہؓ ساعت بساعت حالات بدلتے رہتے ہیں۔)

نادان معترض نے اس حدیث سے ٹھوکر کھا کر یہ طعن پیدا کیا ہے حالانکہ اس قسم کی احادیث اہل سنت کی مستند کتابوں میں بھی پائی جاتی ہیں جیسا کہ آگے بھی بیان ہوگا۔

اب اہلِ انصاف غور کریں کہ اس واقعہ سے حنظلہؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے نفاق کا ثبوت ملتا ہے یا ان کا کمالِ ایمان اور خوف وخشیت الٰہی ثابت ہوتی ہے کہ باوجود ان انوار وبرکات کے لوٹنے کے جو حضور علیہ السلام کی پاک صحبت سے انہیں میسر تھے۔ خوف خدا کی یہ حالت تھی کہ صرف اس بات پر رو رہے تھے کہ جب حضورِ انورؐ کی مجلس سے اُٹھ کر اپنے گھروں میں آتے ہیں تو دُنیا کے کام دھندوں میں مشاغل ہو جاتے ہیں۔ ڈر ہے کہ اس کا مؤاخذہ نہ ہو۔

اب شیعہ سوچیں کہ کیا تمہارے بڑے بڑے لمبے القاب وخطاب والے مجتہد بھی یہی خشیتِ الٰہی دل میں رکھتے ہیں، حاشا وکلا زردے پلاؤ کھا کر رات سے تو غفلت میں پڑے رہتے ہیں۔ دن بھر مریدوں میں بیٹھے حقہ گڑگڑاتے رہتے ہیں۔ ؎

نہ آداب قرآں نہ داب صلاح | دھوآں یکطرف یکطرف ہیں رباح

بھائی ہم تو دعا کرتے ہیں کہ ایسا نفاق ہم کو بھی نصیب ہو۔ ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست | تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کاش جاہل معترض کو اپنی کتابوں پر عبور ہوتا تو ایسا بیہودہ اعتراض کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ اس مضمون کی حدیثیں اصولِ کافی میں بھی موجود ہیں۔ چنانچہ صـ۵۷۳ میں ہے:۔

دَخَلَ عَلٰى اَبِىْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ حُمْرَانُ بْنُ اَعْيَنَ فَلَمَّا هَمَّ حُمْرَانُ بِالْقِيَامِ قَالَ لِاَبِىْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَخْبِرْنِىْ اَطَالَ اللّٰهُ بَقَاءَكَ لَنَا وَمَتَّعَنَا بِكَ اِنَّا نَاْتِيْكَ فَمَا نَخْرُجُ مِنْ عِنْدِكَ حَتّٰى تَرِقَّ قُلُوْبُنَا وَتَسْلُوْا اَنْفُسُنَا عَنِ الدُّنْيَا وَيَهُوْنَ عَلَيْنَا مَا فِىْ اَيْدِى النَّاسِ مِنْ هٰذِهِ الْاَمْوَالِ ثُمَّ نَخْرُجُ مِنْ عِنْدِكَ فَاِذَا صِرْنَا مَعَ النَّاسِ وَالتُّجَّارِ اَحْبَبْنَا الدُّنْيَا قَالَ فَقَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّمَا هِىَ الْقُلُوْبُ مَرَّةً تَصْعَبُ وَمَرَّةً تَسْهُلُ ثُمَّ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَمَا اِنَّ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَخَافُ عَلَيْنَا النِّفَاقَ قَالَ فَقَالَ وَلِمَ تَخَافُوْنَ ذٰلِكَ قَالُوْا اِذَا كُنَّا عِنْدَكَ فَذَكَّرْتَنَا وَرَغَّبْتَنَا رَغِبْنَا وَنَسِيْنَا الدُّنْيَا وَزَهِدْنَا حَتّٰى كَاَنَّا نُعَايِنُ الْاٰخِرَةَ وَالْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَنَحْنُ عِنْدَكَ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ وَدَخَلْنَا هٰذِهِ الْبُيُوْتَ وَشَمَمْنَا الْاَوْلَادَ وَرَاَيْنَا الْعِيَالَ وَالْاَهْلَ نَكَادُ اَنْ نُحَوَّلَ عَنِ الْحَالَةِ الَّتِىْ كُنَّا عَلَيْهَا عِنْدَكَ حَتّٰى كَاَنَّا لَمْ نَكُنْ عَلٰى شَىْءٍ اَفَتَخَافُ عَلَيْنَا اَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ نِفَاقًا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَلَّا اِنَّ هٰذِهٖ خُطُوَاتُ الشَّيْطٰنِ فَيُرَغِّبُكُمْ فِى الدُّنْيَا وَاللّٰهِ وَلَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلَى الْحَالَةِ الَّتِىْ وَصَفْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِهَا لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلٰئِكَةُ وَمَشَيْتُمْ عَلَى الْمَاءِ۔

حمران بن اعین امام محمد باقرؑ کے گھر گیا۔ جب اُٹھنے لگا تو کہا کہ اے امام خدا آپ کی عمر دراز کرے اور ہمیں آپ کی ذات سے نفع بخشے۔ ہم آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کی خدمت سے اُٹھتے وقت ہمارے دل بڑے نرم ہوئے ہوتے ہیں۔ اور دلوں کو دُنیا سے قطع تعلق ہو جاتا ہے اور مال و متاع دنیا کو ہم حقیر سمجھتے ہیں۔ جب آپ کے پاس سے نکل کر لوگوں اور بیوپاریوں سے ملتے ہیں پھر ہمیں مالِ دُنیا سے محبت ہو جاتی ہے۔ امام باقرؑ نے فرمایا۔ دل کبھی سخت ہو جاتے ہیں اور کبھی نرم، پھر کہا۔ اصحابِ رسولؐ کہتے تھے یارسول اللہ ہمیں اپنے منافق ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ آپ نے فرمایا، کیوں۔ اصحاب نے کہا جب آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں اور آپ ہمیں پند و نصیحت کرتے اور ترغیب و ترہیب کرتے ہیں۔ ہم ڈر جاتے ہیں، اور دُنیا بھول جاتے ہیں حتیٰ کہ اپنی آنکھوں سے آخرت اور بہشت اور دوزخ کو دیکھ لیتے ہیں۔ پھر جب آپ سے اُٹھ کر نکلتے ہیں اور گھروں میں داخل ہوتے ہیں، اور اولاد کو پیار کرتے ہیں اور اہل و عیال کو دیکھتے ہیں تو یہ حالت ہو جاتی ہے کہ گویا ہماری وہ حالت جو آپ کے حضور میں ہوتی ہے، تبدیل ہونے کو ہے۔ کیا آپ ہم پر نفاق کا اندیشہ کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔ یہ شیطانی وسوسے ہیں جو تمہیں دُنیا کی رغبت دیتا ہے۔ بخدا اگر تم اس حالت پر رہو جو تم نے ذکر کیا ہے تو آسمان کے فرشتے تم سے مصافحہ کریں اور تم پانی پر چلنے لگو۔

. . . .

دوسری حدیث کتاب مذکور کے صفحہ ۲۸۷ میں ہے :-

عَنْ حُمْرَانَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ رَجُلًا اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ نَافَقْتُ فَقَالَ وَاللّٰہِ مَا نَافَقْتَ وَلَوْ نَافَقْتَ مَا اَتَیْتَنِیْ تُعَلِّمُنِیْ مَا الَّذِیْ رَابَکَ اَظُنُّ الْعَدُوَّ الْحَاضِرَ اَتَاکَ فَقَالَ لَکَ مَنْ خَلَقَکَ فَقُلْتَ اللّٰہُ خَلَقَنِیْ فَقَالَ لَکَ مَنْ خَلَقَ اللّٰہَ فَقَالَ اِیْ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَکَانَ کَذَا فَقَالَ اِنَّ الشَّیْطَانَ اَتَاکُمْ مِنْ قِبَلِ الْاَعْمَالِ فَلَمْ یَقْوَ عَلَیْکُمْ فَاَتَاکُمْ مِنْ ہٰذَا الْوَجْہِ لِکَیْ یَسْتَزِلَّکُمْ فَاِذَا کَانَ کَذٰلِکَ فَلْیَذْکُرْ اَحَدُکُمُ اللّٰہَ وَحْدَہٗ۔

حمران روایت کرتا ہے امام باقر سے ، ایک شخص آنحضرت کی خدمت میں آیا اور کہا ، حضور میں نے نفاق کیا ہے ۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم تو نے نفاق نہیں کیا اور اگر تو نفاق کرتا تو میرے پاس نہ آتا ۔ پھر فرمایا بتا کس چیز نے تجھ کو شک میں ڈالا ہے ، میں گمان کرتا ہوں کہ شیطان تیرے پاس آیا ہے اور تجھے کہا ہے کہ کس نے تجھے پیدا کیا ہے ۔ اور تو نے کہا خدا نے پھر کہا ، خدا کو کس نے پیدا کیا ہے ۔ وہ شخص کہنے لگا بخدا حضور یہی بات ہے ۔ آپ نے فرمایا ، شیطان نے اعمال کے بارہ میں تمہیں گمراہ کرنا چاہا تو اس بات پر قادر نہیں ہو سکا ۔ پھر اس نے یہ طریق اختیار کیا ہے تا کہ تمہیں لغزش دے ۔ جب ایسا ہو تو تم خدائے وحدہٗ کا ذکر کیا کرو تا کہ شیطان دفع ہو جائے ۔

ان دو احادیث نے جو شیعہ کی مستند کتاب اصولِ کافی سے بروایت ائمہ اہل بیت مذکور ہیں ، حدیث حنظلہ رض کی تشریح کر دی ہے ، جن کا مضمون بعینہٖ وہی ہے بلکہ اس سے بھی کچھ زائد ہے کہ اصحابؓ کمال خوفِ الٰہی سے ذرہ ذرہ باتوں سے کانپ جاتے تھے اور آنحضرت ؐ کے حضور میں حاضر ہو کر استفسار کیا کرتے تھے کہ ایسے وسوسوں سے ہماری ایمانی حالت میں کچھ خلل تو نہیں آ جاتا ۔ حضورؐ ان کی تشفی فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم تمہاری ایمانی حالت میں ان باتوں سے تغیر نہیں ہوتا ۔ اور جن کے ایمانوں میں کچھ خلل ہو ان کو ہماری سرکار میں آنے اور استفسار کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی ۔ یہ معمولی شیطان کی حرکات ہیں جو ایک ڈاکو چور کی طرح تمہارے خزانۂ ایمان کو غارت کرنا چاہتا ہے ۔ اعمال کی وجہ سے تو تم پر اس کا کچھ بس نہیں چل سکتا کہ تمہیں پھسلا سکے ۔ ناچار دلوں میں وسوسہ ڈالنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے لیکن ایسی خفیف حرکات سے اس کو کس طرح کامیابی ہو سکتی ہے ۔ تم لوگ راسخ الایمان صالح الاعمال ہو ۔ اور یہی تمہارے کامل ایمان کی علامت ہے کہ شیطان کے ایسے حملوں کے وقت تم حصن حصین دربار رسالت کی پناہ لے لیتے ہو ۔ اُمید ہے کہ معترض کی کسی قدر تشفی ہو گئی ہو گی ۔ ہاں ہم یہ بھی لکھ دیں کہ خاصان خدا کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ باوجود عدم صدور ذنب کے وہ خود کو گنہگار کہتے ہیں ۔ اصول کافی صفحہ ۲۸۷ میں ایک حدیث ہے

کہ وَاللہِ مَا ینجُوْ مِنَ الذَّنبِ اِلَّا مَنْ اَقَرَّ بِہٖ۔ (بخدا گناہ سے وہ شخص نجات پاتا ہے جو گناہ کا اقراری ہو۔) دیکھو حضرت یُوسف علیہ السّلام جو پیغمبر معصوم تھے کہتے ہیں: وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ (میں اپنے نفس کو بری نہیں سمجھتا۔ کیونکہ نفس بدی کی رغبت دلاتا ہے۔) کیا معترض اس سے یہ استدلال کرے گا کہ حضرت یوسف علیہ السّلام معاذ اللہ گناہ سے مبرّا نہ تھے بلکہ نفس کے تابع حکم تھے۔ ایسا خیال کرنا ایک نبی کی نسبت کفر ہے۔

ہاں یہ بتاؤ کہ نبی آخر الزمان کو تو تم معصوم مانتے ہو لیکن اصُول کافی ص۶۰۶ میں ایک حدیث ہے عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَسْتَغْفِرُ اللہَ عَزَّ وَجَلَّ کُلَّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً (امام جعفر صادق کا قول ہے کہ آنحضرت دن میں ستر دفعہ اللہ عزّ وجلّ سے طلب مغفرت کرتے تھے) کیا اس سے یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ العیاذ باللہ آپ گنہگار تھے، اِس لئے طلب مغفرت فرماتے تھے۔ پھر جنابِ امیرؓ جن کو شیعہ معصوم سمجھتے ہیں اپنی خطاؤں کا ذیل میں اقرار فرما کر طلبِ مغفرت کرتے ہیں: ؎

؎ ذُنُوْبِیْ بَلَائِیْ فَمَا حِیْلَتِیْ اِذَا کُنْتُ فِی الْحَشْرِ حَمَّالَھَا
؎ اَتَیْتُکَ یَا رَبِّ بَاکِیًا فَارْحَمْ بُکَائِیْ رَجَائِیْ مِنْکَ اَکْثَرُ مِنْ خَطَائِیْ
؎ یَظُنُّ النَّاسُ بِیْ خَیْرًا وَّ اِنِّیْ اَشَرُّ النَّاسِ اِنْ لَّمْ یَعْفُ عَنِّیْ

(ترجمہ) "میرے گناہ میرے لئے مصیبت ہیں۔ اور میرا چارہ کیا ہوگا جبکہ قیامت میں ان کا بوجھ میرے سر پر ہوگا۔ الٰہی تیرے حضور میں روتا ہؤا آیا ہوں۔ میری گریہ زاری پر رحم کیجو۔ تیرے فضل کی امید میری خطا سے بڑھ کر ہے۔ لوگ مجھے اچھا سمجھتے ہیں اور میں سب سے بڑا ہوں اگر تو مجھے معاف نہ کرے۔"

اب بتاؤ اِن اشعار سے ایک خارجی یہ استدلال کر سکتا ہے کہ اس کی اس منطق کی زد اُلٹی اس کے مذہب پا در پیشوائے مذہب (حضرت علی المرتضیٰ) پر پڑتی ہے۔ ذرا ہوش کیجئے ؎

اے چشمِ اشکبار! ذرا دیکھ تو سہی یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

بات یہ ہے کہ محبوبانِ حضورِ کبریائی اپنی عبادات کو بھی بمقابلہ نعمت ہائے غیر متناہی جو وہاب العطایا سے انہیں حاصل ہیں، گناہ سمجھ کر ہر وقت باعترافِ قصُور اس کی بارگاہ سے طلبِ مغفرت کیا کرتے ہیں جیسا کہ مُلّا باقر مجلسی نے حیات القلوب ص۵۴۲ میں اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ (نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کی بدیاں متصوّر ہوں گی)

اب اِس طعن کا ہر طرح سے دفعیہ ہو چکا ہے۔ یہ مطاعن حضرت صدیقِ اکبرؓ کے متعلق تھے۔ اب وہ

مطاعن لکھے جاتے ہیں جو شیعہ صاحبان اپنی جہالت سے فاروقِ اعظم کی نسبت کیا کرتے ہیں۔

نواں طعن (حدیثِ قرطاس)

بخاری کی حدیث ہے :۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ یَوْمُ الْخَمِیْسِ مَا یَوْمُ الْخَمِیْسِ اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم وَجَعُہٗ فَقَالَ ائْتُوْنِیْ اَکْتُبْ لَکُمْ کِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ اَبَدًا فَتَنَازَعُوْا وَلَا یَنْبَغِیْ عِنْدَ نَبِیٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا مَا شَانُہٗ اَھَجَرَ اِسْتَفْهِمُوْہُ فَذَھَبُوْا یَرُدُّوْنَ عَنْہُ فَقَالَ دَعُوْنِیْ فَالَّذِیْ اَنَا فِیْہِ خَیْرٌ مِّمَّا تَدْعُوْنِیْ اِلَیْہِ وَاَوْصَاھُمْ بِثَلٰثٍ قَالَ اَخْرِجُوا الْمُشْرِکِیْنَ مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ وَاَجِیْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا کُنْتُ اُجِیْزُھُمْ وَسَکَتَ عَنِ الثَّالِثَۃِ اَوْ قَالَ نَسِیْتُھَا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ابنِ عباس نے کہا جمعرات کا دِن۔ اور وہ کیسا دن تھا کہ اس میں آنحضرتؐ کو درد کی شدت تھی۔ پس فرمایا۔ لاؤ میرے پاس تمہیں ایک تحریر لکھ دوں کہ تم کبھی اس کے بعد گمراہ نہ ہو سکو۔ حاضرین آپس میں جھگڑنے لگے اور کہنے لگے آپ کا کیا حال ہے کیا آپ ہجرت (دنیا سے) کرنے کو ہیں۔ آپ سے دریافت کرو۔ ان لوگوں نے آپ سے سوالات شروع کئے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ مجھے چھوڑ دو کیونکہ جس حالت میں میں ہوں اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بُلاتے ہو۔ پھر آپ نے تین وصیتیں کیں (۱) یہ کہ کفار مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو (۲) کہ وفدوں کو میری طرح عطیے دیتے رہنا۔ تیسری سے ابنِ عباسؓ نے سکوت فرمایا۔ کہا اسے بھول گیا۔

توضیح

بخاری میں یہ حدیث باختلاف الفاظ متعدد جگہ مذکور ہے۔ کسی جگہ ہے ائْتُوْنِیْ بِالْکَتِفِ وَاللَّوْحِ وَالدَّوَاتِ (میرے پاس شانہ اور دوات یا تختی اور دوات لاؤ)۔ فَقَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ غَلَبَہُ الْوَجَعُ وَعِنْدَکُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ۔ (بعض نے کہا حضورؐ کو اس وقت تکلیف ہے اور تمہارے پاس قرآن موجود ہے اور ہمیں کتاب اللہ کافی ہے)۔ ایک جگہ ہے :۔ فَقَالَ عُمَرُؓ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَہُ الْوَجَعُ وَعِنْدَکُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ فَاخْتَلَفَ اَھْلُ الْبَیْتِ فَاخْتَصَمُوْا مِنْھُمْ مَنْ یَّقُوْلُ مَا قَالَ قَرِّبُوْا یَکْتُبْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم کِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ مِنْھُمْ مَنْ یَّقُوْلُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا اَکْثَرُوا اللَّغْوَ وَالْاِخْتِلَافَ

عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قُوْمُوْا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اِنَّ الرَّزِيَّةَ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَبَيْنَ اَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتٰبَ مِنْ اِخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ۔

ترجمہ:۔ عمرؓ نے کہا حضورؐ کو اس وقت تکلیف ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے۔کتاب اللہ ہمیں کافی ہے۔ پس گھر والوں نے اختلاف شروع کر دیا۔ بعض کہتے تھے کہ حضورؐ کو کاغذ دو۔ ایسی تحریر لکھ دیں کہ اس کے بعد تم کہیں گمراہ نہ ہو جاؤ۔ بعض وہ بات کہتے تھے جو عمرؓ کہتے تھے۔ جب شور و غل پڑ گیا تو حضورؐ نے فرمایا۔ چلے جاؤ۔ عبداللہ کہتے ہیں۔ مصیبت بڑی مصیبت تھی جو حضورؐ اور لوگوں میں تحریر کے متعلق رکاوٹ پڑ گئی کیونکہ شور و غل زیادہ ہو گیا تھا۔

خلاصۂ طعنِ شیعہ

اس حدیث کے متعلق شیعہ صاحبان حضرت عمرؓ پر حسبِ ذیل طعن کرتے ہیں:۔

(۱) عمرؓ نے قولِ آنحضرتؐ کو رد کیا۔ حالانکہ آپ کا قول بحکم آیت مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى الخ سراسر وحی تھا اور ردِ وحی کفر ہے۔

(۲) عمرؓ نے قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہذیان سے تعبیر کیا۔ یہ کمال گستاخی اور بے ادبی ہے۔

(۳) عمرؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں رفعِ صوت کیا۔ جو بحکم آیت لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ الخ ممنوع تھا۔

(۴) وصیت میں رکاوٹ ڈال کر حقِ اُمت تلف کیا۔ وصیت لکھی جاتی تو اُمت کی بھلائی ہوتی۔

الجواب

اوّل۔ یہ حدیث جتنے طرق سے مروی ہے سب میں آخری راوی عبداللہ بن عباسؓ ہیں۔ حالانکہ جس وقت کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس وقت ان کی عمر تیرہ سال کی تھی کیونکہ آپ ہجرت سے تین سال پہلے یعنی ۶۱۹ء میں پیدا ہوئے اور ۶۸ھ مطابق ۶۸۸ء طائف میں فوت ہو گئے تھے اور تیرہ سال کے نابالغ بچے کی اکیلی شہادت کب قابلِ قبول ہو سکتی ہے جبکہ حضور کی مرض الموت کے وقت تمام اصحاب اور اہلبیت رسولؐ کا موجود ہونا ضروری ہے۔ ناممکن ہے کہ ایسے نازک وقت میں یہ سب لوگ موجود نہ ہوں۔ پھر جب ان اکابر صحابہؓ سے جن میں حضرت علی المرتضیٰ بھی شامل ہیں کوئی بھی اس واقعہ کی

روایت نہیں کرتا تو ایک نابالغ بچے کی شہادت کس طرح قابلِ سماعت ہو سکتی ہے۔ بہ ظاہر ہے کہ ایسے موقعہ پر بڑے بڑے حضوری اشخاص پاس ہوا کرتے ہیں۔ اور چھوٹے بچوں کو وہاں جگہ ملنی مشکل ہوتی ہے پھر جب درایت کے لحاظ سے یہ حدیث صرف عبداللہ بن عباس رضؓ کے مروی ہونے کے باعث جو اس وقت بالغ بھی نہ تھے، ناقابلِ اعتبار ہے تو اس پر شیعہ صاحبان کے اس قدر ہوائی قلعے تعمیر کر کے حضرت عمر رضؓ جیسے جلیل الشّان خلیفہ کے خلاف الزام قائم کرنا کیا وقعت رکھتا ہے۔

دوم ۔ الزامات جو حضرت عمر رضؓ کے ذمے عائد کئے جاتے ہیں، الفاظ حدیث میں ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ سب سے بڑا الزام جو حضرت عمر رضؓ کے ذمے تھوپا جاتا ہے یہ ہے کہ اُنہوں نے قولِ آنحضرت کو ہذیان سے نسبت دی لیکن حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ جس لفظ سے شیعہ صاحبان خوش فہمی سے ہذیان کا معنیٰ لیتے ہیں، وہ اُھجر ہے۔ لیکن حدیث میں یہ نہیں ہے کہ یہ لفظ حضرت عمر رضؓ نے کہا۔ حدیث میں فَقَالُوْا مَا شَانُہٗ اَھجر اِسْتَفْھِمُوْا لکھا ہے۔ یعنی حاضرین نے یہ لفظ کہا۔ پھر اس جمع کے صیغے کا فاعل واحد (عمر رضؓ) کو قرار دینا شیعہ حضرات کی بے علمی کی دلیل ہے۔ ع

اے ترک من مناز کہ ترکی تمام شُد

نیز اُھجر کا معنیٰ ہذیان کرنا شیعوں کی ڈبل جہالت کی دلیل ہے۔ معنیٰ عبارت یہ ہے کہ حضور کا کیا حال ہے کیا آپ دُنیا سے ہجرت فرمانے لگے ہیں۔ آپ سے دریافت تو کرو۔ اگر ہجرت کے معنیٰ ہذیان کئے جائیں تو اِسْتَفْھِمُوْا کا معنیٰ صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جس شخص کی نسبت یہ گمان ہو کہ اس کے حواس مختل ہو گئے ہیں اور ہذیان (بہکی باتیں) کہہ رہا ہے تو کوئی پاگل بھی یہ نہیں کہے گا کہ اس سے پُوچھو تو سہی کہ تمہارے اس کلام کا مفہوم کیا ہے۔ کیا مجنون کو مجنون یقین کرنے کے بعد کبھی کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ بتلاؤ تو سہی تمہاری اس بڑ کا مطلب کیا ہے۔ غرض لفظ اِسْتَفْھِمُوْا اہلِ فہم کے سمجھانے کے لئے کافی ہے کہ یہاں اُھجر کا معنیٰ وہ نہیں جو شیعہ کرتے ہیں بلکہ اُس کا معنیٰ یہی ہے کہ کیا آپ کا یہ وقت دُنیا سے ہجرت (رحلت) کا ہے کہ آپ ایسی شدّت درد کی حالت میں لکھنے کی تکلیف برداشت فرمانا چاہتے ہیں کہ پھر یہ موقعہ نہیں مل سکتا۔ جب اس لفظ کا وُہ معنیٰ ہی نہیں ہے جو ہمارے شیعہ دوست سمجھ رہے ہیں تو پھر سارے ہوائی قلعے جو اسی لفظ کی بنیاد پر تعمیر کئے جاتے ہیں یکسر مسمار ہو جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں اگر ہجر کا معنیٰ بفرضِ محال ہذیان بھی کئے جائیں تو چونکہ لفظ اُھجر میں ہمزہ استفہام موجود ہے اور یہ استفہام انکاری ہوگا تو پھر بھی شیعوں کا مُدّعا پورا نہیں ہو سکتا۔ مطلب قائل کا یہ

کہ حضورؐ فرما رہے ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ آپ ہذیان نہیں کہہ رہے ہیں۔ اس لئے آپ سے دریافت
رنا چاہئے کہ اس تحریر سے بحکمِ وحی کسی ضروری مسئلہ کا بتلانا مقصود ہے یا بطورِ استحسان حضورؐ کچھ ارشاد
رانا چاہتے ہیں جو زبانی بھی ہو سکتا ہے یا اس کے بعد بھی ہو سکتا ہے جب حضورؐ کو کچھ افاقہ ہو جائے۔
اور احادیث سے یہ ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں حاضرین دو فریق میں منقسم ہو گئے تھے بعض اصرار
رتے تھے کہ قلم دوات کاغذ حاضر کیا جائے۔ بعض قول عمرؓ سے اتفاق کر کے کہتے تھے کہ مسائل دینی
کی تکمیل بذریعہ قرآنِ کریم ہو چکی ہے۔ کوئی امر باقی نہیں ہے۔ اِس لئے حضورؐ کو ایسے وقت تکلیف
یں ڈالنا عشاقِ ذاتِ احمدی گوارا نہیں کر سکتے۔ پھر ان دو فریق میں ایک طرف حضرت علیؓ اور بنو ہاشم
ی ضرور ہوں گے اور وہ الزامات جو بلا وجہ حضرت عمرؓ کے ذمّے لگائے جاتے ہیں۔ ان کے ذمہ دار
جناب امیرؓ اور جملہ بنو ہاشم بطریقِ اولیٰ ہوں گے۔
اگر حضرت عمرؓ اور اُن کے طرف داروں نے کاغذ قلم دوات حاضر نہ کر کے فرمانِ نبوی کی تعمیل نہ
کی تو جناب امیر علیہ الرضوان کا فرض تھا کہ فوراً اشیاءِ مطلوبہ حاضر کر کے تحریر لے لیتے۔

کیا وُہ تحریر ضروری تھی؟

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ جنابؐ نے جس امر کے لئے کاغذ قلم دوات طلب فرمائے تھے، وہ کوئی
ضروری امر تھا اور وحی حق کے ذریعہ اس کا حکم تھا یا ویسے مصلحتاً حضورؐ لکھنا چاہتے تھے اور پھر وُہ
طرح ملتوی ہو گئی۔ شیعہ کہتے ہیں کہ اس وقت جنابؐ خلافتِ علی المرتضیٰ کے متعلق وصیت لکھنا
چاہتے تھے لیکن یہ بات شیعہ کے سخت برخلاف ہے، کیونکہ اس سے شیعہ کے باقی تمام استدلالات
پر پانی پھر جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ بروز خمِ غدیر حضورؐ نے خلافت علیؓ کا اعلان فرمایا
اور کوئی حدیث یا آیت اس وقت تک خلافتِ علیؓ پر نص تھی۔ تب ہی تو آپ کو یہ فکر دامنگیر ہوئی
خلافتِ علیؓ کی وصیت لکھ دی جائے۔ شیعہ نے اپنا یہ خیال ظاہر کر کے کہ حضورؐ خلافت کا فیصلہ
کرنا چاہتے تھے، باقی استدلالات کی خود تردید کر دی، اور وصیت تحریر ہی نہیں ہوئی۔ شیعہ حضرات
کو ناکامی پر ناکامی کا سامنا ہوا ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

علاوہ ازیں اگر یہ تحریر ضروری از حکمِ وحی تھی اور محض چند اشخاص کے اختلافِ رائے کے باعث حضورؐ اس ضروری حکمِ الٰہی کی تعمیل سے قاصر رہے تو آپؐ کے ذمّے سخت الزام عائد ہوتا ہے کہ آپؐ نے فرضِ تبلیغِ رسالت میں کوتاہی کی اور حضرت علیؓ اور دیگر اہلِ بیت کے ذمّے الزام ہے کہ اُنہوں نے چند اجنبی اشخاص کی مخالفت کی وجہ سے رسولِ پاکؐ کی امداد نہ کی کہ وہ گھر کے لوگ ہو کر کاغذ، قلم، دوات حاضر نہ کر سکے اور اس بات کی شکایت حضورؐ کو بہ نسبت حضرت عمرؓ وغیرہ کے حضرت امیرؓ اور اُن کے متعلقین پر زیادہ ہونی چاہیے:۔

مردم از دستِ غیر نالہ کنند　　سعدی از دستِ خویشتن فریاد

اور اس بات کا قطعی ثبوت کہ وہ تحریر کوئی ضروری امر نہ تھا، یہ ہے کہ حضورؐ اس کے بعد چار روز تک زندہ رہے اور افاقہ بھی ہوتا رہا۔ لیکن پھر نہ کاغذ قلم دوات طلب فرمایا، نہ کوئی تحریر کی۔ دوسرا ثبوت اس کا حدیث میں موجود ہے کہ ان دو فریق سے حضورؐ نے اس فریق کی رائے سے اتفاق فرمایا جو حضورؐ کو یہ تکلیف نہ دینا چاہتے تھے۔ دوسرے فریق کو آپؐ نے ڈانٹ دیا کہ مجھے بے وجہ تکلیف نہ دو:۔

فَذَهَبُوا يَرُدُّوْنَ عَنْهُ فَقَالَ دَعُوْنِي فَالَّذِي اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُوْنَنِي اِلَيْهِ

(حاضرین نے آپ سے بار بار سوال شروع کئے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو۔ میں جس حال میں ہوں۔ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے مدعو کرتے ہو۔ یعنی تم مجھے تحریر کرنے کے لئے بار بار مجبور کرتے ہو، یہ مجھے پسند نہیں ہے۔)

الفاظِ حدیث شیعہ کے مدعا کے سخت برخلاف ہیں جن سے بصراحت مفہوم ہوتا ہے کہ آپؐ کچھ تحریر کرنا نہ چاہتے تھے تو شیعہ اس حدیث سے کس طرح دلیل پکڑ سکتے ہیں کہ خلافتِ علیؓ کی ہی وصیت لکھنا مقصود تھی۔ ممکن ہے کہ خلافتِ صدیقؓ کا لکھنا منظور ہو اور چونکہ بنو ہاشم کو حضورؐ کا رُجحان معلوم تھا کہ امامتِ نماز پر بھی آخری وقت ابوبکر صدیقؓ کو ہی مامور کیا گیا اس لئے کاغذ قلم دوات پیش کرنے سے اہلِ بیت نے تأمل کیا۔

حدیث میں اختلاف اور شور و غل کو اہلِ بیت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ الفاظِ ذیل ملاحظہ ہوں:۔ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوْا (اہلِ بیت نے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے) پھر تعجب ہے اور تو سب جگہ اہلبیت سے حضرت علیؓ، فاطمہؓ، حسنینؓ مراد لئے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اہلِ بیت سے حضرت عمرؓ اور ان کے طرفداران مراد لئے جا کر اختلاف اور جھگڑے کا ان ہی کو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ یا للعجب! غرض الزامات مذکورہ کو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کرنا شیعہ کی سخت بے انصافی ہے جب کہ حدیث میں تَنَازَعُوْا۔ اِخْتَصَمُوْا۔ قَالُوْا وغیرہ سب جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں اور اس تنازعہ و جھگڑا

اور رفع الصّوت ردِّ قولِ رسولؐ حق تلفیِ اُمّت میں جملہ حاضرینِ حجرہ جن میں علیؓ المرتضیٰ اور بنو ہاشم وغیرہ بھی تھے۔ سب یکساں شریک ہیں۔ اگر قصور ہے تو سب کا۔ نہیں تو کسی کا بھی نہیں۔

حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ

ہاں یہ قصور حضرت عمرؓ کا ہے کہ انھوں نے عشق و محبتِ رسول کی وجہ سے یہ رائے پیش کر دی کہ جب یہ مسلّم امر ہے۔ کہ دین کا کوئی ایسا امر باقی نہیں ہے کہ قرآن میں مذکور نہ ہو۔ اور اللہ تعالےٰ نے بالصراحت فرما دیا ہے:۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (آج تمہارا دین کامل مکمل ہو گیا ہے) تو پھر حضورؐ اقدس کو ایسی نازک حالت شدتِ مرض میں تکلیف میں ڈالنا شیدایانِ ذات والا کو مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ عمرؓ کی رائے زندیں سے نہ صرف اکثر حاضرین نے بلکہ حضور رسولؐ پاک نے بھی اتفاق فرمایا۔ کہ تحریر کی صلاح ملتوی فرما دی۔ اور باوجودیکہ چار یوم تک حضورؐ زندہ رہے اور مرض سے افاقہ بھی ہوتا رہا۔ پھر بھی اسکا ارادہ نہیں فرمایا۔ کیا حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ کہنا کوئی جرم تھا۔ اگر یہ کوئی کبیرہ جرم ہے تو تمام مسلمان اسکے مرتکب ہیں۔ جو کتاب اللہ کو ایک کامل و مکمل کتاب ہدایت اور مسائل دین و دنیا کیلئے کافی وافی سمجھتے ہیں۔ افسوس دشمن کی نگاہ میں ہنر بھی بڑا عیب ہے۔ ؎

ہنر بچشمِ عداوت بزرگتر عیبے است

ردِّ قولِ رسولؐ

اگرچہ ردِّ قولِ رسولؐ کی ذمہ داری زیادہ تر اہلبیت رسولؐ کے ذمّے عائد ہوتی ہے لیکن اگر بفرضِ محال اسکا مجرم حضرت عمرؓ کو ہی قرار دیا جائے۔ تو چونکہ اقتضائے محبت و عشق اور نیک نیتی پر مبنی تھا اسلئے یہ داخلِ جرم نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہر حالت میں خواہ کسی نیت سے ہو۔ ردِّ قول جرم ہے۔ تو اس جرم کے مرتکب جناب امیرؓ بھی متعدد دفعہ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کی مستند کتاب حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۳۹۹ میں ہے۔ کہ جب غزوۂ حدیبیہ میں صلحنامہ لکھنا تجویز ہوا۔ امیر المومنین علیؓ المرتضیٰ کو اسکے لکھنے کا حکم دیا گیا۔ اور آپ نے محمدؐ رسول اللہ لکھا۔ تو دوسری طرف سے اعتراض ہوا۔ کہ اگر ہم آپؐ کو رسول مانتے تو جھگڑا ہی کیا تھا۔ آپ محمدؐ بن عبداللہ لکھیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ یا علیؓ! محو کن آنرا محمدؐ بن عبداللہ بنویس۔ چنانچہ او می گوید۔ حضرت امیرؓ فرمود۔ کہ من نام ترا از پیغمبری ہرگز محو نخواہم کرد۔ حضرت رسول

بدست خود گرفتہ محو کرد" ترجمہ: اے علیؓ! فقط محمدؐ رسول اللہ کو مٹا کر بجائے اسکے محمدؐ بن عبداللہ لکھ دو۔ جیسا کہ مخالف کہتا ہے۔ جناب امیرؓ نے کہا۔ کہ میں آپ کا نام پیغمبری سے محو نہ کروں گا۔ تو آپؐ نے کاغذ لے کر اپنے ہاتھ سے اس کو مٹا دیا"

اب شیعہ حضرات انصاف سے بتائیں۔ کہ کیا ردِ قولِ رسولؐ اور آپؐ کا عدول حکم نہ تھا۔ اگر جناب امیر علیہ الرضوان اقتضائے عقیدت و محبت سے اسکی تعمیل حکم سے انکار کرنے پر مجرم نہیں بن سکتے تو حضرت عمرؓ کو کیوں اس پر الزام دیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہاں تو جناب رسولؐ نے اپنے طرزِ عمل سے حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق ظاہر فرمایا۔ اور یہاں جناب امیرؓ کے خلاف رائے آپؐ نے کاغذ لے کر خود اس لفظ کو جس کو مٹانے سے جناب امیرؓ نے انکار کیا تھا۔ قلمزن کر دیا۔

دوسرا واقعہ: شریف مرتضیٰ (عَلَمُ الہدیٰ) اپنی کتاب دُرَرُ الغُرَر میں یوں لکھتے ہیں:۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَنَفِيَّةَ عَنْ اَبِيْهِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ قَدْ اَكْثَرَ النَّاسُ عَلٰى مَارِيَةِ الْقِبْطِيَّةِ اُمِّ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ ابْنِ عَمٍّ لَّهَا قِبْطِيٍّ كَانَ يَزُوْرُهَا وَيَخْتَلِفُ اِلَيْهَا فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خُذْ هٰذَا السَّيْفَ انْطَلِقْ فَاِنْ وَجَدْتَّهٗ عِنْدَهَا فَاقْتُلْهُ فَلَمَّا اَقْبَلْتُ نَحْوَهٗ عَلِمَ اَنِّيْ اُرِيْدُهٗ فَاَتٰى نَخْلَةً فَرَمٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَمٰى بِنَفْسِهٖ عَلٰى قَفَاهُ وَشَغَرَ بِرِجْلَيْهِ فَاِذَا هُوَ مَجْبُوْبٌ اَمْسَحُ لَيْسَ لَهٗ مَا لِلرِّجَالِ لَا قَلِيْلٌ وَّلَا كَثِيْرٌ قَالَ فَغَمَدْتُّ السَّيْفَ وَرَجَعْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يَصْرِفُ عَنَّا الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ۔

ترجمہ: محمد بن حنفیہ اپنے پدر بزرگوار علیؓ المرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ لوگوں نے ماریہ قبطیہ ام ابراہیم بن نبی علیہ السلام پر نسبت ان کے چچا زاد بھائی قبطی نے اعتراض کیا۔ جو اکثر ان کے پاس آیا جاتا تھا۔ حضور علیہ السلام نے مجھے حکم دیا۔ کہ تلوار لو۔ وہ اگر تجھے اس کے پاس ملے۔ اس کو قتل کر دو۔ جب میں اس قبطی کے پاس گیا۔ اور اُس نے میرا ارادہ سمجھا۔ تو ایک کھجور کے درخت پر چڑھ کر نیچے سر کے بل گر پڑا۔ اور پاؤں اوپر کی طرف اُٹھائے۔ میں نے اسے دیکھا کہ وہ صاف مجبوب (مقطوع النسل) مردوں کی اس میں کچھ بھی علامت نہیں ہے۔ پس میں نے تلوار نیام میں کر دی اور واپس ہو کر حضورؐ کے پاس گیا اور ماجرا بیان کیا۔ تو حضورؐ فرمانے لگے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم اہلبیت کو رجس سے پاک کیا ہے۔"

اس حدیث سے پایا جاتا ہے کہ جناب امیرؓ نے حکم رسولؐ کی تعمیل نہ کی۔ اور قبطی کو تلوار سے نہ قتل کیا۔ بلکہ اسکی حالت کو دیکھ کر تلوار نیام میں کر لی۔ جب اس صورت میں جناب امیرؓ پر نافرمانئ رسولؐ کا

الزام عاید نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ مصلحت اس میں سمجھتے تھے۔ کہ تعمیل حکم میں ایک بے گناہ کی مفت جان جاتی ہے تو حضرت عمر رضؓ نے جب مصلحت اس نازک حالت میں یہی سمجھی۔ کہ حضورؐ کو بے وجہ تکلیف نہ دی جائے۔ تو اُنھوں نے کیا قصور کیا۔

نوٹ:۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ حضورؐ کی ازواج مطہرات ہی اہلبیت ہیں۔ چنانچہ ماریہ قبطیہ کے حق میں یہ لفظ استعمال فرمایا۔

تیسرا واقعہ: شیعہ کی معتبر کتاب ارشاد القلوب دیلمی نے اور محمد بن بابویہ نے امالی میں یہ روایت لکھی ہے:۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَعْطٰی فَاطِمَۃَ سَبْعَۃَ دَرَاہِمَ قَالَ اَعْطِیْھَا عَلِیًّا وَمُرِیْہِ اَنْ یَّشْتَرِیْ لِاَھْلِ بَیْتِہٖ طَعَامًا فَقَدْ غَلَبَھُمُ الْجُوْعُ فَاَعْطَتْھَا عَلِیًّا وَقَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَمَرَکَ اَنْ تَبْتَاعَ لَنَا طَعَامًا فَاَخَذَھَا عَلِیٌّ وَخَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ لِیَبْتَاعَ طَعَامًا لِاَھْلِ بَیْتِہٖ فَسَمِعَ رَجُلًا یَّقُوْلُ مَنْ یُّقْرِضُ الْمَلِیَّ الْوَفِیَّ فَاَعْطَاہُ الدَّرَاہِمَ۔ ترجمہ: رسولؐ پاک نے فاطمہ رضؓ کو سات دراہم دیئے۔ اور فرمایا۔ کہ علیؓ کو دو۔ تاکہ اپنے اہل وعیال کے لئے غلہ خرید لائے۔ کہ وہ گرسنہ شکم ہیں۔ جناب سیدہ رضؓ نے حضرت علی رضؓ کو وہ درہم دے کر فرمائش رسولؐ کی اطلاع دی۔ آپ وہ درہم لے کر غلہ خریدنے گئے۔ تو ایک شخص کو یہ آواز کرتے سُنا۔ کہ کوئی شخص ہے۔ جو غنی راست وعدہ کو قرض دے دے۔ آپ نے وہ درہم اُس کے حوالہ کر دیئے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت رسولؐ پاک کے اس ارشاد کی کہ ان دراہم سے گھر کے آدمیوں کے لئے غلہ خرید کیا جائے۔ جو بھوک سے لاچار ہیں۔ تعمیل نہ کرتے ہوئے دو درہم ایک سائل کو دے دیئے۔ کیا یہ فرمانِ نبویؐ کی مخالفت نہیں ہے۔ اور ردِّ قول رسولؐ کا جرم امیر رضؓ پر عاید نہیں ہوتا۔ اگر جناب امیر رضؓ کا یہ فعل ایثار نیک نیتی پر مبنی تھا۔ ان کو معلوم تھا۔ کہ صاحب حق حضرت زہرا رضؓ اور حسنین رضؓ اس سے ناراض نہ ہوں گے۔ نہ جناب رسولؐ ناخوش ہوں گے۔ تو اُنھوں نے تعمیل حکمِ رسولؐ کے بجائے مصلحت اسی میں سمجھی۔ کہ سائل کی حاجت روائی کی جائے۔ تو پھر حضرت عمر رضؓ نے یہ مصلحت سمجھ کر کہ رسولؐ پاک کو اس تعمیل حکم کی خوشی کی بجائے تکلیف اور دقت ہوگی۔ اور اس تکلیف کے ٹال دینے پر جناب والا آخر کار خوش ہوں گے۔ ایسا کر دیا۔ تو کون سی خطا کی۔ غرض شیعہ ہر چند ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ نخلِ اُمید بار آور نہیں ہوتا۔ جو ان پاک نفوس اصحابِ کرام رضؓ پر طعن ہیں۔ اس کے مورد خود بنتے ہیں۔ آخر ان کو کہنا پڑتا ہے۔ ؎

نخلِ اُمید نہ اک بار بھی سرسبز ہُوا لاکھ ارمان گئے پھولنے پھلنے والے

خلاصۂ جواب

اوّل تو حدیث صرف ایک نابالغ طفل سے مروی ہونے کی وجہ سے درایۃً حجت نہیں ہو سکتی۔ دوم: حدیث سے یہ مفہوم نہیں ہوتا۔ کہ حضرت عمرؓ نے رسولؐ کو ہذیان کی نسبت دی۔ کیونکہ لفظ ھجر سے ہجر بمعنی ہذیان لینا سیاق و سباق عبارت کے مخالف ہے۔ بلکہ سیاق و سباق کا یہی اقتضا ہے۔ کہ یہاں دنیا سے ہجرت کرنا مراد ہے۔ اور اگر ہجر کا معنی ہذیان ہی لیا جائے۔ تو یہاں استفہام انکاری ہونے کی وجہ سے نفی ہذیان ہو رہی ہے۔ اور کسی حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جس سے سمجھا جائے کہ قائل اس لفظ کے حضرت عمرؓ ہیں۔ حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ کہنا کوئی جرم نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام کا یہ فرمانا، فیصلۂ خلافت لکھنے کے لئے نہ تھا۔ ایسا ہو تو شیعہ کا ادّعا نص خلافتِ علیؓ کی تمام عمارت گر جاتی ہے۔ یہ درست نہیں ہے کہ نبی علیہ السلام کوئی دینی ضروری امر کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے تھے۔ اور حضورؐ پہ الزام آتا ہے کہ آپؐ نے تبلیغ حکمِ الٰہی میں قصور کیا۔ حضور علیہ السلام کی رائے میں، رائے عمرؓ زیادہ پسند تھی۔ اسی وجہ سے دوسرے فریق کو ڈانٹ کر کہا۔ کہ مجھے دِق نہ کرو۔ اور پھر چار یوم زندہ رہ کر کچھ تحریر نہیں فرمائی۔ اگر کاغذ قلم دوات حاضر نہ کرنا نافرمانی حکمِ رسولؐ میں داخل ہے۔ تو اسکے مجرم بہ نسبت حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور دیگر اہلبیت زیادہ ہیں۔ کہ اس وقت نہیں تو بعد میں ہی یہ چیزیں مہیّا کر کے تحریر حاصل کر لیتے۔ اگر ہر بات میں قول رسولؐ کے ظاہری الفاظ پر عمل کرنا ضروری ہے۔ تو حضرت علیؓ المرتضیٰ نے متعدد دفعہ فرمانِ نبویؐ کی مخالفت کی۔ اِسلئے اس بھاری جرم کے مرتکب ہونے کی وجہ سے آپ خلافت و امامت کے اہل نہیں رہتے۔ شیعہ حدیث قرطاس سے خلافتِ علیؓ پر دلیل قائم کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ حدیث اُنکے تمام استدلالات کی تردید کر دیتی ہے۔ شیعہ بیچارے قدم قدم پر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ایسی خرافات سے باز نہیں آتے۔ افسوس! ؎

ہرگز نہ ہوئے مغز سخن سے آگاہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ!

دسواں طعن

حضرت عمرؓ نے معاذ اللہ جناب سیدہؓ کی سخت توہین کی۔ اُن پر دروازہ گرا کر پسلیاں توڑ دیں

ان کو کوڑوں سے پیٹا۔ شکم مبارک پر لات مار کر حمل گرا دیا۔ ان کا گھر جلا دیا۔ جناب امیرؓ کے گلے میں رسی ڈال کر ان کو گھسیٹ لے گئے۔ اور بزور بیعت ابوبکرؓ کرائی۔

جواب

یہ سب باتیں بیہودہ خرافات ہیں جن کو نقل و عقل دونوں تسلیم نہیں کرتے۔ اگرچہ بظاہر اس یاوہ گوئی سے حضرت عمرؓ کی تنقیص شان مطلوب ہے لیکن درحقیقت یہ توہین اہلبیت رسالت کے لئے ایک سخت پاجیانہ حملہ ہے۔ کیا عقلِ سلیم اس بات کو تسلیم کر سکتی ہے۔ کہ جناب سیدہؓ خاتونِ جنت، لختِ جگر رسولؐ کی طرف کوئی نظر اٹھا کر بھی دیکھے۔ تو شیرِ میدان حضرت علیؓ المرتضےٰ اپنی زوجہؓ محترمہ جگر گوشۂ رسولؐ کی توہین دیکھ کر خاموش بیٹھے رہیں۔ کیا اس کو صبر کہہ سکتے ہیں؟ یا غایت درجہ کی بے غیرتی ہے۔ ایک بھنگی تک بھی جیتے جی یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ اسکی عورت کی توہین کی جائے خدانخواستہ ایسا ہوتا تو قیامت برپا ہو جاتی۔ تمام بنو ہاشم دامادِ رسولؐ اور لختِ جگر رسولؐ کی حمایت کے لئے تلوار لے کر اٹھ کھڑے ہوتے۔ نہ خلافت رہتی نہ خلفاء۔ نمونۂ محشر برپا ہو جاتا۔ کیا ایسی حرکت کر کے پھر کوئی شخص اپنے ارادہ تمکن خلافت میں کامیاب رہ سکتا ہے۔ ابھی ابھی رسولِ خدا جدا ہوئے ہیں۔ طبائع فراقِ رسولؐ سے پُر جوش ہیں۔ کلیجے دہل رہے ہیں۔ پھر خاندانِ رسالت کی بے ادبی مسلمان برداشت کر سکتا تھا۔ اور جناب شیرِ خدا تو ایسی ذلت کب گوارا کر سکتے تھے کہ انکے گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹا جائے۔ اور جبراً بیعت لی جائے۔

شیعہ اس بارہ میں عجیب و غریب قصے تراش کر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں لیکن اہلِ بصیرت ان کی باتوں کو پا در ہوا سمجھ کر ان کو دھتکار دیتے ہیں۔

جلاء العیون اردو ص۸۷ میں درج ہے۔ بسند معتبر   جناب صادق سے روایت کی ہے کہ جس وقت ابوبکرؓ نے جناب امیرؓ سے خلافت غصب کی۔ جناب امیرؓ نے فرمایا۔ کیا رسولِ خدا نے میری اطاعت کا تجھے حکم دیا۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ نہیں۔ اگر مجھے حکمِ اطاعت دیتے تو میں اطاعت کرتا۔ جناب امیرؓ نے فرمایا۔ اگر اب پیغمبرؐ کو دیکھے اور تجھ کو میری اطاعت کا حکم دیں۔ میری اطاعت کریگا؟ ابوبکرؓ نے کہا۔ ہاں۔ جناب امیرؓ نے فرمایا۔ میرے ہمراہ مسجد قبا میں چل۔ جب مسجد قبا میں پہنچے ابوبکرؓ نے دیکھا۔ حضرت رسولؐ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرتؐ نماز سے فارغ ہوئے۔ جناب امیرؓ نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! ابوبکرؓ کو انکار ہے۔ کہ آپؐ نے میری اطاعت کا حکم اسے نہیں دیا۔ رسولِ خداؐ نے

ابوبکر رضؓ سے کہا۔ میں نے کہا ربّ نے تجھے علی رضؓ کی اطاعت کا حکم نہیں کیا۔ اسکے حکم کی اطاعت کر۔ ابوبکر رضؓ نے خائف وترساں معاودت کی راہ میں عمر رضؓ کو دیکھا۔ عمر رضؓ نے کہا۔ اے ابوبکر رضؓ تجھے کیا ہوگیا ہے؟ ابوبکر رضؓ نے کہا۔ حضرت رسولؐ نے مجھ سے ایسا فرمایا ہے۔ عمر رضؓ نے کہا۔ وہ گروہ ہلاک ہے۔ جو تجھ ایسے احمق کو اپنا سردار کرلے۔ مگر تو نہیں جانتا۔ یہ سب بنی ہاشم کا سحر ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر رضؓ کو اس قدر قدرت تھی۔ کہ جناب رسولِ خداؐ کو مسجد قبا میں ابوبکر رضؓ کے سامنے زندہ لاکھڑا کیا۔ پھر وہ اپنی قوتِ اعجاز سے ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ کے دلوں کو کیوں نہ مسخر کرلیتے۔

دوم:۔ جب ابوبکر رضؓ نے مدت حیات میں اپنے مال واموال اور اہل وعیال حضور نبی علیہ السلام پر قربان کرکے خدا اور رسولؐ خدا کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے اپنی زندگی وقف کردی تھی۔ تو کیا قیاس ہوسکتا ہے۔ کہ جناب امیرؓ بزورِ کرامت سے رسولؐ کو زندہ دیکھ کر اور آپؐ سے یہ ارشاد سُنکر کہ اطاعتِ علیؓ تجھ پر فرض ہے۔ حضرت عمر رضؓ یا کسی اور شخص کے کہنے پر قولِ رسولؐ سے انحراف کرتے۔ یہ سب کچھ بیاد لوگوں کی گھڑت ہے۔ کہ خلفاء اسلام کو بدنام کرکے مخالفین مذہب کو اسلام اور ہادئ اسلام پر طعن وتشنیع کا موقعہ دیتے ہیں۔ اس ضد اور ہٹ دھرمی کا کیا علاج۔ خدا ہی ہدایت کرے۔ ؎

ہٹ دھرم تہمت لگانا چھوڑدے ۔۔۔ راستی پر آ خدا کو مان کر

گیارھواں طعن

عمر رضؓ نے ایک حاملہ عورت کو بجرم زنا سنگساری کا حکم دیا تھا۔ جناب امیر رضؓ نے کہا۔ اِنْ کَانَ لَکَ عَلَیْھَا سَبِیْلٌ لَیْسَ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِھَا سَبِیْلٌ (اگرچہ تجھے اس کی ذات پر حکم دینے کا حق ہے۔ لیکن اس کے بچۂ شکم کو سزا دینے کا اختیار نہیں ہے)۔ عمر رضؓ نے حضرت علی رضؓ کی اس اطلاع پر سزا ملتوی کردی اور کہا۔ لَوْ لَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ رضؓ (اگر علی رضؓ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہوگیا ہوتا) جب وہ دینی مسائل سے جاہل تھے۔ تو خلافت کا استحقاق کس طرح رکھتے تھے۔

جواب

بات یہ ہے۔ کہ عورت محصنہ مزنیہ پر جرم زنا ثابت ہوگیا تھا جس کی سزا رجم ہے۔ اس کے حمل کا جناب امیر رضؓ کو کسی وجہ سے علم تھا لیکن حضرت عمر رضؓ کو یہ معلوم نہ تھا۔ کیونکہ پیٹ کی بات

(حمل) کا حال جب تک زیادہ مُدت نہ گزر جائے۔ سوائے خدائے علیم کے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا۔ جب حضرت امیرؓ نے بتا دیا۔ کہ یہ حاملہ ہے۔ تو آپؓ نے سزا ملتوی کر کے جناب امیرؓ کی اس اطلاع دہی کا شکریہ ان الفاظ سے ادا کیا۔ "کہ آج اگر علیؓ حمل کی مجھے اطلاع نہ دیتے اور سزا نافذ ہو جاتی تو بچہ پر اس کا اثر پڑتا۔ وہ مر جاتا۔ اور مجھے جب اس بات کا بعد میں علم ہوتا۔ مجھے اِس قدر رنج ہوتا۔ کہ گویا میری ہلاکت کا باعث ہوتا۔" نادان معترض کو یہ معلوم نہیں ہے۔ کہ اس سے جناب فاروق اعظمؓ کی صاف باطنی و خشیت الٰہی اور بے نفسی کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ المرتضےٰ سے ہرگز کچھ کدورت نہ تھی۔ وہ آپ کو نیک مشورہ دیتے۔ آپ قبول کر کے ان کا شکریہ ادا کرتے تھے۔ اگر فی مابین عداوت و دشمنی ہوتی تو ایسے واقعات پیش نہ آتے۔

بارھواں طعن

ایک روز عمرؓ خطبہ میں لوگوں کو گرانی مہر نساء سے منع کر رہے تھے۔ اس اثناء میں ایک عورت کھڑی ہو کر کہنے لگی۔ اے عمرؓ! خدا فرماتا ہے:۔ اِنْ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْہُ شَیْئًا (اگر تم لوگ بقدر خزانہ بھی عورتوں کو مہر میں دے دو۔ تو واپس نہ کرو)۔ اس پر خلیفہ نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اور کہا۔ کُلُّ النَّاسِ اَفْقَہُ مِنْ عُمَرَ حَتّٰی الْمُخَدَّرَات (سب لوگ عمرؓ سے زیادہ فقاہت رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ مستورات بھی)۔ تو جب ایک عورت بھی علم و فقاہت میں آپ سے زیادہ تھی۔ تو آپ امامت و خلافت کے قابل نہ تھے۔

جواب

ع: بریں فہم و دانش بباید گریست

نادان معترض جس بات کو باعثِ طعن قرار دیتا ہے۔ اہل عقل و دانش اس کو کمال وصف سمجھتے ہیں۔ کہ باوجود اس جلال و جبروت کے جو فاروق اعظمؓ کو حاصل تھا۔ اور قیصر و کسریٰ کے محل صرف اُنکا نام سُنکر لرزتے تھے۔ اُنکی بے نفسی اور انکساری کی یہ حالت ہے کہ ایک ادنےٰ عورت سرِ دربار ٹوک دیتی ہے اور قرآن کی آیت کو استدلال میں پیش کرتی ہے۔ تو خلیفۂ وقت قرآن پاک کے ادب و لحاظ سے اسکے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔ اور عورت کی حوصلہ افزائی اور دیگر اشخاص کو استنباط معانی قرآن

کی غرض سے کہتے ہیں۔ کہ عمرؓ کو ادعا افقہ الناس ہونے کا نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ایک عورت بھی یہ حق رکھتی ہے۔ کہ قرآن میں تدبر کر کے استنباط مسائل کر سکے۔

اگر حضرت عمرؓ کی جگہ کوئی دُنیا پرست مغرور انسان ہوتا۔ تو اس جاہ و جلال کے ہوتے کوئی شخص سرِ دربار اس کی قطع کلام کرتا تو جانبر ہونا مشکل تھا۔ یہی اصولِ مساوات ہے۔ جس پر اسلام کو ناز ہے۔ یہی وصف ہے جو خاصانِ حق میں پائی جاتی ہے۔

راندہ شد ابلیس از مُستکبری گشت مقبل آدمؑ از مُستغفری

معترض جس کی آنکھ کو تعصب نے اندھا کر رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ کی اس بے نظیر وصف کو داخلِ معائب سمجھتا ہے۔

حضرت عمرؓ باوجود افقہ الناس ہونے کے خود کو سب سے فقاہت میں کمتر سمجھتے تھے جیسا کہ حضرت علیؓ المرتضےٰ باوجود افضل الناس ہونے کے خود کو اشر الناس کہتے ہیں۔

یظنُّ النَّاسُ بِیْ خَیْرًا وَّ اِنِّیْ اَشَرُّ النَّاسِ اِنْ لَّمْ تَعْفُ عَنِّیْ

حقیقت میں عورت کا سوال بے محل تھا۔ اور اس کا استدلال صحیح نہ تھا کیونکہ حضرت عمرؓ فرما رہے تھے۔ کہ سب سے زیادہ آیاتِ قرآنی کے معانی سمجھنے والے رسولؐ پاک تھے۔ لیکن آپ نے اپنی بیٹیوں کے مہور بہت معمولی بندھوائے۔ اور آپؐ کا ارشاد ہے:۔ اَعْظَمُ بَرَکَۃً اَیْسَرُھُنَّ مَؤنَۃً (بہت بڑی با برکت عورت وہ ہے۔ جس کا مہر کم باندھا جائے)۔ اور گرانی مہور کے نتائج ہمیشہ آخر کار خراب نکلتے ہیں۔ فتنہ و فساد، مقدمہ بازی تک نوبت پہنچتی ہے۔ اپنے قدر سے بڑھ کر جو شخص دکھاوے کے لئے حق مہر مقرر کرے۔ جس کی ادائگی کی اس کو قدرت نہیں ہے۔ آخر کار رُسوا ہوتا ہے۔ اِسلام نے ہر معاملہ میں کفایت شعاری اور میانہ روی کی تعلیم دی ہے۔

آیت قرآن کا یہ مفہوم نہیں ہے۔ کہ مہر میں قنطار گرانقدر خزانہ ہی مقرر کیا جائے۔ بلکہ اسکا معنیٰ یہ ہے۔ کہ کوئی شخص نادانی سے ایسا کر بیٹھے تو پھر دے کر اُسے واپس لینے کا اختیار نہیں ہے۔ ہر چند عورت کا استدلال صحیح نہ تھا۔ نہ اسکا اعتراض بجا تھا۔ خلیفۂ وقت نے عورت کی فقاہت دیکھ کر، کہ آیت قرآن سے استنباط کا ملکہ رکھتی ہے۔ محض اسکی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کیلئے اس کی داد دی۔ تاکہ آئندہ کے لئے بھی اسکو اور دیگر اشخاص کو قرآن پاک میں تدبر کا اشتیاق بڑھے اور لوگوں پر یہ بھی ظاہر ہو۔ کہ جانشینِ رسولؐ نے ہر ایک فرد بشر کو ادنیٰ ہو کہ اعلیٰ۔ رائے زنی کا اختیار دے رکھا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ جاہل معترض کمال نادانی سے ہُنر کو عیب سمجھ رہا ہے۔

چشم بداندیش کہ برکندہ باد　　عیب نماید ہنرش در نظر

جناب امیرؓ کی نسبت اسی طرح کا ایک قصہ مشہور ہے۔ چنانچہ ابن جریر اور ابن عبداللہ نے محمد بن کعب سے یوں روایت کی ہے۔ سأل رجل علیاً فی مسئلۃ فقال فیہا فقال الرجل لیس کذا ولکن کذا وکذا فقال اصبت و فوق کل ذی علم علیم (ایک شخص نے علی مرتضیٰ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے جواب دیا۔ تو اس شخص نے کہا۔ اس کا جواب یہ نہیں بلکہ اس طرح ہے۔ آپ فرمانے لگے تو نے ٹھیک کہا۔ اور ہر دانا کے اوپر کوئی دانا ہوا کرتا ہے)۔

یہ بھی واضح ہو کہ کسی جزوی بات میں اگر کوئی شخص کسی مسلّم بزرگ سے زیادہ واقفیت پیدا کرے تو اس بزرگ کی شان میں اس سے کوئی کمی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت سلیمانؑ کا قصہ مذکور ہے۔ کہ حضرت داؤدؑ کے مقابلہ میں جو نبی تھے حضرت سلیمانؑ کا فیصلہ درست نکلا حالانکہ حضرت سلیمان اس وقت نبی نہیں تھے۔ کیا اس سے حضرت داؤدؑ کی نبوت و خلافت میں کچھ قصور واقعہ ہو گیا تھا۔ حاشا وکلا۔

تیرھواں طعن

صحیح مسلم میں ہے۔ فقال ابو بکر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکناہ صدقۃ فرأیتماہ کاذباً اٰثماً غادراً خائناً واللہ یعلم انہ لصادق بار راشد تابع للحق ثم توفی ابو بکرؓ فکنت انا ولی رسول اللہ صلعم وولی ابی بکر فرأیتمانی کاذباً اٰثماً غادراً خائناً واللہ یعلم انی لصادق بار راشد تابع للحق۔ شیعہ کہتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ۔ عباسؓ۔ حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ کو کاذب۔ آثم۔ غادر۔ خائن سمجھتے تھے جیسا حضرت عمرؓ نے کہا۔ جو ایسا ہو۔ قابل خلافت کب ہو سکتا ہے۔

جواب

یہ طعن متقدمین شیعہ کو نہیں سوجھا۔ کیونکہ ان میں کسی قدر مادۂ انصاف موجود تھا۔ اور شرم وغیرہ سے بھی کام لیتے تھے لیکن متاخرین شیعہ ان سب باتوں سے پاک فاصنعوا ما شئتم پر عمل پیرا ہیں۔ اس جگہ حضرت عمرؓ تنبیہ کے طور پر حضرت عباسؓ و حضرت علیؓ کو کہتے ہیں۔ کہ جو فیصلہ حضرت ابوبکرؓ نے مطابق فرمان نبویؐ کیا۔ یا میں نے اس فیصلہ کو بحال رکھا۔ کیا تم لوگ ابوبکرؓ کو اور مجھ کو اس بارہ

ہیں کاذب، آثم، غادر، خائن سمجھتے ہو۔ حالانکہ خدا جانتا ہے کہ میں اور ابُو بکر رض اپنے دعویٰ میں سچے باد، راشد حق کے متبع تھے۔ یہ روزمرّہ کا محاورہ ہے کہ جو شخص اپنے دعویٰ میں فی الواقعہ سچا ہوتا ہے وہ اپنی بریت کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ کیا تم مجھے کوئی چور۔ بدمعاش، ڈاکو سمجھتے ہو۔ کہ میں نے تمھاری کچھ چیزیں دبا رکھی ہیں۔ مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ جب تم جانتے ہو کہ میں ایسا نہیں ہوں۔ تو مجھ پر اس بات کا اشتباہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ میں نے تمھاری کوئی چیز لے لی ہو۔

دوم:۔ حدیث میں لکھا ہے۔ کہ حضرت عباس رض نے حضرت عمر رض کے پاس حضرت علی رض کی معیت میں آکر یہ الفاظ کہے تھے:۔ اِقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هٰذَا الْكَاذِبِ الْاٰثِمِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ۔ (میرے اور اس (علی) جھوٹے آثم۔ غادر خائن کے مابین فیصلہ کرو)۔ حضرت عباس رض نے بھی جوش میں آکر یہ الفاظ استعمال فرمائے تھے۔ کیا یہ شخص (حضرت علی رض) کاذب۔ آثم الخ ہے۔ کہ تم اسکے دعویٰ کو درست نہیں سمجھتے ہو اسلئے وہی الفاظ حضرت عمر رض نے اپنی اور حضرت ابُو بکر رض کی نسبت دُہرائے تاکہ حضرت عباس رض کا جوش فرو ہو۔ کہ اگر حضرت علی رض کاذب۔ آثم الخ نہیں ہے۔ تو ہم بھی تو ایسے نہیں ہیں۔ بلکہ ہم اپنے دعویٰ میں صادق۔ تابع رشد و ہدایت ہیں۔ اور پھر تم ہمارے درست فیصلہ اور فعل کے خلاف جو مطابق فرمانِ رسُول پاک ہے۔ کیوں صدائے احتجاج بلند کرتے ہو۔ کیا معترض کہہ سکتا ہے کہ حضرت عباس عمِ رسُول نے جو الفاظ کاذب، آثم۔ غادر۔ خائن اپنے برادر زادہ حضرت علی رض کی نسبت استعمال کئے۔ فی الواقع وہ ان کو ایسا ہی سمجھتے تھے۔ اگر جواب نفی میں ہے۔ تو پھر یہاں کس طرح کہہ سکتے ہو۔ کہ فی الواقع حضرت عباس رض و علی رض شیخین رض کو ان الفاظ کا مصداق سمجھتے تھے۔

؎

لامذہبوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں ہے اعتراض اوروں پہ اپنی خبر نہیں

چودھواں طعن

میزان الاعتدال میں ہے کہ حضرت عمر رض نے کہا: یَا حُذَیْفَةُ بِاللّٰهِ اَنَا مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ (اے حذیفہ خدا ایں منافقوں سے ہوں)۔ تو پھر حضرت عمر رض خلیفہ کس طرح ہو سکتے ہیں۔

جواب

اوّل میزان الاعتدال میں اس حدیث کو ضعیف موضوع قرار دیا گیا ہے۔ اور اسکے راوی زید بن

و سب کی نسبت لکھا گیا ہے۔ وفی حدیثہ خلل کثیر۔ لہذا یہ دلی حدیث مرویہ میں بہت خلل ہے۔ اور اس روایت کو جھوٹ پر محمول کیا گیا ہے۔ شیعہ کی خیانت قابل داد ہے۔ سیاق و سباق کو نظر انداز کر کے وَلَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ کہتے ہیں۔ دانستہ سُکارٰی سے آنکھ بند کر لیتے ہیں۔

دوم ہا اگر روایت صحیح بھی ہو۔ تو جیسا کہ طعن ۸ میں مفصل بحث ہو چکی ہے۔ خوف خشیۃ الٰہی سے خلفائے ثلاثہ اپنے آپ کو کمترین خلائق سمجھنے پر جناب امیر نے بھی آپ کو اشرالناس کہہ دیا۔ کما مر ذکرہ اس اعتراض کا مفصل جواب دیکھنا ہو تو طعن ۸ کے جواب کو پڑھنا اچھا ہے۔ جہال شیعہ کی کتب حدیث سے اسی مضمون کی متعدد حدیثیں معلوم ہوتی ہیں کہ دو صحابی رسولؐ جب دنیا کے کاروبار میں مصروف ہو کر دربار رسالت سے لمحہ بھر میں غیر حاضر ہو جاتے تھے۔ تو اس کو نفاق سے تعبیر کرنے لگتے اور آنحضرتؐ سے استفسار کرتے تھے! اور حضورؐ انکی تشفی فرمایا کرتے تھے۔ تمہارے کمال ایمان کی یہ علامت ہے۔ کہ تھوڑی تھوڑی باتوں سے تمہارے دلوں میں خوف الٰہی طاری ہو جاتا ہے اور تم میری بارگاہ کو دوڑے آتے ہو۔ ورنہ منافقوں کو دربار رسالت سے کیا کام۔ کاش! جاہل معترض کو اپنی کتابوں پر عبور ہوتا۔ تو ایسے واہی تباہی اعتراض کرنے سے شرماتا۔ بندہ خدا! منافق تو اسے کہا جاتا ہے جو اپنے نفاق کو چھپاتا اور اپنے آپ کو مومن ظاہر کرتا ہے۔ یہ مومن کامل کا خاصہ ہے۔ کہ باوجود کمال ایمان کے خود کو ناقص تصور کرتا ہے۔ کیا تمہیں آدم علیہ السلام کی دعا یاد نہیں ہے: رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا (اے اللہ ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے)۔

کافی کلینی میں "اعتراف الذنوب" ایک مستقل باب باندھ کر احادیث لکھی گئی ہیں۔ کہ مومن کی شان ہے کہ وہ معترف الذنوب ہو کر استغفار کرے۔ کاش کوڑھ مغز معترض جناب امیرؓ کی دعا مندرجہ "نہج البلاغت" ص ۱۴۹ مطبوعہ طہران ص ۸۲ پڑھ کر اسکے الفاظ ذیل پر غور کرتا:-

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی مَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّی فَاِنْ عُدْتُ فَعُدْ عَلَیَّ بِالْمَغْفِرَۃِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی مَا وَاَیْتُ مِنْ نَفْسِی وَلَمْ تَجِدْ لَہٗ وَفَاءً عِنْدِی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی مَا تَقَرَّبْتُ اِلَیْکَ بِلِسَانِی ثُمَّ خَالَفَہٗ قَلْبِی۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی رَمَزَاتِ الْاَلْحَاظِ وَسَقَطَاتِ الْاَلْفَاظِ وَشَھَوَاتِ الْجَنَانِ وَھَفَوَاتِ اللِّسَانِ (اے معبود کار! میرے گناہ کو بخش دے۔ جسے تو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ اگر میں گناہ کی طرف عود کروں۔ تو اپنی بخشش سے میری طرف عود کر۔ خداوندا تو اس وعدے کو بخش دے۔ جو میں نے اپنے نفس سے کیا ہے اور تو نے

۱؎ اصول کافی ص ۱۱۱ میں ہے۔ التواضع الیہ احب من الشرف یستکثر قلیل المعروف من غیرہ ویستقل المعروف من نفسہ ویری الناس کلھم خیرا منہ وانہ شرھم فی نفسہ وھو تمام الامر (ترجمہ) اور تواضع فخر اور غرور سے بہتر ہے۔ مومن کی شان ہے۔ کہ دوسرے کی تھوڑی نیکی کو زیادہ سمجھے۔ اور اپنی بہت نیکی کو کمتر جانتے اپنے سے تمام لوگوں کو اچھا سمجھے اور یہ کہ وہ سب سے بدتر ہے۔ اسی کو کہتے ہیں کمال الایمان ۹۲ ۱۲

میری طرف سے اس کی وفا کر نہیں پایا۔ پروردگارا میرے اس عمل کو بخش دے جس کی وجہ سے میں نے تیرا تقرب حاصل کیا اور پھر میرے قلب اور میری عقل نے اس کی مخالفت کی خداوندا میری آنکھوں کے اشاروں، بیہودہ الفاظ کی لغزشوں دلی خواہشوں اور ہفوات زبان کو بخش دے۔ (نیرنگ فصاحت ص)

کیا حضرت علی المرتضےٰ کی اس دُعا کے الفاظ دیکھ کر کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ (نعوذ باللہ) آنجناب گنہگار تھے۔ اور بار بار گناہ کی طرف عود کر کے طالب مغفرت ہوتے تھے یا وعدہ کر کے اس کی وفا نہ کرتے تھے۔ اُن کا دل ان کی زبان کے خلاف کرتا تھا۔ وہ زبانی کچھ کہتے اور دل میں کچھ اور ہوتا۔ یا اُن کے اشارات بصر۔ الفاظ کی لغزشیں۔ خواہشات قلب۔ ہفوات لسان قابل مواخذہ ہیں اگر رحمت الٰہی شاملِ حال نہ ہو۔

نہیں نہیں۔ یہ سب کچھ اسی خوف خشیۃ کا نتیجہ ہے۔ جو ایک کامل الایمان شخص کے رگ و ریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا رہتا ہے کہ اپنی عبادتوں کو گناہ اپنے ایمان کو نفاق۔ اپنی حرکات و سکنات کو لغزشیں۔ اپنے کلام اور اذکار کو ہفوات سے تعبیر کر کے طالب مغفرت ہوتا ہے اور ایک کور باطن شخص اس کے ظاہری الفاظ انکسار کو دیکھ کر اسکی پاک باطنی سے اغماض کرتا ہوا اس کو واقعی خطاکار سمجھتا ہے۔ مگر ایک سیاہ باطن رافضی ان عاشقانہ رموز کو کیا جانے۔ ؎

تو خود مے نشنوی بانگِ دہل را　　رموزِ سرِ سلطان را چہ دانی

پندرھواں طعن

حضرت عمرؓ نے غزوۂ حدیبیہ میں کہا۔ اے رسولؐ جب سے اسلام لایا۔ مجھے شانِ نبوت میں ایسا کبھی شک نہیں ہوا جیسا آج ہوا ہے۔

جواب

ہم نے تو کسی کتاب میں یہ نہیں دیکھا۔ مولانا عبدالشکور صاحب نے النجم میں اس کے متعلق پانسو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اگر کسی معتبر کتاب حدیث سے یہ قول دکھلا دیں۔ اس لئے جب تک معترض حوالہ نہ دکھائے۔ جواب کی ضرورت نہیں ہے۔

دوم: اگر مقتضائے بشریت سے ایک مومن کامل کو کسی امر میں تردد پیدا ہو۔ اور وہ فی الفور رفع ہو جائے۔ تو اس کا کوئی مواخذہ نہیں ہوتا حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے موحد کامل نے ربّ العزت

سے احیاءِ اموات کا نشان اطمینانِ قلب کیلئے طلب کیا۔ کیا اُنکے کمالِ ایمان میں اس سے کچھ نقص واقع ہوا۔
ہم شیعہ کی مستند کتاب حدیث فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ سے بطور قسم ایک روایت پیش کئے
دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ایک دفعہ خلیفہ منصور کی اردل میں جا رہے
تھے۔ خلیفہ بڑے جاہ و جلال سے ایک گھوڑے پر سوار تھا۔ اور آگے پیچھے اسپ سواروں کی ایک کارد
تھی لیکن امام ایک گدھے پر سوار ہو کر خلیفہ سے باتیں کرتے جاتے تھے آپ کے ایک خاص الخاص شیعہ
نے استفسار کیا جبکہ آپ اپنے دولت خانہ پر تشریف لائے۔ الفاظ حدیث یوں ہیں:۔

فَلَمَّا رَجَعْتُ اِلٰی مَنْزِلِی اَتَانِی بَعْضُ مَوَالِیْنَا فَقَالَ جُعِلْتُ فِدَاکَ وَاللّٰهِ لَقَدْ
رَاَیْتُكَ فِی مَوْکِبِ اَبِیْ جَعْفَرٍ وَاَنْتَ عَلٰی حِمَارٍ وَهُوَ عَلٰی فَرَسٍ وَقَدْ اَشْرَفَ عَلَیْكَ
یُکَلِّمُكَ کَاَنَّكَ تَحْتَهٗ فَقُلْتُ بَیْنِی وَبَیْنَ نَفْسِی هٰذَا حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَی الْخَلْقِ وَصَاحِبُ
هٰذَا الْاَمْرِ الَّذِیْ یُقْتَدٰی بِهٖ وَهٰذَا الْاٰخَرُ یَعْمَلُ بِالْجَوْرِ وَیَقْتُلُ اَوْلَادَ الْاَنْبِیَاءِ وَیَسْفِكُ الدِّمَاءَ
فِی الْاَرْضِ بِمَا لَا یُحِبُّ اللّٰهُ وَهُوَ فِی مَوْکِبِهٖ وَاَنْتَ عَلٰی حِمَارٍ فَدَخَلَنِیْ مِنْ ذٰلِكَ
شَكٌّ حَتّٰی خِفْتُ عَلٰی دِیْنِیْ وَنَفْسِیْ فَقَالَ لَوْ رَاَیْتَ مَنْ کَانَ حَوْلِیْ وَبَیْنَ یَدَیَّ وَمِنْ
خَلْفِیْ وَعَنْ یَمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَةِ لَاحْتَقَرْتَ مَا هُوَ فِیْهِ فَقَالَ اَلْاٰنَ سَکَنَ قَلْبِیْ۔

ترجمہ:۔ حضرت امام نے فرمایا۔ جب میں واپس گھر میں آیا۔ تو میرا ایک خاص محب شیعہ مجھے ملا۔ اور کہنے لگا۔
میں آپ پر قربان۔ بخدا میں نے آپ کو منصور کی اردل میں دیکھا ہے۔ آپ گدھے پر تھے۔ وہ گھوڑے پر تھا۔ اور آپ
کی طرف جھانک کر باتیں کر رہا تھا۔ گویا آپ اس کے ماتحت ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ (یہ امام) خدا کی طرف
سے اس کی مخلوق پر حجت ہے۔ اور صاحب حکم ہے۔ جس کے حکم کی ہم نے اتباع کر لی ہے۔ اور یہ دوسرا (منصور)
ایک ظالم شخص ہے۔ جو اہلبیت رسولؐ کو قتل کرتا ہے۔ اور زمین میں خونریزی کرتا ہے۔ جو خدا کو پسند نہیں ہے۔
پھر تعجب ہے۔ کہ وہ لاؤ لشکر کے ساتھ جا رہا ہے اور آپ گدھے پر سوار ہیں۔ اس وجہ سے میرے دل میں شک پیدا ہو
گیا۔ حتیٰ کہ مجھے اپنے ایمان کا خوف ہو گیا۔ امام فرماتے ہیں پھر میں نے اس سے کہا۔ کاش! تو ان
فرشتوں کو دیکھتا۔ جو میرے گرد و پیش جا رہے ہیں۔ تو تو منصور اور اس کی جاہ و جلال کو ہیچ سمجھتا۔
اس شیعہ محبِ امامؑ نے کہا۔ اب میری تسلی ہو گئی ہے۔

بتلائیے! امام صادق کے خاص الخاص محب شیعہ نے تو یہاں تک کہہ دیا۔ کہ مجھے
امامت کے متعلق ایسا شک واقعہ ہو گیا ہے۔ کہ مجھے اپنے دین و ایمان کا بھی اندیشہ ہو گیا ہے جب
امام نے نور کرامت سے اس کو صف ملائکہ بھی دکھا دی۔ تو اُسے پورا اطمینان ہو گیا۔ کیا وہ شیعہ

محبّ امام شک کی وجہ سے کافر ہو گیا تھا۔ یا امام نے اُسے فتویٰ کفر دے دیا تھا۔ نہیں وہ پہلے سے بھی ایمان میں مضبوط ہو گیا۔ سو اسی وجہ سے اگر حضرت عمرؓ نے بھی کہہ دیا ہو اور پھر اعجاز نبویؐ سے ہوایت مزید اطمینانِ قلب کا باعث ہوا ہو۔ تو یہ تو نُوٌ علےٰ نُور ہے۔ ایسا نزلُ ہر کسی کو نصیب ہو سُشیعہ بیچارے ان نکات کو کیا سمجھیں۔ جب عقل ہی نہیں ہے ؎

ہزاروں نکتے یہاں بال سے بھی ہیں باریک
نہ جس کی عقل ہو موٹی وہ اس کو کیا جانے

حضرت عمرؓ کے مطاعن کے جواب ہو چکے اب حضرت عثمان رضؓ پر جو مطاعن کئے جاتے ہیں اُن کی فہرست شروع ہوتی ہے۔

سولھواں۱۶ طعن

حضرت عثمان رضؓ نے قرآن جلوا دیئے اس لئے توہینِ کلام اللہ کے جرم کے مرتکب ہوئے۔ ایسا شخص واہلِ خلافت نہیں ہو سکتا۔

جواب

حضرت عثمان رضؓ نے قرآن جلوائے نہیں۔ بلکہ قرآن کو جمع کر کے حفاظت کلام اللہ کا ثواب حاصل کیا۔ حضرت عثمانؓ کے اس احسانِ عظیم کی دُنیائے اِسلام قیامت تک گرویدہٴ احسان ہے۔ اگر آپ اسلام کی یہ خدمت نہ کرتے۔ تو قرآنِ پاک میں بھی شیعہ لوگ ایسی ہی تحریف کر دیتے جیسے یہود و نصاریٰ نے تورات و انجیل کی تحریف کر دی ہے۔ آپ نے قرآن کو جمع کر دیا البتہ غیر قرآن جو از قسمِ تفسیر لوگوں نے قرآن میں شامل کر رکھا تھا۔ انکو جلا دیا۔ اور سوائے اس صورت کے کلام اللہ کی حفاظت مشکل تھی لیکن شیعہ معترض کو کچھ اپنے گھر کی بھی خبر ہے۔ کہ بقول انکے ائمہ اہلبیت نے قرآن سے کیا سلوک کیا۔ حضرت علی رضؓ نے تو قرآن کو جمع کرنے کے بعد ایسا گم کیا۔ کہ اسکا کہیں پتہ ملنا بھی مشکل ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ آپ نے اپنی اولاد کے سپرد کیا اور آخر امام مہدی کے ہاتھ آیا۔ لیکن وہ بقول شیعہ قرآن کو لے کر کہیں ایسے بھاگ گئے۔ کہ تلاش کرنے سے بھی کہیں کھوج نہیں چل سکتا۔ حضرت عثمان رضؓ نے تو وہ حصہ جلایا ہوگا جو نہ تھا لیکن حضرت امیرؓ اور انکی ذریت نے قرآن کو

کہیں غائب غلہ کر کے اُس کا نشان ہی مٹا دیا۔ کیا اس سے بڑھ کر توہین کلام اللہ ہو سکتی ہے ؟ کہ وہ قرآن جو خلق خدا کی ہدایت کے لئے تھا۔ اور جس کے جمع و ترتیب کی ذمہ داری بقول شیعہ جناب امیرؓ نے اُٹھائی تھی۔ جمع کر کے نہایت بے دردی سے گم کر دیا گیا۔ جس کا کوئی ورق ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکتا۔ شیعہ بے چارے مجبوراً اسی غلط ملط سینوں کے قرآن سے کام لے رہے ہیں۔ اس کو نمازوں میں پڑھنا ہوتا ہے۔ اسی کی تعلیم اپنے اطفال کو دلانی پڑتی ہے۔ اسی کا ثواب اپنے مردوں کی روحوں کو بخشوایا جاتا ہے۔ شیعہ بجائے اسکے کہ ائمہ اہلبیت کو کوسیں۔ کہ انھوں نے قرآن جمع کردہ علیؓ تیرہ سو سال سے ان سے چھپا رکھا ہے۔ اُلٹا حضرت عثمانؓ کو مطعون کرتے ہیں جن کی بدولت اُنکو قرآن ملا۔ (غلط اور ناقص ہی سہی) اس سے بڑھ کر کفرانِ نعمت کیا ہو سکتا ہے۔ شیعہ بے چاروں کی حالت قابلِ رحم ہے۔ نہ اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ نہ اس کو چھوڑ سکتے ہیں۔ ع

دو گونہ رنج و عذابست جانِ مجنوں را ۔۔۔ بلائے صحبتِ لیلےٰ و فرقتِ لیلےٰ۔

توہینِ قرآن کا ایک واقعہ

اصول کافی صـ۱۸۰ میں ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے قرآن کی آیت یوں پڑھی، وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا تَتَّخِذُونَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُونَ اَئِمَّةٌ اَزْكٰى مِنْ اَئِمَّتِكُمْ (حالانکہ قرآن موجودہ میں یوں ہے :- اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ اَرْبٰى مِنْ اُمَّتِكُمْ) قَالَ قُلْتُ فِدَاكَ اَئِمَّةٌ قَالَ اِیْ وَاللّٰهِ اَئِمَّةٌ قُلْتُ فَاِنَّا نَقْرَءُ اَرْبٰى فَقَالَ مَا اَرْبٰى وَاَوْمٰى بِيَدِهٖ فَطَرَحَهَا۔

ترجمہ :- "راوی کہتا ہے۔ میں نے حضرت امام سے پوچھا۔ کہ یہ اَئِمَّۃٌ ہے۔ آپنے کہا۔ ہاں۔ خدا کی قسم۔ اَئِمَّۃٌ ہے۔ پھر میں نے کہا۔ ہم اَرْبٰی پڑھا کرتے ہیں۔ آپنے کہا۔ اَرْبٰی کیا ہے۔ پھر آپنے (جوش میں آکر) ہاتھ سے اشارہ کیا اور قرآن کو زمین پر پھینک مارا۔"

اب دیکھئے۔ اس سے بڑھ کر توہین قرآن کیا ہو سکتی ہے۔ کہ صرف اتنی بات پر کہ قرآن میں بجائے اَئِمَّۃٌ کے اُمَّۃٌ اور اَزْکٰی کی بجائے اَرْبٰی لکھا تھا۔ آپنے غصہ میں آکر قرآن کو زمین پر پٹک دیا۔ کیا شیعہ حضرات اسکا کوئی جواب دیں گے۔ کہ امام معصوم کا یہ فعل صریح توہینِ کلام پاک نہیں ہے۔

سترھواں طعن

حضرت عثمان رض نے حکم بن ابی العاص کو مدینہ منورہ بلایا۔ حالانکہ آنحضرت نے اسکو اسکی شرارتوں کی وجہ سے مدینہ منورہ سے نکالدیا تھا۔ اور شیخین نے بھی اس کو واپس آنے کی اجازت نہ دی تھی

جواب

حضور صلعم نے حکم کو اسلئے مدینہ سے نکال دیا تھا کہ اسکی منافقین اور کفار سے دوستی تھی اور احتمال فتنہ وفساد تھا اور چونکہ حکم بنوامیہ سے تھا اور شیخین تیم اور عدی سے تھے۔ اسلئے انھوں نے اس کو واپس آنے کی اجازت نہ دی تھی۔ کہ مبادا پرانی عداوت جو زمانۂ جاہلیت سے ان قبائل میں چلی آتی تھی پھر عود کرے اور حکم کسی قسم کا شر وفساد کا باعث ہو لیکن حکم چونکہ حضرت عثمان رض کا رشتہ دار ابن العم تھا۔ اور نیز مرض الموت میں حضرت عثمان رض نے رسول پاک سے سفارش کر کے اسکا قصور معاف کرالیا ہوا تھا۔ جس کی اطلاع شیخین کو نہ تھی۔ اس لئے انھوں نے اپنے عہدِ خلافت میں اسکو واپس بلالیا تھا۔ کیوں کہ اس کے عفو قصور اور اجازتِ دخول مدینہ کا ان کو ذاتی علم تھا۔ اور حکم نے اس کے بعد کسی قسم کا کوئی فتنہ وفساد نہ کیا۔ اور ایک ضعیف العمر بڈھا فرتوت ہو چکا تھا کسی قسم کے شور وشر کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔ اس کے واپس بلانے میں کچھ حرج نہ تھا۔

اٹھارہواں طعن

حضرت عثمان رض نے مروان بن الحکم کو اپنا وزیر اور میر منشی بنا رکھا تھا۔ جو بڑا مفسد تھا چنانچہ اسی کی شرارت آخرکار شہادت آنجناب کا باعث ہوئی۔ جب آپ نے محمد بن ابوبکر رض کو بمشورہ علی المرتضےٰ رض حاکم بنا کر روانہ کیا تھا پیچھے سے مروان نے جو میر منشی تھا۔ ایک دوسرا خط حضرت عثمان رض کی مہر لگا کر ایک سوار کے ہاتھ دے کر بھیج دیا۔ کہ محمد بن ابوبکر رض مصر آئیں تو ان کو قتل کر دیا جائے۔ خط پکڑا گیا۔ اور محمد بن ابوبکر رض واپس آئے اور فتنہ وفساد ہوا۔ اور شہادت حضرت عثمان رض وقوع میں آئی۔

جواب

مروان بن حکم نے عہد نبوی یا خلافت شیخین میں کوئی فتنہ و فساد نہیں کیا تھا جس سے معلوم ہو سکتا۔ کہ وہ مفسد و شریر ہے۔ اور اہلسنت و الجماعت کے نزدیک حضرت عثمانؓ کوئی عالم الغیب نہ تھے۔ کہ آئندہ کے حالات انکو معلوم ہوتے۔ اُنھوں نے صلہ رحمی کے لحاظ سے اسکو ملازم رکھ لیا۔ آخرکار اس نے شرارت کی لیکن شیعہ صاحبان کے پاس اسکا کیا جواب ہے۔ کہ مروان کے متعلق باوجود اسکی شرارت ظاہر ہو جانے کے جنگ جمل میں جب وہ گرفتار ہو گیا تھا۔ حسنینؑ نے جناب امیر علیہ السلام کے پاس سفارش کی اور اسے چھوڑ دیا۔ جیسا کہ نہج البلاغۃ میں ہے: اُخِذَ مَرْوَانُ ابْنُ الْحَكَمِ اَسِيْرًا يَوْمَ الْجَمَلِ فَاسْتَشْفَعَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اِلَى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَكَلَّمَاهُ فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ (مروان جنگ جمل میں گرفتار ہو گیا۔ اور اس نے حسنینؑ سے سفارش چاہی۔ اُنھوں نے جناب امیر علیہ السلام کے پاس سفارش کی اور اُسے چھوڑ دیا)۔

خود جناب امیر علیہ السلام نے اپنے عہد امارت میں زیاد جیسے ولد الزنا کو فارس کا امیر بنا رکھا تھا اور اس کی بہت کچھ عزت افزائی کی گئی تھی۔ لیکن اس بد نہاد نے آخرکار نمک حرامی کی اور محبان اہلبیت پر طرح طرح کے ظلم کئے۔ حالانکہ شیعہ کے نزدیک جناب امیرؑ کو علم "ما کان وما یکون" بھی حاصل تھا۔

نیز آپ نے عبدالرحمٰن بن ملجم کو اپنی بیعت سے مشرف فرمایا۔ اور اس پر طرح طرح کے احسان کئے چنانچہ جلاء العیون اردو صفحہ ۱۱۹ میں ہے۔ "اس وقت عبدالرحمٰن بن ملجم بھی آیا۔ کہ حضرت سے بیعت کرے حضرت نے اس کی بیعت قبول نہ فرمائی۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ حضرت کی خدمت میں آیا۔ مرتبہ سوم میں حضرت نے اس سے بیعت لی۔ جب اس نے پیٹھ پھیری۔ حضرت نے پھر اسے بلوایا۔ اور قسمیں دیں۔ کہ بیعت سے انحراف نہ کرنا اور عہد ہائے محکم اس ملعون سے لئے۔

اس ملعون نے جو بیعت جناب امیرؑ کر کے مریدان خاص میں جب اپنا نام لکھوا لیا تھا۔ جناب ممدوح کو آخرکار شہید کیا۔ تو جب امیر علیہ الرضوان نے بقول شیعہ عالم الغیب ہو کر ایسے ملعون کی بیعت قبول فرمائی اور اس پر طرح طرح کے احسان بھی کرتے رہے۔ جیسا کہ آپ نے اخیر میں اسے فرمایا۔ اے بدبخت! تو نے امر عظیم پر اقدام کیا۔ آیا میں تیرا برا امام تھا۔ کہ مجھے ایسی سزا دی ہیں تجھ پر مہربان نہ تھا۔ آیا تجھے اوروں پر میں نے اختیار نہیں کیا۔ آیا تجھ سے میں نے احسان نہیں کیا۔ اور لوگوں سے زیادہ عطا نہیں کی۔ آیا لوگوں نے مجھ سے نہیں کہا کہ تجھے قتل کر دوں۔ اور میں نے تجھے آسیب نہ پہنچایا۔ اور تیرے ساتھ زیادہ عطا و بخشش کی"۔

کیا شیعہ کچھ جواب دے سکتے ہیں۔ کہ حضرت امیرؑ نے جو بقول انکے انجام کار سے واقف تھے۔ کیوں اس

بدنہاد پر اپنے احسانات کئے۔ اور مہربانی کرتے رہے۔ اور عطاو بخشش فرماتے رہے۔ پھر حضرت عثمانؓ پر کیا طعن ہے۔ جو علمِ غیب بھی نہ رکھتے تھے۔ کہ انہوں نے مروان کو کیوں ملازم خاص رکھا۔

اُنیسواں طعن

حضرت عثمانؓ کی نعش تین دن بے گور و کفن پڑی رہی اور نماز جنازہ بھی نہ ہوئی۔

جواب

اوّل تو یہ بات سراسر بہتان و افتراء ہے۔ جب آپکے بڑے بڑے معتقد رشتہ دار حضرت طلحہؓ زبیرؓ۔ عمرو بن العاص وغیرہ موجود تھے جنھوں نے قصاص میں جنگہائے عظیم کئے۔ اور نیز صدہا زرخرید جان نثار غلام بھی تھے۔ تو یہ کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ کہ آپکی نعش تین روز بے گور و کفن پڑی رہی ہو۔ اگر فرض کرو۔ کہ ایسا ہی ہوا۔ تو اس سے آپکی شانِ اقدس میں کیا کمی آسکتی ہے۔ کیا شہدائے کربلا کے ساتھ اشرار نے اس سے بڑھکر سلوک نہیں کیا۔ بلکہ مرثیہ خوان لوگ بڑی آب و تاب سے مجلسوں میں جھوم جھوم کر واقعات اہانت و ذلت اہلبیت (شہیدانِ کربلا) بیان کیا کرتے ہیں۔ کیا اس سے معاذ اللہ انکی شان والا میں کچھ نقص واقع ہو سکتا ہے۔ ایسے اعتراضات کرنے کے وقت شیعوں کو یہ خیال کر لینا چاہیئے۔ کہ کیا اس سے ہم پر زد تو نہیں پڑتی۔ مگر انکا تو یہ اصول ہے کہ پرائی شگون کیلئے اپنی ناک کٹوا دی جائے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ آپکی نعش مبارک بڑی عزت و احترام سے جنت البقیع میں دفن کی گئی جو مدفن ازواج مطہرات و اولاد و امجاد اکثر اصحابؓ باصفا ہے۔ اس امر کی تصدیق شیعہ کی مستند تفسیر جامع جوامع کے باب دوم میں درج ہے۔

غرض عثمانؓ غنی برگزیدہ خلیفہ رسولؐ تھے۔ جنکو دوہری دامادی رسولؐ و مقبول کا فخر حاصل تھا۔ آپکے مال طیب سے اسلام کو بہت بڑی مدد ملتی رہی۔ آپکے عہد خلافت میں جانب غرب اندلس تک اور جانب مشرق کابل و بلخ تک اسلامی مقبوضات کی وسعت ہوئی۔ اور بڑی دبحری جنگ عظیم ہو کر اہل روم کو مسخر کیا گیا۔ عراق و عجم و خراسان زیر نگین سلطنت ہوئے۔ بس آپکی شہادت پر ترقی اسلام کا خاتمہ ہو گیا۔ عہد امارت جناب امیر علیہ السلام میں صرف خانہ جنگیاں ہوتی رہیں اور بہت سے اسلامی نفوس حفاظ و اصحابؓ نے جام شہادت نوش کیا۔ کسی شاعر نے آپکی منقبت میں یوں درفشانی کی ہے ؎

نبیؐ کی بہن کے تھے عثمانؓ بیٹے — ہو کیا اس سے بڑھ کر نجابت غنیؓ کی
سب اسلامیوں سے ہوئی دور عسرت — ہوئی نفع بخش ایسی دولت غنیؓ کی
ہوئی فوت اک دوسری دے دی بیٹی — یہ دل میں نبیؐ کے تھی وقعت غنیؓ کی
نبیؐ نے سفارت پہ مکے کو بھیجا — تو لی ہاتھ اپنے سے بیعت غنیؓ کی
علیؓ ان کے ہم زلف زہراؓ تھی سالی — یہ سبطینؓ سے تھی قرابت غنیؓ کی

ہے اوراق تاریخ میں ثبت اب تک
شجاعت علیؓ کی ۔ سخاوت غنیؓ کی

(دائرۃ الاصلاح ۔ لاہور)

مطاعن اصحابؓ ثلاثہ پر مدلل بحث ہو چکی ۔ آپ کے فضائل بشہادت کتاب اللہ و کتب شیعہ ثابت کر دیئے گئے ہیں ۔

اب ہم تھوڑا سا تذکرہ اس امر کا کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ جناب امیر علیہ الرضوان اور انکے اہلبیت کو اصحابؓ ثلاثہ سے کہاں تک محبت و پیار تھا ۔ کہ زندگی میں تو ان سے شیر و شکر ہے ۔ انکی وفات کے بعد ان کے اسمائے گرامی پر اولاد کے نام رکھے ۔ تاکہ اگر ان کی صورتیں موجود نہیں تو ان کے نام پکار کر یاد تازہ کرتے رہیں ۔

اصحابِ ثلاثہؓ کے نام پر فرزندانِ علیؓ کے نام

کتب معتبرہ تواریخ فریقین سے ثابت ہے ۔ کہ جناب امیرؓ نے اپنے ایک صاحبزادہ کا نام ابوبکرؓ رکھا ۔ جو لیلےٰ بنت مسعود کے بطن سے پیدا ہوا تھا ۔ ایک صاحبزادہ کا نام عمرؓ رکھا ۔ جو حبیبہ بنت ربیعہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے ۔ ایک کا نام عثمانؓ رکھا ۔ جو ام البنین بنت حرام بن خالد سے متولد ہوئے تھے ۔ ایک صاحبزادی کا نام ام المومنین زوجہ رسولِ خداؐ کے نام پر میمونہ رکھا ۔ دوسری دو صاحبزادیوں کا نام رقیہ ۔ ام کلثوم رکھا ۔ جو رسولؐ پاک کی دو صاحبزادیوں کے نام تھے ۔ جو حضرت عثمانؓ کی زوجیت میں آئی تھیں ۔ ایسا ہی امام حسنؓ نے ایک صاحبزادہ کا نام ابوبکرؓ رکھا ۔ ایک کا نام عمرؓ رکھا ۔ جو آپکی جاریہ کنیز کے شکم سے پیدا ہوا تھا ۔ یہ دونوں حضرت امام حسینؓ کیساتھ معرکۂ کربلا میں شہید ہوئے تھے ۔ علیٰ ہذا القیاس امام زین العابدینؒ نے بھی اپنے ایک فرزند کا نام عمرؓ رکھا ۔ اور حضرت امام موسیٰ کاظمؒ نے بھی اپنے ایک صاحبزادہ کا نام ابوبکرؓ رکھا ۔ حضرت امام رضاؒ نے اپنی دختر کا نام عائشہؓ رکھا اور حضرت علی نقیؒ نے بھی اپنی نور چشمی کا بھی نام رکھا

اب شیعہ حضرات سے ہم دریافت کرتے ہیں۔ کہ اگر جناب امیر علیہ الرضوان اور انکے فرزندان گرامی کو حضرات ثلاثہ رضی اور ازواج مطہرات رضی سے محبت و پیار نہ تھا۔ تو اپنی اولاد کے نام انکے ناموں پر کیوں رکھے۔ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ فوت شدگان سے جو بزرگ واجب الاحترام اور ذی شرافت سمجھا جاتا ہے۔ اسکا نام تبرکاً اولاد کا رکھا جاتا ہے۔ کوئی شخص دشمن کے نام پر اپنی اولاد کے نام نہیں رکھے گا۔ چنانچہ واقعہ کربلا کو مدتیں گزر گئیں لیکن اب تک کسی مسلمان نے اپنے فرزند کا نام یزید یا شمر نہیں رکھا۔ یہ ایک ایسی زبردست دلیل ہمارے ہاتھ میں فضیلت وعظمت اصحاب ثلاثہ ثابت کرنے کیلئے ہے۔ جس کا کوئی جواب شیعہ سے قیامت تک نہیں ہو سکتا۔ پس تمام نزاع کے فیصلہ کیلئے یہی ایک بات کافی ہے۔ بشرطیکہ شیعہ اصحاب میں کوئی صاحب انصاف موجود ہو ؎

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا   بس اک نگاہ پہ ٹھیرا ہے فیصلہ دل کا

لطیفہ

ہمارے ایک شیعی دوست حکیم جمشید علی نامی جہلم میں رہتے ہیں۔ جو شیعوں کے لیڈر بنے ہوئے ہیں۔ ایکدفعہ ہم نے انکے سامنے اس امر کا تذکرہ کیا۔ کہ جناب امیر رضی نے اپنے فرزندوں کے نام اصحاب ثلاثہ کے نام پر کیوں رکھے۔ آپ تھوڑی دیر خاموش ہو کر کہنے لگے۔ کہ اسلئے ایسا کیا گیا۔ تاکہ ان بیٹوں کے نام لے کر ہر وقت گالیاں دیا کریں۔ میں نے کہا۔ آپ تو ماشاء اللہ عالم الغیب ہیں اور آپ کو معلوم تھا کہ آپ کے لخت جگر امام حسین رضی کو یزید ملعون شمر بدبخت کے ذریعہ شہید کرے گا۔ اسلئے آپ کو اپنے بیٹوں کے نام یزید اور شمر رکھ دینے چاہیئے تھے۔ تاکہ انکو گالیاں دے کر دل کی بھڑاس نکالتے رہیں۔ نیز اگر یہی منطق درست ہے تو اب آپ ہی اس کمی کو پورا کردیں اپنے عزیزوں میں سے کسی کا نام یزید یا شمر رکھا کر خوب تبرا بازی کیا کریں۔ بس آپ خاموش ہو گئے۔ افسوس یہ لوگ ان مقدس نفوس کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔ گالی گلوچ کرنا مومنوں کی شان سے بمراحل بعید ہے۔ کافی کلینی کی حدیث دیکھو۔ منافق کی علامات سے ایک یہ علامت لکھی گئی ہے: (اذا خاصم فجر) (جب جھگڑا کرتا ہے فحش گوئی کرتا ہے) جناب امیر تو وہ پاک باطن تھے کہ اپنے دشمن قاتل ابن ملجم لعین پر بھی رفق و مدارات کرنیکی سفارش فرمائی۔ جیسا کہ جلاء العیون اردو صفحہ ۲۷۱ میں ہے۔

"جب امیر کرم اللہ وجہہ نے اپنے قاتل کی امام حسن رضی سے سفارش کی۔ اور ارشاد کیا۔ کہ اسے کھانا پانی دو۔ اور اسکے پاؤں میں زنجیر نہ ڈالو۔ بلکہ اسکے ہمراہ رفق و مدارات کرو۔ اور جب میں دنیا سے رحلت کروں۔ اس پر ایک ضرب[1] سے قصاص کرنا۔ اور جسم اسکا آگ سے نہ جلانا۔ اور مثلہ نہ کرنا یعنی ہاتھ پاؤں۔ کان ناک اور جمیع اعضاء

---

[1] ملاحظہ ہو نہج البلاغت۔ صفحہ ۴۶۷۔

سکے نہ کاٹتا۔ کہ جناب پیغمبرؐ نے فرمایا۔ مثلہ ہرگز نہ کرو۔ اگرچہ سگ درندہ ہو۔ اور اگر میں اچھا ہوگیا۔ سزا وار
زیادہ ہوں کہ اسے عفو کردوں۔ اسلئے کہ ہم اہلبیت صاحب وکرم وعفوو رحمت ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ جمشید جیسے
شیعہ آپ کی نسبت یہ خیال کریں کہ اپنے بیٹوں کے نام اصحابؓ کے نام پر اسلئے رکھتے تھے۔ کہ انکو گالیاں دے کر
دل کے بخار نکالتے رہیں۔ جب زندگی میں تو اُن کی مدحت سرائی کرتے رہے۔ وظائف لیتے رہے۔ غنائم سے
حصہ وصول کرتے رہے اور انکے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ انکو نیک مشورے دیتے رہے۔ اپنی لخت جگر حضرت عمرؓ کو نکاح
کردی۔ تو انکی وفات کے بعد گالیاں دینا کونسی جوانمردی ہے۔ خیر یہ ایک لطیفہ تھا۔ جو بیچ کیا گیا۔ فی الواقع اس
کا جواب شیعہ کے پاس ہرگز ہرگز نہیں ہے۔

شیعہ سے چند سوالات

ہم شیعہ سے چند سوالات کرتے ہیں۔ امید ہے۔ کہ کوئی صاحب جواب باصواب سے مطلع کریں گے
اور اگر جواب نہ دے سکیں۔ اور ہرگز نہیں دے سکتے۔ تو خدارا راہِ راست پر آجائیں۔ اور اصحابِؓ رسولؐ
کی بدگوئی سے باز آجائیں۔

(۱) پہلا سوال یہی ہے۔ کہ اگر اصحابِؓ ثلثہ معاذ اللہ منافق وکافر تھے۔ انکو اہلبیت سے بغض وعداوت
تھی۔ تو جناب امیر علیہ السلام اور انکے اہلبیت نے اپنی اولاد کے نام انکے ناموں پر کیوں رکھے؟

(۲) اگر نعوذ باللہ وہ کافر ومنافق تھے۔ تو رسولؐ پاک نے اپنی بیٹیوں کے ناطے انکو کیوں دیئے اور انکی
بیٹیاں اپنی زوجیت میں کیوں لیں۔ حالانکہ قرآن نے اس سے صریح ممانعت کردی ہے۔ کہ کفار کو ناطے
دیئے جائیں یا ان سے لئے جائیں۔

(۳) اگر معاذ اللہ وہ کافر ومنافق تھے۔ تو جناب امیر علیہ السلام نے اپنی بیٹی ام کلثوم کیوں حضرت عمرؓ کو
نکاح کردی۔ اگر کہا جائے۔ کہ انھوں نے جبراً چھین لی۔ تو آپ کی شجاعت وغیرت پر حرف آتا ہے۔ اگر
رضامندی سے دی تو ان کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

(۴) اگر وہ منافق وکافر تھے۔ تو جناب رسولؐ پاک نے اور حضرت امیرؓ نے انسے لڑائی کیوں نہ کی
حالانکہ قرآن کا حکم ہے۔ یَاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ (اے نبیؐ۔ کافروں اور منافقوں سے
جہاد کیجئے۔ وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ اور کافروں سے قتال کیجئے۔ تاکہ فتنہ مٹ
جائے اور دینِ حق پھیل جائے۔

(۵) جب بقول شیعہ اصحابِؓ ثلثہ نے جناب امیر علیہ السلام سے خلافت چھین لی۔ فدک دبالیا جناب سیدہؓ

کی سخت ہتک کی۔ جناب امیر علیہ السلام نے کیوں تلوار نہ اٹھائی۔ اگر کہو کہ صبر کیا۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ امیر معاویہ رضؓ سے کیوں جنگ کر کے صد ہا مسلمانوں کی جانیں تلف کرائیں۔ اور پھر صبر کا حکم تھا تو حضرت امام حسین رضؓ نے کیوں یزید سے لڑکر اپنی اور معصوم بچوں کی جانیں قربان کیں؟

(۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ثُمَّ لَا یُجَاوِرُونَكَ فِیهَا إِلَّا قَلِیلًا (منافق لوگ نبیؐ کی ہمسائگت میں زیادہ عرصہ تک نہیں ٹھہر سکیں گے)۔ حالانکہ اصحاب ثلثہ رضؓ زندگی میں ہمیشہ جناب رسولؐ کے مصاحب خاص رہے اور بعد وفات بھی ان کو ایسی مجاورت (ہمنشینی) حاصل ہے۔ کہ دو یار آپؐ کے پہلو بہ پہلو سوئے ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟

(۷) قرآن میں ہے: لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ (میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ)۔ تو جب بقول شیعہ اصحاب ثلثہ رضؓ جناب رسولؐ اور جناب امیر رضؓ کے دشمن تھے تو کیوں رسول پاکؐ نے انکو دوست بنائے رکھا۔ حتیٰ کہ سفر و حضر میں آپکے رفیق رہے۔ اور پھر بعد وفات رسولؐ جناب کیوں اُنسے یارانہ گانٹھے رہے اگر کہو کہ بے بس تھے تو پھر وہاں سے ہجرت کیوں نہ کی۔ جو ایسے مواقع پر[1] فرض ہو جاتی ہے۔

(۸) قرآن میں ہے: إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا (ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کو نصرت بخشا کرتے ہیں) اگر اصحاب ثلثہ رضؓ مومن نہ تھے۔ تو کیوں نصرت الٰہی انکے شامل حال رہی۔ قیصر و کسریٰ کی حکومت الٹ دی، ملک بھر میں اسلامی سلطنت قائم ہو گئی۔ ہر ایک معرکہ میں مظفر و منصور ہوئے حتیٰ کہ خلافت بھی اُنھیں کو ملی۔

(۹) اگر خلافت اصحاب ثلثہ رضؓ حق نہ تھی، تو حضرت شہر بانو بنت یزدجرد دختر شاہ فارس جو غنیمت میں مقید ہو کر آئی تھی۔ اور حضرت عمر رضؓ نے امام حسین رضؓ کو دے دی۔ آپ نے کیوں قبول کی۔ جبکہ یہ غنیمت درست اور حلال ہی نہ تھی۔ تو امام معصوم نے کیوں عطیہ ناجائز اور نادرست میں تصرف کیا۔ جو منافی عصمت ہے۔

(۱۰) جب متعہ اتنا بڑا ثواب کا کام ہے۔ کہ متعی مرد اور ممتوعہ عورت جب غسل کرتے ہیں۔ تو ہر ایک قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا ہوتے ہیں۔ جو انکے لئے قیامت تک استغفار کیا کرتے ہیں۔ تو ائمہ اہلبیت کیوں اس کار ثواب سے محروم رہے۔ کتب شیعہ سے ثابت ہے۔ کہ کسی امام نے متعہ نہیں کیا۔

(۱۱) کتب شیعہ سے ثابت ہے۔ کہ علی المرتضیٰ رضؓ کے تین فرزند جن کا نام ابوبکر رضؓ۔ عمر رضؓ۔ عثمان رضؓ تھا۔ وہ بھی امام حسین رضؓ کیساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے مرثیوں میں ان کا نام کیوں ذکر نہیں کیا گیا۔ جبکہ وہ علی المرتضیٰ رضؓ

---

[1] چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء ۱۴ رکوع ۴) اس آیت کے تحت میں شیعوں کی مشہور تفسیر صافی میں یوں لکھا ہے أَقُولُ وَفِي الْآيَةِ دَلَالَةٌ عَلَى وُجُوبِ الْهِجْرَةِ مِنْ مَوْضِعٍ لَا يَتَمَكَّنُ فِيهِ إِقَامَةَ دِينِهِ (مظہر حسین غفرلہ)

کے فرزند تھے۔ اور اپنے بھائی جناب امام حسینؑ پر انھوں نے بھی جانیں قربان کر دی تھیں۔

(۱۲) کتب شیعہ میں تصریح ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے قرآن جمع کر کے اصحابؓ کو دکھلایا تھا۔ انھوں نے قبول نہ کیا۔ تو آپ نے کہا۔ اب تم لوگ اس قرآن کو تا قیامت نہ دیکھو گے۔ وہ قرآن اسوقت کہاں ہے۔ اگر وہ ہدایت خلق کیلئے تھا تو اس کے اتنا عرصہ گم رکھنے کی کیا وجہ ہے۔ اور ایسے قرآن سے مسلمانانِ عالم کو کیا فائدہ ہے؟ اگر امام غائب علیہ السلام نے اسکو چھپا رکھا ہے۔ تو کیا وہ کتاب ہدایت چھپا رکھنے کے مجرم نہیں ہیں؟

کافی کلینی میں تصریح ہے۔ کہ رسول پاکؐ کے فوت ہوتے ہی تمام اصحابؓ سوائے تین چار کے اسلام سے پھر گئے۔ پھر بعثت رسولؐ اور نزول قرآن سے کیا فائدہ ہوا۔ کیا خدا نے ان تین چار آدمیوں کے لئے اتنا بڑا سامان کیا۔ اور پھر سوال یہ ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام صرف ان ہی تین چار بزرگوں کے اجماع سے خلیفہ ہوئے۔ تو آپ امیر المومنین نہیں کہلا سکتے۔ بلکہ آپ تو صرف تین چار کے امیر ہوئے۔

کیا کوئی شیعہ بزرگ ان چند سوالات کا کوئی معقول جواب دیں گے؟ ہمیں تو امید نہیں ہے۔ ؎

عاشق ہوئے ہیں یاد کے ہم کس امید پر ۔۔۔ جز آہ نارسا کوئی امید ہی نہیں

اصحابؓ ثلاثہ کے متعلق کافی بحث ہو چکی۔ اب ہم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض کا تذکرہ کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ

یوں تو حضرات شیعہ کی زبان طعن سے انسان تو کیا، خدا اور رسولؐ بھی نہیں بچے۔ لیکن اصحاب ثلثہ رض کے بعد زیادہ غیظ و غضب شیعہ اصحاب کو ام المومنین عائشہ صدیقہ رض سے ہے۔ اور آپ کے خلاف چند الزامات لگائے گئے ہیں جن کا جواب دینا فرض ہے۔

پہلا طعن قرآن مجید میں ہے:۔ وَقَرْنَ فِی بُیُوتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْأُولَىٰ۔ (اپنے گھروں میں بیٹھی رہو۔ اور زمانہ جاہلیت کی طرح باہر نہ نکلا کرو) حضرت عائشہؓ نے اس حکم کی مخالفت کی۔ کہ سر کہ کارزار میں نکل کر شریک جنگ ہوئیں۔ جہاں کہ ہزارہا کی تعداد میں نامحرم اشخاص موجود تھے۔

جواب:۔ سادات معترض جسکو تدبر فی القرآن نصیب نہیں۔ آیات قرآن کے معنی کرتے وقت ہمیشہ ٹھوکر کھاتا ہے۔ کیا اسکا یہ معنی ہے۔ کہ گھر کی چار دیواری میں عمر بھر ایسی محبوس و مقید رہیں۔ کہ گھر سے باہر نکلنا کسی دینی ضرورت کے لئے بھی جائز نہ ہو۔ ہرگز نہیں۔ آنحضرتؐ ازواج طاہرات کو حج و عمرہ کے لئے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ میکے جانے۔ عیادت مریض۔ تعزیت قریبی میت کی ممانعت نہ تھی۔ غزوات میں بھی ساتھ لیجانیکی اجازت

تھی ۔ پھر آیت سے مخالف کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ آیت کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ زمانہ جاہلیت میں جیسے عورتیں بے حجاب ہو کر زیورات زرق برق لباس پہنے بازاروں میں پھرتی تھیں۔ اب اسطرح بے پردہ پھرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے اسکی تشریح ہوتی ہے: یَاأَیُّهَا النَّبِیُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِینَ یُدْنِینَ عَلَیْهِنَّ مِن جَلَابِیبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن یُعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِیمًا (ترجمہ) اے نبی اپنی عورتوں (بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں) کو کہہ دیجئے۔ کہ اپنے منہ پر چادر (نقاب) ڈال لیا کریں۔ یہ اس بات کے قریب تر ہے۔ کہ پہچانی نہ جائیں اور ایذا نہ اٹھائیں)۔ حدیث میں ہے۔ کہ اس آیت کے بعد آنحضرت نے فرمایا۔ أُذِنَ لَكُنَّ أَن تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ (اب تمھیں اجازت دی گئی ہے۔ کہ اپنی حاجت کے لئے نکل سکو)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رض چونکہ مظلوم خلیفہ عادل کے قصاص کے لئے سفر میں نکلنے پر مجبور ہوئی تھیں اسلئے یہ سفر جہاد۔ حج۔ عمرہ کے سفر کی طرح ایک دینی ضرورت تھی جس پر طعن نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ کے ساتھ آپ کے اقارب میں سے عبداللہ بن زبیر رض آپ کے ہمشیرہ زاد اسماء بنت ابوبکر رض اور اُنکی اولاد سب محرم تھے۔ علاوہ ازیں آپ ام المومنین ہونے کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی ماں اور سب انکے فرزند تھے۔ اسلئے آپ کے اس سفر پر معترض ہونا شیعہ کی سخت حماقت ہے۔ ابن قتیبہ اپنی تاریخ میں جو شیعہ کی معتمد علیہ ہے لکھا ہے!۔ لَمَّا بَلَغَهَا بَیْعَةُ عَلِیٍّ أَمَرَتْ أَنْ یُعْمَلَ لَهَا هَوْدَجٌ مِنْ حَدِیدٍ جُعِلَ فِیهَا مَوْضِعُ الدُّخُولِ وَالْخُرُوجِ فَخَرَجَتْ وَأَبْنَاءُ الطَّلْحَةِ وَالزُّبَیْرِ مَعَهَا (جب حضرت عائشہ کو بیعت علی المرتضیٰ رض کی اطلاع ملی حکم دیا۔ کہ آپ کے لئے ایک آہنی کجاوہ بنایا جائے۔ اور اس میں داخل ہونے اور نکلنے کا راستہ بنایا جائے۔ پس آپ نکلیں جب طلحہ رض و زبیر رض کے فرزند آپ کے ہمراہ تھے)۔ اب بتلائیے۔ ایک اہم دینی ضرورت کے لئے اپنے محرموں کیسا سفر کرنے پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ جب کہ پردہ کا بھی اس قدر اہتمام کیا جائے۔

غالباً شیعہ صاحبان اہل سنت پر ایسے اعتراض کرتے وقت اپنے گھر سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ شیعہ کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رض گھر سے باہر نکل کر حضرت عمر رض سے دست و گریباں ہوئیں:۔ فَأَخَذَتْ بِتَلَابِیبِ عُمَرَ وَجَذَبَتْهُ إِلَیْهَا (جناب سیدہ نے عمر رض کا گریبان پکڑ لیا اور اپنی طرف کھینچا)۔ کیا ایک پردہ نشین خاتون کو ایک نامحرم شخص سے یوں دست و گریباں ہونا جائز ہے۔ شیعہ اس بات کے بھی قائل ہیں۔ کہ جناب سیدہ رض نے باغ فدک کے لئے دربار خلافت میں اصالتاً جا کر دعویٰ کیا۔ یہ بھی شیعہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ غصب خلافت و دیگر حقوق پر جناب امیر علیہ السلام خاتون جنت رض کو سوار کر کے مہاجرین و انصار کے گھر پھرے

۱؎ اصول کافی صفحہ ۲۱۱ ۲؎ حق الیقین صفحہ ۲۱۱ میں ہے۔ میں نے تمام قرآن جمع کیا۔ بعد اسکے فاطمہ رض حسنین رض کا ہاتھ تھام کر تمام اہل بدر
(باقی صفحہ ۲۸۹ پر)

کیا یہ باتیں جائز تھیں؟

دوسرا طعن: حضرت عائشہ رض نے جناب امیر رض سے بغاوت کی اور جنگ کیا۔ حالانکہ خلیفہ سے بغاوت جائز نہیں اور جرم کبیرہ ہے۔

جواب: اسی قسم کا اعتراض جناب امیر علیہ السلام پر عائد ہوتا ہے کہ بحکم وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ (رسول کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں) جب حضرت عائشہ رض حضرت علی رض کی ماں تھیں، آپ کو ان سے جنگ کرنا ہرگز جائز نہ تھا۔ قرآن میں ہے وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ (ماں باپ کو اُف تک بھی نہ کہو)۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ جنگ و جدل طرفین کی کسی بدنیتی پر مبنی نہ تھا بلکہ ہر دو فریق کی اجتہادی غلطی تھی حضرت عائشہ رض اور ان کے طرفدار حضرت عثمان رض کا قصاص لینے کے لئے ان کے قاتلین کو امیر علیہ السلام سے مانگتے تھے۔ جناب امیر علیہ السلام ان کے شر و فساد کے اندیشہ سے ان کو حوالہ نہ کر سکے۔ دوسری طرف سے سمجھا گیا کہ قتل عثمان رض میں آپ کا بھی کچھ ہاتھ ہو گا۔ حالانکہ امیر علیہ السلام اس الزام سے پاک تھے جس کا اظہار بار بار آپ بذریعہ خطوط و خطبات کرتے رہے۔ اسی طرح جناب امیر علیہ السلام اور اُن کے معاونین نے خیال کیا کہ دوسرا فریق خلیفہ سے باغی ہو کر جنگ کرنا چاہتا ہے۔ طرفین میں معرکہ کی جنگ ہوئی۔ بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ آخر کار صلح و صفائی ہوئی۔ حضرت عائشہ رض اپنے کئے پر پشیمان ہوئیں جناب امیر علیہ السلام نے ان کو بڑی عزت و تکریم سے گھر پہنچایا اور دلی صفائی ہو گئی۔ اب اس بات پر طعن کرنا خود موردِ طعن بننا ہے۔ اعتراض ہر دو فریق پر یکساں عائد ہوتا ہے فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

حضرت عائشہ رض مومنوں کی ماں ہیں۔ آپ کو ہی یہ فضیلت حاصل ہے کہ آپ کے حجرہ میں آپ کی گود میں حضور ﷺ کا وصال ہوا۔ آپ کی نسبت قرآن کریم میں آپ کی بریت کے متعلق آیات نازل ہوئیں اور آپ کے قاذفین اور طاعنین کو عتاب ہوا۔ پھر جو لوگ حضرت عائشہ صدیقہ رض کی بدگوئی کرتے ہیں، وہ خدا و رسول ﷺ سے دشمنی رکھتے

(بقیہ صفحہ ۲۸۸) اور ان لوگوں کے گھر گیا۔ جنہوں نے راہ دین میں سعی و کوشش کی تھی۔ اور ان کو قسم دی تھی۔ کہ میرے حق کی اعانت کریں۔ اور ان کو اپنی نصرت و اعانت کے لئے طلب کیا۔ مگر ان میں سے چار شخصوں کے سوا کسی نے میرا قول قبول نہ کیا۔ اور وہ چار شخص یہ ہیں سلمان ابوذر۔ مقداد۔ اور عمار (رضی اللہ عنہم) اور ایسا ہی منار الہدیٰ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت علی رض نے حضرت فاطمہ رض کو گدھے پر سوار کیا اور اپنے ہمراہ امام حسن رض اور امام حسین رض کو لے کر حضرت ابوبکر رض کے خلاف امداد حاصل کرنے کے لئے مہاجرین و انصار کے دروازوں پر پھرتے رہے اصل عبارت یہ ہے۔ روی ایضاً اَنَّ عَلِيًّا استنصر الناس عَلٰى ابی بکر یرکب فاطمة علٰی حِمَارٍ وَیَاْخُذُ معه الحسن والحسین و یمضی الی دور المهاجرین والانصار یطلب منهم النصرة علی ابی بکر وتطلب فاطمة منهم له الانتصار علی ابی بکر فلم یجبه الا اربعة او خمسة (منار الهدیٰ مصنفہ شیخ علی البحرانی مطبوعہ گلزار حسنی بمبئی)

نوٹ:۔ یہ کتاب شیعوں کے مولوی علی حائری نے بھی چھپوائی ہے۔ (احقر مظہر حسین غفرلہ)

ہیں - اعاذنا اللہ منہم -

تیسرا طعن :- حضرت عائشہ رض نے روضہ مطہرہ میں اپنے باپ اور حضرت عمرؓ کو دفن کرنے کی اجـ
دی حالانکہ اس مکان کی آپ اکیلی مالک نہ تھیں ـ تمام ورثاء کا حق تھا۔

جواب : حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ازواج مطہرات کو الگ الگ مکان دے کر ان کو ان
مالک کر دیا ہوا تھا - چنانچہ یہ حجرہ جو مدفن رسولؐ و خلفائے رسولؐ ہے حضرت عائشہؓ کا حجرہ تھا جو ان کی ملکیت تھا
اس لئے ان کو اختیار تھا کہ اپنے باپؓ اور حضرت عمرؓ کی مزارات کی وہاں اجازت دیں - اگر عائشہ رض کی ملکیت نہ
تھی تو حضرت امام حسنؓ نے اپنے مزار کے لئے حضرت عائشہ سے کیوں اجازت طلب فرمائی (یہ روایت کتب شیعہ میں
موجود ہے) قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حجرات ازواجِ مطہرات کی ملکیت تھے جہاں وہ بستی تھیں ـ قرآن میں ہے
وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ (اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو) غرض یہ اعتراض نہ تو جناب امیر علیہ السلام اور نہ دیگر ائمہ
اہلبیت کو سوجھا - اب شیعہ ایسے بیہودہ اعتراضات اٹھانے لگے ہیں ـ ہم تو یہی کہیں گے ؎

کون سنتا ہے کہانی تیری او یار غلط   کیوں بغل میں لئے پھرتا ہے طومار غلط

اب ہم حضرت امیر معاویہؓ کا ذکر کرتے ہیں جن کو شیعہ صاحبان سخت مطعون کرتے ہیں -

حضرت امیر معاویہؓ

شیعہ صاحبان حضرت معاویہ رض کو بہت کوستے ہیں ـ کیونکہ انہوں نے جناب امیر علیہ السلام سے جنگ
کی، اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے کہ یہ ناگوار واقعہ طرفین کی اجتہادی رائے کی وجہ سے ہوا ـ وہ باہم جدی
بھائی تھے ـ اصحاب رسولؐ تھے ـ حضرت امیر معاویہ رض کاتب وحی بھی تھے ـ حضورؐ کے سالے بھی تھے ـ آپ
کی شان میں بہت سی احادیث وارد ہیں ـ حضورؐ سے آپ نے بہت سی احادیث روایت کی ہیں ـ پھر اس ایک
واقعہ سے جس کا خاتمہ صلح پر ہوا، آپ کو برا کہنا اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرنا ہے ـ بھائیوں کے درمیان
تنازعات ہوا کرتے ہیں اور صلح و صفائی بھی ہو جاتی ہے ـ لیکن ایک اجنبی شخص کا حق نہیں ہے کہ اس
تنازعہ کی وجہ سے ایک کو برا بھلا کہے -

حضرت یوسفؑ پر ان کے بھائیوں نے کس قدر مظالم توڑے اور تکلیف دی تھی لیکن آخر یوسفؑ نے ان کی خطا
کو معاف کر دیا، باہم بغلگیر ہوئے ـ ایسا ہی یہ واقعہ ہے ـ دیکھنا یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اس بارہ میں کیا فتویٰ
دیا ہے ـ ان کو مسلمان اپنا بھائی قرار دیا ہے ـ یا کافر و منافق اور ان کو لعن طعن کرنے کا حکم دیا ہے یا اس سے منع فرمایا

سو آپ نے ایک گشتی چٹھی بدستِ خاص تحریر فرما کر مختلف بلاد و امصار میں شائع کی تھی جو نہج البلاغت مطبوعہ طہران صفحہ ۵۰۲ میں ہے، درج ذیل کی جاتی ہے جس سے امیر علیہ السلام کے خیالات کا پتہ چلتا ہے جو امیر معاویہ رضؓ اور ان کی جماعت کی نسبت بعد واقعہ جنگ تھے۔ وَمِنْ کِتَابٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَتَبَهٗ اِلٰى اَهْلِ الْاَمْصَارِ الْقَوْمُ يُقْتَصُّ بِهٖ مَا جَرٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَهْلِ صِفِّيْنَ وَكَانَ بَدْءُ اَمْرِنَا اِنَّا الْتَقَيْنَا وَالْقَوْمُ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ وَالظَّاهِرُ اَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَتَنَا فِي الْاِسْلَامِ وَاحِدَةٌ وَلَا نَسْتَزِيْدُهُمْ فِي الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَالتَّصْدِيْقِ بِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَسْتَزِيْدُوْنَنَا اَلْاَمْرُ وَاحِدٌ اِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيْهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْهُ بُرَآءُ۔

(ترجمہ) حضرت علی رضؓ نے ایک دستخطی چٹھی لکھ کر مختلف بلاد و امصار میں مشتہر فرمائی۔ اس میں جنگِ صفین کا واقعہ درج تھا کہ ہمارے معاملہ کی ابتدا یوں ہے کہ ہماری اور اہلِ شام کی آپس میں جنگ چھڑ گئی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہم دونوں فریق کا ایک خدا اور ایک رسولؐ ہے اور ہمارا اسلام میں بھی دعویٰ ایک ہی ہے۔ ہم ان سے در بارہ اعتقادات توحید و رسالت کچھ زیادتی نہیں چاہتے اور نہ اس بارہ میں وہ ہم سے کچھ زیادتی کے طالب ہیں۔ بات ایک ہی ہے۔ اختلاف صرف خونِ عثمان رضؓ کے متعلق تھا۔ حالانکہ ہم اس الزام سے بری ہیں۔")

حضرت امیر علیہ الرضوان کا یہ مکتوب امرِ متنازعہ کے متعلق ایک قاطع النزاع صریح فیصلہ ہے۔ آپ نے اس میں بالتصریح تحریر فرمایا کہ ہمارا اور اہلِ شام (حضرت معاویہ اور ان کے گروہ) کا اسلام اور ایمان کے بارے میں کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ وہی خدا اور رسولؐ اُن کا ہے جو ہمارا ہے اور اسلام بھی ہر ایک فریق کا ایک ہی ہے۔ اعتقادات میں بھی کوئی نزاع نہیں ہے۔ ہم ان کو توحید و رسالت میں کامل الایمان سمجھتے ہیں اور وہ ہم کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ ہمارا اور ان کا صرف یہ اختلاف تھا کہ اُنھوں نے اپنے خیال میں حضرت عثمان کے قتل کا ذمہ دار ہمیں قرار دیا حالانکہ ہم اس الزام سے بالکل بری الذمہ ہیں۔

بتلایئے ایسے صریح فیصلہ کے بعد حضرات شیعہ ہم سے کیا ثبوت چاہتے ہیں۔ جناب امیر رضؓ جن سے جنگ ہوئی وہ تو تمام اسلامی عقائد میں امیر معاویہ رضؓ کو اپنے جیسا مسلمان سمجھتے ہیں لیکن شیعہ صاحبان برخلاف فیصلہ جناب امیر رضؓ ان کو کافر و منافق قرار دیتے ہیں۔ اب ناظرین خود ہی انصاف کریں کہ قولِ امیر رضؓ کو معتبر سمجھا جائے یا شیعہ کو۔ ہر ایک منصف شخص اس مکتوب کے پڑھنے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضؓ کو ایسا ہی کامل الایمان سمجھے گا جیسا امیر علیہ الرضوان ان کو سمجھتے تھے۔ ہاں جن کے دلوں پر خدا نے مُہر کر دی ہے وہ مجبور ہیں۔

اگر حضرت امیر معاویہ رضؓ معاذ اللہ فاسق و منافق ہوتے تو حضرت امام حسن رضؓ ہرگز ان کی بیعت نہ کرتے بلکہ تلوار اُٹھا کر ان سے مقابلہ کرتے جیسا کہ بعد میں امام حسین رضؓ نے یزید لعین سے مقابلہ کیا۔ اہلِ انصاف کے لئے اس قدر بحث اس بارہ میں کافی ہے۔ ہاں ضد کا کوئی علاج ہی نہیں۔

حضرت معاویہ رضؓ کے فضائل کے متعلق اخبار النجم[1] لکھنؤ مؤرخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۳۴ء سے ایک مضمون ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو جمیع اصحاب رسول کی محبت و عقیدت عطا فرمائیں۔

سیّدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

حامداً و مصلیاً۔ ارباب بصیرت و اہل فہم و فراست پر اظہر من الشمس ہے کہ ابتدائے آفرینش سے لیکر زمانِ نبوت محمدیہ تک جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام اور اللہ رب العزت کی برگزیدہ ہستیاں دنیا کی ہدایت کے لئے تشریف لائیں، اور اپنے اپنے نورِ ہدایت سے عالم میں اُجالا پھیلایا اور جیسا کہ حق تشنگانِ ہدایت کو سیراب فرمایا اور طالبانِ فیض کو فیض پہنچایا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے بھٹکے ہوئے راستے سے صراطِ مستقیم پر آگئے اور بھولے ہوؤں نے منعمِ حقیقی کو پہچان لیا لیکن پھر بھی ان مقدس ہستیوں کو مطعون کیا گیا جہاں تک ہو سکا ان کی ایذا رسانی کی گئی۔ اتہامات اور الزامات کا طومار ان پر باندھا گیا۔ ان کے پاک دامن کو گالم گلوچ اور سب و شتم سے ملوث کیا گیا ایسے ہی جتنے اولیاءِ کرام و مشائخ عظام آج تک پیدا ہوئے۔ ان پر بھی طعن و تشنیع کا بازار گرم کیا گیا اور کتنے جلا وطن اور شہر بدر کر دیے گئے اور کتنوں کو بے خانماں کیا گیا۔ خود ہمارے آقا تاجدارِ مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ساحر کہا گیا، مفتری اور کذاب کے خطاب سے یاد کیا گیا۔ حتیٰ کہ مجنون اور پاگل بھی بنائے گئے واللہ عزیز ذوانتقام اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ خود اللہ جل جلالہٗ پر بھی اعتراض کیا گیا۔ اسی سلسلہ میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مبارک ہستیاں ہیں کہ ایک گروہ نے ان کو بھی بُرا کہا، ان کی توہین اور ان پر تبرّا اور سب و شتم کرنے کو اپنا دین سمجھا۔ حالانکہ صحابہ کرام کو خداوند قدوس نے جو فضیلت بخشی اور سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی جو عزت کی اور تعریف فرمائی قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ میں اس کے متعلق دفتر کا دفتر موجود ہے مگر ایک گروہ جو اپنی دریدہ دہنی سے باز نہیں آتا برابر ان پر لعن و طعن کرتا رہتا ہے۔

اوروں سے ہمیں کیا شکوہ خود ہمارے یہاں بعض ایسے حضرات موجود ہیں جو بظاہر سُنّی حنفی اپنے کو کہتے ہیں لیکن در حقیقت انکا مجازی شعار یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فاسق و فاجر تھے، نعوذ باللہ من ذالک۔ مجازی شعار میں نے اس وجہ سے کہا کہ اصل میں شعار اس کو کہتے ہیں جو کھُلم کھُلا ہو مگر یہ طائفہ پہلے تو اہلبیت کی محبت اور بزرگانِ دین کی مودت ظاہر کرتا ہے، جب تمام لوگ اس کے دامِ پُر فریب میں پھنس جاتے ہیں تب اس عقیدۂ باطلہ کا زہر لوگوں میں پھیلا کر قصرِ ایمان کو تباہ و برباد کر دیا کرتا ہے۔ العیاذ باللہ! ہمارے

---

[1] یہ اخبار بسرپرستی حضرت مولانا عبدالشکور صاحب ان کے صاحبزادگان کے زیرِ ادارت لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے۔ جس کو اہلِ سنت والجماعت کا واحد آرگن کہنا چاہیئے۔ جو اہلِ تشیع کے درجنوں جرائد و رسائل کا اکیلا ڈٹ کر مقابلہ کر رہا ہے۔ اس کے علمی محققانہ مضامین قابلِ داد ہیں۔ ہر ایک ذی علم سُنّی مسلمان کے گھر ہونا چاہیئے ۱۲۔

دیار میں بھی ایسے نام نہاد سنی حنفی جماعت کا وجود پیدا ہو چلا ہے اِس لئے اس مسئلہ پر کچھ لکھنے کی جرأت ہوئی واللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ؕ

حضرات! معلوم نہیں کس دل سے یہ لوگ بدزبانی کرتے ہیں۔ قلم لرزتا ہے اور دل دہلتا ہے کہ وہ مقدس ہستیاں جن کی شان میں تمام امت کا اتفاق ہو، الصحابۃ کلھم عدول (یعنی اصحاب رسول سب عادل ہیں) جن کے فضائل میں احادیث نبویہ کا خزانہ معمور ہو اور قرآن کریم جن کے ایمان اور قوت ایمان پر شاہد عدل ہو، کیسے ان کی تفسیق کی جائے۔ خواہ کیسا ہی ادنیٰ درجہ کا صحابی کیوں نہ ہو۔ بالخصوص جب تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہو کہ کتنا ہی بڑا غوث قطب کیوں نہ ہو ایک ادنیٰ درجے کے صحابی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا جیسا کہ بزرگانِ دین کے مقالاتِ گرامی قدر سے ظاہر و باہر ہے۔

چنانچہ از غوث الثقلین قدس سرہٗ منقول است کہ اگر در رہ گزر حضرت امیر معاویہؓ نشینم و گرد سم اسپ برمن افتد باعث نجات می شناسم (فتاویٰ امدادیہ صہ ۱۲۳ جلد ۴)

"غوث الثقلین (حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ) سے منقول ہے کہ اگر حضرت امیر معاویہ رضؓ کے رہگذر میں بیٹھوں اور آپ کے گھوڑے کے سم کا غبار میرے اوپر پڑ جائے تو میں اس کو باعث نجات خیال کروں۔"

سبحان اللہ کیا جلالتِ شان ہے۔ اور سنیئے:۔

امام ہمام عبداللہ بن مبارکؒ سے سوال کیا گیا کہ حضرت معاویہؓ افضل ہیں یا عمر و بن عبدالعزیز۔ (ان کی شان میں بس اتنا ہے کہ ان کو عمر ثانی کہا گیا) تو جواب دیا:۔ واللّٰہ ان الغبار الذی دخل فی انف فرس معاویۃ مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم افضل من عمر الف مرۃ (معنق معاویہ من فرقۃ الغاویہ صہ۲) یعنی خدا کی قسم وہ غبار جو حضرت امیر معاویہ رضؓ کے گھوڑے کی ناک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گھسا ہے عمر بن عبدالعزیزؒ سے ہزار درجہ افضل ہے۔ اسی طرح بہت سے بزرگوں کے اقوال حضرت امیر معاویہؓ کی فضیلت میں منقول ہیں مگر منصف مزاج حضرات کے لئے انہیں دونوں بزرگوں کی شہادت کافی ہے۔ اب آئیے کتب فن رجال کی سیر بھی فرمائیے:۔

تقریب التہذیب میں ہے: معاویۃ بن ابی سفیان رضؓ خلیفۃ صحابی اسلم قبل الفتح وکتب الوحی۔ (حضرت معاویہ بن سفیان رضؓ خلیفہ صحابی ہیں۔ فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ اور آپ نے وحی لکھی، ایک شاعر اسی کے متعلق کہتا ہے:۔

قَدْ کَانَ کَاتِبَ وَحْیِہٖ وَاَمِیْنَہٗ ۔۔۔ سَنَدُ الْاَمَانَۃِ حَاصِلٌ لِمُعَاوِیَۃَ رضؓ

یعنی حضرت معاویہ کاتب وحی تھے جس کی وجہ سے آپ کو امین ہونے کی سند حاصل ہے کہ وحی جیسا مہتم

بالشان کام آپ کے سپرد کیا گیا۔ علامہ صفی الدین اپنی کتاب خلاصہ میں تحریر فرماتے ہیں: معاویۃ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب الاموی ابو عبد الرحمٰن اسلم زمن الفتح لہ مائۃ وثلثون حدیثا۔ (امیر معاویہؓ فتح مکہ کے زمانہ میں اسلام لائے اور آپ سے ۱۳۰ حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔)

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ۱۶۳ احادیث روائت کی ہیں اور آپ سے بہت سے صحابہ رضؓ مثلاً ابن عباس رضؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ، ابن زبیرؓ، ابو الدرداءؓ، جریر البجلیؓ، نعمان بن بشیر وغیرہم اور تابعین مثلاً ابن المسیبؒ، حمید بن عبد الرحمٰن رضؓ وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین نے روائت کی ہے۔ آپ ہوشیاری، دانائی اور بردباری میں بہت زیادہ مشہور تھے۔ آپ کی فضیلت میں بہت زیادہ احادیث وارد ہیں۔ آپ کا حلم ضرب المثل تھا۔ چنانچہ ابن ابی الدینار رضؓ اور ابو بکر بن ابی عاصم رضؓ نے تو آپ کے حلم پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ حضرت امیر معاویہ لمبے قد کے خوبصورت اور وجیہہ آدمی تھے۔ آپ کی طرف عمر رضی اللہ عنہ دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ یہ عرب کے کسریٰ ہیں۔ نیز حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ معاویہ رضؓ کو برا نہ سمجھو۔ جس وقت یہ تمہارے پاس سے اٹھ جائیں گے تو تم دیکھو گے کہ بہت سے سر تن سے جدا کئے جائیں گے۔ مقری کہتے ہیں کہ لوگوں پر تعجب ہے کہ کسریٰ اور ہرقل کا تو ذکر کرتے ہیں مگر امیر معاویہؓ کو بھول جاتے ہیں۔ (بیان الامراء ترجمہ تاریخ الخلفاء صـ ۲۰۷/۲۰۸)

حافظ شمس الدین ذہبی میزان الاعتدال میں ارقام فرماتے ہیں: ولی الشام عشرین سنۃ وملک عشرین سنۃ وکان حلیماً کریماً سائساً عاقلاً خلیقاً للامارۃ کامل السؤدد۔ کہ حضرت امیر معاویہؓ بیس سال شام کے والی اور بیس سال مالک رہے اور حلیم و کریم تھے اور بہت بڑے منتظم تھے عقلمند تھے اور امیر ہونے کے لائق اور سرداری کے لئے کامل تھے۔

حضرات! امیر معاویہ رضؓ بہت بڑے مجتہد تھے۔ اگر اُن کی شان فقاہت اور اجتہاد بھی ملاحظہ فرمانا ہو تو بخاری اور مشکوٰۃ ملاحظہ فرمائیے۔ ابن عباس رضؓ سے سوال کیا گیا کہ امیر المومنین معاویہؓ وتر ایک رکعت پڑھتے ہیں تو ابن عباس رضؓ نے فرمایا: اصاب انہ فقیہ کہ معاویہؓ صائب الرائے شخص ہیں اور فقیہ ہیں اور ایک اور روائت میں ہے: دعہ انہ صحب النبی صلے اللہ علیہ وسلم (مشکوٰۃ صـ ۱۱۲) یعنی معاویہؓ کو کچھ نہ کہو، وہ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ بخاری میں ہے: عن حمید بن عبد الرحمٰن انہ سمع معاویۃ بن ابی سفیان یوم عاشوراء عام حج علی المنبر یقول یا اھل المدینۃ این علماؤکم سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ھذا یوم عاشوراء ولم یکتب اللہ علیکم صیامہ وانا صائم فمن شاء فلیصم فمن شاء فلیفطر (بخاری شریف جزء اصـ ۲۶۸) حمید بن عبد الرحمٰن نے معاویہ رضی اللہ عنہ

کو حج کے سال میں عاشورہ کے دن منبر پر کہتے ہوئے سُنا کہ اے اہلِ مدینہ! کہاں ہیں تمہارے علماء۔ میں نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ یہ یومِ عاشورہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کا روزہ فرض نہیں کیا۔ البتہ میں روزہ دار ہوں۔ پس جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے افطار کرے۔ حضرات! اس طرح سے مجمع عام میں تمام علماء کو دعوت دے کر حکم شرعی بیان فرمانا مجتہد ہی کی شان ہے۔ بادشاہ کا کام نہیں۔ پھر بھی باوجود اتنے فضائل و کمالات کے فسق کا فتویٰ دینا اور حضرت معاویہؓ سے بدگمانی کرنا کہ اہلبیت کے نعوذ باللہ آپ دشمن تھے۔ حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ اور امیر معاویہؓ میں جو کچھ ہوا یا اور جتنے واقعات مابین صحابہؓ اس قسم کے واقع ہوئے۔ وہ محض خطا اجتہادی پر مبنی تھے اور ہر فرد اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا نہ بغض و عناد کی وجہ سے بالخصوص جب تینوں حضرات میں صلح ہو گئی جیسا کہ تمہید شرح عقاید میں ہے: لا یجوز اللعن علی المعاویۃؓ لان علیاً صالح معہٗ وفیہ ان الحسنؓ بن علیؓ صالح معہٗ ولو کان مستحقا اللعن لکان لا یجوز الصلح معہٗ (الفرقۃ الغاویۃ ص۸ شرح عقاید ص۱۱۶) یعنی حضرت معاویہؓ پر لعن جائز نہیں۔ کیونکہ حضرت علیؓ نے ان سے صلح کر لی تھی اور اسی حاشیہ میں ہے کہ حضرت حسنؓ نے بھی آپ سے مصالحت فرمائی تھی۔ اور اگر حضرت امیر معاویہؓ لعن کے مستحق ہوتے تو البتہ ان کے ساتھ صلح جائز نہ ہوتی۔ وفی الانوار لا یجوز الطعن فی المعاویۃ لانہ من کبار الصحابۃؓ (حوالہ بالا) حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں طعن جائز نہیں کیونکہ وہ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ علامہ نووی شارح مسلم رقمطراز ہیں واما معاویۃؓ فھو من العدول الفضلاء والصحابۃ النجباء (نووی شرح مسلم جلد ۲ ص۲۷۲ وتتمہ مظاہر حق ج ۴ ص۸۲) یعنی حضرت امیر معاویہؓ فضلاء عادلین اور صحابہ اخیار میں سے ہیں۔ صاحب تاریخ الخلفاء چند واقعات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چونکہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب ہمارے اصحاب کا ذکر کیا جائے تو خاموش ہو جاؤ اس لئے مجال دم زدنی نہیں (بیان الامراء ص۱۸۵) بہر کیف اگر ذاتی عداوت ان باہمی لڑائیوں کا سبب ہوتی تو صلح مشکل ہوتی۔ اس کے علاوہ بیہقی اور ابن عساکر نے ہشام کے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت حسنؓ کو ایک لاکھ سالانہ وظیفہ ملا کرتا تھا۔ (بیان الامراء ص۲۰۵) کیا کوئی خلیفہ اپنے دشمن کے ساتھ بھی ایسا معاملہ کرتا ہے۔ حاشا و کلّا ان کا آپس میں ذاتی عناد نہیں تھا اس لئے کسی پر بھی لعن جائز نہیں بلکہ اہلسنّت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے جیسا کہ علامہ نووی اور علامہ نسفی تحریر فرماتے ہیں:۔ واما الحروب التی جرت بین الصحابۃ فکانت لکل طائفۃ شبھۃ اعتقدت تصویبا نفسھا وکلھم عدول ومتاولون فی حروبھم وغیرھا ولم یخرج شیئ من ذالک احدا من العدالۃ لانھم مجتھدون اختلفوا فی مسائل من محل الاجتھاد کما یختلف المجتھدون بعدھم فی مسائل من الدماء

وغیرھا ولم یلزم من ذالک نقص احد منھم (نووی ج ۲ ص ۲۷۲ مظاہر حق ج ۴ ص ۸۲) اور بہرحال وُہ لڑائیاں جو مابین صحابہؓ واقع ہوئیں، پس ہر گروہ کے لئے شبہ تھا جس کے سبب سے ہر شخص نے اپنے کو حق پر سمجھا اور سب کے سب عادل ہیں اور اپنے حروب وغیرہ میں متاول ہیں اور ان اشیاء میں سے کوئی شے عدالت سے اُن کو نہیں نکالتی۔ اس واسطے کہ صحابہؓ مجتہد ہیں۔ مسائل میں اختلاف محل اجتہاد میں فرمایا ہے جیسا کہ ائمہ مجتہدین صحابہؓ کے بعد دُعا وغیرہ کے مسائل میں مختلف ہوئے ہیں اور اس اختلاف سے ان میں سے کسی کا نقص نہیں لازم آتا۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم امیر معاویہؓ کے متعلق فرماتے ہیں: عن عبد الرحمٰن بن ابی عمیرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال لمعاویۃ اللّٰھم اجعلہ ھادیاً مھدیاً واھد بہ رواہ الترمذی مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۹ (ابو عمیرہ رض روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے اللہ معاویہؓ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانے والا بنادے اور معاویہؓ کے ذریعے سے لوگوں کو ہدایت دے۔) اسی روایت کے تحت علامہ طیبی فرماتے ہیں ولا ارتیاب ان دعاءہ صلے اللہ علیہ وسلم مستجاب فمن کان ھٰذا حالتہ کیف یرتاب فی حقہ (حاشیہ حوالہ بالا) (یعنی اس بات میں شک نہیں ہے کہ جو دعا رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کے لئے فرمائی وہ عند اللہ مقبول ہے۔ پس جس کی یہ حالت ہو کہ حضورؐ اس کے حق میں دعا فرمائیں اور وہ مقبول بھی ہو تو اس کے حق میں کیونکر شک کیا جائے۔)

حضرت امیر معاویہؓ کے نجی حالات:

صاحبِ مظاہر حق بھی اسی روایت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ کاتب وحی تھے اور بعض نے کہا کہ کاتبِ وحی نہیں تھے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط لکھتے تھے اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شام کے حاکم ہوئے اور بیس سال تک حکومت کی اور اٹھتر سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ آپ کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تہبند اور چادر اور قمیص تھی اور کچھ حضورؐ کے موئے مبارک اور ناخن تھے۔ حضرت معاویہؓ نے وصیّت فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی قمیص میں مجھ کو کفنانا اور چادر میں لپیٹنا اور تہبند باندھنا۔ اور میرے سجدہ کی جگہوں میں اور میرے حلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے موئے مبارک اور ناخن باندھ کر اور رکھ کر میرے اور ارحم الراحمین کے درمیان تخلیہ کر دینا۔ (تتمہ مظاہر حق ج ۴ ص ۱۹۹، ۲۰۰)

اور احمد نے مسند میں عرباض بن ساریہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ الٰہی معاویہؓ کو حساب و کتاب سکھلا دے اور اپنے عذاب سے اُن کو بچالے۔ نیز مصنف ابن ابی شیبہ میں اور طبرانی کبیر میں عبد الملک بن عمیر سے روایت کرتے ہیں کہ خود حضرت معاویہؓ نے کہا کہ مجھ کو خلافت کی اس وقت سے اُمید تھی جس وقت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تھا کہ معاویہؓ جب تو بادشاہ ہوجائے تو لوگوں سے اچھی طرح پیش آنا (بیان الامراء ص ۲۰۷، ۲۰۸) چنانچہ لوگوں کے ساتھ وہ حتی الوسع عدل وانصاف کے ساتھ پیش آئے، حضرت معاویہؓ کو بُرا کہنے والا حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے مبارک ارشاد لاتسبوا اصحابی

سلم) اور حدیث: اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علٰی شرکم (ترمذی) کی وعید
نقل ہے۔ کہ جب تم انکو دیکھو جو میرے اصحابؓ کو گالیاں دیتے ہیں۔ تو کہہ دو۔ تمہارے شر پر خدا کی لعنت ہو۔
سب صحابہؓ (گالی دینا) حرام ہے۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی سے ظاہر ہے۔ اور علامہ نووی
تحریر فرماتے ہیں۔ واعلم ان سب الصحابۃ حرام فواحش المحرمات سواء من لابس الفتن
منہم وغیرہ لانہم مجتہدون فی تلک الحروب متأولون الخ (اور جان تو کہ حرام ہے صحابہ کو گالی دینا فواحش محرمات
میں سے ہے۔ چاہے وہ صحابہ ہوں جو فتنہ میں ملابس ہوئے (جیسے حضرت امیر معاویہؓ وغیرہ) کیوں کہ وہ باہمی جنگوں میں مجتہد
متاول ہیں) وقال القاضی وسب احدہم من المعاصی الکبائر (اور قاضی نے فرمایا۔ کسی صحابی کو گالی دینا
کبیرہ میں سے ہے)۔ اچھا اگر کوئی بدطینت، بدبخت ایسا ہو۔ جو نعوذ باللہ صحابہؓ کو گالیاں دے۔ تو
اس کا کیا حکم ہے۔ آگے فرماتے ہیں:۔ مذہبنا ومذہب جمہور انہ یعذر ولا یقتل
وقال بعض المالکیۃ یقتل (نووی ص۳۱) "اور جمہور کا مذہب یہ ہے۔ کہ اس کی تعزیر دی جائے
قتل نہ کیا جائے۔ اور بعض مالکیہ نے فرمایا کہ قتل کیا جائے"۔

علماء کرام کے ارشادات مبارک ملاحظہ ہوں:۔ ویکف عن ذکر الصحابۃ الا بخیر
(شرح عقاید ص۱۱۶) یعنی "صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذکر سے رکا جائے مگر خیر کے ساتھ"۔ اس عبارت کے حاشیہ پر محشی
شرح فقہ اکبر تحریر فرماتے ہیں۔ ولذا ذہب جمہور العلماء الی ان الصحابۃ کلہم عدول
قبل فتنۃ عثمان وعلی کذا بعدہا۔ یعنی "اسی لئے جمہور علماء اس طرف گئے ہیں۔ کہ تمام صحابہؓ عادل ہیں۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت
علیؓ کے فتنہ سے پہلے اور ایسے ہی بعد فتنہ بھی"۔ علامہ نفسی بھی اسی متن کی شرح میں فرماتے ہیں:۔ وبالجملۃ
لم ینقل عن السلف المجتہدین والعلماء الصالحین جواز اللعن علی معاویہ واحزابہ (شرح عقائد ص۱۱۶)
"اہل سلف مجتہدین اور علماء صالحین سے حضرت معاویہؓ اور انکے شرکاء پر جواز لعن منقول نہیں"۔ لہٰذا اب محقق ہو گیا
کہ علماء اہلسنت والجماعت کے نزدیک حضرت معاویہؓ کو فاسق کہنا یا ان پر لعن طعن کو جائز قرار دینا
غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

چوالیسواں مسئلہ طینت

مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ کہ انسانوں کی سزا و جزا نیک و بد اعمال پر موقوف ہے:۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ
ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ۝ یعنی جو شخص ذرہ بھر نیکی کرے گا۔ اس کو دیکھ لے گا۔
اور جو شخص ذرہ بھر بدی کرے گا۔ وہ بھی اسکو دیکھ لے گا"۔ قرآن میں دوسری جگہ ہے:۔ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

اِنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُریٰ یعنی "انسان کو اسکی سعی عمل کا ہی ثمرہ ملے گا۔ اور اس کی سعی کا نتیجہ قریب ہی مل جائیگا۔
نیز قرآن کریم میں ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ یعنی "خدا کے نزدیک فضیلت اسی شخص کی ہے۔ جو متقی ہے۔" لیکن شیعوں کا عجیب و غریب عقیدہ ہے۔ کہ انکی پیدائش اس طینت (مٹی) سے ہے۔ جس سے ائمہ کرام اور انبیاء پیدا ہوئے ہیں۔ اسلئے وہ قطعی جنتی ہیں۔ خواہ کیسے ہی بداعمال کیوں نہ ہوں اور کافروں اور سُنیوں کی پیدائش دوزخ کی آگ سے ہے! اسلئے وہ یقیناً دوزخی ہیں۔ خواہ کتنے ہی نیک عمل کرتے رہیں۔

اصُول کافی صٓ۳۵۸ میں باب طینة المومن والکافر میں اسکے متعلق بہت سی احادیث درج ہیں۔ ہم انکا صرف مجمل بیان کرتے ہیں۔ علی بن حسین فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انبیاء کے ابدان و قلوب علیین سے پیدا کئے ہیں اور مومنین یعنی شیعہ کے قلوب بھی اسی طینت سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور کفار کے ابدان و قلوب سجین سے پیدا کئے ہیں۔ دُوسری حدیث میں امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ مومن کی طینت جنت سے ہے اور کافر کی طینت دوزخ سے ہے۔ اسی حدیث کی اخیر میں تصریح ہے:۔ طِیْنَةُ النَّاصِبِ مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (ناصبی یعنی سُنی کی طینت سڑے گارے سے ہے) یعنی دوزخ کی آگ سے ہے۔ ایک اور حدیث ہے۔ کہ صالح بن سہل نے امام جعفر صادقؒ سے پوچھا۔ کہ میں قربان جاؤں۔ خُدا نے مومن کو کس طینت سے پیدا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ انبیاء کی طینت سے۔ پس یہ کبھی پلید نہیں ہوتا۔ (ظاہر ہے کہ شیعہ کی اصطلاح میں مومن سے مراد شیعہ ہی ہوتا ہے)۔ جب ان احادیث سے ثابت ہوا۔ کہ شیعوں کی طینت انبیاء کی طرح جنت سے ہے۔ اور اسوجہ سے ان کا نجس ہونا بالکل محال ہے۔ تو اس کا صاف نتیجہ یہی ہے۔ کہ شیعہ ہر چند بداعمالیاں کرتے رہیں۔ جنت اُن کی میراث ہے۔

کتاب مذکور کے صٓ۳۵۹ پر ایک اور حدیث درج ہے۔ کہ ایک شخص نے امام جعفر صادقؒ سے کہا کہ حضور میں آپکا غلام عبداللہ بن کیسان ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ میں آپکی نسب سے تو واقف ہوں۔ لیکن تجھے نہیں پہچانتا۔ اُس نے کہا میری پیدائش تو پہاڑ میں ہوئی ہے لیکن پرورش مُلکِ فارس میں ہوئی ہے۔ میں اکثر تجار لوگوں سے ملتا رہا ہوں۔ بعض ایسے شخص ملا کرتے ہیں۔ کہ انکے اخلاق و عادات اچھے ہوتے ہیں اور وہ بڑے امین ہوتے ہیں۔ جب انکی تفتیش کی جاتی ہے۔ تو انکے دلوں میں آپ سے عداوت ہوتی ہے اور بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں۔ جو بڑے بداخلاق اور خائن ہوتے ہیں۔ لیکن وہ آپ کے محب ہوتے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طینت جنت سے کی اور دُوسری دوزخ سے۔ پھر ان دونوں طینتوں کو آپس میں ملا دیا۔ تو ہمارے دُشمنوں میں جو حُسنِ خُلق اور کثرت امانت پائی جاتی ہے۔ وہ اس جنت کی طینت کی ملاوٹ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور ہمارے شیعوں میں جو بداخلاقی اور بددیانتی پائی جاتی ہے، وہ دوزخ کی

طینت کی ملاوٹ کی وجہ سے ہوتی ہے لیکن انجام کار اوّل الذکر کا حشر دوزخ میں اور مؤخر الذکر کا جنّت میں ہوتا ہے بتعجب ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو جنّت اور دوزخ کی ہر دو طینتوں کو ملادینے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ دھوکہ سے ایسا ہوگیا یا دانستہ ایسا کیا گیا۔ ایسا تو کوئی معمولی کاریگر بھی نہیں کرسکتا کہ اچھی اور بُری جنس کو باہم ملاکر اپنی مصنوعات کی قدر و منزلت گنوادے۔ (یا للعجب!)

نوٹ: ہم نے احادیث مندرجہ اصُول کافی کا ملخص لکھا ہے۔ جو شخص پُوری حدیث دیکھنا چاہے کتاب مذکور سے دیکھ لے۔ جلاء العیون (اُردو) جلد اوّل ص۱۸۴ میں ہے۔ بسند معتبر جناب امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسُولِ خدا نے علیؑ ابنِ ابی طالب سے کہا۔ یا علیؑ! چاہتے ہو تم کو مَیں بشارت دُوں۔ جناب امیرؑ نے کہا۔ ہاں یا رسُول اللہ۔ پس حضورؐ نے فرمایا۔ ہم اور تم ایک طینت سے مخلوق ہوئے۔ اور ہماری زیادتی طینت سے ہمارے شیعہ پیدا ہوئے۔ جب قیامت ہوگی۔ لوگوں کو ان کی ماں کے نام سے پکاریں گے۔ مگر تمہارے شیعوں کو ان کے باپ کے نام سے طلب کریں گے۔ اِسلئے کہ حلال زادہ ہیں۔

جائے غور ہے۔ کہ حسبِ اعتقادِ شیعہ یہ تمام بھنگی۔ چوہڑے۔ شرابی۔ ڈوم۔ میراثی۔ قلندر۔ کنجر۔ جو اکثر شیعہ کہلاتے ہیں۔ بمنطوق احادیث مندرجہ اصُول کافی چونکہ انکی پیدائش طینت انبیاء کی زیادتی سے ہے۔ اسلئے قطعی جنتی ہیں۔ اور حسب روایت مندرجہ جلاء العیون یہی لوگ حلال زادہ ہیں۔ اور تمام بزرگانِ دینِ اہلِ سُنّت والجماعت و اولیاءِ کرام و مشائخ عظام و غوث و قطب و ابدال معاذاللہ دوزخی اور غیر صحیح النسب ہیں۔ ایسے اقوال یہودی بے ایمان عبداللہ بن سبا نے خُود گھڑ کر ائمہ پاک سے منسوب کردیئے ہیں۔ تاکہ شیعہ لوگ اس بات سے غرّہ ہو کر کہ جنّت انکے لئے واجب ہوگئی ہے، تمام بداعمالیاں شراب خوری۔ زناکاری۔ چوری۔ رہزنی کرتے رہا کریں۔ انکی کوئی پرسش نہ ہوگی۔ شیعہ غور کرو۔ اور پھر غور کرو۔

پینتالیسواں مسئلہ رجعت

شیعہ کا ایک یہ بھی عجیب و غریب اعتقاد ہے۔ کہ جب امام مہدی کا ظہور ہوگا اور حکومت کی تلوار انکے ہاتھ میں ہوگی۔ وہ پہلا کام یہ کریں گے کہ مدینہ منورہ میں جاکر دریافت کریں گے۔ کہ ابُوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ

لہ اور فروع کافی۔ کتاب الروضہ ص۱۳۵ میں لکھا ہے۔ عن ابی جعفرؑ علیہ السلام قال قلت لہ ان بعض اصحابنا یفترون ویقذفون من خالفھم فقال انکم عنھم قال واللہ یا باحمزۃ ان الناس کلھم اولاد بغایا ما خلا شیعتنا یعنی ابوحمزہ نے امام علیہ السلام سے کہا۔ کہ یا حضرت بعض آدمی ہمارے مخالفین پر افترا کرتے ہیں۔ اور ان پر حرامی ہونے کی تہمت لگاتے ہیں۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا۔ کہ ان کو نہ چھیڑنا اچھا ہے۔ اسکے بعد فرمایا۔ کہ اے ابوحمزہؓ! خدا کی قسم ہمارے شیعوں کے سوا تمام لوگ حرامی وادالزنا ہیں العیاذ باللہ۔ علمائے شیعہ کا یہ استدلال اگر خدانخواستہ صحیح ہو تو پھر جو سُنّی المذہب شیعہ ہو جاتے تو اسکے حلال زادہ اور جنتی ہونے کی کیا صورت ہوگی؟ (احقر مظہر حسین غفرلہٗ)۔

کے تابعین اور حضرت عائشہ رضؓ و حفصہ رضؓ کہاں کہاں مدفون ہیں۔ جب لوگ انکی قبروں کا نشان دیں گے تو وہ ان سب کو کھینچ کر زندہ کریں گے۔ اور حضرت علی رضؓ حسنینؓ اور انکی ذریت اور شیعوں کو بھی زندہ کریں گے۔ اور ان کے رُوبرُو اصحاب و ازواج رسولؐ اور انکے اتباع کو طرح طرح کی اذیت پہنچا کر پھر انکو مار دینگے اور انکی لاشوں کو درختوں سے لٹکا دیں گے۔ حضرت علی رضؓ حسنینؓ ان کی ذریت اور شیعہ یہ انتقامی منظر دیکھ کر باغ باغ ہو جائیں گے۔ اس مسئلہ کے متعلق ملا باقر مجلسی نے ایک رسالہ "رجعت" لکھا ہے۔

ہم پوچھتے ہیں۔ کہ جب علیؓ المرتضی باوجود اسد اللہ الغالب ہونے کے ان حضرات پر غالب نہ ہو سکے اور اپنی تمام عمر انسے ڈر کر تقیہ میں گزار دی۔ انکی گردن میں رسا ڈالکر کھینچا گیا معاذ اللہ خاتون جنت کے بطن مبارک پر ضرب لگا کر محسن کو شہید کیا گیا (دیکھو جلاء العیون صـ ۱۵۲) اور انکی زندگی میں ہی نہیں بلکہ انکی وفات کے بعد بھی انکے دل پر ایسا رُعب طاری رہا۔ کہ انکے خلاف کوئی عمل بھی کرنیکی جرأت نہ ہوئی۔ نہ ورثاء فاطمہ رضؓ پر ردِ فدک کر سکے اور نہ نماز تراویح کو موقوف کرنیکی ہمت ہوئی۔ نہ متعہ جیسے کارِ ثواب کو رواج دے سکے، تو اب آپکے پوتے امام مھدی جنھوں نے اپنی تمام عمر سُنی ملوک و سلاطین سے ڈر کر غار سُر من رای میں محبوس رہکر گزاری اور غار سے قدم باہر نہ نکالا۔ اب ان میں ایسی جرأت کہاں سے آجائیگی۔ کہ ان مہادران اسلام خلفائے ثلاثہ رضؓ کو وہی اذیتیں پہنچا کر حضرت علی رضؓ و حسنینؓ اور انکے شیعوں کا دل ٹھنڈا کریں گے۔ اِنْ هٰذَا اِلَّا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔ اب مطاعن کی بحث ختم ہو چکی۔ فضائل صحابۂ کرام کا قرآن کریم اقوال ائمہ اہلبیت بحوالہ کتب معتبرہ شیعہ دیا جا چکا شیعہ کے عجیب و غریب حیرت انگیز مسائل بھی بیان ہو چکے جن کو پڑھ کر ناظرین حیران ہوں گے۔ کہ اس عجیب و غریب مذہب کی ابتداء کس طرح ہوئی۔ اسلئے اب اسکے متعلق بھی کچھ تذکرہ کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین کی یہ حیرت رفع ہو جائے۔ کتب تاریخ میں تصریح ہے۔ کہ اس مذہب کا موجد عبداللہ بن سبا یہودی ہے۔

عبداللہ بن سبا

یہ شخص مُلک یمن (صنعان) کا باشندہ تھا۔ یہودی تھا۔ بعدہٗ بظاہر اسلام لایا لیکن اندر سے اسلام کا سخت دشمن تھا۔ یہ تخریب اسلام کی جدوجہد میں سرگرم تھا اور اسلام لانے کی غرض ہی یہ تھی۔ کہ دوستوں کے بھیس میں دشمنی کرے۔ تاریخ طبری میں اسکا یوں حال لکھا ہے۔ عبداللہ ۲۵ھ میں مسلمان ہوا۔ تاکہ حضرت عثمان رضؓ اسکی کچھ عزت کریں۔ مگر حضرت عثمان رضؓ نے کچھ بھی اسکے حال پر توجہ نہ کی۔ اسلئے وہ بدنصیب ازلی حضرت عثمان رضؓ کی غائبانہ برائیاں بیان کرتا تھا۔ اس نے مذہب رجعت کا ایجاد کیا۔ (ملخص ترجمہ تاریخ طبری باب اول)

شیعہ کی مستند کتاب "الطواق الحمایتہ" بحث امامت پر سوید بن غفلہ سے یہ روایت درج ہے:—

اِنَّہٗ قَالَ مَرَرْتُ لِقَوْمٍ یَنْتَقِصُوْنَ اَبَا بَکْرٍ وَّ عُمَرَ فَاَخْبَرْتُ عَلِیًّا وَقُلْتُ لَوْ لَا اَنَّھُمْ یَرَوْنَ اِنَّکَ تُضْمِرُ مَا اَعْلَنُوْا مَا اجْتَرَءُوْا عَلٰی ذٰلِکَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ سَبَا ھُوَ کَانَ اَوَّلَ مَنْ اَظْھَرَ ذٰالِکَ فَقَالَ عَلِیٌّ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ رَحِمَھُمَا اللّٰہُ ثُمَّ نَھَضَ وَاَخَذَ بِیَدِیْ وَاَدْخَلَنِی الْمَسْجِدَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ ثُمَّ قَبَضَ عَلٰی لِحْیَتِہٖ وَجَعَلَ یَنْظُرُ لِلْبُقَاعِ حَتّٰی اجْتَمَعَ النَّاسُ ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ مَا بَالُ قَوْمٍ یَذْکُرُوْنَ اَخَوَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَوَزِیْرَیْہِ وَصَاحِبَیْہِ وَسَیِّدَیْ قُرَیْشٍ وَاَبَوَیِ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَنَا بَرِیٌّ مِمَّا یَذْکُرُوْنَ اَعَاقِبُھُمْ صَحِبَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْجِدِّ وَالْوَفَاءِ وَالْجِدِّ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ یَاْمُرَانِ وَیَنْھَیَانِ وَیَقْضِیَانِ وَیُعَاقِبَانِ لَا یَرٰی رَسُوْلُ صلعم کَرَاْیِھِمَا رَاْیًا وَیُعَاقِبَانِ لَا یَرٰی عَنْھُمَا فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ فَقُبِضَ وَھُوَ عَنْھُمَا رَاضٍ وَالْمُسْلِمُوْنَ رَاضُوْنَ لَمَّا تَجَاوَزَا فِیْ اَمْرِھِمَا وَسِیْرَتِھِمَا رَاْیَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم وَاَمْرَہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ وَبَعْدَ مَوْتِہٖ قُبِضَا عَلٰی ذٰلِکَ رَحِمَھُمَا اللّٰہُ فَوَالَّذِیْ خَلَقَ الْحَبَّۃَ وَبَرَاَ النَّسَمَۃَ لَا یُحِبُّھُمَا اِلَّا مُؤْمِنٌ فَاضِلٌ وَلَا یُبْغِضُھُمَا اِلَّا شَقِیٌّ مَارِقٌ وَحُبُّھُمَا قُرْبَۃٌ وَّبُغْضُھُمَا مُرُوْقٌ ؂

راوی کہتا ہے۔ مَیں ایک گروہ کو مِلا۔ جو شیخین کی تنقیصِ شان کرتے تھے۔ میں نے حضرت علی رضؓ کو اطلاع دی۔ اور آکر کہا۔ کہ اگر تم خفیہ طور سے ان لوگوں سے متفق نہ ہو تو ان کو ایسا کرنے کی جُرأت نہ ہو۔ عبد اللہ بن سبا پہلا شخص ہے۔ جس نے اپنا خبث باطن ظاہر کیا۔ حضرت علی رضؓ نے کہا۔ مَیں ان لوگوں سے پناہ مانگتا ہُوں۔ خدا شیخین پر رحمت کرے۔ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں داخل کیا۔ خود منبر پر چڑھے۔ پھر اپنی ریش مبارک مُٹھی میں پکڑ لی اور وہ سفید تھی۔ آپ کے آنسو بہ کر داڑھی پر گرنے لگے۔ آپ مسجد کے مکانات دیکھنے لگے۔ حتیٰ کہ لوگ جمع ہو گئے۔ پھر خُطبہ شروع کیا۔ کیا حال ہے اس گروہ کا۔ جو رسُولؐ اللہ کے بھائیوں۔ آپؐ کے دو وزیروں۔ آپؐ کے دو یاروں۔ قریش کے دو سرداروں۔ مُسلمانوں کے دو باپوں کا اہانت سے ذِکر کرتے ہیں۔ مَیں اُن کی اس جرأت سے بیزار ہُوں۔ اور مَیں اُنھیں اس بات پر سزا دُوں گا۔ رسُولِ خدا کے دو اصحاب تھے۔ جو جد و جہد اور وفاداری سے احکامِ الٰہی کی تبلیغ کرتے تھے۔ امر و نہی کرتے اور فصل خصُومات کرتے اور مجرموں کو سزا دیتے تھے۔ رسُولؐ خدا ان کی رائے کے برابر کسی کی رائے نہ سمجھتے تھے اور ان کی محبت کے برابر کسی کی محبت تصوّر نہ فرماتے تھے۔ کیونکہ آپؐ نے ان کو کارِ خدا میں مستعد و مضبُوط پایا۔ آپؐ ان سے راضی گئے۔ اور تمام مسلمان ان سے راضی ہُوئے۔ انھوں نے اپنے کام و دستور میں حضورؐ کی مرضی مبارک سے آپؐ کی زندگی میں تجاوز نہ کیا۔ اور آپؐ کی وفات کے بعد بھی آپؐ کی پُوری اتباع کی۔ اسی بات پر دونوں کی وفات ہُوئی۔

خدا کی ان دونوں پر رحمت ہو جیو۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے ۔ جس نے دانہ کو چیرا ۔ اور زوج کو پیدا کیا ۔ ان کا دوست مومن کامل ہے ۔ اور اُن کا دشمن بدنصیب خارج از اسلام ہے ۔ ان کی محبت باعث قرب الٰہی ہے ۔ اور انکی عداوت موجب زوال ایمان ؟

اسی کتاب میں دُوسری جگہ یوں لکھا ہے ۔ کہ جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا :-

لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ اَضْمَرَ لَھُمَا اِلَّا الْحَسَنَ الْجَمِیْلَ وَ سَیَرٰی ذٰلِکَ اِنْشَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَی ابْنِ سَبَا فَسَیَّرَہٗ اِلَی الْمَدَائِنِ وَ قَالَ لَاتُسَاکِنُنِیْ فِیْ بَلْدَۃٍ اَحَدًا ۔

خدا اسکو لعنت کرے جو اُنکی نسبت سوائے خیر وخوبی کے اپنے دل میں رکھتا ہے ۔ اور اسکا ثمرہ دیکھ لے گا ۔ پھر آپ نے ابن سبا کی طرف حکم بھیجکر اسکو مدائن کی طرف نکالدیا ۔ اور حکم نافذ فرمایا ۔ کہ یہ کسی ایک بستی میں اقامت نہ کرنے پائے ۔

ان روایات سے ثابت ہوا ۔ کہ بغض ، عداوتِ اصحابؓ کا بیج اس یہودی عبداللہ بن سبا کا بویا ہوا ہے ۔ اس نے اپنے ہمخیال آدمی پیدا کر لئے تھے ۔ اور اُن کو کہتا تھا ۔ کہ امیر علیہ السّلام کا حقیقتاً مذہب یہی ہے ۔ بظاہر تقیہ کر کے ان کی مدح سرائی کرتے ہیں ۔ چنانچہ اس امر کی شکایت امیر علیہ الرضوان تک پہنچی تو آپ لاحول پڑھنے لگے ۔ اور مسجد میں عام مجمع کے سامنے بر سرِ منبر ایک فصیح خطبہ پڑھ کر فضائل شیخینؓ کا اعتراف فرمایا ۔ کہ رسُولؐ کے بھائی ۔ راست بازو یارانِ غار ۔ سردارانِ قریش جملہ مسلمانوں کے روحانی باپ تھے ۔ ان کے دشمنوں سے سخت بیزار اور اُنھیں سزا دینے پر تیار ہوں ۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ شیخینؓ نے رسُولِ خدا کا پورے طور پر حقِ صحبت ادا کیا ۔ اور تبلیغ احکامِ الٰہی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا ۔ حضورؐ اُن کی رائے کو ہر حالت میں ترجیح دیتے تھے اور ان سے سب سے بڑھ کر محبت و پیار فرماتے تھے ۔ حضورؐ اُن سے راضی و خوشنود ہو کر فوت ہوئے ! اور کافتہ المسلمین اُن کے کارناموں پر خوش و خرم رہے ۔ اُنھوں نے رسُولؐ پاک کی زندگی میں اور بعد وفات پُورے طور اتباع کی ۔ اور سرِ مُو سیرتُ الرسُولؐ سے تجاوز نہ کیا ۔ حتیٰ کہ اس پر اُنکی وفات ہوگئی ۔ جناب امیر علیہ السّلام نے اپنے اس بلیغ خطبہ میں بالآخر حلفیہ طور پر فرمایا ۔ کہ جو شیخین سے محبت رکھے ۔ وُہی مومن کامل ہے ۔ جو بدنصیب ان سے بغض و عناد رکھے ۔ وُہ خارج از اسلام ہے ۔

کیا شیعہ صاحبان جناب امیر علیہ السّلام کے صریح فیصلہ پر صاد کریں گے ۔ یا اسکو بھی تقیہ نامرضیہ پر محمول کریں گے ۔

دُوسری روایت سے یہ بھی ثابت ہوا ۔ کہ آپ نے اس نابکار ابن سبا کو اس جُرم پر کہ وہ لوگوں کو شیخین کی بدگوئی کی تعلیم دیتا تھا ۔ ملک بدر فرمادیا اور اسکے لئے یہ سزا تجویز کی ۔ کہ وُہ مردُود کسی ایک بستی میں لیے

...پائے۔ تاکہ اپنا شر پھیلا سکے۔ بلکہ ہمیشہ در بدر مارا پھرے۔

ایک اور روایت کتب شیعہ سے لکھی جاتی ہے۔ جس سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ اس مذہب کا ...ی در حقیقت وہی ابن سبا ہے چنانچہ ایک شیعہ مجتہد استرآبادی اپنی تصنیف منہج المقال میں لکھتا ہے:-

فَانْظُرُوا اِلٰی عِبَارَۃِ الْکَشِّیِّ ذَکَرَ بَعْضُ ...لِ الْعِلْمِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ سَبَا کَانَ یَھُوْدِیًّا ...سْلَمَ وَوَالَی عَلِیًّا وَکَانَ یَقُوْلُ وَھُوَ عَلٰی یَھُوْدِیَّتِہٖ ...یُوْشَعَ وَصِیٌّ بِالْغُلُوِّ فَقَالَ بَعْدَ اِسْلَامِہٖ بَعْدَ ...فَاتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ عَلِیٍّ ...ثْلَ ذٰلِکَ فَکَانَ مَنْ اَشْھَرَ بِالْقَوْلِ بِفَرْضِ ...امَۃِ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلْبَرَاءَۃَ مِنْ اَعْدَائِہٖ ...اشَفَ مُخَالِفِیْہِ وَاَکْفَرَھُمْ فَمِنْ ھٰھُنَا ...لَ مَنْ خَالَفَ الشِّیْعَۃَ اَصْلُ التَّشَیُّعِ ...الرَّفْضِ مِنَ الْیَھُوْدِیَّۃِ (رجال کشی ص۷۱)

عبارت کشی دیکھو۔ بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے۔ کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ اسلام لایا اور علی رضؓ کا محب بنا۔ وہ اپنے یہودیت کے زمانہ میں یوشعؑ وصی موسےؑ کی نسبت غلو کرتا تھا۔ پھر اسلام کے بعد رسولؐ خدا کے فوت ہو جانے پر علی رضؓ کے بارہ میں ایسا خیال رکھتا تھا۔ اور پہلا شخص ہے جس نے فرضیت امامت علیؓ کا اعلان کیا اور ان کے اعداء سے تبرا کیا۔ علی رضؓ کے مخالفین کو بُرا کہتا۔ اور ان کو کافر قرار دیتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفین شیعہ کہتے ہیں کہ تشیع اور رفض کی اصل بناء یہودیت پر ہے۔

اس روایت نے جو فاضل مصنف منہج المقال نے بحوالہ رجال کشی بیان کی ہے۔ سارا بھانڈا ہی پھوڑ ...ا کہ عبداللہ بن سبا ایک غالی شیعہ تھا۔ یہودیت کے وقت یوشعؑ خلیفہ موسیٰؑ کی نسبت غالیانہ اعتقاد ...رکھتا تھا۔ اسلام کے بعد بعد وفات رسولؐ حضرت علی رضؓ کی نسبت ایسا غلو کرنے لگا۔ اس روایت سے یہ بھی ظاہر ...ہوا کہ امامت علی رضؓ (خلافت بلافصل) کی فرضیت کا پہلا اعلان عبداللہ بن سبا کی طرف سے ہوا۔ اور ...سنت تبرا کی سنت کا بھی وہی امام ہے۔ اس بات کا اعتراف ہے۔ کہ انہی وجوہات سے شیعہ کے ...مخالفین (اہلسنت) کہتے ہیں۔ کہ تشیع و رفض کا بانی و موجد عبداللہ بن سبا یہودی ہے اور رفض و تشیع ...یہودیت کی شاخ ہے۔ مبارک! مبارک!! ؎

...ابن سبا کا یہ بھی عقیدہ تھا۔ کہ حضرت علی رضؓ قتل نہیں ہوئے۔ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ قرب قیامت میں واپس تشریف لائیں ...بلکہ اس نے متبعین میں یہ عقیدہ بھی پھیلا دیا تھا۔ کہ حضرت علی رضؓ میں جزء الٰہی پائی جاتی ہے اور وہ معبود برحق ہیں۔ فَاعْلَمُوْا ...عَلِیًّا ھُوَ الْاِلٰہُ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ علامہ مقریزی نے خطوط و آثار میں لکھا ہے۔ کہ حضرت علی رضؓ نے اس قسم کے غالیوں کو آگ میں ...دیا تھا۔ اور غضب ہے۔ آگ میں یہ نعرہ لگاتے ہوئے بخوشی داخل ہو جاتے تھے لَا یُعَذِّبُ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ (یعنی آگ کا عذاب سوائے ...کے اور کوئی نہیں دیتا) اور بخاری شریف میں حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے اُتِیَ عَلِیٌّ بِزَنَادِقَۃٍ فَاَحْرَقَھُمْ (یعنی زندیق لوگ حضرت ...کے پاس لائے گئے اور آپ نے ان کو جلا دیا)۔ منقول از النجم۔ جمادی الآخر ۱۳۴۱ھ۔ (احقر مظہر حسین غفرلہٗ)۔

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے ۔ جادو وہ جو سر چڑھ بولے

حضرات شیعہ کو جب کہا جائے ۔ کہ مذہب پاک شیعہ کا موجد عبداللہ یہودی ہے تو وہ سخت گھبرا کر برا بھلا کہنے لگتے ہیں ۔ ان حضرات کو بات بالا پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے ۔ بہر حال بقول شخصے ۔ ع

سا تھ انکار کے پردہ میں کچھ اقرار بھی ہے

شیعہ حضرات لاکھ چھپائیں ۔ حق برزبان جاری اس امر کا انھیں اعتراف کرنا پڑتا ہے بیشک عبداللہ بن سبا یہودی نے موالات علیؓ کے بھیس میں حضرات شیخین رضؓ سے بغض و عناد کی تعلیم خفیہ و علانیہ دی ۔ جلاوطنی کی سزا بھی پائی ۔ جناب امیر علیہ السلام نے برسر منبر اسکو اور اسکی ذریت کو پھٹکار بھی کی ۔ لیکن جو شرارت کا تخم بو چکا ۔ اس نے آخر بار آور ہونا تھا ۔ پہلے تقیہ کی صورت میں مریدان ابن سبا سب صحابہؓ کرتے رہے ۔ اب علانیہ ہونے لگی ۔ اعاذنا اللہ منہ ۔

شیعہ کے مختلف فرقے

چونکہ بانی مذہب شیعہ عبداللہ بن سبا کی اصل غرض تخریب اسلام اور مسلمانوں میں نا اتفاقی پیدا کرنی تھی ۔ اس نے اپنے زمانہ جلاوطنی میں مختلف بلاد میں مختلف قسم کی تعلیم دی ۔ بعض کو یہ کہا ۔ کہ علی رضؓ خدا ہیں انسان کی شکل میں دنیا میں آئے ۔ بعض کو کہا ۔ کہ وہ نبی ہیں ۔ وحی انکے پاس آتی تھی لیکن غلطی سے جبرئیلؑ محمدؐ کے پاس لے گیا تھا بعض کو کہا کہ وصی نبی ہیں اور خلیفہ بلافصل ۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا ۔ کہ شیعہ کے بے تعداد فرقے پیدا ہو گئے ۔ انکی تفصیل تحفہ اثنا عشریہ و دیگر کتب مبسوط موجود ہے ۔ لیکن ہم نے چونکہ اسی قدر بیان کرنا ہے ۔ جس کا ثبوت کتب شیعہ میں موجود ہو ۔ اسلیئے ہم کل فرقہ جات کی تشریح کرنا ضروری نہیں سمجھتے کتب شیعہ میں تصریح ہے کہ ایسے بھی شیعہ ہیں ۔ کہ جو جناب امیر علیہ السلام کی الوہیت کے قائل ہیں ۔ بعض ان کی نبوت کے معتقد ہیں ۔ اور وہ زیادہ ہیں جو ان کو وصی نبی اور خلیفہ بلافصل مانتے ہوئے ان کی تعریف میں غلو کرتے ہیں ۔ کہ رسولؐ پاک سے بھی ان کو زیادہ فضیلت دیتے ہیں ۔ بلکہ خدائی صفات سے ان کو متصف گردانتے ہیں ۔

حق الیقین اردو صفحہ ۲۷ میں ہے کہ ان بزرگوں کے غرائب احوال و محاسن صفات اور حالات غیب کی خبر دینے اور تمام معجزوں کے سبب جو کہ انکے سبب مشاہدہ کرتے تھے ۔ غالیوں میں سے بعضوں کو ان کی پیغمبری کا اور بعضوں کو ان کی خدائی کا اعتقاد ہے ۔

اسی کتاب کے صلا۱۶ میں ہے۔ بعض غالیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حق تعالےٰ نے ائمہ ہُدیٰ کو پیدا کر کے خلقت عالم کو ان بزرگواروں پر چھوڑ دیا۔ پھر اسی کتاب کے صہ۱۹ میں لکھا ہے۔ بعض غالیان شیعہ کہتے ہیں کہ حق تعالےٰ نے حضرت رسول خدا صلعم اور ائمہ ہُدیٰ میں حلول کیا ہے یا ان کے ساتھ متحد ہُوا ہے یا ان کی صورت میں ظاہر ہُوا ہے۔

نیز حق الیقین صہ۲۷ میں ہے۔ بعض غالیوں کا یہ قول ہے کہ حضرت امیرؑ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل تھے۔

حق الیقین کی ان روایات سے ثابت ہُوا کہ شیعہ میں ایسا فرقہ بھی موجود ہے جو جناب امیر علیہ السلام کو پیغمبر بلکہ خدا مانتے ہیں۔ ایک فرقہ کا اعتقاد ہے کہ امیر علیہ السلام بلکہ تمام اہل بیت مخلوق خدا کے جملہ امور کے کفیل ہیں۔ رزق دینا، نفع ونقصان پہنچانا، موت وحیات سب ان کے اختیار میں ہے۔ خدا نے صرف ان کو پیدا کیا ہے۔ پھر معطل ہو گیا اور خدائی کے کُل اختیارات ائمہ اہلبیت کو مل گئے۔ ایک فرقہ اس امر کا معتقد ہے کہ خدا نے رسولؐ اور حضرت علیؓ اور ائمہ اہلبیت میں حلول کیا ہے اور ان سے متحد ہو گیا ہے یا ان کی شکل میں ظاہر ہُوا ہے۔ ایک فرقہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جناب امیرؓ حضرت رسولؐ سے افضل ہیں۔ حق الیقین میں تصریح ہے کہ یہ سب شیعان علیؓ ہیں اور ان کے اور دیگر ائمہ ہُدیٰ کے معجزات اور صفات قدرت اور علم غیب کے مشاہدات کی وجہ سے ان کی الوہیت کے قائل ہوئے ہیں۔ بقول شخصے ع

اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردہ تُست

یہ ساری مہربانی یہودی یمنی صنعانی (ابن سبا) کی ہے جس نے اس نئے نرالے مذہب کی ایجاد کر کے اپنی تاثیر صحبت اور تعلیم ظاہری اور باطنی سے اپنے متبعین (شیعہ) میں یہ سپرٹ پیدا کی۔

اور سچ پوچھو تو بعض نہیں بلکہ تمام شیعہ جناب امیر علیہ السلام اور ائمہ اہلبیت کو اگر خدا نہیں تو شریک خدا ضرور مانتے ہیں۔ کیونکہ کافی کلینی میں ایسی احادیث موجود ہیں کہ ائمہ ہُدیٰ علم ماکان ومایکون رکھتے ہیں۔ مرنا جینا ان کے اختیار میں ہے، چاہے مریں چاہے زندہ رہیں۔ آسمان وزمین ومافیہا کا ان کو کُلّی علم ہے۔ حق الیقین صہ۲۳۶ میں جناب امیر علیہ السلام کا قول درج ہے کہ بادل اور برق ورعد، نور وظلمت، ہوا اور پہاڑ اور دریا، سورج، چاند سب کچھ میرے تابع حکم ہیں۔ اب بتائیے خدا کی کونسی صفت باقی رہ جاتی ہے۔ غرض وہ تمام خیالات جو تمام فرقوں میں پائے جاتے ہیں، فرقہ امامیہ، اثنا عشریہ کی کتب حدیث وتفسیر میں اس کی تصدیق موجود ہے۔

ہمارے ملک کے شیعہ کے اعتقادات غالی شیعوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں، اور اُٹھتے بیٹھتے، چلتے

پھرتے یا اللہ کے بجائے یا علیؓ کا وِرد پکارتے ہیں۔ السلام علیکم کی بجائے انہوں نے مسلمانوں سے الگ جو سلام بنالیا ہے۔ یَا عَلِیُّ مَدَدْ اس سے ان کے عقیدہ کی کہ وہ حضرت علی رضہ کو خدا سے کم نہیں سمجھتے پُوری تصدیق ہوتی ہے اور آپ کی نبوّت یا افضل النبیؐ ہونے کا یقین تو رگ و ریشہ میں سمایا ہُوا ہے چنانچہ اشعار ذیل ان کے اندرونی صحیح خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

(۱) غَلَطَ الْاَمِیْنُ فَجَازَھَا عَنْ حَیْدَرٍ۔ (یعنی جبرائیل امین نے غلطی کر کے نبوت علی رضہ کو نہ دی۔)

(۲) جبرئیلؑ کہ آمد ز برِ خالقِ بے چوں — در پیشِ محمدؐ شد و مقصود علیؓ بود

(جبرئیلؑ جو درگاہ الٰہی سے آیا اور محمدؐ کے پاس چلا گیا۔ دراصل مقصود تو علی رضہ تھے)

چونکہ شیعہ کے تمام فرقے اسی یونیورسٹی کے درس یافتہ ہیں جو عبداللہ بن سبا نے قائم کی، اس لئے معتقدات میں ان کا متحد ہونا قدرتی اور لازمی بات ہے۔ غرض یہ سب کچھ مہربانی اسی اُستاد ازل (ابن سبا) کی ہے:۔

ہر خس و خار کہ در رہ نمودے دارد — آخر اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

خدا ہمیں ایسے مشرکانہ خیالات سے بچائے اور تمام مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

شیعہ کا ادّعائے قدامت

شیعہ کہتے ہیں ہمارا وجود قدیم سے ہے۔ تمام پیغمبر شیعہ تھے۔ آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ سب شیعہ تھے۔ رسولِ پاک بھی شیعہ تھے۔ ع

بریں فہم و ادراک باید گریست

ان کو اتنی سمجھ بھی نہیں کہ شیعہ خارجی کا وجود تو اس وقت سے ہے جب بقول اُن کے غصب خلافت ہُوا۔ جو لوگ تین یاروں کو نہیں مانتے اور ایک حضرت علی رضہ کو مانتے ہیں وہ شیعہ اور رافضی کہلاتے ہیں۔ پھر پہلے پیغمبروں نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ کا شیعہ ہونا چہ معنی دارد۔ جب نہ حضرت علیؓ تھے نہ باقی یارانِ نبیؐ اور حضرت رسولِ پاک اگر شیعہ ہوتے تو تینوں یاروں کو ان کے دربار میں جگہ ہی کاہے کو ملتی۔ وہ رسولؐ کے شام سحر کے رفیق، سفر و حضر کے ہمدم کیوں ہوتے۔ حضور اُن کو اپنی بیٹیاں نہ دیتے نہ ان کی بیٹیاں لیتے۔ یہ تو فیصلہ ہوگیا کہ آپ شیعہ نہ تھے ورنہ یہ تین بزرگوار یارانِ نبی نہ کہلاتے۔ ہاں حضرت علی رضہ بھی شیعہ نہ تھے ورنہ ان کے مشیر کار ہر امر

میں ان کے معین و مددگار نہ بنے رہتے۔ ان کے پیچھے نمازیں نہ پڑھتے۔ غنائم سے حصہ نہ لیتے۔ اپنے فرزندوں کے نام ان کے ناموں پر نہ رکھتے۔ اپنی بیٹی ام کلثوم خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کو نکاح کر کے نہ دیتے۔ ان کی مدح و توصیف میں رطب اللسان نہ رہتے۔ غرض دربارِ مرتضویؓ میں بھی دربارِ مصطفوی کی طرح شیعیت کو جگہ نہ ملی بلکہ آپ مجمع عام میں برسرِ منبر اصحاب رسولؐ کی تعریف کر کے شیعیت کی مذمت فرماتے رہے۔ ہر چند تلاش کرو شیعیت کا سراغ چلتا ہے تو اسی ابنِ سبا سے جس کو حضرت امیرؓ نے دھتکار کر مدینۂ رسولؐ سے نکال دیا تھا اور وہ مُلک بہ مُلک مارا مارا پھرتا رہا۔

اب ہم قرآنِ پاک کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں شیعیت کی نسبت کیا فیصلہ ہے۔ شیعہ بڑا ناز کیا کرتے ہیں کہ ہمارا نام قرآن مجید میں بھی ہے۔ لیکن سنّیوں کا نام و نشان قرآن میں نہیں ملتا یہ معلوم نہیں کہ قرآن میں جہاں کہیں لفظ شیعہ لکھا ہے اس سے مُراد کفار اشرار ہیں اور بس آؤ قرآن پاک کی ورق گردانی کریں۔ پھر شیعہ تفاسیر سے اس کا معنی تلاش کریں۔ شاید شیعہ حضرات میں سے کسی کو سمجھ آ جائے کہ یہ منحوس نام قرآنِ پاک میں نیکوں کی بجائے بدوں کے حق میں استعمال ہوا ہے۔

لفظ شیعہ کی مذمّت قرآن میں

(۱) اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ وَجَعَلَ اَهۡلَهَا شِيَعًا (پارہ ۲۰، پاؤ ۱) یعنی فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اہلِ مُلک کو شیعہ بنا دیا۔ (شیعو مبارک!)

(۲) اِنَّ الَّذِيۡنَ فَرَّقُوۡا دِيۡنَهُمۡ وَكَانُوۡا شِيَعًا لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِىۡ شَىۡءٍ (پارہ ۸، پاؤ ۲) یعنی جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہو گئے شیعہ شیعہ، اے میرے حبیب تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

شیعہ کی مستند تفسیر عمدۃ البیان جلد ۱ صفحہ ۳۷۹ میں اس کا خلاصہ یوں لکھا ہے کہ اس جگہ شیعہ شیعہ کا لفظ یہود و نصاریٰ وغیرہ پر استعمال ہوا ہے۔

(۳) قُلۡ هُوَ الۡقَادِرُ عَلٰٓى اَنۡ يَّبۡعَثَ عَلَيۡكُمۡ عَذَابًا مِّنۡ فَوۡقِكُمۡ اَوۡ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِكُمۡ اَوۡ يَلۡبِسَكُمۡ شِيَعًا (پارہ ۷، پاؤ ۳) یعنی اللہ اس بات پر قادر ہے کہ بھیجے عذاب تم پر اوپر سے اور تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تم کو شیعہ شیعہ بنا کر آپس میں لڑوائے۔ یعنی ایسے عذاب میں اللہ تم کو خراب کرے۔ عمدۃ البیان جلد ۱ صفحہ ۳۵۳ میں ہے کہ یہاں شیعہ شیعہ کا لفظ شریروں، فتنہ بازوں اور فسادیوں پر استعمال ہوا ہے۔

(۴) وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ مِنَ الَّذِيۡنَ فَرَّقُوۡا دِيۡنَهُمۡ وَكَانُوۡا شِيَعًا (پارہ ۲۱، پاؤ ۱) یعنی

اے لوگو! نہ ہو تم ان شیعوں سے کہ جنہوں نے فرقہ فرقہ ہو کر اپنے دین کو برباد کر دیا۔ عمدۃ البیان جلد ۳ صفحہ ۳ میں لکھا ہے کہ یہاں شیعہ شیعہ مشرکوں، بت پرستوں اور مخالفانِ دین یہود و نصاریٰ کو کہا گیا ہے۔

(۵) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ (پارہ ۱۴، پاؤ ۱) یعنی ہم بھیج چکے ہیں اے رسول تجھ سے پہلے اگلے شیعوں میں نہیں آیا ان کے پاس کوئی رسول مگر کرتے رہے اُن سے ٹھٹھے۔ عمدۃ البیان جلد ۲ صہ ۱۷۴ میں ہے کہ اس آیت میں شیعہ ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو خدا کے پیغمبروں کو ٹھٹھہ مخول کرنے والے کافر تھے۔

(۶) كَمَا فُعِلَ بِاَشْیَاعِهِمْ اِنَّهُمْ فِیْ شَكٍّ مُّرِیْبٍ یعنی ایسا کیا گیا اگلے شیعوں کے ساتھ وہ شک و بدگمانی میں پڑے ہوئے تھے۔ عمدۃ البیان جلد ۳ صہ ۹۳ میں ہے کہ یہاں شیعہ ان کافروں کو کہا گیا ہے جو خانہ کعبہ کو گرانے آئے تھے اور جن پر عذاب نازل ہوا۔

(۷) وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا اَشْیَاعَكُمْ (پارہ ۲۷، پاؤ ۲) یعنی ہم نے ہلاک کیا ہے اگلے شیعوں کو۔ اشیاع جمع شیعہ کی ہے۔ عمدۃ البیان جلد ۳ صہ ۳۳ میں ہے۔ یہاں شیعہ اگلے کافروں کو کہا گیا ہے۔

(۸) فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّیٰطِیْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِیًّا (پارہ ۱۶، پاؤ ۶) یعنی قسم ہے تیرے رب کی کہ قیامت کو ہم ضرور حشر کریں گے ان کو شیطانوں کے ساتھ پھر حاضر کریں گے انہیں گرداگرد دوزخ کے جب دو زانوؤں کے بل چل کر آئیں گے۔ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِیْعَةٍ اَیُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِیًّا پھر ہم نکالیں گے دوزخ میں ڈالنے کو پہلے ان شیعوں سے جو ہوگا ان سے سخت خدا سے سرکش یعنی کفار و شیاطین سے جو بڑا کافر و نافرمان شیعہ ہوگا پہلے ہم اس کو دوزخ میں ڈالیں گے۔ عمدۃ البیان جلد ۲ صہ ۶۱۶ میں ہے۔ فرمایا اللہ عزّ و جلّ نے کہ ان شیعوں میں سے جو بڑا سرکش ہوگا پہلے ہم اس کو دوزخ میں ڈالیں گے۔

ان تمام آیات میں لفظ شیعہ کا اطلاق کفار، مشرکین، فتنہ باز، فسادیوں، یہود و نصاریٰ، سرکش شیطان صفت گروہ پر ہوا ہے۔ پھر شیعہ خود ہی غور کریں کہ کیا وہ اس لفظ کا مصداق بننا چاہتے ہیں۔ اگر لفظ شیعہ پر ناز ہے تو لیجئے ان آیات کا مصداق بننا گوارا کیجئے۔ آخر قرآن ہی کے الفاظ تو ہیں۔ بقول شخصے:

کعبے سے ان بتوں کو نسبت ہے دور کی ... گو واں نہیں، پہ واں سے نکالے ہوئے تو ہیں!

ہاں ان دو آیات میں لفظ شیعہ کا اطلاق بظاہر اچھے معنی میں نظر آتا ہے جس سے شیعہ اپنی قدامت پر استدلال بھی کیا کرتے ہیں۔

(۱) هٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ (پارہ ۲۰، پاؤ ۲) یہ اس گروہ سے ہے اور یہ اس کے دشمنوں سے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ یہاں شیعہ کا معنی دوست و رفیق ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے

رفقا کو بھی شیعہ کہا جاتا تھا لیکن یہ محض شیعہ کی نافہمی اور عدم تدبّر فی القرآن کا نتیجہ ہے۔ وہ پہلا شخص گو حضرت موسیٰؑ کے قبیلے بنی اسرائیل میں سے تھا مگر منافق و مشرک تھا اور اسی گروہ میں سے تھا جو اس سے پہلے گوسالہ پرستی میں مبتلا ہوئے تھے۔ بلکہ مفسرین فرماتے ہیں کہ اسی کا نام سامری تھا جو گوسالہ پرستوں کا استاد تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے پہلے دن بھی اسی شیعہ کو لفظ مجرمین میں شمار کیا پھر دوسرے دن تو اس کی نسبت صاف صاف[1] فرما دیا۔ اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ (یعنی تو ایک مفسد بدخواہ بظاہر گمراہ ہے)۔ پھر یہاں بھی لفظ شیعہ کا اطلاق اچھے شخص پر نہیں بلکہ بُرے شخص پر ہوا ہے۔ یہ شخص موسیٰ کا دوست نما دشمن (منافق) تھا جس کی وجہ سے آپ کو شہر چھوڑ کر مدین کی طرف بھاگ جانا پڑا۔ بڑی صعوبات سفر برداشت کرتے ہوئے ایک نیک مرد شعیب کے ہاں جا کر پناہ لی۔ کئی سال اپنے وطن سے جلاوطن رہے۔ غرض اس آیت سے بھی شیعہ کا مدعا پورا نہیں ہوتا بلکہ ان کی تردید ہوتی ہے۔

(۲) وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ۘ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۙ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ (یعنی اس کے گروہ میں تھا ابراہیم جبکہ آیا رب اپنے کی طرف سے سلامت دل لے کر) شیعہ کہتے ہیں یہاں شیعہ کا لفظ ابراہیم پیغمبر پر اطلاق ہوا ہے اور ابراہیمؑ شیعہ تھے۔ لیکن یہ بھی ان کی خوش فہمی اور قرآن دانی کا نتیجہ ہے۔ معنیٰ آیت کا یہ ہے کہ ابراہیمؑ کا تولد قوم شیعہ (کفار) میں ہوا جس سے نکل کر آپ اپنے رب کی طرف صاف صاف دل ہو کر آ گئے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ خود شیعہ تھے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ قوم شیعہ یعنی اس قوم سے نکل کر آپ ہدایت یافتہ ہو کر اپنے رب کے پاس آ گئے جو نوحؑ کے مخالف گمراہ قوم چلی آتی تھی اور نوحؑ کے وعظ و نصیحت سے اُن کو کچھ اثر نہ ہوا تھا۔ یہ اِس آیت کی تصدیق ہے جس کا مضمون ہے کہ اے رسولؐ تجھ سے پہلے اگلے شیعوں میں بھی ہم رسول بھیج چکے ہیں جو پیغمبروں کو ایذا پہنچاتے تھے۔

یہ دونوں آیات بھی پہلی آیات کی طرح شیعوں کے سخت مخالف ہیں۔ ہاں ان کی سمجھ کا فرق ہے:

ہرگز نہ ہوئے مغز سخن سے آگاہ لاحول ولا قوۃ الّا باللہ!

---

[1] قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ۔ موسیٰؑ نے کہا اے رب جیسا تو نے مجھ پر فضل کیا پھر میں کبھی گنہگاروں کا مددگار نہ ہوں گا۔ یعنی ایک مفسد بدکار کی مدد کر کے ایک جان کو ضائع کیا ہے۔ پھر ایسا کبھی نہ کروں گا۔

[2] فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ۔ صبح کو موسیٰؑ اٹھا۔ اس شہر میں گھبرایا ہوا راہ دیکھتا۔ اچانک وہی شخص نظر آیا۔ جس نے کل مدد مانگی تھی۔ اس سے فریاد کرتا ہے موسیٰؑ نے کہا۔ بیشک تو صریح گمراہ ہے۔ یہ وہی شیعہ تھا جس نے پہلے روز اشتعال دلا کر ایک آدمی مروا ڈالا۔ دوسرے روز پھر اسی طرح چلاتا ہوا آپ کو اکسانے کے لئے آیا تو آپ نے اسے کہہ دیا ہٹ جاؤ تم ایک مفسد صریح گمراہ آدمی ہو۔ ۱۲

شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سنیوں کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں اس لئے ہم لفظِ سُنّت کی قرآن میں تلاش کرتے ہیں:۔

قرآن میں لفظ سُنّت کی تعریف

(۱) سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا (عمدۃ البیان جلد ۳ صـ۹۶ میں ہے کہ سنّت طریقہ اللہ کا ہے جو چلا آیا ہے اگلے پیغمبروں میں۔

(۲) يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ يَتُوْبَ عَلَيْكُمْ (پارہ ۵ پاؤ ۱) عمدۃ البیان جلد ۱ صـ۲۳۲ ۔"ہدایت کرے اللہ تم کو طریقے ان لوگوں کے جو پہلے تم سے مثل ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ گزرے"

(۳) سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ؕ "سُنّت طریقہ ان رسولوں کا ہے جو پہلے بھیجے ہم نے اور نہ پائے گا تو میری سُنّت و دستور میں تفاوت" یعنی سب رسولوں میں اسی طرح میری سُنّت کا طریقہ چلا آیا ہے ۔ عمدۃ البیان جلد ۲ صـ۲۸۵ میں ہے۔ طریقہ رکھنا ان رسولوں کا کہ تحقیق بھیجا ہم نے ان کو تجھ سے پہلے پیغمبروں سے کہ جو کوئی پیغمبروں کو جھٹلا دے تو ہم ہلاک کر دیتے ہیں اس کو اور نہ پائے گا تو اے محمدؐ واسطے اس سُنّت اور طریقے ہمارے کے پھر جانا۔

(۴) سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِنَا تَبْدِيْلًا ؕ (پارہ ۲۶۔ پاؤ ۲) عمدۃ البیان جلد ۳ صـ۲۷۲ میں ہے: یعنی سُنّت طریقہ اللہ کا ہے۔ اس کو کوئی تغیر کرنے والا نہیں ہے۔

(۵) قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ (پارہ ۱۴۔ پاؤ ۱) "گزر چکا طریقہ پہلے لوگوں کا"

(۶) اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ (پارہ ۱۵۔ پاؤ ۴) عمدۃ البیان جلد ۲ صـ۲۰۸ میں ہے یعنی پہنچا ان کو طریقہ خدا کا ہلاک کرنے والا اگلوں کو۔

---

(۷) سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ؕ عمدۃ البیان جلد ۳ صـ۱۱۹ میں ہے۔ سُنّت طریقہ خدا کا ہے اس کے اگلے بندوں میں چلا آیا ہے۔

(۸) قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَ اِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ؕ "کفار کو کہہ دیجئے اگر وہ باز آ جائیں ان کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگر انہوں نے پھر وہی گناہ کیا تو پہلوں کا طریقہ گزر چکا ہے"۔ (یعنی خدا ان سے وہی سلوک کرے گا جو پہلے اس کا دستور چلا آتا ہے۔)

(۹) فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّةَ الْاَوَّلِيْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (پ ۲۲) یعنی وہ نہیں دیکھیں گے مگر پہلوں کے طریقہ کو اور خدا کے طریقہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

ان تمام آیاتِ قرآن میں لفظ سُنّت کی خدا یا رسولؐ کی طرف اضافت ہے اور پھر سُنّی اور اہلِ سُنّت وہ لوگ ہیں جو سُنّت الرّسول کے پیرو ہیں۔ یہی رسولی گروہ متبع السنّت ہے۔ اسی کی تاکید رسولِ پاک اور ائمہ ہُدیٰ کرتے رہے کہ سُنّت الرسول کو کبھی نہ چھوڑنا۔ لیکن آج مدعیانِ اسلام سے ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو جہالت سے لفظ سنت اور اہلِ سُنّت پر تمسخر کرتے ہیں۔

ہم اس امر کا ثبوت کتبِ شیعہ سے دینا چاہتے ہیں کہ رسولِ پاکؐ اور ائمہ اہلبیت سنّت الرسولؐ کے اتباع کی تاکید فرماتے رہے۔

اِتّباعِ سُنّت کی تاکید

(۱) جلاء العیون اُردو جلد ۱ صـ۴۲ میں ہے۔ شیخ مفید و شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسولؐ نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی اور حضرتؐ کو معلوم ہوا کہ اب زمانۂ وفات قریب ہے ہمیشہ خطبہائے بلیغ فرماتے تھے اور لوگوں کو اپنے احکام کی مخالفت اور اپنے بعد فتنہ و فساد کرنے سے منع فرماتے اور ڈراتے تھے اور وصیّت فرماتے تھے کہ میرے طریقۂ سُنّت سے دست بردار نہ ہونا۔

(۲) کتاب مذکور جلد ۱ صـ۲۰۵ میں جناب امیرؓ کی آخری وصیّت کے الفاظ یوں درج ہیں: میری وصیّت تم سے یہ ہے کہ شرک بخداوند بزرگوار نہ لانا اور کسی چیز کو اس کی عبادت میں شریک نہ کرنا اور سُنّت و طریقۂ حضرت رسولؐ کو ضائع نہ کرنا۔

(۳) نہج البلاغت صـ۱۲۸ میں ہے۔ میں تم کو دو چیزوں کی وصیّت کرتا ہوں۔ ایک خدا کو واحد سمجھنا دوسری محمدؐ کی سُنّت کو ضائع نہ کرنا۔

(۴) کتاب مذکور صـ۱۴۲ میں ہے۔ امام وہ ہے جو سنّتِ نبوی کا عامل ہو۔

اسی کتاب کے صـ۱۹۳ میں ہے۔ وہ امام قرآن و سنّتِ پیغمبرؐ کو زندہ کرے گا۔

(۵) فروع کافی میں ہے: فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔ جو شخص میری سُنّت سے روگردان ہوا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

دیکھئے رسولِ پاکؐ اور جنابِ امیرؓ نے جو وصیّت بوقتِ وفات فرمائی وہ اتّباعِ سنّتِ رسولؐ ہے۔

امام کی تعریف ہی یہ بیان کی کہ جو سنّتِ نبوی کا عامل ہو اور جو سنّتِ پیغمبر کو زندہ کرے۔ پھر جو لوگ لفظ سنّت یا اہلسنّت پر تمسخر کرتے ہیں وہ رسولؐ پاک اور حضرت علی المرتضیٰ کے اقوال کو جھٹلاتے ہیں بیشک بقولِ رسولؐ و ائمہ اہلبیتؑ بشہادتِ کتبِ شیعہ وہی فرقہ حقّہ ناجی ہے جو اہلِ سنّت کہلاتا ہے۔ ہاں شیعہ کی ہسٹری قرآن سے پڑھ چکے ہو اور یہ بھی کہ لفظ شیعہ کا اطلاق قرآن میں جابجا فرعونی گروہ کفار و مشرکین یہود و نصاریٰ پر ہوا ہے۔ پھر تعجب ہے کہ شیعہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے کہ شیعہ کا ذکر تو قرآن میں ہے لیکن اہل سُنّت کا قرآن میں نام و نشان تک نہیں۔ ٹھیک ہے:

اوّل ہی سے بشر کو ہے رغبت خلاف سے ۔۔۔ لیتا تھا کام منہ کا شکم میں یہ ناف سے

شیعوں کی احادیث

اس سے پہلے ہم کافی بحث کر آئے ہیں کہ شیعوں کا اس قرآن پر ایمان نہیں ہے اور جس قرآن جمع کردہ علیؓ پر ان کا ایمان ہے وہ ابھی غار سے باہر نہیں نکلا اور ظاہر ہے تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مُردہ شود۔ لاکھوں شیعے اس قرآن کی انتظار میں مر گئے اور کروڑوں آئندہ مریں گے لیکن اس موہوم قرآن کا ملنا محال۔ اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ حدیث کا سرمایہ شیعہ کے ہاں کہاں تک پایا جاتا ہے، ہم دلائل سے بیان کریں گے کہ صحیح حدیث کی طرف سے بھی ان بیچاروں کو صاف جواب ہے۔ اوّل اس لئے کہ رواۃ حدیث ایسے ملے ہیں کہ ان کے سرغنوں پر ائمہؒ اہلبیت کو اعتبار نہ تھا۔ انہوں نے ائمہ ہدیٰ کو سخت سُست کہا۔ ائمہ نے ان کو کوسا۔ کتبِ شیعہ میں تصریح ہے کہ وہ عمداً ائمہ ہدیٰ پر جھوٹ باندھتے اور جھوٹی حدیثیں بنا بنا کر ان سے منسوب کیا کرتے تھے۔

راویانِ حدیث

احادیثِ شیعہ کا بہت بڑا راوی زرارہ بن اعین ہے۔ کتاب کافی کی ثلث احادیث اسی کی روایت ہیں اور منجملہ مبشر بالجنۃ ہے۔ (رجال کشی صد ۱۱۳) اس کی نسبت امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں: زُرَارَۃُ شَرٌّ مِنَ الْیَهُوْدِ وَالنَّصٰرٰی (رجال کشی صد ۱۱۷) یعنی زرارہ یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر ہے۔ یہ بھی فرمایا کَذَبَ عَلَیَّ وَاللّٰہِ لَعَنَ اللّٰہُ زُرَارَۃَ (رجال کشی صد ۱۵۶) خدا کی لعنت ہو زرارہ پر اس نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے یعنی زرارہ

احب ہیں جنھوں نے امام محمد باقرؒ کو بڈھا بے علم کہا۔ جیسا کہ اصُول کافی ص۵۵ میں ہے کہ زرارہ کو
ممدوح سے ایک مسئلہ میں تکرار ہوگئی۔ جب امام نے زرارہ کو اس پر تنبیہہ کی تو کہنے لگا۔ شَیخٌ لَا عِلمَ
بِالخُصُومَۃِ (اس بڈھے کو خصومت کا علم نہیں ہے)۔

رجال کشی کی بعض روایات میں یہ بھی ہے۔ کہ زرارہ پر امام نے اور امام پر زرارہ نے لعنت
۔(معاذ اللہ)۔ دوسرا راوی ابوبشیر ہے۔ جس نے امام جعفر صادق کو طماع بتایا۔ جس پر کُتّے نے اسکے
ریں پیشاب کر دیا۔ امام موسیٰ کاظم کو ناقص کہا۔ (تنقیح ص۱۶۸)۔

ایک اور راوی مختار بن ابی عبیدہ ہیں۔ جس کی نسبت امام جعفر صادق نے فرمایا: کَانَ المُختَارُ
یکذِبُ عَلیٰ عَلیِّ بنِ الحُسَینِ (مختار امام زین العابدینؓ پر جھُوٹ باندھا کرتا تھا یعنی انکے نام پر جھوٹی حدیثیں وضع کرتا
تھا۔ ایک اور راوی حکم بن عینیہ ہے۔ زرارہ نے امام جعفر صادق سے کہا کہ حکم بن عینیہ نے آپکے والد
سے یہ روایت کی ہے کہ اُنھوں نے فرمایا۔ نماز مغرب مزدلفہ سے ورے پڑھ لے۔ اس پر امام جعفر صادق
نے تین بار قسم کھا کر فرمایا:۔ مَا قَالَ اَبِی ھٰذَا قَطُّ کَذِبَ الحَکَمُ ابنُ عُیَینَۃَ عَلیٰ اَبِی عَلَیہِ السَّلَامُ۔
(رجال کشی ص۱۳۱) "میرے باپ نے ہرگز نہیں فرمایا۔ حکم بن عینیہ نے میرے والد پر جھوٹ باندھا ہے"۔ امام جعفر صادق فرماتے
ہیں:۔ کَانَ لِلحَسَنِ عَلَیہِ السَّلَامُ کَذَّابٌ یَکذِبُ عَلَیہِ کَانَ لِلحُسَینِ عَلَیہِ السَّلَامُ کَذَّابٌ
یَکذِبُ عَلَیہِ وَکَانَ المُختَارُ یَکذِبُ عَلیٰ عَلِیِّ ابنِ الحُسَینِ عَلَیھِمَا السَّلَامُ وَکَانَ المُغِیرَۃُ ابنُ
سَعِیدٍ یَکذِبُ عَلیٰ اَبِی (رجال کشی ص۱۵۱) (یعنی امام حسنؓ کے لئے ایک کذاب تھا۔ جو ان پر جھوٹ باندھا کرتا
تھا۔ ایسا ہی ایک اور کذاب تھا۔ جو امام حسین رضؓ پر جھوٹ باندھتا تھا۔ مختار امام زین العابدین پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔
اور مغیرہ بن سعید میرے والد محمد باقر پر جھوٹ باندھنے والے تھے)۔ پھر بتائیے۔ جب ایک ایک امام کیلئے
ایک ایک شخص ایسا مقرر تھا جس کی ڈیوٹی امام والا مقام کی طرف سے جھوٹی حدیثیں وضع کرکے لوگوں
میں مشتہر کرنے کی تھی۔ چنانچہ امام حسینؓ اور امام زین العابدین اور امام محمد باقرؒ تک حضرت صادقؑ
نے ان کذابوں کی تشریح کر دی۔ تو پھر احادیث شیعہ کا اعتبار کیا رہا؟

اور سنیئے۔ امام ابُوالحسن رضا علیہ السلام کذابین کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛
کَانَ بَنَانٌ یَکذِبُ عَلیٰ عَلِیِّ ابنِ الحُسَینِ عَلَیھِمَا السَّلَامُ فَاَذَاقَہُ اللہُ حَرَّ الحَدِیدِ وَکَانَ مُغِیرَۃُ
ابنُ سَعِیدٍ یَکذِبُ عَلیٰ اَبِی جَعفَرٍ عَلَیہِ السَّلَامُ فَاَذَاقَہُ اللہُ حَرَّ الحَدِیدِ وَکَانَ مُحَمَّدُ ابنُ بَشِیرٍ یَکذِبُ عَلیٰ
اَبِی الحَسَنِ موسیٰ عَلَیہِ السَّلَامُ فَاَذَاقَہُ اللہُ حَرَّ الحَدِیدِ وَکَانَ اَبُو الخَطَّابِ یَکذِبُ عَلیٰ اَبِی عَبدِ اللہِ
عَلَیہِ السَّلَامُ فَاَذَاقَہُ اللہُ حَرَّ الحَدِیدِ وَالَّذِی یَکذِبُ عَلیٰ مُحَمَّدِ ابنُ فُرَاتٍ (رجال کشی ص۱۹۵)

یعنی " بنان امام زین العابدین پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ خدا اسے گرم لوہے کا عذاب چکھائے۔ مغیرہ بن سعید امام باقر پر۔ محمد بن بشیر موسیٰ رضا پر۔ ابوالخطاب امام صادق پر جھوٹ باندھا کرتے تھے۔ خدا ان کو گرم لوہے کا عذاب چکھائے۔ اور مجھ پر محمد بن فرات جھوٹ باندھا کرتا ہے)" دیکھئے امام صادق نے تو صرف امام باقر تک ان پر جھوٹ باندھنے والوں کی فہرست دی تھی لیکن امام رضاء نے اپنے زمانہ تک کے کذابوں تک کی تشریح کر دی جو اپنے اپنے وقت کے امام کی طرف سے جھوٹی حدیثیں گھڑ کر لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔ پھر بقول شخصے۔ ع

ایں خانہ تمام آفتاب است

جب تمام رواۃ کی حالت یہ ہو۔ کہ انھوں نے ائمہ کرام پر جھوٹ باندھے۔ انکی طرف سے جھوٹی حدیثیں وضع کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہو۔ تو پھر احادیث شیعہ کا کیا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایسی ایسی احادیث کتب شیعہ کافی۔ تہذیب استبصار وغیرہ میں بھری ہیں۔ جو کبھی عقل باور نہیں کر سکتی۔ کہ ائمہ طاہرین نے ایسا فرمایا۔ (کما مر تفصیلہ)

اب ناظرین خود ہی خیال فرمائیں۔ کہ قرآن تو پہلے ہی سے گم تھا۔ حدیث کا بھی اعتبار جاتا رہا۔ تو مذہب شیعہ کی تمام بنیاد ہی متزلزل ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ سبائی کمیٹی کی کارگزاری ہے۔ کہ جنکو زرارہ۔ ابوبصیر مختار۔ مغیرہ جیسے سرگرم ممبر مل گئے۔ جو کوفہ میں بیٹھ کر ائمہ کرام کی طرف سے حدیثیں گھڑ کر سبائی مذہب کی ترویج کرتے تھے۔ چونکہ شیعہ مذہب میں تنقید رجال کا کوئی سامان نہیں۔ نہ اسناد کا اوپر تک پہنچنا ضروری ہے۔ روایت حدیث کے لئے راوی کا اتنا ہی فرض ہے۔ کہ کسی امام کے ذمہ لگا کر روایت سے سبکدوش ہو جائے اس لئے یہ طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا۔ تقیہ (جھوٹ) جزو ایمان سمجھا گیا۔ متعہ کی فضیلت کی حدیثیں بنائی گئیں۔ تعزیہ داری کو باعث نجات تصور کیا گیا۔ وقس علیٰ ھذا

روایت حدیث

شیعہ کے ہاں روایت حدیث کا بھی عجیب طریق ہے۔ الفاظ حدیث میں کمی بیشی کر لینے کا بھی اختیار دیا گیا ہے۔ اور جس حدیث کو بیٹے سے سنا ہو وہ باپ سے اور جو باپ سے سنی ہو وہ بیٹے سے روایت ہو سکتی ہے۔ یہ بھی اختیار ہے۔ کہ حدیث کے الفاظ یاد نہ ہوں تو اول و آخر و درمیان کے کچھ الفاظ لکھ کر حدیث کی روایت کی جائے۔ اور کسی کی کتاب میں کوئی حدیث لکھی ہوئی مل جائے تو صاحب کتاب کی طرف سے بغیر دریافت کے روایت کر سکتے ہیں۔ اور جو شخص کوئی حدیث سچ جھوٹ کر دے۔ اسکی روایت قبول کر لینا جائز ہے۔ سچ ہو تو راوی کو ثواب ورنہ مروی عنہ کو گناہ ہو گا۔ یہ جملہ امور حدیث ذیل سے ثابت ہیں۔

(۱) عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ مُسْلِمٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ اَسْمَعُ الْحَدِیْثَ مِنْكَ فَاَزِیْدُ وَاَنْقُصُ قَالَ اِنْ کُنْتَ تُرِیْدُ مَعَانِیَهٗ فَلَا بَاْسَ بِهٖ (اصول کافی ص۲۸) محمد بن مسلم نے کہا۔ میں نے امام جعفر سے دریافت کیا۔ کہ جو حدیث میں نے آپ سے سنی ہو۔ کیا مجھے اس میں کمی بیشی کرنے کا اختیار ہے؟ آپ نے کہا۔ اگر معانی مطلوب ہوں تو کچھ حرج نہیں"۔

(۲) عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ اَلْحَدِیْثُ اَسْمَعُهٗ عَنْكَ اَرْوِیْهِ عَنْ اَبِیْكَ اَوْ اَسْمَعُهٗ عَنْ اَبِیْكَ اَرْوِیْهِ عَنْكَ قَالَ سَوَآءٌ اِلَّا اَنَّكَ تَرْوِیْهِ عَنْ اَبِیْ اَحَبُّ اِلَیَّ وَقَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ لِجَمِیْلٍ مَا سَمِعْتَ مِنِّیْ فَارْوِهٖ عَنْ اَبِیْ (اصول کافی ص۲۹)" امام بصیر نے امام جعفر سے کہا۔ جو حدیث میں نے آپ سے سنی ہو، وہ آپ کے والد سے اور جو آپ کے والد سے سنوں وہ آپ سے روایت کر سکتا ہوں یا نہیں؟ آپ نے کہا۔ دونوں روایت کرنا یکساں ہے۔ مگر میرے والد سے روایت کرنا بہتر ہے"۔

(۳) عَنْ ابْنِ مَحْبُوْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ یَجِیْئُنِی الْقَوْمُ فَیَسْتَمِعُوْنَ مِنِّیْ حَدِیْثَكُمْ فَاَضْجَرُ وَلَا اَقْوٰی قَالَ فَاقْرَءْ عَلَیْهِمْ مِنْ اَوَّلِهٖ حَدِیْثًا وَمِنْ وَسْطِهٖ حَدِیْثًا وَمِنْ اٰخِرِهٖ حَدِیْثًا (اصول کافی ص۲۹)"۔ عبد اللہ نے امام جعفر سے کہا میرے پاس لوگ حدیث سننے آتے ہیں۔ اور میں بیان حدیث پر قادر نہیں ہو سکتا۔ آپ نے کہا۔ اوّل و آخر اور درمیان سے حدیث بیان کر دیا کرو"۔

(۴) عَنْ اَحْمَدَ بْنِ عُمَرَ الْحَلَّالِ قَالَ کُنْتُ لِاَبِی الْحَسَنِ الرِّضَا اَلرَّجُلُ مِنْ اَصْحَابِنَا یُعْطِیْنِی الْکِتَابَ وَلَا یَقُوْلُ اِرْوِهٖ اَنِّیْ یَجُوْزُ لِیْ اَنْ اَرْوِیَهٗ عَنْهُ قَالَ اِذَا عَلِمْتَ اَنَّ الْکِتَابَ لَهٗ فَارْوِهٖ عَنْهُ۔ (اصول کافی ص۲۹)۔" احمد بن عمر حلال نے امام رضا سے پوچھا۔ ایک شخص نے میرے احباب سے کوئی کتاب دی ہو۔ اور یہ نہ کہا ہو۔ کہ مجھ سے روایت کرو۔ کیا مجھے اس سے روایت کرنے کا اختیار ہے یا نہ۔ آپ نے کہا۔ کہ اگر تجھے معلوم ہے۔ کہ کتاب اسی کی ہے۔ تو اس سے روایت کرنا جائز ہے"۔

(۵) عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا حَدَّثْتُمْ بِحَدِیْثٍ فَاَسْنِدُوْهُ اِلَی الَّذِیْ حَدَّثَکُمْ فَاِنْ کَانَ حَقًّا فَلَکُمْ وَاِنْ کَانَ کَذِبًا فَعَلَیْهِ (اصول کافی۔ ص۲۹)۔ "امام جعفر صادقؑ نے کہا۔ امیر علیہ السلام کا قول ہے۔ کہ جب تم سے حدیث بیان کی گئی ہو تو تم اُس کے راوی تک اس کا اسناد پہنچا دو۔ اگر وہ حدیث سچی ہے تو تمھیں ثواب ہوگا۔ جھوٹی ہو تو اس کا گناہ بگردن راوی ہے"۔

اب دیکھئے۔ اسناد حدیث میں اس قدر بے پرواہی کرنا روا ہو۔ تو حدیث کا کیا اعتبار۔ اصول کافی ص۳۶ میں رواۃ حدیث چار قسم کے بیان کئے گئے ہیں۔ اوّل منافق۔ دوم مخطی صادق فی الوہم۔ سوم مصیب (لیکن حدیث منسوخ بیان کرتا ہے)۔ چہارم مصیب (جو حدیث غیر منسوخ بیان کرتا ہے)۔ پھر جب منافق اور مخطی اشخاص سے بھی روایتِ حدیث جائز ہے۔ تو حدیث کس طرح معتبر سمجھی جائے گی۔

علاوہ ازیں چونکہ شیعہ مذہب میں تقیہ جائز بلکہ باعث ثواب ہے۔ اسلئے یہ پتہ لگنا مشکل ہے کہ راوی
حدیث کو سچے دل سے سچ سمجھ کر بیان کیا ہے یا کسی خوف اور مصلحت سے تقیۃً جھوٹ لکھ دیا ہے۔

ائمہ اہلبیت پر جھوٹ کا الزام

ایک مسئلہ کے تین ۳ متعارض جواب :- اہلبیتؓ کے ذمے رواۃ حدیث شیعہ نے یہاں تک بہت
باندھا ہے۔ کہ انھوں نے ایک ہی مسئلہ کے متعلق تین مختلف اشخاص کو الگ الگ مختلف متعا
جواب دیئے ہیں۔ جن میں سے ایک سچ ہو سکتا ہے۔ باقی سب جھوٹ۔ چنانچہ احادیث ذیل سے جو
اصول کافی ص۳۷ میں درج ہے، اس کا انکشاف ہوتا ہے :-

(۱) عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ مَا بَالِی اَسْئَلُکَ عَنِ الْمَسْئَلَۃِ نَتُجِیْبُنِیْ
فِیْھَا بِالْجَوَابِ ثُمَّ یَسْئَلُکَ غَیْرِیْ فَتُجِیْبُہٗ فِیْھَا بِجَوَابٍ اٰخَرَ فَقَالَ اِنَّا نُجِیْبُ النَّاسَ بِزِیَادَۃٍ وَّ نُقْصَانٍ (منصور بن ح
کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر علیہ السلام سے کہا۔ کیا وجہ ہے۔ کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں۔ آپ مجھے اس کا جواب
دیتے ہیں۔ پھر ایک دوسرا شخص آکر وہی مسئلہ پوچھتا ہے اور اس کو اس کے خلاف جواب دیتے ہیں۔ آپ نے کہ
ہم لوگوں کو بڑھا گھٹا کر جواب دیتے ہیں :

(۲) عَنْ زُرَارَۃَ ابْنِ اَعْیُنٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ سَئَلْتُہٗ عَنْ مَسْئَلَۃٍ فَاَجَابَنِیْ ثُمَّ جَاءَہٗ رَجُلٌ
فَیَسْئَلُہٗ عَنْھَا فَاَجَابَہٗ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِیْ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ فَاَجَابَہٗ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِیْ وَاَجَابَ صَاحِبِیْ فَلَمَّا
خَرَجَ الرَّجُلَانِ قُلْتُ یَا ابْنَ رَسُوْلِ رَجُلَانِ مِنْ اَھْلِ الْعِرَاقِ مِنْ شِیْعَتِکُمْ قَدِمَا یَسْئَلَانِ فَاَجَبْتَ
کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا بِخِلَافِ مَا اَجَبْتَ بِہٖ صَاحِبَہٗ فَقَالَ یَا زُرَارَۃُ اِنَّ ھٰذَا اَخْیَرُ لَنَا وَاَبْقٰی لَنَا وَلَکُمْ وَلَوِ
اجْتَمَعْتُمْ عَلٰی اَمْرٍ وَّاحِدٍ لَصَدَّقَکُمُ النَّاسُ عَلَیْنَا وَلَکَانَ اَقَلَّ لِبَقَائِنَا وَبَقَائِکُمْ ثُمَّ قَالَ قُلْتُ
لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ شِیْعَتُکُمْ لَوْ حَمَلْتُمُوْھُمْ عَلَی الْاَسِنَّۃِ اَوْ عَلَی النَّارِ لَمَضَوْا وَھُمْ یَخْرُجُوْنَ مِنْ عِنْدِکُمْ
مُخْتَلِفِیْنَ قَالَ فَاَجَابَنِیْ بِمِثْلِ جَوَابِ اَبِیْہِ (اصول کافی ص۱۰۷) " زرارہ بن اعین کہتا ہے۔ کہ میں نے امام
باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا۔ جس کا جواب انھوں نے مجھے دیا۔ پھر دوسرے شخص نے آکر وہی مسئلہ
ان سے پوچھا۔ اس کو میرے برخلاف جواب دیا۔ پھر ایک تیسرا شخص آگیا اور وہی مسئلہ پوچھا۔ اور اس کو مجھ
سے اور اس دوسرے شخص سے بھی مخالف جواب دیا۔ جب وہ دونوں چلے گئے تو میں نے پوچھا۔ حضور یہ دونوں
عراقی مرد آپ کے شیعہ ہیں۔ جنھوں نے آکر ایک ہی مسئلہ پوچھا۔ آپ نے دونوں کو مختلف جواب دیئے۔ آپ نے کہا۔ اے

زرارہ! یہی بات ہمارے لئے بہتر ہے۔ ہماری اور تمہاری بقا کا باعث ہے۔ اگر تم ایک ہی بات پر متفق ہو جاؤ تو لوگ ہمارے بارہ میں تم کو سچا سمجھ لیں گے اور یہ ہماری اور تمہاری زندگی کے لئے مضر ہوگا۔ زرارہ کہتا ہے۔ کہ میں نے جعفر علیہ السلام سے عرض کی۔ کہ یہ لوگ تمہارے (راسخ الاعتقاد) شیعہ ہیں۔ اگر تم نیزوں پر یا آگ پر برانگیختہ کرو۔ تو کبھی پیچھے نہ ہٹیں گے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ آپ سے یہ لوگ مختلف و متعارض جواب سُن کر جاتے ہیں۔ پھر امام علیہ السلام نے وہی جواب دیا جو انکے والد نے دیا تھا"

ناظرین غور کر سکتے ہیں۔ کہ ائمہ معصومین کی نسبت کوئی یقین کر سکتا ہے کہ وہ ایک مسئلہ میں تین ایسے اشخاص کو جو ان کے راسخ الاعتقاد مرید (شیعہ) ہوں۔ تین مختلف متعارض جواب دیں۔ مثلاً ایک کو کہیں۔ کہ یہ چیز حرام ہے۔ دوسرے کو کہیں حلال ہے۔ تیسرے کو کہیں نہ حلال نہ حرام۔ یقیناً ان تینوں میں سے ایک سچ ہوگا۔ دو صریح جھوٹ۔ اور ایسا جھوٹ کہنا موجب درازئ عمر اور بقائے حیات سمجھا جائے۔ پاک لوگوں کے مُنہ سے کبھی جھوٹ نہیں نکل سکتا۔ ان کا اس بات پر ایمان ہوتا ہے کہ: اَلصِّدْقُ يُنْجِي وَالْكِذْبُ يُهْلِكُ (راستی موجبِ نجات اور جھوٹ باعثِ ہلاکت ہے)۔ اگر بفرضِ محال ائمہ اہلبیتؑ کا یہ حال تھا۔ کہ راستی کی کوئی پابندی نہ تھی۔ بلکہ مصلحت وقت کے مطابق سچ جھوٹ کہہ دیتے تھے۔ تو پھر ان کی حدیث کا کیا اعتبار ہوگا اور وہ کیونکر قابل عمل ہوں گی۔ جب ایک ہی مسئلہ میں دو مختلف احادیث ایک ہی راوی سے مروی ہوں تو بحکم اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا دونوں پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جائیں گی۔

اہلِ سُنت سے عداوت

ایک اور بات بھی ازبس عجیب ہے۔ جو ذمہ اہل بیت افترا کیا گیا ہے۔ کہ انکا فتویٰ ہے۔ کہ اہلسنت کا قول کیسا ہی کتاب اللہ اور سُنت الرسولؐ کے مطابق کیوں نہ ہو۔ اس کی مخالفت ہی کرنا چاہیئے۔ جیساکہ اصول کافی صہ ۳۹ میں ہے:- قُلْتُ فَاِنْ كَانَ الْخَبَرَانِ عَنْكُمْ الْمَشْهُوْرَانِ قَدْ رَوَاهُمَا الثِّقَاتُ عَنْكُمْ قَالَ يُنْظَرُ فَمَا وَافَقَ حُكْمُهُ حُكْمَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَخَالَفَ الْعَامَّةَ فَيُؤْخَذُ بِهِ وَيُتْرَكُ مَا خَالَفَ حُكْمُهُ حُكْمَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ قَالَ جُعِلْتُ فِدَاكَ أَرَأَيْتَ اِنْ كَانَ الْخَبَرَانِ عُرِفَ حُكْمُهُمَا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَوَجَدْنَا الْخَبَرَيْنِ اَحَدُهُمَا مُوَافِقًا لِلْعَامَّةِ وَالْآخَرُ مُخَالِفًا لَهُمْ بِاَيِّ الْخَبَرَيْنِ يُؤْخَذُ قَالَ مَا خَالَفَ الْعَامَّةَ فَفِيْهِ الرَّشَادُ فَقُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ فَاِنْ وَافَقَهُمَا الْخَبَرَانِ جَمِيْعًا قَالَ يُنْظَرُ

اِلیٰ مَا ھُمْ اَمْیَلُ حُکَّامُھُمْ وَقُضَاتُھُمْ فَیُتْرَکُ وَیُؤْخَذُ بِالْاٰخَرِ" راوی نے امام جعفر علیہ السلام سے کہا۔ کہ اگر دو حدیثیں آپ سے مشہور ہیں۔ اور ان کے راوی بھی ثقہ اشخاص ہیں۔ تو کس کو لیا جائے۔ کہا جس کا حکم کتاب اللہ و سُنّت الرسُول کے مطابق ہو اور عامہ (اہلسُنّت) کے مخالف ہو۔ اس کو لیا جائے۔ اور جو کتاب و سُنّت کے مخالف ہو۔ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ راوی نے کہا۔ اگر دونوں حدیثیں کتاب و سُنّت سے ماخوذ ہوں۔ اور ایک اہلسُنّت کے مطابق اور دوسری ان کے مخالف ہے۔ ہم کس کو لیں۔ کہا جو اہلسنت کے مخالف ہو۔ اس کو لینا بھلائی ہے۔ میں نے کہا۔ اگر دونوں حدیثیں اہلسُنّت کے قول کے مطابق ہوں۔ کہا پھر یہ دیکھا جائے۔ کہ ان میں سے جس کی طرف ان کے حُکّام اور قاضیوں کا میلان ہے۔ اس کو چھوڑ دیا جائے اور دوسری پر عمل کیا جائے"۔

جائے غور ہے کہ اہلبیت کو اہلسُنّت سے اِس قدر دُشمنی تھی۔ کہ اگر اُن کا قول مطابق کتاب اللہ اور سُنّتُ الرسُول بھی ہو اور اسی کے مطابق ائمہ کی حدیث بھی ہو۔ تو پھر بھی حتی الامکان اُس کی مخالفت ہی کرنا چاہیئے۔ حاشا وکلّا۔ پاک لوگوں کی کسی سے عداوت نہیں ہوتی۔ جہاں حق مِل گیا سر جُھکا دیا۔ اُنْظُرْ اِلیٰ مَا قَالَ وَلَا اِلیٰ مَنْ قَالَ ایک مُسلّم مقولہ ہے۔ سب کچھ سبائی کمیٹی کے ممبران کی گھڑت ہے۔ جو اسلام میں تفرقہ کی بنا ڈالنے کے لئے ایسے ایسے خرافات لِکھ دیئے گئے ؎

نے فروعت محکم آمد نے اُصول | شرم بادا از خُدا وُ از رسُولؐ

اب ہم شیعہ کے بعض مسائل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ منجملہ انکے تعزیہ داری، ماتم، سینہ کوبی اور مرثیہ خوانی کا مسئلہ ہے۔ جس کو شیعہ نے باعثِ نجات سمجھ رکھا ہے۔

تعزیہ و مرثیہ خوانی

واضح ہو کہ اسلام میں بدعات محرّم کی ایجاد و اختراعات شیعہ سے ہے جو سُنّت یزید تازہ کرنے کے لئے سال بسال ماہِ محرم میں کی جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ شیعیان حسینؑ کے لئے نجات اُخروی کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ کہ سال بھر میں ایک دفعہ غم حسینؑ میں سینہ کوبی کرلیں۔ ماتمی لوگ بغیر کسی پرسش کے سیدھے جنت میں چلے جائینگے اور اُن سے نہیں پوچھا جائیگا۔ کہ تم نے دُنیا میں نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ فرائض ادا کئے ہیں یا نہیں۔ شیعوں کا یہ مسئلہ عیسائیوں کے مسئلہ صلیب سے کم نہیں۔ جیسا کہ انکا اعتقاد ہے۔ کہ مسیحؑ ہمارے تمام گناہوں کا کفارہ ہو چکے ہیں۔ اسی طرح حضرات شیعہ کہتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کا کفارہ شہادت امام حسینؑ ہے۔ ہمارے لئے صرف اتنا ضروری ہے۔ کہ اس واقعہ کی یادگار میں مجلس ماتم قائم کرکے

...دیں اور پیٹیں۔ ہم بخشے جائینگے اور جنت ہمارے ہی لئے ہے۔ سُنیوں کی کیا مجال ہے کہ جنت کا نام بھی لیجائیں
ہم نے قرآن و حدیث اور دینی کُتب کو چھان مارا ہے۔ ہمیں اس مسئلہ کا کہیں کھوج نہیں مِل سکا۔
شیعہ کی اپنی کتابیں بھی اس مسئلہ کی سخت مخالف ہیں۔ پھر معلوم نہیں کہ شیعہ نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا ہے۔
شیعہ بھائیوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ تعزیہ مرثیہ خوانی کا شروع کس پیغمبر یا امام سے ہوا۔ اگر کسی نبیؑ یا امام یا صحابی
سے اسکی ابتداء ثابت نہیں ہے۔ تو ماننا پڑے گا کہ سب کچھ بدعات محرم سے ہے اور بس۔ اگر کہا جائے کہ
...شہادت حسینؓ کے بعد اسکی ایجاد کی ضرورت ہوئی۔ تو ہم کہیں گے کہ اس سے پیشتر بھی کئی بزرگانِ
...شہید ہوتے رہے۔ پھر کیوں سلف صالحین نے ایسا نہیں کیا۔
جناب امیر علیہ السّلام نہایت بیدردی سے مسجد میں شہید کئے گئے۔ حسنینؓ نے انکے غم میں مجالسِ
...قائم نہیں کیں۔ پھر حضرت امام حسنؓ بھی زہر خورانی سے شہید کئے گئے۔ حضرت امام حسینؓ نے اپنے بڑے
...کے غم میں کبھی ماتم نہیں کیا۔ حضرت زین العابدینؓ نے محشر خیز واقعہ کربلا اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ انھوں
...ماتم نہیں کیا۔ نہ پیٹنے کی رسم ادا کی۔ ایسا ہی دیگر ائمہ عظام نے بھی کبھی تعزیے نہیں نکالے۔ پھر اُن سے
...کس شخص کو شہداء کربلا کا غم ہوگا۔ کہ بغیر سوانگ نکالنے کے تسکین نہیں ہوسکتی۔ اسلام میں پہلا سانحہ
...وفات رسُولِ مقبول کا ہوا۔ مگر اہلبیت یا صحابہؓ نے کبھی نوحہ کیا۔ مرثیہ خوانی اور سینہ کوبی کی رسم ہونے
...۔ پھر کیونکر کہا جائے کہ یہ بدعات باعثِ ثواب اور موجبِ نجات ہوسکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جا بجا قرآنِ کریم میں مومنین کو صبر کی ترغیب دی ہے اور مومنوں کی یہ صفت
...فرمائی ہے۔ کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچ جائے۔ وہ صبر سے کام لیتے اور معاملہ خدا کے سپرد کر
...ہیں۔ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ
...رسُول ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیجئے۔ کہ جب اُنھیں کوئی دُکھ درد پہنچتا ہے۔ کہتے ہیں۔ ہم خدا کیلئے ہیں
...ہماری بازگشت اُسی کی طرف ہے)۔

مسلمانوں کو ارشاد ہے:۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا
...کَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ
...صبر اور نماز کے وسیلہ سے مدد مانگو۔ اور یہ صبر و نماز بڑی شاق ہے۔ ہاں ان ڈرنے والوں پر۔ جن کو اس بات کا یقین ہے
...اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور وہ اسی کی طرف واپس جانے والے ہیں)۔

پھر معلوم نہیں قرآن کے کس پارہ میں یہ آیت لکھی ہے۔ کہ کوئی واقعہ ہائلہ (مصیبت) پیش آجائے
...سوانگ بنا کر خوب جزع فزع۔ کپڑے پھاڑ دو۔ رخسارے طمانچوں سے لال کر دو۔ سینہ کوٹ کوٹ کر لہولہان

کردو۔ شاید اس قرآن میں یہ حکم ہو۔ جو ستر ہزار آیت کا ہے جو ابھی گوشۂ غار میں مدفون ہے۔ یہ قرآن تو آیات صبر سے پُر ہے اور کسی ایک جگہ بھی جزع فزع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اصول کافی صنا۱۴ میں یہ حدیث ہے :۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ الصَّبْرُ مِنَ الْاِیْمَانِ بِمَنْزِلَۃِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ فَاِذَا ذَھَبَ الرَّأْسُ ذَھَبَ الْجَسَدُ کَذٰلِکَ اِذَا ذَھَبَ الصَّبْرُ ذَھَبَ الْاِیْمَانُ ” امام صادقؑ نے فرمایا صبر ایمان کے سر کے بجا ہے۔ جب سر کٹ جائے تو جسد بیکار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب صبر چھوڑ دیا جائے۔ ایمان جاتا رہتا ہے۔“ پھر جو لوگ برخلاف اس حدیث کے جزع فزع کرتے اور روتے پیٹتے، سینہ کوبی کر کے بے صبری دکھلاتے ہیں۔ بشہادت حضرت امام موصوف وہ بالکل بے ایمان ہیں۔ ائمہ اہلبیت نے جزع فزع سے یہاں تک منع فرمایا ہے کہ مصیبت کے وقت رانوں پر ہاتھ مارنا بھی موجب حبط اعمال قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ فروع کافی جلد ا صـ۱۲۲ میں درج ہے :۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ضَرْبُ الْمُسْلِمِ یَدَہٗ عَلٰی فَخِذِہٖ اِحْبَاطٌ لِاَجْرِہٖ اب برخلاف اسکے جو لوگ منہ پر طمانچے رسید کرنا اور سینہ کوبی کرنا موجب ثواب سمجھتے ہیں۔ وہ امام صادقؑ کے قول کی تکذیب کرتے ہیں۔

اس بارہ میں قول فیصل جناب امیر علیہ السلام کا قول ہے۔ جو نہج البلاغت صـ۱۹۳ وصـ۳۳۸ مطبوعہ طہران میں یوں درج ہے :۔ وَمِنْ کَلَامٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَہٗ وَھُوَ یَلِیْ غُسْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَجْھِیْزَہٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِکَ مَا لَمْ یَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَیْرِکَ مِنَ النُّبُوَّۃِ وَالْاَنْبَاءِ وَاَخْبَارِ السَّمَآءِ خَصَّصْتَ حَتّٰی صِرْتَ مُسَلِّیًا عَمَّنْ سِوَاکَ وَعَمَّمْتَ حَتّٰی صَارَ النَّاسُ فِیْکَ سَوَاءً وَلَوْلَا اَنَّکَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَھَیْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَاَنْفَدْنَا عَلَیْکَ مَاءَ الشُّؤُوْنِ امیر علیہ السلام نے رسولؐ پاک کے غسل اور تجہیز کے وقت فرمایا۔ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ آپؐ کی وفات سے وہ امور منقطع ہوئے ہیں۔ جو کسی اور کی وفات سے نہ ہوسکتے تھے۔ وہ امور نبوت اور آسمانی وحی ہیں۔ آپؐ ایسے خاص ہوئے کہ ماسوائے سے قطع کر دیا۔ اور آپؐ کا فیض ایسا عام ہوا۔ کہ تمام لوگ اس سے یکساں مستفیض ہوئے۔ اگر آپؐ نے ہمیں صبر کرنے کا حکم اور جزع فزع سے منع نہ کر دیا ہوتا۔ تو آج ہم آپؐ کی وفات پر اتنا روتے کہ رطوبت بدن خشک ہو جاتی)۔

دیکھئے! جناب امیر علیہ السلام کا ایسے دردناک موقعہ وفاتِ رسولؐ پر جزع فزع چھوڑ کر صبر سے کام لینا اور اس پر رسولؐ پاک کے امر بالصبر و نہی عن الجزع کو دلیل پیش کرنا اس امر کی فیصلہ کُن دلیل ہے کہ بعد از رسولؐ اور کسی شخص کی وفات و شہادت پر جزع فزع کرنا اور بے صبری دکھانا ہرگز جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وفاتِ رسولؐ سے بڑھ کر کوئی سخت صدمہ مسلمان کیلئے بالخصوص اصحابؓ و اہلبیتؓ رسولؐ کے لئے ہو نہیں سکتا۔ اور جیسا غم حضور علیہ السلام کی وفات سے حضرت علی المرتضےٰ رضؓ کو تھا۔ کسی اور شخص کی وفات سے کسی دیگر شخص کو نہیں ہو سکتا۔ پھر ایسے دردناک وقت میں جزع فزع اور سینہ کوبی تو کجا آنسو بہانے تک کو بھی

خلاف صبر تصور کر کے صبر و تحمل سے کام لیا گیا تو پھر کس طرح کسی اور شخص کی وفات پر یا شہادت پر اس کے خلاف رونا پیٹنا اور سینہ کوبی کرنا روا ہو سکتا ہے۔ یہ کسی ایسے ویسے شخص کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ جناب امیر علیہ السلام اور حضرت امام صادق علیہ السلام کے فیصلہ جات ہیں جن پر شیعہ مذہب کا دارومدار ہے۔ اس لئے کہ شیعہ کو ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے بغیر ہرگز چارہ نہیں ہو سکتا۔ ؎

گل و گلچیں کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

رسول پاکؐ کی وصیّت دربارۂ ممانعت جزع و فزع

اس بارہ میں ناطق فیصلہ آنحضرت کی آخری وصیّت ہے جو بوقتِ وفات آپ نے اپنی جگر گوشہ حضرت فاطمہؓ کو فرمائی۔ چنانچہ شیعہ کی معتبر کتاب جلاء العیون اردو جلد ۱ صـ۶۶ میں لکھا ہے:۔

"اے فاطمہؓ واضح ہو کہ پیغمبر کے لئے گریبان چاک نہ کرنا چاہیئے اور بال نوچنے نہ چاہئیں اور واویلا نہ کہنا چاہیئے۔ ولیکن وہ کہنا جو تیرے باپ نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیمؑ کے مرنے میں کہا کہ آنکھیں روتی ہیں اور دل درد میں آتا ہے۔ اور میں نہیں کہتا ہوں کہ موجب غضب پروردگار ہو اور اے ابراہیمؑ میں تجھ پر اندوہناک ہوں"۔ نیز اسی کتاب کے صـ۶۷ میں یوں لکھا ہے:۔

"ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے وقتِ[1] وفات جناب سیدہ ؓ سے کہا۔ اے فاطمہؓ جب میں مرجاؤں۔ اس وقت تو اپنے بال میری مفارقت سے نہ نوچنا اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کہنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا اور نوحہ کرنے والوں کو نہ بلانا"

اس سے زیادہ صریح فیصلہ ممانعت ماتم کے متعلق کیا ہو سکتا ہے کہ حضور اپنی پیاری بیٹی جناب سیدہؓ کو وصیت فرماتے ہیں کہ میری وفات کا تم کو صدمۂ عظیم ہوگا لیکن جہّال کی طرح جزع فزع مت کرنا، نہ سر پیٹنا، نہ گریبان چاک کرنا، نہ واویلا کرنا اور نہ نوحہ کرنا۔ نہ نوحہ گروں کو گھر میں داخل ہونے دینا۔ اگر یہ امور باعثِ ثواب ہوتے تو حضور علیہ السلام بجائے ممانعت کے جناب سیّدہ کو اذنِ عام دیتے کہ اپنے والد سردارِ دو عالمؐ کا ماتم خوب زور شور سے کرنا۔ خود بھی سر پیٹ کر اور سینہ زنی کر کے قیامت برپا کرنا۔ اطراف سے نوحہ گروں

---

[1] ایسا ہی شیعہ کی مستند کتاب حدیث فروع کافی جلد نمبر ۲ صـ۲۲۱ میں ہے۔ قَالَ النَّبِیُّ عِنْدَ وَفَاتِہٖ لِفَاطِمَۃَ لَاتَخْمِشِیْ عَلَیَّ وَجْہًا وَ لَاتُرْخِیْ عَلَیَّ شَعْرًا وَلَا تُنَادِیْ بِالْوَیْلِ وَلَا تُقِیْمِیْ عَلَیَّ نَائِحَۃً۔ رسولؐ نے بوقت وفات حضرت فاطمہ کو فرمایا میری وفات پر منہ نہ پیٹنا۔ بال نہ بکھیرنا۔ واویلا نہ کرنا۔ اور نوحہ نہ کرنا۔)

کو جمع کر کے خوب حق ماتم ادا کرنا۔ جب آپ نے ان امور سے سخت ممانعت فرما دی تو معلوم ہوا کہ یہ جملہ حرکات ممنوع ناجائز، داخل معصیت ہیں۔ ان کے کرنے سے بجائے ثواب کے عذاب ہوتا ہے بلکہ میت کو بھی ایذا ہوتی ہے۔
جلاء العیون ص۷۷ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے جو آخری وصیت اہلبیت و اصحاب کو فرمائی۔ اس میں یہ الفاظ بھی تھے:۔

"پس تم لوگ فوج فوج اس گھر میں آنا اور مجھ پر صلوات بھیجنا اور سلام کہنا اور مجھ کو نالہ و فریاد و گریہ و زاری سے آزار نہ دینا"

ایک اور حدیث فروع کافی جلد ا میں یوں درج ہے۔

امام جعفر صادق کا فتویٰ کفر

حضرت امام جعفر صادقؑ نے ماتمیوں کے لئے فتویٰ کفر صادر فرمایا چنانچہ فروع کافی جلد اص۱۲۱ میں ہے
عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ الصَّبْرَ وَالْبَلَاءَ یَسْتَبِقَانِ اِلَی الْمُؤْمِنِ فَیَأْتِیْهِ الْبَلَاءُ وَهُوَ صَبُوْرٌ وَاَنَّ الْجَزَعَ وَالْبَلَاءَ یَسْتَبِقَانِ اِلَی الْکَافِرِ فَیَأْتِیْهِ الْبَلَاءُ وَهُوَ جَزُوْعٌ (ترجمہ)
(امام صادقؑ نے فرمایا صبر اور مصیبت مومن کے پیش آتے ہیں۔ اسے مصیبت آجاتی ہے اور وہ صبر کرتا ہے اور گھبراہٹ اور مصیبت کافر کے پیش آتی ہے اور اسے مصیبت آجاتی ہے اور وہ جزع فزع کرنے لگتا ہے) اس حدیث میں حضرت امام نے مومن اور کافر کی شناخت یہ بتائی ہے کہ مومن کو مصیبت آجائے تو اس پر وہ صابر ہوتا ہے لیکن جب کافر کو مصیبت پیش آجائے تو وہ جزع فزع کرنے لگتا ہے، دوسرے لفظوں میں حدیث کا مطلب صاف یہ ہے کہ جو مصیبت پر صبر کرے وہ مومن ہے اور جو جزع فزع کرے وہ کافر ہے۔

جزع کی تعریف

جزع کی تعریف بھی حضرت امام نے بتا دی ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث میں ہے: عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ قُلْتُ لَهٗ مَا الْجَزَعُ قَالَ اَشَدُّ الْجَزَعِ الصُّرَاخُ بِالْوَیْلِ وَالْعَوِیْلِ وَلَطْمُ الْوُجُوْهِ وَالصُّدُوْرِ وَجَزُّ الشَّعْرِ مِنَ النَّوَاصِیْ وَمَنْ اَقَامَ النَّوَاحَةَ فَقَدْ تَرَکَ الصَّبْرَ وَاَخَذَ فِیْ غَیْرِ طَرِیْقِهٖ فروع کافی جلد اص۱۲۱ (جابر کہتا ہے میں نے حضرت صادق سے پوچھا۔ جزع کیا ہے۔ فرمایا۔ انتہائی جزع ویل و

کی پکار کرنا اور مُنہ پر طمانچے لگانا، سینہ زنی کرنا، بال نوچنا۔ اور جس نے نوحہ (ماتم) کیا۔ اس نے صبر چھوڑ دیا اور غیر شرع کام کیا) یہ بات الم نشرح ہے کہ ماتمی لوگ یہ جملہ حرکات ویل وعویل کیا کرتے، مُنہ پیٹتے، سینہ کوٹتے، اور بال اکھیڑتے اور نوحہ کرتے ہیں۔ اِس لئے حسبِ فتویٰ امام والامقام یہ کافر ہیں اور خلاف شرع کام کر رہے ہیں۔ کیا ماتمی لوگ ان صریح احادیث ائمہ اہلِ بیت کو بغور پڑھ کر اس فعل شنیع سے باز آئیں گے ؟

ہم نے ممانعت ماتم پر قولِ خدا، قولِ رسولؐ، قول جناب امیرؓ اور اقوال امام جعفر صادقؓ پیش کر دیئے ہیں کہ خدا اور رسول خدا نے صبر کا حکم دیا اور جزع سے منع کیا ہے اور جناب امیر علیہ السّلام نے اپنے قول و فعل سے اختیار صبر و ترک جزع کا فتویٰ دے دیا ہے۔ پھر حضرت صادقؓ نے تو صریح الفاظ میں جزع کی تشریح فرما کر فتویٰ دے دیا ہے کہ جزع و فزع کرنے والے سب کافر ہیں۔ ایسا ہی جناب امام حسینؓ نے بھی اپنے عمل سے بتا دیا کہ خواہ کیسی ہی مصیبت پیش آئے، صبر کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے۔ چنانچہ فروع کافی جلد اول ص۱۱۹ میں ہے

لَمَّا اُصِیْبَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ صَلَوٰتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نَعَی الْحَسَنُ اِلَی الْحُسَیْنِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ وَھُوَ بِالْمَدَائِنِ فَلَمَّا قَرَأَ الْکِتَابَ قَالَ یَا لَھَا مِنْ مُّصِیْبَۃٍ مَا اَعْظَمَھَا مَعَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اُصِیْبَ مِنْکُمْ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فَلْیَذْکُرْ مُصَابَہٗ بِیْ فَاِنَّہٗ لَنْ یُّصَابَ بِمُصِیْبَۃٍ اَعْظَمَ مِنْھَا وَصَدَقَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ط (جب جناب امیرؓ کی شہادت کا واقعہ ہوا۔ حضرت امام حسنؑ نے اپنے بھائی حسینؑ کو آپ کی وفات کی اطلاع بھیجی۔ جب امام حسینؓ نے خط پڑھا۔ فرمانے لگے کیسی بڑی مصیبت پیش آئی ہے لیکن آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پیش آجائے وہ میرے واقعہ ہائلہ وفات کی مصیبت کو یاد کرے کیونکہ وفات رسولؐ سے بڑھ کر مسلمانوں کے لئے کوئی بڑی مصیبت نہ ہوگی اور حضور علیہ السّلام نے سچ فرمایا ہے) یعنی حضرت امام حسین علیہ السّلام نے اس خبر وحشت اثر کو سُن کر ذرہ بھر جزع و فزع نہ کی بلکہ صبر و شکیب سے کام لیا اور یہ فرمایا کہ وفاتِ رسُولؐ سے بڑھ کر بقول آنحضرتؐ مسلمانوں کے لئے کوئی مصیبت نہیں ہے۔ پھر جب اس پر بھی صبر کا حکم ہے تو پھر کس مصیبت پر بےصبری کرنا جائز ہو سکتا ہے۔

امام حسینؑ کی آخری وصیّت

شیعہ کی معتبر کتاب انارۃ البصائر جلد ص۲۹۷ میں ہے کہ جناب سیّد الشہدا امام حسینؓ نے کربلائے معلّیٰ میں اپنی ہمشیرہ حضرت زینب علیہا السلام کو فرمایا کہ اے بہن جو میرا حق تم پر ہے۔ اسی کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری مصیبت مفارقت پر صبر کرو پس جب مَیں مارا جاؤں تو ہرگز مُنہ نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنا

اور گریبان چاک نہ کرنا کہ تم فاطمہ زہراء کی بیٹی ہو۔ جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا اسی طرح تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا الخ

اس سے زیادہ واضح دلیل اس امر کی کہ شہداء کربلا کی مصیبت میں منہ پیٹنا سینہ کوبی کرنا ناجائز ہے اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود سید الشہداء نے اپنی ہمشیرہ کو آخری وقت میں یہ وصیت فرمادی کہ میری شہادت پر جزع و فزع نہ کرنا، نہ پیٹنا، نہ بال نوچنا، نہ گریبان چاک کرنا۔ بلکہ ایسا ہی صبر کرنا جیسا کہ جناب سیدہ رضی نے وفات رسول پر صبر کیا۔ پھر جو لوگ اس کے خلاف ماتم حسین میں اس قدر طوفان بے تمیزی برپا کرتے ہیں کہ عورتیں مرد جمع ہو کر سینہ کوٹتے منہ پیٹتے ہائے وائے کی دوہائی سے زمین ہلا دیتے ہیں۔ یہ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی کے حکم کی نافرمانی کرتے اور خدا اور رسول کو ناراض کرتے ہیں۔ ع

نہ اس پر بھی اگر سمجھو تو پھر تم سے خدا سمجھے!

فی زمانہ جو رواج ہو گیا ہے کہ مجلس ماتم میں جوان مرد اور جوان عورتیں زرق برق پوشاکیں پہنے آنکھوں میں کاجل لگائے بالوں کو معطر تیل لگا کر کنگھی پٹی کئے ایک دوسرے کی دید بازی کے لئے جمع ہو جاتے ہیں اور راگ ممنوع میں سُر اور تال سے مرثیہ خوانی ہوتی اور سینہ زنی کی جاتی ہے اور تعزیہ پر نذر و نیاز چڑھائے جاتے ہیں، سجدے ہوتے عرضیاں گزاری جاتی ہیں۔ یہ سب شرک و بدعت ہے جس کی مخالفت نہ صرف کتب اہلسنت بلکہ کتب اہل تشیع میں بھی بالتصریح لکھی ہے۔ چنانچہ شیعہ کی ایک نہایت معتبر تفسیر عمدۃ البیان مطبع یوسفی دہلی کے صد ۳۲۸ میں ذیل آیت وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ الخ یوں لکھا ہے:۔

یہ آیت حقیقت میں امام حسین رضی کے حق میں نازل ہوئی ہے اس واسطے کہ جو کچھ آیت میں ہے، وہ ان کے حال پر صادق آتا ہے اور دوسرے شخص کو ہم ایسا نہیں کہتے ہیں اور یہ معرکہ آنحضرتؐ کا بڑا معرکہ ہے رونا رُلانا ان کی مصیبت پر ثواب عظیم رکھتا ہے۔ لیکن اکثر آدمی محرم میں بدعت کر کے ثواب کو ضائع کرتے ہیں باجے بجاتے اور بجواتے ہیں اور مرثیوں میں جھوٹی حدیثیں اپنی طرف سے ایجاد کر کے داخل کرتے ہیں اور غلو اور تنقیص کی روایتوں کو مجلسوں میں بیان کر کے لوگوں کے ایمانوں کو فاسد کرتے ہیں اور جو راگ کہ شرع میں ممنوع ہیں اس میں مرثیوں کو پڑھتے ہیں اور عورتیں بلند آواز سے مرثیوں کو پڑھتی ہیں اور نامحرم ان کی آواز کو سنتے ہیں۔ ان امور میں مومنین کو اجتناب لازم ہے اور تعزیوں پر محتاج آدمی تو اپنی احتیاج کی عرضیاں باندھتے ہیں اور یا کاغذ کی روٹی کتر کر باندھتے ہیں۔ اس مراد سے کہ اگر میری آسودگی اور فراغت ہوئی تو میں چاندی کی روٹی گھڑوا کر تعزیہ پر چڑھاؤں گا، اور بے اولاد آدمی کاغذ کا لڑکا کاٹ کر تعزیہ پر باندھتے ہیں۔ اس ارادہ سے کہ اگر ہمارے بیٹا پیدا ہو گا تو ہم چاندی کا لڑکا گھڑوا کر تعزیہ پر چڑھائیں گے۔ اول یہ کہ تصویر انسانی ہے اور

تصویر کے بنانے سے اجتناب لازم ہے اور سوا اس کے حاجت کا طلب کرنا پروردگار سے چاہئیے کہ وہ قاضی الحاجات ہے نہ غیر اُس کا۔ ہاں حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام سے شفاعت کا چاہنا کہ خدا تعالیٰ ہماری شفاعت کو برلائے اور ان کے واسطے سے دُعا مانگنا موجب قضائے حاجت اور موجب حصولِ مقصد ہے جیسے کہ حدیث میں وارد ہُوا ہے۔ اور بعض جہلا تعزیہ کو سجدہ کرتے ہیں، یہ طریقہ کفار و مشرکین کا ہے اس سے پرہیز کرنا واجب ہے اور تعزیہ و علَم پر زیارت کا پڑھنا نہ چاہئیے۔ البتہ اگر کربلائے معلّٰی کی طرف مُنہ کر کے حضرت امام حسینؑ کے روضہ کی نیت سے زیارت پڑھے تو مضائقہ نہیں ہے۔"

دیکھئے سید عماد علی جو ایک غالی شیعہ ہے، وہ بھی اپنی کتاب میں بدعاتِ تعزیہ کی سخت مذمّت کرتا ہے۔ کیا شیعہ ان بدعات سے باز آئیں گے؟

یہ ماتم بھی عجیب ہے کہ ڈھول بجا کر گتکہ بازی کی جاتی ہے۔ تعزیہ کے ساتھ شاہدانِ بازاری کا اجتماع ہوتا ہے جو سر و پا برہنہ تعزیہ کے آگے سلامی کرتی جاتی ہیں۔ دیدہ باز لوگ اس دلفریب منظر کو غنیمت سمجھ کر حظ اُٹھاتے ہیں۔ کیا یہ یزیدی گروہ کے جشن کی نقالی نہیں ہے جنہوں نے امام حسین رض کو شہید کرا کے ڈھول و باجے بجائے اور محفلہائے شادمانی قائم کیں۔ ہاں ہمیں یہ تو بتایا جائے کہ قاتلانِ حسین رض کون لوگ تھے جس پر کتب شیعہ بالاتفاق شاہد ہیں۔

قاتلانِ حسینؑ شیعہ تھے

شیعہ کی کتابوں میں بالتصریح لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؓ کو اہلِ کوفہ نے جو شیعیانِ علی رض کا مولد و مسکن تھا لاتعداد تاکیدی خطوط لکھ کر بلوایا۔ آپ نے پہلے اپنے عم زاد بھائی حضرت امام مُسلم رح کو روانہ کیا۔ ان کو معہ ان کے صغیر السّن دو صاحبزادوں کے بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا۔ پھر جب امامؑ اس مقام پہنچے۔ آپ کو بھی انہی شیعوں نے جو آپ کی بیعت کر چکے تھے شہید کیا۔

شیعیانِ کوفہ کی خط و کتابت

شیعہ کی مستند کتاب اخبار ماتم مطبوعہ رام پور صفحہ ۲۵۸ میں لکھا ہے:۔ بَلَغَ اَھْلَ الْکُوْفَۃِ ھِلَاکُ مُعَاوِیَۃَ وَعَرَفُوْا خَبَرَ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاجْتَمَعَتِ الشِّیْعَۃُ فَکَتَبُوْا اِلَیْہِ ثُمَّ سَرَحُوْا

بِالْکُتُبِ مَعَ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مِسْمَعٍ وَعَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ وَالٍ فَخَرَجَا مُسْرِعِیْنَ حَتّٰی قَدِمَا عَلَی الْحُسَیْنِ بِمَکَّۃَ مِنْ عَشْرٍ مَضَیْنَ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ (جب امیر معاویہ کی خبرِ وفات اہلِ کوفہ کو پہنچی اور امام حسینؓ کی ہجرتِ مکّہ کا حال معلوم ہوا تو تمام شیعہ نے مجتمع ہو کر بالاتفاق آپ کی طرف خط لکھا اور عبداللہ بن مسمع اور عبداللہ بن دال کے ہاتھ وہ خط روانہ کیا۔ یہ دونوں قاصد دوڑتے ہوئے مکّہ معظمہ میں ۱۰ رمضان کو امام صاحب کی خدمت میں پہنچے یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا کہ ایک دن میں ۶۰۰ خطوط آپ کی خدمت میں پہنچے۔ اور بالآخران کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی۔ چنانچہ کتاب مذکور کے صفحہ مذکورہ میں ہے: فَوَرَدَ عَلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ وَاحِدٍ سِتَّۃُ مِائَۃِ کِتَابٍ وَتَوَاتَرَاتِ الْکُتُبُ حَتّٰی اجْتَمَعَ عِنْدَہٗ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفَ کِتَابٍ یعنی امام صاحب کے پاس متواتر خط شیعوں کے مختلف جگہ سے بارہ ہزار جمع ہو گئے۔ اور شعبی نے روایت کی ہے۔ وَبَایَعَ الْحُسَیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَرْبَعُوْنَ اَلْفًا مِنْ اَھْلِ الْکُوْفَۃِ عَلٰی اَنْ یُحَارِبُوْا مَنْ حَارَبَ وَیُسَالِمُوْا مَنْ سَالَمَ۔ (یعنی چالیس ہزار کوفہ کے شیعیان نے امام صاحب کی بیعت اس بات پر کی کہ اگر وہ لڑیں گے تو ہم لڑیں گے۔ اگر وہ صلح کریں تو ہم ہر حال میں اُن کے تابعدار اور مطیع ہیں۔ آخرالامر امام صاحب نے مجبور ہو کر ان کی آرزو کے مطابق خط روانہ کیا۔) فَعِنْدَ ذَالِکَ رَدَّ جَوَابَ کُتُبِھِمْ یُمَنِّیْھِمْ بِالْقُبُوْلِ بَعْدِھِمْ بِسُرْعَۃِ الْقُبُوْلِ۔ (یعنی امام صاحب نے ان کے خطوط کا جواب مطابق ان کی دلی خواہش کے روانہ فرمایا اور وعدہ بہت جلدی کوفہ میں تشریف فرمانے کا دیا اور سفر کوفہ کا قصد مصمم امام صاحب کا ہوا۔ ۔ ۔ الخ)

شیعہ کی معتبر کتاب خلاصۃ المصائب صا۱۴ میں ہے کہ جب امام حسینؓ ظلم اعداء سے تنگ آکر مرقد مطہر رسولِ خدا صلعم سے جدا ہوئے تیسری تاریخ شعبان کو مکہ معظمہ میں کوفیانِ پُر دغا نے نامے علی الاتصال حضرت کی خدمت میں بھیجے۔ بعض ناموں کا مضمون یہ تھا کَیْسَ عَلَیْنَا اِمَامٌ فَاقْبِلْ لَعَلَّ اللّٰہَ اِنْ یَجْمَعَنَا بِکَ عَلَی الْحَقِّ (یعنی اے حضرت ہم امام و پیشوا نہیں رکھتے۔ جلدی تشریف لائیے۔ شاید خدا حق کو ہمارے ہاتھ جاری کردے اور شیث بن ربعی وغیرہ شیعہ نے بایں طور خط لکھ کر روانہ کیا۔ اَمَّا بَعْدُ فَقَدِ اِخْضَرَّتِ الْجَنَّاتُ وَانْبَعَثَ الثِّمَارُ فَاقْدِمْ عَلَیْنَا لَکَ عَلٰی جُنْدٍ وَّالسَّلَامُ۔

(بعد حمد و صلوٰۃ کے تحقیق صحرا و بیابان سبز و خرمی میں ہیں اور درخت میوہ جات بارور ہیں پس آپ ہماری طرف تشریف لائیے کہ فوج کثیر آپ کی نصرت و امداد کے لئے تیار ہے اور شب و روز انتظار کرتے ہیں الخ) نیز کتاب مذکور صا۵۶ میں ہے کہ جب امام علیہ السلام کو راستہ میں خبر شہادت امام رضہ کی ہوئی تو آپ نے تمام لشکر کو جمع کر کے اور فرمایا: وَقَدْ خَذَلَنَا شِیْعَتُنَا فَمَنْ اَحَبَّ مِنْکُمُ الْاِنْصِرَافَ فِیْ غَیْرِ حَرَجٍ لَیْسَ عَلَیْہِ ذِمَامٌ

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کو ذلیل و خوار کرنے والے شیعہ ہی لوگ تھے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا بیشک ہمیں ہمارے شیعہ نے بُلا کر خوار کیا اور نصرت سے ہاتھ اُٹھالیا۔ پس اب جو چاہے چلا جائے۔ جو چاہے ہمارے ساتھ رہے۔ جو چلا جائے۔ اُسے کچھ حرج نہیں ہوگا۔" اُس کے آگے لکھا ہے کہ امام صاحب سے یہ بات سُن کر بہت سے دُنیا پرست لوگ آپ سے علیحدہ ہو گئے جو مدینہ سے آپ کے ساتھ آئے۔ اُنہوں نے شہادت پائی۔

امام علیہ السلام نے بعد نماز جو خطبہ پڑھا۔ اس میں یہ الفاظ تھے یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ لَمْ اٰتِکُمْ حتّٰی اَتَتْنِیْ کُتُبُکُمْ وَ اِنْ کُنْتُمْ کَارِهِیْنَ لِقُدُوْمِیْ اِنْصَرَفْتُ عَنْکُمْ (اے اہلِ کوفہ میں نہیں آیا مگر جب تمہارے بہت نامے میری طلب کو پہنچے۔ اگر تم عہد و پیمان پر ثابت ہو تو تازہ عہد کرو تاکہ مجھے اطمینان ہو اور اگر تم میرے آنے کو ناپسند کرتے ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں۔ وہاں پھر جاؤں . . . . الخ)

شیعہ کا ایک خط

شیعہ کی مستند کتاب جلاء العیون صفحہ ۳۴۴ میں ایک خط شیعیان کوفہ کا بدیں مضمون مسطور ہے:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط یہ نامہ سلیمان بن مروہ مسیب بن نخبہ اور رفاعہ بن حبیب بن مطاہر اور جمیع شیعیان و مومنین و مسلمین اہل کوفہ کی جانب سے بخدمت امام حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہے۔ آپ پر سلام خدا ہو اور ہم اس نعمتہائے کاملہ خدا پر جو ہم پر ہیں حمد کرتے ہیں۔ اور ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے آپ کے دشمن جبّار و معاند کو کہ بغیر رضامندی امت ان پر حاکم ہوا تھا ہلاک کیا۔ اور وہ بجور و عدوان امت پر حاکم ہوا اور ان کے اموال میں ناحق تصرف کیا اور نیکانِ امت کو قتل کیا۔ اور بدطواروں کو نیکوں پر مسلّط کیا اور اموال خدا کو مالداروں اور جباروں پر تقسیم کیا۔ خدا اسے نفرین کرے جس طرح قوم ثمود پر نفرین کی اور واضح ہو کہ اس وقت ہمارا کوئی امام پیشوا نہیں پس آپ ہماری طرف توجہ کیجئے اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمایئے کہ ہم سب آپ کے مطیع ہیں۔ شاید حق تعالےٰ حق کو آپ کی برکت سے ظاہر کرے اور نعمان بن بشیر حاکم نہایت ذلیل خوار دارالامارت میں بیٹھا ہے اور ہم جمعہ و عیدین کو وہاں پڑھنے نہیں جاتے ہیں اور جب آپ کی خبر تشریف آوری کی ہم کو ملے گی تو ہم اسے کوفہ سے نکال دیں گے۔

دوسرا خط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط یہ عریضہ شیعوں اور فدویوں و مخلصوں کی طرف سے بخدمت

امام حسینؑ بن علی بن ابیطالب ہے۔ اما بعد بہت جلد اپنے دوستوں، ہوا خواہوں کے پاس تشریف لائیے کہ جمیع مردماں ولائت منتظر قدوم میمنت لزوم ہیں اور بغیر آپ کے دوسرے شخص کی طرف لوگوں کو رغبت نہیں البتہ بہ تعجیل تمام ہم مشتاقوں کے پاس تشریف لائیے۔

امام حسین علیہ السلام کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط یہ خط حسینؑ ابن علیؓ کا مومنوں مسلمانوں شیعیان کی طرف ہے اما بعد قاصدوں اور بے شمار خطوط آنے کے بعد جو تم نے مجھے خط ہانی اور سعید کے ہاتھ بھیجا، مجھے پہنچا۔ تمہارے سب خطوط سے مطلع ہوا۔ تم نے سب خطوط میں مجھے لکھا ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ آپ بہت جلدی تشریف لائیے۔ خدا آپ کی برکت سے ہم کو حق ہدایت کرے۔ واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے پاس اپنے برادر و پسر عم محل اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلمؒ مجھے لکھیں کہ جو تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے بمشورہ عقلا و اشراف و بزرگان قوم لکھا ہے، اسی وقت میں انشاء اللہ بہت جلدی تمہارے پاس چلا آؤں گا۔ میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں۔ امام وہی ہے جو درمیان مردم بکتاب خدا حکم اور آئمت کا قیام کرے اور قدم جادۂ شریعت مقدسہ سے باہر نہ رکھے اور لوگوں کو دین حق پر مستقیم رکھے۔ (جلاء العیون صد ۴۳۱)

ان تمام خط و کتابت کے پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ شیعیان کوفہ نے کس منت و سماجت سے ارادتمندانہ اور مخلصانہ خطوط لکھ کر امام علیہ السلام کو بلوایا۔ اور آخر انہی بلانے والے مخلص شیعوں نے آپ کو تیغ جفا سے شہید کیا جیسا کہ جلاء العیون جلد ا صد ۲۷۹ میں تصریح ہے۔

"پس بیس ہزار مردم عراقی نے امام حسینؑ سے بیعت کی تھی خود انہوں نے شمشیر امام حسینؑ پر کھینچی اور ہنوز بیعت ہائے حسینؑ ان کی گردنوں میں تھی کہ امام حسینؑ کو شہید کیا۔

اسی کتاب کے صفحہ ۴۶۹ میں لکھا ہے کہ امام نے شیعیان کوفہ کو میدان کربلا میں کہا کہ تم نے مجھے طلب کیا اور اظہار محبت کے دم بھرے اور اب میری جان کو قتل کرنا چاہتے ہو اور حالانکہ میری طرف سے کوئی اب تک بیوفائی کی بات بہ نسبت تمہارے واقعہ نہیں ہوئی۔

ماتم حسینؑ کی ابتداء

کتب شیعہ میں اس امر کی بھی تصریح ہے کہ امام مظلوم کو شہید کر دینے کے بعد ماتم حسینؑ کرنے والے

بھی وہی آپ کے قاتل شیعہ غدارانِ کوفہ تھے۔ چنانچہ شیعہ کی معتبر کتاب اخبار ماتم صد ۸۰۲ میں ہے:۔

"جب امام شہید ہو گئے تو اہلِ کوفہ وغیرہ نے اس قدر ماتم کیا کہ کسی کو ضبط کرنے کی تاب نہ رہی۔ فجعل اھل الکوفۃ ینوحون و یبکون۔ تب ابن حسینؓ نے فرمایا فقال علی ابن الحسینؓ بصوت نحیل ایبکون من حبنا فمن ذالذی قتلنا۔ (یعنی جب شیعیان کوفہ نے ماتم برپا کیا تو فرمایا زین العابدین رضؓ نے باریک آواز سے فرمایا اب تم لوگ روتے اور چلاتے ہو ہمارے لئے۔ یہ تو بتاؤ کہ ہمیں ذبح کس نے کیا۔ (یعنی تم ہی تو قاتل ہو، پھر رونے چلانے کے کیا معنے؟)

اسی کتاب کے صد ۸۱۸ میں ہے کہ حضرت ام کلثومؓ نے اہلِ کوفہ کو مخاطب کرکے فرمایا:۔

ثم ان ام کلثوم اطلعت راسھا من المحمل وقالت لھم ایا اھل الکوفۃ یقتلنا رجالکم وتبکینا نساءکم فالحاکم بیننا وبینکم اللّٰہ یوم الفصل القضایا۔ یعنی مائی صاحبہ ام کلثومؓ نے محل سے اپنا سر باہر نکال کر فرمایا کہ چپ رہو۔ اے کوفیو! تمہارے مردوں نے ہمیں قتل کیا اور تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں۔ عجب ہے۔ بروزِ قیامت ہمارے اور تمہارے درمیان خدا خود فیصلہ کرے گا اور بدکرداروں کو جہنم واصل کرے گا۔

اخبار ماتم صد ۱۲۲ میں ہے کہ حضرت امام زین العابدینؓ نے فرمایا:۔

یایھا الناس فانشدکم باللّٰہ ھل تعلمون انکم کتبتم الی ابی وخدعتموہ (یعنی اے گروہ مرداں! قسم ہے پروردگار کی تم کو۔ سچ کہو جو میں کہتا ہوں کہ تم نے کس قدر خط میرے والد بزرگوار کے نام تحریر کئے تھے۔ پھر تم نے میرے باپ کا ساتھ چھوڑ دیا، اور ظلم و ستم پر کمر باندھ لی۔

حضرت زینبؓ کا خطبہ

اخبار ماتم صد ۸۰۵ میں ہے کہ حضرت زینبؓ نے اہلِ کوفہ کا رونا پیٹنا دیکھا تو آپ نے ایک خطبہ پڑھا۔ جس میں ان بے وفا شیعوں قاتلانِ حسینؓ کو بددعا کی گئی۔

قالت الحمد للّٰہ والصلوٰۃ علی ابی محمد والہ الطیبین اما بعد فیا اھل الکوفۃ اتبکون وتلحون ای واللّٰہ فابکوا کثیرا واضحکوا قلیلا۔

مائی صاحبہ نے فرمایا:۔

"بعد حمد و صلوٰۃ کے، اے اہلِ کوفہ اب تم روتے اور رقّت کرتے ہو۔ اللہ کی قسم روتے پھرو، تم بہت روؤ اور تھوڑا ہنسو۔ یعنی ہمیشہ روتے پیٹتے رہو اور ہنسی کبھی تمہارے نصیب نہ ہو۔"

کسی پنجابی شاعر نے مائی صاحبہ کے خطبہ کا ترجمہ پنجابی شعروں میں حسب ذیل کیا ہے:۔

مائی صاحبہؓ کی بد دُعا

جس دن ماتم قائم کیتا کوفیاں بے ایماناں
خاطر کارن اہل البیتاں کھولیاں خوب زباناں

کھلیاں باہیں دین الائے ماتم سخت اُٹھایا
مرثیہ پڑھدے ڈھول وجاندے ہے ہے شور مچایا

بھین امام حسینؓ ولیدی سُن کے ایہہ فرماوے
کہیا شور کوکارا لوکو وچ کنّاں دے آوے

ماتم والیاں بول سنایا سُن توں سیّد زادی
دین دُنی دے اندر دائم عزت رہے تساڈی

ماتم ویر تیرے دا کردے رونلے نعار و زاری
بی بی کہیا چُپ کرو تاں دساں حقیقت ساری

سُن کے سخن ہوئے اوہ ساکت بی بی نے فرمایا
واہ سبحان اللہ کیا مطلب بی بی کھول سنایا

مَیں تعریف کراں اس رب دی جس نے مُلک وسایا
پڑھاں دُرود رسول اللہ تے جس دا شان سوایا

جس نے سچیاں خبراں رب تھیں ظاہر کر دکھلایاں
جس نے خبراں صبراں والیاں سانوں کھول سُنایاں

کراں دُعا خداوند اگے سچّے دلوں بجانوں
شالا روندے پٹدے جاؤ سارے اس جہانوں

خوشی تساں نوں کدے نہ ہووے نہ رب کدے ہساوے
روز حشر تک وقت تساڈا ایویں رب لنگھاوے

ہئی قبول دُعا مائی دی کیتی پاک الٰہی
ویکھو ہُن تک سارا ٹولہ ہے اندر گمراہی

چڑھدے سال ایہہ ماتم کردے رب تھیں مول نہ ڈردے
دِل وچ ہتک امام مکرّم خستہ خستہ کردے

پہلا ماتمی یزید ہے

اخبار ماتم میں لکھا ہے کہ سب سے اوّل ماتم یزید عنید کے گھر ہُوا اِس لئے ماتم گویا یزید کی سنّت ہے۔ باقی سب ماتمی اس کے متبع ہیں۔ چنانچہ اخبار ماتم صـ ۹۷ میں ہے:۔

فلما جلسنا بین یدی یزید رق لنا والطفنا وامر باھل بیت حسین ان یدخلوا دارہ فلما دخلت النسوۃ دار یزید لم یبق من آل معاویۃ وابی سفیان احد الا استقبلھن بالبکاء والصراخ والنیاحۃ علی الحسین وخرجت ھندۃ حتی شقت الستر وھی حاسرۃ فقالت یا یزید رأس ابن فاطمۃ مصلوب علی فناء بابی فوثب الیھا یزید فغطاھا وقال نعم فاعولی علیہ یا ھندۃ والقین علیھن من الثیاب والحلی واقمن الماتم علیہ ثلاث ایام وجعل اھل الکوفۃ ینوحون ویبکون فقالت زینب ما ھذا البکاء فتا لو الاجل اخیک فاشارت الی الناس اسکتوا فسکتت الاجراس وارتعدت لانفاس فقالت الحمد للہ الخ

(ترجمہ) جب اہلبیت یزید کے سامنے لائے گئے، بڑی نرمی اور مہربانی سے پیش آیا اور اہلبیت کے لئے حکم دیا کہ میرے گھر داخل کئے جائیں۔ جب مستورات یزید کے گھر داخل ہوئیں بنو سفیان کی تمام عورتیں چیخنے لگیں اور امام حسین رضؓ پر نوحہ شروع کر دیا۔ ہندہ زوجہ یزید پردہ پھاڑ کر برہنہ بدن باہر نکل پڑی اور کہنے لگی اے یزید جگر گوشۂ فاطمہؓ (حسین) کا سرِ مبارک نیزہ پر تانا ہوا میرے گھر کے دروازہ پر رکھا ہوا ہے۔ یزید اپنی عورت کے پاس کُود کر گیا اور اس کو کپڑوں سے ڈھانکا اور کہا۔ ہاں تم اس پر ماتم کرو۔ کپڑے اور زیور اس پر اُتار پھینکو اور تین دن صفِ ماتم بچھائے رکھو۔ اس پر اہلِ کوفہ ماتم کرنے اور رونے پیٹنے لگے تو حضرت زینبؓ (ہمشیرہ امام حسینؓ) نے کہا۔ یہ شور و فغاں کیسا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ تمہارے بھائی کا ماتم ہے۔ بی بی صاحبہ نے کہا۔ چُپ کرو۔ گھڑیال چُپ کرائے گئے اور شور بند ہوا تو آپ فصیح و بلیغ خطبہ پڑھنے لگیں۔" (جس میں یہ دُعا کی گئی جو اُوپر درج ہو چکی ہے۔)

شیعہ غور کریں کہ وہ ماتم کرتے میں کس کی اتباع کرتے ہیں اور پہلا ماتمی کون شخص ہے اور کس کے گھر سے پہلے یہ رسم شروع ہوئی۔ جب شیعہ کی معتبر کتب میں تصریح ہے کہ ماتم کرنے والوں کا پہلا امام یزید پلید ہے تو ان کو شرم آنی چاہیئے کہ کس کی تقلید کر رہے ہیں۔ ایک شخص نے کیا عبرت آموز مضمون اس کے متعلق نظم میں بیان کیا ہے:۔

نظمِ اُردُو

بے ادب کون تھا اور ظُلم کمایا کس نے؟ ابنِ حیدر کو تھا کُوفہ میں بُلایا کس نے؟

کس نے خط بھیجے ذرا دیکھو کتابیں اپنی — سچ کہو جھوٹ نہ کہنا کہ بلایا کس نے؛
آلِ سرور کے دوالے پہ چلا کر خنجر — دشت پر کرب و بلا میں تھا لٹایا کس نے؛
وہ حسینؑ ابن علیؓ لختِ جگر پاک نبیؐ — نورِ زہرا کی شعاعوں کو بجھایا کس نے؛
تھا جو گلزارِ محمدؐ کا وہ تازہ پودا — آتشِ جور و جفا سے تھا جلایا کس نے؛
فخرِ اسلام کو بل یوسفؑ ثانی کو وہاں — قتل کر رتبہ اسلام گھٹایا کس نے؛
قتلِ احمدؐ تھا وہ لاریب جو تھا قتلِ حسینؓ — سچ کہو خون پیغمبر کا بہایا کس نے؛
کس نے تشنوں پہ کیا بند تھا پانی پینا — بہتی ندیوں سے پھر مار ہٹایا کس نے؛
خانۂ زہرا کے جلانے کی ہے تہمت کن پر — خیمہ کو کرب و بلا میں تھا جلایا کس نے؛
حضرتِ خانۂ زہرا کے جگر کی دولت — دشت پُر خار میں لی لوٹ، لٹایا کس نے؛
ایک کو ایک سے دعویٰ تھا محبت بڑھ کر — حیف اِس عہدِ محبت کو بھلایا کس نے؛
اہلِ تطہیر جو تھیں پردہ نشینانِ امامؑ — دربدر خاک بسر ان کو پھرایا کس نے؛
گھر میں بیٹھے تھے بہ آرام جو مردانِ خدا — لکھ کے خط مکّہ سے تھا ان کو بلایا کس نے؛
پرِ جبریلؑ کے سایہ میں جو رہتے تھے سدا — خاک اور دھوپ میں تھا ان کو گرایا کس نے؛
ہو گیا تیروں سے چھلنی تھا وہ جسمِ اطہر — دوشِ نورانی پہ تھا گھوڑا دوڑایا کس نے؛
بوسہ گاہِ پاک محمدؐ تھے جو انور شنتین — پے بہ پے لکڑی کو تھا ان پہ چلایا کس نے؛

دوشِ سرورؐ پہ سواری تھے جو کرتے رہتے
بیچ پاؤں کے گرا ان کو روندایا کس نے؛

دیگر

یہ تھا شیعانِ علیؓ کا سب جور و جفا — معتبر ان کی کتابوں میں جو ہے لکھا ہوا
دیکھ لو تم کوفہ کے وہ جملہ شیعانِ علیؓ — قلب کے کوڑھی تھے وہ اور پُر دغا تھے وہ سدا
چلتے سب خطوات پہ جن کے محبانِ حسینؓ — روتے ہیں اور سینہ کوبی سے نہیں ٹلتے ذرا

کام ان کا ہے یہی آباء اور اجداد سے
چل بسیں گے اس جہاں سے کرتے یہ آہ و بکا

ایک اور دلیل

ماتم کے ناجائز ہونے پر ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم پارہ (۲) میں ہے۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ (یعنی جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہوں۔ ان کو مردے مت کہو) نیز پارہ ۴ میں ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا۔ (یعنی جو خدا کی راہ میں شہید ہو جائیں۔ ان کی نسبت مردے ہونے کا گمان نہ کرو) پھر سید الشہداء کو مردہ قرار دے کر ان کا ماتم کرنا۔ قرآن پاک کی ان آیات کی تکذیب کرنا ہے۔ تعزیہ کے عدم جواز پر ایک اور دلیل یہ ہے کہ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ ص ۳۷ میں ہے: مَنْ جَدَّدَ قَبْرًا أَوْ مَثَّلَ مِثَالًا فَقَدْ خَرَجَ عَنِ الْإِسْلَامِ (یعنی جس شخص نے کسی قبر کی تجدید کی یا اس کی مثال بنائی وہ اسلام سے خارج ہو گیا) جب بحکم حدیث قبر کی تجدید اور اس کی مثال بنانا بھی کفر ہے تو پھر تعزیہ بنانا بطریق اولیٰ موجب ضلالت ہوا۔

شیعہ کا استدلال

جب قرآن و حدیث اور کتب شیعہ پیٹنے اور سینہ کوبی کو حرام قرار دیتے ہیں اور شیعہ کو اس کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ملتی تو بقول الْغَرِيقُ يَتَشَبَّثُ بِالْحَشِيشِ (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا) وہ عجیب مضحکہ خیز دلائل پیش کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو جب بشارت فرزند کی دی گئی فَصَكَّتْ وَجْهَهَا (اس نے منہ پر ہاتھ رسید کیا) اس سے پیٹنے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ کوئی ان عقل کے اندھوں سے پوچھے کہ فرزند پیدا ہونے کی بشارت ملنے پر لوگ خوشی کیا کرتے ہیں یا ماتم۔ دوسری جگہ بیوی صاحبہ کے ہنسنے کا بھی ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ماتم کا ایک طریق ہنسنا کودنا بھی ہے۔ ع آفریں باد بریں عقل و بریں دانش تو۔

سب لوگ جانتے ہیں کہ عورتوں کا قاعدہ ہے کہ جب وہ بات کرنے لگتی ہیں، منہ پر ہاتھ رکھ لیتی ہیں، اسی طریق کے مطابق بیوی صاحبہ نے منہ پر ہاتھ رکھا۔ حالانکہ آپ کو اس بشارت کے ملنے سے کمال مسرت تھی اور وہی قلبی مسرت ان کے ہنسنے کا باعث ہوئی لیکن خوش فہمی قابل داد ہے کہ اس سے جواز ماتم پر استدلال کیا جاتا ہے۔

دوسری دلیل

شیعہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام فراقِ یوسف میں بہت روئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ (یعقوب علیہ السلام کی دونوں آنکھیں غم سے سفید ہوگئیں۔ اور ان کو بہت رنج تھا) معلوم نہیں اس آیت میں رونے پیٹنے کا کس لفظ سے استدلال کیا جاتا ہے اور کس لفظ کا معنی رونا پیٹنا لیا جاتا ہے۔ یہ آیت اُن کی دلیل نہیں بلکہ اُن کی صریح تردید ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کے فراق کا اس قدر رنج و غم تھا کہ غم کی وجہ سے ان کا دماغ کمزور ہو کر بصارت جاتی رہی تھی۔ اگر شیعہ کا خیال صحیح ہو تو مِنَ الْحُزْنِ کی جگہ مِنَ الْبُكَاءِ وَالصَّرَاخِ ہونا چاہیے تھا۔ حالانکہ آیت میں ایسا نہیں ہے۔ اگر رونا پیٹنا بصارت کے زوال کا باعث ہوتا تو آج دُنیا کے کُل ماتمی شیعہ جو زیادہ نہیں تو سال میں ایک دفعہ اس قدر پیٹا کرتے ہیں کہ نمونۂ محشر برپا ہو جاتا ہے، تمام اندھے نظر آتے حالانکہ ہم نے کوئی ماتمی ماتم کی وجہ سے اندھا ہُوا ہُوا نہیں دیکھا۔ یہ اس امر کا صریح ثبوت ہے کہ ماتمی لوگوں کے دلوں میں رنج و غم کا ذرہ بھی وجود نہیں ہے۔ ان کا یہ گریہ و بکا، ان کی سینہ کوبی و طمانچہ زنی صرف چاول پلاؤ اُڑانے کی خاطر ہے اور بس۔ اگر شیعہ لوگ اس موقعہ پر دیگ نہ پکایا کریں تو مجلسِ ماتم میں اُلّو بولا کریں۔ صرف پلاؤ زردہ کی خاطر میراثی، قلندر، اور مصلی وغیرہ ماتم حسین کے بہانہ سے جمع ہو جاتے ہیں اور مجلس کی رونق ہو جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کارنامۂ یزید کو اس شان و شوکت سے ہمیشہ تازہ کیا جاتا ہے کہ رُوحِ یزید کو اس سے کمال خوشی ہوتی ہو گی اور یوں تو ذاکروں، مرثیہ خوانوں پر یزید علیہ ما علیہ کا ایسا احسان عظیم ہے کہ اس کا شکریہ ان سے ادا ہونا محال ہے۔ اگر یزید لعین یہ کرتوت نہ کرتا تو ان ٹکڑگداؤں کو کون پُوچھتا۔ ماہِ محرم ان لوگوں کے لئے گویا ماہِ عید ہوتا ہے، پہلے سے تیاریاں شروع کر دیتے ہیں۔ بیاضیں لئے رات بھر مرثیے یاد کیا کرتے ہیں۔ حلق سنوارتے، مُنہ بناتے اور تال سُر پکارتے رہتے ہیں۔ اُدھر ماہِ محرم نمودار ہُوا، اِدھر اُن پر چاندی برسنے لگی۔ جا بجا اُن کی آؤ بھگت ہونے لگتی ہے۔ روٹیاں مُفت کی ملتی ہیں اور روپے پیسے الگ۔ ان کو تو یزید کے نام کی ماہ بماہ شیرینی دینی چاہیئے اور اس کے نام کا سجدہ کرنا چاہیئے۔

غرض کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ ماتم کی رسم کس پیغمبر یا کس امام یا ولی کی ایجاد ہے۔ اگر یہ ماتم

باعث ثواب ہوتا تو ائمہ معصومین اس سے محروم نہ رہتے۔ جب کسی امام نے ایسا نہیں کیا تو اس کو شیطانی ایجاد سمجھنا چاہیئے۔ خدا کرے شیعہ حضرات اس بدعت سیئہ سے باز آجائیں اور سال بسال سوانگ بنا کر توہین اہلبیت کرنے سے اجتناب کریں۔

ماتم حسینؓ کے متعلق مفصل بحث ہو چکی، اب ہم شہدائے کربلا کی مکمل فہرست ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جس سے یہ حقیقت منکشف ہو گی کہ میدان کربلا میں حضرت امام حسینؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کے دوسرے صاحبزادگان مسمّٰی بہ ابوبکرؓ، عثمانؓ اور حضرت حسنؓ کے صاحبزادہ عمرؓ نے بھی جام شہادت نوش فرمایا حالانکہ مدعیان محبت اہلبیت نے اپنی مجلسوں میں کبھی ان کا نام تک نہیں لیا۔ اصحاب ثلاثہؓ کے مبارک ناموں پر اولاد کے نام رکھنے سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت علیؓ، حضرات حسنینؓ کو اصحاب ثلاثہؓ سے غایت درجہ کی محبت و عقیدت تھی (رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ)

شُہَداءِ کربلا کے اسماءِ گرامی

(۱) سید شہدائے کربلا حضرت حسینؓ بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۲) حضرت جعفر بن عقیل بن ابی طالب (۳) حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل بن ابی طالب (۴) عبداللہ بن عقیل بن ابیطالب (۵) حضرت محمد بن ابی سعید بن عقیل بن ابیطالب (۶) حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل بن ابیطالب (۷) حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابیطالب (یہ حضرت حسین کے حقیقی بھانجے اور حضرت زینب کے صاحبزادے ہیں) (۸) حضرت عون بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابیطالب (۹) حضرت ابوبکر بن حسن بن علی بن ابیطالب (یہ حضرت حسینؓ کے حقیقی بھتیجے ہیں اور امام حسنؓ کے صاحبزادے (۱۰) حضرت عمر بن حسن بن علی بن ابیطالب (۱۱) حضرت عبداللہ بن حسن بن علی بن ابیطالبؓ (۱۲) حضرت قاسم بن حسن بن علی بن ابیطالب (۱۳) حضرت محمد بن علی بن ابیطالب (حضرت حسینؓ کے علاّتی بھائی ہیں) (۱۴) حضرت عثمان بن علی بن ابیطالب، (حضرت حسین کے علاّتی بھائی ہیں) (۱۵) حضرت ابوبکر بن علی بن ابیطالب (حضرت حسینؓ کے علاّتی بھائی ہیں۔ (۱۶) حضرت جعفر بن علی بن ابی طالب (حضرت حسین کے علاّتی بھائی ہیں) (۱۷) حضرت عباس بن علی بن ابیطالب (حضرت حسین کے علاّتی بھائی ہیں لشکر کے علمبردار تھے۔ ان کو سقاء اہلبیت بھی کہتے ہیں کیونکہ حضرت علی اصغر اور بی بی سکینہ کے لئے فرات پر پانی لینے کے لئے آپ گئے تھے (۱۸) حضرت عبداللہ بن علی بن ابیطالب (۱۹) حضرت علی اکبر بن حسین بن علی بن ابی طالب (حضرت حسینؓ کے بڑے صاحبزادے ہیں) (۲۰)

؎ تاریخ یافعی میں لکھا ہے۔ کہ آپ کی ولادت ۵ شعبان ۴ھ میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ لیکن آپ کی شہادت بالاتفاق دسویں محرم بعد از زوال آفتاب ۶۱ھ میں واقع ہوئی ہے۔ (احقر مظہر حسین غفرلہٗ)

حضرت علی اصغر بن حسین بن علی بن ابیطالب (حضرت حسینؑ کے شیر خوار صاحبزادے ہیں۔) (۲۱) حضرت فیروز (امام حسین کے غلام) (۲۲) حضرت سعد (حضرت علی کے غلام) (۲۳) مسلم بن عوسجہ اسدی (۲۴) حبیب بن مظاہر اسدی (۲۵) انس بن کاہل اسدی (۲۶) حبان بن حارث سلیمانی اسدی (۲۷) بشیر بن عمرو حضرمی (۲۸) عمر بن جندب حضرمی (۲۹) جریر ہمدانی یا یزید بن حصین ہمدانی (۳۰) زید بن قیس بجلی (۳۱) بلال بن نافع بجلی۔ (۳۲) عبداللہ بن عمرو کلبی (۳۳) وہب بن عبداللہ کلبی (۳۴) قیس بن مسہر صیداوی (۳۵) عمرو بن خالد صیداوی (۳۶) سعید (غلام آزاد عمرو بن خالد صیداوی)۔ (۳۷) عبداللہ بن عروہ بن خراق غفاری۔ (۳۸) عبدالرحمٰن بن عروہ غفاری (۳۹) حرؒ (غلام آزاد ابوذر غفاری۔ (۴۰) شبیث بن عبداللہ نہشلی۔ (۴۱) قاسط بن زہیر تغلبی (۴۲) کردوس بن زہیر تغلبی (۴۳) کنانہ بن عتیق انصاری (۴۴) عمرو بن ضبیعہ (۴۵) عبداللہ بن یزید قیسی (۴۶) عبیداللہ بن یزید قیسی۔ (۴۷) یزید قیسی (۴۸) قعضب بن عمرو نمری (۴۹) سالم (غلام آزاد عامر بن مسلم (۵۰) زہیر بن بشیر جعفی (۵۱) حجاج بن مسروق جعفی (۵۲) بدر بن معقل جعفی (۵۳) مسعود بن حجاج انصاری (۵۴) سیف بن مالک انصاری (۵۵) عامر بن مسلم انصاری (۵۶) جوہر بن مالک انصاری (۵۷) وغانہ بن مالک انصاری (۵۸) نعیم بن عجلان انصاری (۵۹) ابو ثمامہ انصاری (۶۰) عمار بن ابی سلامت انصاری (۶۱) شبیب بن حارث انصاری (۶۲) مالک بن سریع انصاری (۶۳) محمد بن انس انصاری (۶۴) محمد بن مقداد انصاری (۶۵) قیس بن ربیع انصاری (۶۶) حر بن یزید ریاحی (۶۷) مصعب برادر حر ریاحی (۶۸) علی بن حر بن یزید ریاحی (۶۹) عروہ (غلام علی بن حر ریاحی) (۷۰) سلیمان (غلام آزاد حضرت حسین) (۷۱) قلب (غلام آزاد حضرت حسینؑ) (۷۲) ظاہر (غلام آزاد دین الحق خزاعی بن حجر خولانی۔) (۷۳) سعد بن ابی دجانہ (۷۴) مجمع بن عبداللہ عائذی (۷۵) عمار بن حسان بن شریح طائی (۷۶) جندب بن حجر خولانی (۷۷) یزید بن زیاد بن مظاہر کندی (۷۸) حبلہ بن علی شیبانی (۷۹) حنظلہ بن اسعد شیبانی (۸۰) سالم کلبی (غلام آزاد بنی مزینہ) (۸۱) اسلم بن کثیر اعرج ازدی (۸۲) زہیر بن سلیم ازدی (۸۳) قاسم بن حبیب ازدی (۸۴) مالس بن حبیب شاکری (۸۵) سعد بن عبداللہ اطبقی (۸۶) منسج (غلام آزاد امام حسینؑ۔ (۸۷) شوذب غلام آزاد شاکر (۸۸) ہاشم بن عتبہ (۸۹) قیس بن منبہ (۹۰) عمار بن حسان (۹۱) زبیر بن حسان (۹۲) حماد بن انس (۹۳) وقاص بن مالک (۹۴) خالد بن عمر (۹۵) شریح بن عبید (۹۶) مالک بن انس اوّل (۹۷) مالک بن انس ثانی (۹۸) عبداللہ بن سمر (۹۹) یحییٰ بن سلیم (۱۰۰) عمرو بن مطاع۔ (۱۰۱) عابس بن شبیث (۱۰۲) عبداللہ بن معد (۱۰۳) جباد بن حارث

(۱۰۴) عمرو بن حیاد (۱۰۵) سعد بن حنظلہ تمیمی (۱۰۶) یزید مہاجر جعفی ۔ (منقول از کربلا نمبر، النجم لکھنؤ، ۱۰ محرم الحرام ۱۳۵۶ھ)

اب ہم اختلافی مسائل پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جو ہمارے اور شیعہ کے مابین متنازعہ فیہا ہیں۔ اور شیعہ کی کتابوں سے ہی ان کے خلاف استدلال کریں گے:۔

بعض اختلافی مسائل

چونکہ شیعہ کو ہر ایک امر میں اہلِ سنّت والجماعت کی مخالفت کا حکم ہے ۔ چنانچہ پہلے یہ حدیث نقل ہو چکی ہے کہ اگر اہلِ سُنّت کا قول مطابق کتاب اللہ بھی ہو، تو بھی حتی الوسع ان کی مخالفت کرنا چاہیئے ۔ اِس لئے معاملات میں، عبادات میں، ہر ایک بات میں شیعہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد دُنیا سے الگ ہی بنانا چاہتے ہیں ۔ ہم ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں ۔ تو وہ کھول کر ہم چار تکبیر نماز جنازہ پڑھتے ہیں ۔ تو وُہ پانچ پڑھتے ہیں ۔ ہم وضو میں پاؤں کو دھوتے ہیں اور وہ مسح کرتے ہیں ۔ ہم سلام مسنون السلام علیکم کہتے ہیں ۔ وہ بجائے اس کے یَا عَلِیُّ مَدَد پکارتے ہیں ۔ ہم لبوں کے بال کٹاتے اور ڈاڑھی بقدر قبضہ رکھتے ہیں ۔ وُہ مونچھیں بڑھاتے اور ڈاڑھی چٹ کرا دیتے ہیں ۔ ہم مساجد میں نماز پڑھنے کے لئے جاتے ہیں ۔ تو وہ دائرہ میں بیٹھ کر بھنگ رگڑتے اور حقہ اڑاتے ہیں اور مسجد کے مقابلہ میں امام باڑہ بناتے ہیں اس لئے ہم چند اختلافات پر تبصرہ کرتے ہوئے شیعہ کی کتابوں سے ان کو ان کی غلطی کا قائل کرنا چاہتے ہیں ۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ ۔

پہلا مسئلہ (نماز دست بستہ)

شیعہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہاتھ باندھ کر پڑھنے سے نماز ہوتی ہی نہیں ۔ اس لئے اس مسئلہ پر عقلی اور نقلی بحث کر کے قرآن وحدیث اور کتب شیعہ سے استدلال کر کے روشنی ڈالی جاتی ہے ۔ ممکن ہے کہ کوئی ہوشمند اس کو پڑھ کر راہِ راست پر آجائے ۔

عقلی دلیل

نماز عجز و نیاز کا نام ہے۔ اس میں جلسہ، قعدہ، قیام، رکوع و سجود وغیرہ جملہ حرکات و سکنات اظہار عجز و انکسار کے لئے کئے جاتے ہیں اور غائت درجہ تذلل اور تضرع مطلوب ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (بے شک فلاح ان مومنوں کے لئے ہے جو اپنی نماز میں خضوع و خشوع کرتے ہیں۔) دوسری جگہ ہے: قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِیْنَ ہ (خدا کے حضور میں ادب و انکسار سے کھڑے ہو۔) غرض نماز میں مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے معبود کے سامنے مؤدبانہ کھڑا ہو کر ذاتِ کبریائی کی عظمت و جلال کا اعتراف کرتے ہوئے زبان سے، جوارح سے اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرے تاکہ دریائے رحمتِ باری جوش میں آکر اس کی سیہ کاریوں اور بدکرداریوں کو دھو ڈالے اور اس کے نامۂ اعمال میں نیکی اور ثواب لکھا جائے۔

ہر ایک ذی عقل سمجھ سکتا ہے کہ طریق عجز و نیاز یہی ہے کہ دست بستہ کھڑے ہو کر اپنے رب العباد کے سامنے عرض و معروض کیا جائے۔ ہاتھ کھول کر اکڑ کر کھڑا ہو جانا ہرگز طریقِ ادب نہیں ہے۔ تم دیکھتے ہو۔ معمولی انسانی حکام و امراء کے سامنے بھی پیش ہو کر ہاتھ باندھ کر عرض کیا کرتے ہیں۔ ہر ایک شاہی دربار کا یہی آئین ہے کہ غلام و خدمت گار اور پیشکار وہاں دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ کوئی چھوٹے بڑے یا واجب التعظیم بزرگ کو خط لکھنا شروع کرے تو یوں لکھنا شروع کرتا ہے کہ دست بستہ سلام کے بعد یوں عرض ہے۔ کوئی قاصد کسی بزرگ کی طرف بھیجا جائے تو کہا جاتا ہے کہ میری طرف سے ہاتھ باندھ کر عرض کرنا۔ پھر جب اعلیٰ سرکار احکم الحاکمین کے دربار میں دینی و دنیوی برکات حاصل کرنے کی تمنا میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگیں تو عرفاً و اصطلاحاً و شرعاً طریقِ ادب یہی ہے کہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں۔ یہ کوئی طریقِ ادب نہیں ہے کہ ہاتھ کھولے ہوئے اکڑ کر کھڑے ہو جائیں بلکہ یہ حد درجہ کی گستاخی ہو گی۔ خضوع و خشوع اور قنوت اسی میں متصور ہے کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھیں۔ ہاتھ کھولے ہوئے اکڑ کر سلیوٹ کرنا نصاریٰ کا آئین ہے۔ اسلامی طریق اس سے جدا ہونا چاہیئے۔

لہ یہ دست بستہ کھڑا ہونا اگرچہ عجز و نیاز کے اظہار کی بہترین صورت ہے لیکن بوجہ حق تعالیٰ کی عبادت (نماز) کے لئے مختص ہونے کے غیر اللہ کیلئے اس قسم کی تعظیمی ہیئت اختیار کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ جیسا کہ غیر اللہ کے لئے سجدہ تعظیمی حرام ہے۔
(احقر مظہر حسین غفرلہ)

نقلی دلائل

پہلی دلیل: ۔ قرآن میں ہے، فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (خدا کی نماز ہاتھ باندھ کر پڑھ) نحر کے معنے کتب لغت میں ہاتھ باندھنے کے بھی ہیں۔ چنانچہ علم لغت کی سب سے مستند اور متداول کتاب قاموس جلد اول صفحہ ۳۳۲ میں باب الراء فصل نون میں ہے نَحَرَ الرَّجُلُ فِي الصَّلٰوةِ اِنْتَصَبَ وَنَهَدَ صَدْرَهٗ اَوْ وَضَعَ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهَا۔ (نماز میں نحر کا معنیٰ یہ ہے کہ سینہ قبلہ رو سیدھا کر کے یا دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھ کر کھڑا ہو) علم لغت سب کے لئے یکساں حجت ہے۔ اس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہے آیت فَصَلِّ میں چونکہ نماز پڑھنا صاف قرینہ موجود ہے۔ اس لئے یہاں نحر[1] کا معنی یہی ہے کہ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر ہاتھ باندھے ہوئے نماز پڑھو۔ امام فخرالدین رازی رح نے تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۱۲ میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں جناب مدینۃ العلم حضرت علی المرتضےٰ رض کا قول یوں نقل کیا ہے وَالْاَشْهَرُ وَضْعُهَا عَلَى النَّحْرِ عَلٰى عَادَةِ الْخَاشِعِ الْخَاضِعِ (وانحر کا اشہر اور اظہر معنیٰ یہی ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے جیسے خضوع وخشوع کا طریق ہے) ایسا ہی تفاسیر دُرّ منثور، معالم التنزیل، تنویر المقیاس حسینی وغیرہ۔ اور کتب حدیث، بخاری، ترمذی، دارقطنی وغیرہ میں حضرت علی رض اور ابن عباس اور دیگر جلیل القدر صحابۂ کرام رض کی روایات سے یہی معنی لکھا گیا ہے۔ پھر ایسی صریح اور صاف آیت کے ہوتے ہوئے دوسری کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

دوسری دلیل: ۔ حضرت موسیٰ جب کوہ طور پر خدا کے حضور میں پیش ہوئے تو جوتیاں اتار کر نماز پڑھنے کا حکم ہوا اور طریق ادب بھی بتایا گیا اور ارشاد ہوا: وَاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ اس واقعہ کا قرآن کریم میں دو جگہ ذکر ہے۔ سورۂ قصص اور سورۂ طٰہٰ میں نماز پڑھنے کا یوں ارشاد ہے: فَلَمَّا اَتٰهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ۔

ترجمہ: پھر جب موسیٰ اس آگ کے پاس آئے تو آواز آئی اے موسیٰ ع میں تیرا رب ہوں۔ جوتیاں اتار دے،

---

[1] سورۂ کوثر میں نحر سے مراد قربانی لینا اس لئے درست نہیں ہے کہ قربانی کا حکم مدینہ طیبہ میں ہوا۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ مدنی میں لفظ الهدی اور سورۂ حج مدنی میں منسکاً کے لفظ سے اس کا حکم ہوا۔ لیکن سورۂ کوثر مکی ہے۔ قربانی کے حکم سے ۹ سال پہلے مکہ میں دربارہ نماز نازل ہو چکی تھی۔ منہ۔

تُو ایک پاک وادی میں ہے ۔ مَیں نے تجھے چن لیا ۔ تُو سُن جو وحی کی جاتی ہے ۔ مَیں ہی خدا ہوں ۔ میرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے ۔ میری عبادت کر اور میری یاد کے لئے نماز پڑھ ۔)

دوسرے موقعہ پر :۔ سورہ قصص میں اسی واقعہ کا بیان ہُوا ہے جہاں عصا ڈالنے اگریبان میں ہاتھ ڈالنے اور اس کے منور ہو کر نکلنے کا بھی ذکر ہے ۔ اسی جگہ وَاضْمُمْ اِلَيْكَ الخ بھی مذکور ہے ۔ چونکہ بعض آیات بعض کی تفسیر ہوتی ہیں اِس لئے اگرچہ اس جگہ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ مذکور نہیں ہے ۔ لیکن حکماً گویا وہی حکم یہاں بھی موجود ہے اور یہاں نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کا حکم دیا گیا ہے ۔ ضَمّ ایک چیز کو دوسری کے ساتھ جمع کرنے کو کہتے ہیں ۔ جَنَاحٌ کا معنیٰ ہاتھ ہے جو اسم جنس ہونے کی وجہ سے واحد اور جمع پر اطلاق ہوتا ہے ۔ رَهْبٌ کا معنیٰ عاجزی کا ہے ۔ معنیٰ آیت وَاضْمُمْ الخ کا یہ ہے کہ اپنے جسم سے اپنا ہاتھ ضم کرے عاجزانہ شکل بنا کر ۔ اس سے ہاتھ کے ضم کرنے کا اور عاجزانہ صورت دکھانے کا تو صریح حکم ثابت ہوتا ہے ۔ یہ امر کہ داہنے ہاتھ کو بائیں کے اُوپر باندھنا چاہیئے سو چونکہ داہنا بائیں سے افضل ہے اس لئے بحکم اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰی (اوپر کا ہاتھ نچلے سے بہتر ہوتا ہے) داہنے کو اُوپر اور بائیں کو نیچے رکھنا بھی ثابت ہو گیا ہے ۔ وَهُوَ الْمَقْصُوْدُ ۔

چونکہ قرآن کریم میں دو جگہ صریح حکم موجود ہے کہ نماز ہاتھ باندھ کر پڑھی جائے اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے اِس لئے مزید دلائل کی چنداں ضرورت نہیں ہے ۔ لیکن ضدی خصم (شیعہ) کے لئے ان کی اپنی کتابوں سے بھی استدلال کی ضرورت ہے ۔

تیسری دلیل :۔ شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۱۹۸ میں ہے عَنْ زُرَارَةَ قَالَ اِذَا قَامَتِ الْمَرْاَةُ فِی الصَّلٰوۃِ جَمَعَتْ بَیْنَ قَدَمَیْهَا وَلَا تُفَرِّجُ بَیْنَهُمَا وَتَضُمُّ یَدَیْهَا اِلٰی صَدْرِهَا لِمَکَانِ ثَدْیَیْهَا (زرارہ سے روایت ہے ۔ کہا جب عورت نماز میں کھڑی ہو ۔ اپنے دونوں پاؤں ملا کر رکھے ۔ اور ان میں فاصلہ نہ ہو اور دونوں ہاتھ پستانوں کی جگہ پر باندھ لے) بعینہ یہی روایت علل الشرائع صفحہ ۱۳۵ اور تہذیب الاحکام جلد ۴ صفحہ ۱۶۱ میں موجود ہے ۔ پھر جب عورت کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا صریح حکم کتب شیعہ میں موجود ہے تو مرد کیوں ہاتھ کھول کر نماز پڑھیں ۔ کیا صرف عورتوں کے لئے نماز میں تذلل و انکسار کا حکم ہے اور مردوں کے لئے اکڑ کر نماز میں فرعونیت دکھانا مطلوب ہے کیا شیعہ اس کا کچھ جواب دے سکتے ہیں ۔ احکام قرآن مردوں اور عورتوں کے لئے عبادت میں یکساں ہیں ۔ پھر کس قرآنی دلیل سے عورت کو ہاتھ باندھ کر اور مردوں کو کھول کر نماز پڑھنا ثابت ہے ؟ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔

چوتھی دلیل - شیعہ کی کتابوں سے ثابت ہے کہ جناب امیرؓ حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے
تھے - جیسا کہ شیعہ کی معتبر کتاب لمعۃ البیضاء ص۵۰۹ میں تصریح ہے تو اس وقت یہ مشکل ہے کہ جناب امیرؓ
نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی ہو - جبکہ دیگر امور میں بقول شیعہ تقیہ سے اوقات بسر کرتے تھے تو اقتداء
ابوبکرؓ میں بھی ایسا ہی کرتے ہوں گے - پھر شیعہ کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے - کیونکہ یہ لوگ قیامت تک تقیہ پر
مامور ہیں - شیعہ کی معتبر کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کتاب الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ شیعہ کو چاہئے - کہ
اہل سنت والجماعت کے پیچھے تقیہ کر کے نماز پڑھا کریں - اس سے ان کو پچیس گنا زیادہ ثواب ملتا
ہے تو بالضرور جو لوگ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں - وہ ثواب تقیہ سے محروم رہتے ہیں -

استدلال شیعہ

شیعہ کہتے ہیں کہ قرآن میں لکھا ہے ، - وَالطَّيْرُ صَآفَّاتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ
(پرندے صف باندھے عبادت خدا کرتے ہیں - خدا ہر ایک کی نماز و تسبیح کو جانتا ہے) اور ظاہر ہے کہ
پرندے ہاتھ کھول کر عبادت کرتے ہیں اس لئے ہمیں بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا چاہئے -

جواب

انسان اشرف المخلوقات ہو کر پرندوں کی اتباع کرے - یہ از بس عجیب بات ہے - حیوانی و انسانی
عبادت میں ضرور تمیز ہونا چاہئے - خدا ان بے تمیزوں کو ہدایت کرے - کیسی بے تکی ہانکتے ہیں -
پرندے تو اپنے بازؤوں کو ہلاتے ہیں - پھر شیعوں کو بھی بازو ہلاتے رہنا چاہئے - پرندے اُڑتے
ہوئے بیخال بھی کرتے رہتے ہیں - یہ بھی نماز میں بول و براز کرتے رہا کریں - پرندے جدھر منہ آئے اُڑتے
جاتے ہیں ، قبلہ کے پابند نہیں - لیکن انسان قبلہ کا پابند ہے اور ہمیں ایک جگہ کھڑا رہنے کا حکم ہے
وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ (یعنی عجز و انکسار سے یک جا کھڑے ہو کر نماز گزارو) غرض انسان ہو کر لا یعقل حیوانات
چرندو پرند پر اپنے آپ کو قیاس کرنا ذوی العقول کے لئے زیبا نہیں ہے - نہ یہ کوئی دلیل ہے بلکہ مضحکہ
خیال ہے - شیعہ کی دلیل کا کیا کہنا -

دوسری دلیل : دوسری دلیل شیعہ کی یہ ہے کہ صلوٰۃ الخوف میں مسلمانوں کو حکم ہے وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ
وَأَسْلِحَتَهُمْ الخ (اور اپنے ہتھیاروں کو پکڑ رکھا کریں) یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہاتھ کھولے ہوئے

ہوں۔ ہاتھ باندھ کر ہتھیار کس طرح پکڑے جا سکتے ہیں۔

جواب

اوّل تو نمازِ خوف پر دوسری نماز کا قیاس نہیں ہو سکتا۔ وہ بحالتِ مجبوری ہوتی ہے۔ اِس
ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ کر ایک فریق لڑنے کو چلا جاتا ہے۔ دوسری جماعت آکر نماز پڑھتی
پھر پہلی جماعت آکر بقیہ نماز پڑھ لیتی ہے۔ لیکن صلوٰۃ امن میں ایک رکعت پڑھ کر کوئی ایسا عمل کر
تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔

دوم:۔ شیعہ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ سپاہی ہاتھوں میں ہتھیار پکڑے نہیں رکھتے بلکہ اکثر
بندھے ہوئے ہوتے ہیں اور عہدِ رسالت میں تو ہتھیار ہی اس قسم کے تھے جو جسم سے بندھے ہو
ہوتے تھے۔ تلوار کمر سے بندھی رہتی تھی۔ تیر ترکش (جھولا) میں پڑے ہوئے جسم سے پیوست ہو
تھے:۔ ایسی صورت میں ہاتھ باندھ کر غازی نماز بھی پڑھ سکتے تھے اور وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَ
ہتھیار پکڑ رکھنے کی تعمیل بھی ہو جاتی تھی۔ شیعہ کو ایسا استدلال کرنے سے شرم آنی چاہئے مگر کیا کری
اَلْغَرِيْقُ يَتَشَبَّثُ بِالْحَشِيْش (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا) ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔

تیسری دلیل: شیعہ ایک یہ دلیل پیش کیا کرتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک ہاتھ کھول کر نماز پڑھ
کا حکم ہے۔

جواب

یہ بھی شیعہ کا ایک دھوکہ ہے کیونکہ حقیقت میں یہ امام مالک مجتہد مذہب نہیں بلکہ ایک اور صاحب
مالک بن عطیہ (شیعی) ہیں جنہوں نے اس مسئلہ پر بہت زور دیا۔ شیعہ ہمنامی کی وجہ سے اس مسئل
امام مالک کی طرف منسوب کر بیٹھتے ہیں۔ امام مالک کی مشہور متداول کتاب مؤطا امام مالک موجو
ہے۔ اس میں وَضَعَ الْيَدَيْنِ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى حدیث موجود ہے۔ امام موصوف بھی ن
میں ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ علاوہ ازیں ہم امام ممدوح کے مقلد نہیں ہیں کہ قولِ امام ہم پ
حجت ہو سکے۔ یہ سب بودے دلائل ہیں۔ شیعہ کو چیلنج دیا جاتا ہے کہ ہماری کتب صحاح و معتبر کتب
سے ائمہ اہلبیت رضؓ، حضرت علی رضؓ، امام حسن رضؓ، امام حسین رضؓ کا مذہب ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ثابت کر دیں
بلکہ وہ اپنی کتابوں سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ ہم نے قرآن و حدیث و کتب شیعہ سے ہاتھ باندھ کر نماز پڑ

ثبوت پیش کر دیا ہے۔ کیا شیعہ حضرات سے کوئی صاحبِ انصاف ہے جو ضد چھوڑ کر راہِ راست پر آجائے۔

مسئلہ تکبیراتِ جنازہ

چونکہ تکبیراتِ جنازہ دوسری نماز کی رکعات کی بجائے ہیں اور کوئی فرض نماز چار رکعات سے زیادہ نہیں۔ اِس لئے شیعہ کا پانچ تکبیر جنازہ کا قائل ہونا قول بلا دلیل ہے۔ ہم اس سے پہلے فروعِ کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۳۰ سے ایک طولانی حدیث لکھ چکے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ جناب امیرؓ نے اپنے عہد میں بھی وہی امور قائم رکھے۔ جو خلفاء ثلثہ کے عہد میں نافذ تھے۔ نہ فدک ورثاءِ فاطمہؓ کو دے سکے متعہ کی حلت کا فتویٰ جاری کیا۔ نہ نمازِ تراویح موقوف کر سکے، نہ پانچ تکبیراتِ جنازہ پڑھا سکے، پھر جب جناب ممدوح اپنے وقت میں چار تکبیر جنازہ پڑھتے رہے تو اب شیعہ اس کے خلاف کرنے کے کس طرح مجاز ہو سکتے ہیں؛

دوم :۔ شیعہ کی معتبر کتاب فروعِ کافی جلد ۱ صفحہ ۹۵ میں ایک حدیث ہے جس میں تصریح ہے کہ آنحضرتؐ پہلے (جب منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت تھی) پانچ تکبیر پڑھا کرتے تھے لیکن جب منافقین کا جنازہ پڑھنے کی ممانعت ہو گئی۔ تو پھر چار تکبیر ہی پڑھا کرتے تھے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں:۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى عَلٰى مَيِّتٍ كَبَّرَ وَتَشَهَّدَ ثُمَّ كَبَّرَ ثُمَّ صَلّٰى عَلَى الْاَنْبِيَآءِ وَدَعَا ثُمَّ كَبَّرَ وَدَعَا لِلْمُؤْمِنِيْنَ ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ وَدَعَا لِلْمَيِّتِ ثُمَّ كَبَّرَ وَانْصَرَفَ فَلَمَّا نَهَاهُ اللّٰهُ عَنِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ كَبَّرَ وَتَشَهَّدَ ثُمَّ كَبَّرَ وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّيْنَ وَدَعَا لِلْمُؤْمِنِيْنَ ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ وَانْصَرَفَ وَلَمْ يَدْعُ لِلْمَيِّتِ ۔

(ترجمہ) "ام سلمہ رضؓ سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا۔ آنحضرتؐ جب میت پر نماز جنازہ پڑھتے تھے تکبیر کہتے اور کلمہ شہادت پڑھتے پھر تکبیر کہتے، پھر انبیاء پر درود پڑھتے اور دعا کرتے اور پھر تکبیر پڑھتے اور مومنوں کے لئے دُعا کرتے۔ پھر چوتھی تکبیر کہتے اور میت کے لئے دُعا کرتے پھر تکبیر کہتے اور فارغ ہو جاتے تھے۔ پھر جب منافقین پر نمازِ جنازہ پڑھنے کی ممانعت ہو گئی تو یوں نماز پڑھتے۔ تکبیر پڑھتے اور کلمہ شہادت پڑھتے۔ پھر تکبیر کہتے اور انبیاء پر درود پڑھتے۔ اور مومنوں کے لئے دُعا کرتے تھے۔ پھر چوتھی تکبیر کہتے اور فارغ ہو جاتے تھے اور میت کے لئے دُعا نہ پڑھتے تھے۔" بعینہٖ یہی حدیث من لایحضرہ الفقیہ صفحہ ۵۰، اور علل الشرائع صفحہ ۱۳۷ میں بھی موجود ہے۔

اس حدیث سے جو جنابِ صادق سے مروی ہے بالتصریح ثابت ہوا کہ پانچ تکبیر نماز جنازہ کا عملِ رسول ابتداء میں تھا - جب تک منافقین پر بھی نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے - لیکن آخری عمل جب منافقین پر نماز پڑھنے کی ممانعت ہوگئی - یہی تھا کہ چار تکبیریں پڑھا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ آخری فعلِ رسولؐ ہی حجت ہوا کرتا ہے - اس سے زیادہ صاف زبردست دلیل کیا ہو سکتی ہے جو شیعہ کی اپنی معتبر کتاب کافی کلینی وغیرہ بروایت صادق چار تکبیر نماز جنازہ کا ثبوت پیش کر دیا گیا ہے - کیا اب بھی شیعہ ضد سے باز نہ آئیں گے -

ہماری کتابوں میں یوں تصریح ہے: صَلّٰی جِبْرَائِیْلُ عَلٰی اٰدَمَ وَکَبَّرَ عَلَیْہِ اَرْبَعًا (دار قطنی) "آدمؑ پر جبریلؑ نے مع ملائکہ کے نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں)۔ اسی کتاب دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۹۰ میں حضرت انسؓ کی روایت سے ایک حدیث ہے کہ آدمؑ پر چار تکبیریں پڑھی گئیں۔ رسولِ پاکؐ کے جنازہ پر بھی چار تکبیریں پڑھی گئیں - حضرت عمرؓ نے جنازہ ابوبکرؓ پر صہیبؓ نے جنازہ عمرؓ پر، حضرت حسنؓ نے حضرت علیؓ پر، امام حسینؓ نے حضرت حسنؓ پر چار تکبیریں پڑھیں۔

اہل السنت والجماعت کی جملہ کتب حدیث میں تصریح ہے کہ آخری عمل رسولِ پاکؐ کا جنازہ نجاشی کے بعد چار تکبیر نماز جنازہ پڑھی رہا۔

جب کتب معتبرہ فریقین سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ آخری عمل آنحضرتؐ کا چار تکبیر نماز جنازہ پڑھی رہا تو اب شیعہ کو اپنی ضد چھوڑ دینا چاہئے - وَاللّٰہُ ھُوَ الْھَادِیْ -

تیسرا مسئلہ "پاؤں کا مسح"

ہر مذہب کے مسلمان وضو میں پاؤں دھونا فرض سمجھتے ہیں لیکن شیعہ عقل و نقل[1] کے خلاف پاؤں دھونے کی بجائے مسح کی فرضیت کے قائل ہیں - بڑی عجیب بات ہے کہ منہ ہاتھ جن پر نجاست پڑنے کا بہت کم احتمال ہوتا ہے تو دھوئے جائیں لیکن پاؤں جن سے زمین پر چلتے ہیں، اور جن

[1] قرآن مجید میں ارشاد ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ طیہاں ارجلکم منصوب واقع ہوا ہے۔ جو فاغسلوا کا معمول ہے۔ اور یہی قرأت مشہور و متواتر ہے اور الی الکعبین میں الی تحدید کے لئے ہے۔ اور یہ بھی پاؤں دھونے کے حکم پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ حد بیان کرنا مغسولات کیلئے ہی فائدہ دیتا ہے۔ نہ کہ ممسوحات کیلئے۔ کیونکہ مسح میں خفت مقصود ہوتی ہے۔ نہ استیعاب اور غسل میں چونکہ استیعاب مقصود ہوتا ہے اس لئے الی الکعبین سے اسکی حد بیان فرماتی ہے (اختر مظہر حسین غفرلہ)

کے پلید ہونے کا احتمال ہے۔ ان پر صرف مسح کر لینا کافی سمجھا جائے۔ جو اعضاء کھلے رہتے ہیں مثلاً مُنہ، ہاتھ، پاؤں۔ چونکہ گرد و غبار پاک و پلید اُڑ کر ان پر پڑا کرتا ہے اور میل کچیل جم جاتی ہے اس لئے شارع علیہ السلام نے صفائی بدن کے لئے ان کا دھونا فرض قرار دیا ہے۔ لیکن سر چونکہ ہر وقت ڈھکا رہتا ہے اور جملہ اعضاء سے بلند تر ہے اس کی نجاست کا احتمال تک نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تبرید دماغ کے لئے اس کا صرف مسح کر لینا کافی سمجھا گیا ہے لیکن شیعہ چونکہ عقل کے دشمن ہیں اور دیگر مسلمانوں سے خلاف کرنا ان کا شیوہ ہے۔ پاؤں کو دھونے کی بجائے اُن پر مسح کر لیا کرتے ہیں اور پھر اس پر بھی اطمینان نہیں ہو سکتا، پہلے دھو لیا کرتے ہیں، پھر بعد وضو مسح بھی کر لیا کرتے ہیں (یاللعجب) خدا نے قرآن میں سب سے اوّل مُنہ دھونے کا حکم دیا ہے لیکن شیعہ کا طرز خلافِ قرآن یہ ہے کہ مُنہ دھونے سے اوّل پاؤں دھو یا کرتے ہیں۔

کافی کلینی کی حدیث

اس کے متعلق بھی فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۱۹ سے ایک حدیث پیش کی جاتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے وَاِنْ نَسِيْتَ مَسْحَ رَأْسِكَ حَتّٰى تَغْسِلَ رِجْلَيْكَ فَامْسَحْ رَأْسَكَ ثُمَّ اغْسِلْ رِجْلَيْكَ۔ (امام صادق نے فرمایا۔ اگر سر کا مسح بھول جائے اور پہلے پاؤں کو دھو ڈالے تو سر کا پھر مسح کر لے اور بعد ازاں پاؤں دھو ڈالے)

اس حدیث سے بالصراحت ثابت ہے کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے۔ اس لئے جناب امام نے فرمایا کہ اگر مسح سر کو بھول کر غلطی سے پاؤں دھوئے جائیں تو پھر ایسا کرنا چاہیئے کہ سر کا مسح کر لیا جائے اور ترتیب کی درستی کے لئے پھر دوبارہ پاؤں دھوئے جائیں۔ اگر پاؤں کا دھونا فرض نہیں بلکہ ازالہ نجاست منظور تھا۔ جیسا کہ شیعہ کہا کرتے ہیں۔ تو پہلے دھونے سے ازالہ نجاست تو ہو

سلہ وضوء کی فرضیت اس لئے ہے کہ اعضاء وضوء دھو لینے سے دماغ کو فرحت ہوتی ہے۔ تکاسل دور ہو جاتا ہے۔ اور انسان خوش و خرم کھڑا ہو کر بارگاہ ایزدی میں اپنا عرض احوال کرنے کے قابل ہو جاتا ہے یہ بھی قاعدہ ہے کہ اطراف (ہاتھ پاؤں) دھونا باعث تفریح طبع اور رفع تکاسل ہوتا ہے۔ جب کسی کو بخار ہو۔ تو طبی علاج یہ بھی ہے کہ پاشوئی کرایا جاتا ہے۔ جس سے بخار دور ہو کر صحت عود کرتی ہے۔ پھر یہ غرض تب ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ کہ منہ ہاتھ کے ساتھ پاؤں بھی دھوتے جائیں۔ پاؤں پر صرف مسح کرنے سے یہ فائدہ ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ ۱۲

چکا تھا۔ مسح سر کرنے کے بعد مکرر پاؤں دھونے کا حکم کیوں دیا جاتا۔ اس حدیث کا کوئی جواب شیعہ نہیں دے سکتے اور یہ حدیث خلاف شیعہ ہمارے پاس ایک زبردست حربہ ہے جس سے ان کے تمام استدلال پر پانی پھر جاتا ہے:۔

کیا لُطف جو غیر پردہ کھولے — جادُو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

فی الواقع کافی تمام مسائل کے لئے کافی ووافی ہے۔ ہاں انصاف شرط ہے۔ ضد کا کوئی علاج ہی نہیں۔

ڈاڑھی چٹ مونچھیں دراز!

آج کل شیعان علیؓ کا نشانِ امتیاز یہ ہے کہ ڈاڑھی چٹ اور مونچھیں دراز ہوتی ہیں۔ پس اسی حلیہ سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ جس کی ڈاڑھی مسنون ہو اور شوارب (مونچھیں) کٹی ہوئی ہوں۔ اس کو شیعہ حضرات غیظ وغضب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے کتب شیعہ سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنا ضروری ہے تاکہ دیکھ کر اپنی حالت پر افسوس ہو اور آئندہ اس سے باز آجائیں۔

(۱) شیعہ کی مستند کتاب حدیث مَن لایحضرہ الفقیہ میں ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰی وَلَا تُشَبِّھُوْا بِالْیَھُوْدِ (رسول اللہ نے فرمایا کہ مونچھیں کٹاؤ اور ڈاڑھی رکھو اور یہودیوں سے مشابہت پیدا نہ کرو)۔

(۲) فروعِ کافی جلد ۲ صفحہ ۵۳ میں ہے:۔ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِہٖ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَدْرِ اللِّحْیَۃِ قَالَ تَقْبِضُ بِیَدِكَ وَتَجُزُّ مَا فَضَلَ (امام صادق سے بعض اصحاب نے ڈاڑھی کی مقدار کا سوال کیا، آپ نے فرمایا، بقدر قبضہ رکھو۔ اور اس سے زائد کاٹو)۔

(۳) اسی کتاب کے صفحہ مذکور میں ہے:۔ عَنْ عَلِیِّ ابْنِ جَعْفَرٍ عَنْ اَخِیْہِ اَبِی الْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَئَلْتُہٗ عَنْ قَصِّ الشَّوَارِبِ اَمِنَ السُّنَّۃِ قَالَ نَعَمْ[1] (علی ابن جعفرؓ نے اپنے بھائی ابوالحسن سے روایت کی ہے کہ ان سے دریافت ہوا۔ کیا مونچھوں کا کٹانا سنت ہے۔ کہا۔ ہاں بے شک!)

(۴) پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۳ میں ہے:۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُطَوِّلَنَّ اَحَدُکُمْ شَارِبَہٗ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَتَّخِذُہٗ مَخْبَاءً یَسْتَتِرُ بِہٖ

---

[1] حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۱۲۶ میں ہے: از سنتہائے ابراہیم است، شارب را گرفتن وریش را بلند داشتن (مونچھیں کٹانا اور ڈاڑھی رکھنا سنت ابراہیمؑ سے ہے) ۱۲

(امام صادق سے روایت ہے کہ رسولِ پاک نے فرمایا۔ کوئی شخص تم میں سے مونچھوں کو نہ بڑھائے کیونکہ شیطان خیمہ بناتا ہے جو اس کے پردہ کا کام دے۔)

(۵) اصولِ کافی صـ۲۱ میں ہے: یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَا جُنْدُ بَنِیْ مَرْوَانَ قَالَ فَقَالَ لَهٗ قَوْمٌ حَلَقُوا اللُّحٰی وَفَتَلُوا الشَّوَارِبَ۔ (جناب امیرؓ سے پوچھا گیا بنو مروان کا لشکر کون ہے تو فرمایا وہ ایک قوم تھی جو ڈاڑھی چٹ کرانے اور مونچھوں کو تاؤ دیتے تھے۔ ان کی صورتیں مسخ ہو گئیں۔)

شیعہ غور کریں: حدیث ۱ میں مونچھیں کٹانے اور ڈاڑھی رکھانے کا صاف حکم ہے اور کہ جو ایسا نہیں کرتے وہ یہودیوں سے مشابہ بنتے ہیں۔

حدیث ۲ میں ڈاڑھی کی مقدار بتائی گئی ہے کہ بقدرِ قبضہ اس کا رکھنا ضروری ہے۔

حدیث ۳ میں مونچھیں کٹانا سنت نبوی قرار دیا گیا ہے۔

حدیث ۴ میں تو مونچھیں کٹانے کی ایسی تاکید کی گئی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ لمبی مونچھیں شیطان کے خیمہ کے کام آتی ہیں جس سے وہ پردہ بناتا ہے۔

حدیث ۵ میں ڈاڑھی چٹ اور مونچھیں دراز بنو مروان کے لشکر کا حلیہ بتایا گیا ہے۔

جو حضراتِ شیعہ ان احادیث کے خلاف ڈاڑھی چٹ اور مونچھیں دراز اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں، وہ ان احادیث کی رُو سے یہودی صفت سُنّت نبویؐ کے منکر شیطان کے مددگار ہیں۔ کہاں ہیں وہ شیعہ جو جہال کو کہا کرتے ہیں کہ لمبی مونچھیں مولیٰ علی رضؓ کے شاہپر ہیں اور اس لئے ہم سُنّت علی رضؓ کے عامل ہیں، اگر تمہاری کتابیں سچی اور تمہارے امام صادق اور رسولؐ پاک کا قول سچا ہے تو یہ لوگ سنّتِ شیطان کے عامل اور یہود صفت خدا و رسولؐ کے نافرمان ہیں، خدا ان کو ہدایت کرے۔ غضب تو یہ ہے کہ شیعہ علماء بھی ڈاڑھی چٹ اور مونچھیں دراز نظر آتے ہیں، گویا وہ اس کو شعارِ اسلام سمجھتے ہیں ایسے علماء سے خدا کی پناہ جو ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا کے مصداق ہیں۔

بھنگ اور شراب

ہر چند شراب کی حرمت نصِ قرآن سے ثابت ہے اور لحم خنزیر و شراب حرمت میں برابر ہیں لیکن شیعہ حضرات کے بہت سے پیر فقیر شراب کے عادی ہوتے ہیں اور اس کو شیرِ مادر سمجھ کر استعمال کرتے ہیں۔ مریدانِ خوش اعتقاد کہتے ہیں۔ ہمارے مرشد جی کے پاس شراب کی بوتل لاؤ تو دودھ خالص شرابًا طہورًا بن جاتا ہے۔ بہت سے وضعی شرابی پیر نذر و نیاز میں بھی شراب کی بوتل کی فرمائش کیا کرتے

ہیں۔ اور بھنگ تو ملنگانِ مولا علی رض کا صبح و شام کا وظیفہ ہوتا ہے۔ ادھر بھنگ رگڑتے ہیں ادھر بزرگان دین کو لعنت و تبرا کہہ کر نامۂ اعمال سیاہ کرتے ہیں۔ کوئی منع کرے تو کہا کرتے ہیں کہ ان مُلّانوں کو کیا خبر کہ بھنگ اور چرس کے نشہ میں کیسی معرفت کی باتیں سوجھتی ہیں اور عالم ملکوت کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لئے ذیل میں چند مسائل شراب و بھنگ کے متعلق ہم شیعہ کی معتبر کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔ شاید کسی کو ہدایت ہو جائے۔

شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد ۲ جزوِ دوم میں صد ۱۷۲ سے صد ۱۷۷ تک شراب کی خباثتوں، شارب خمر کی برائیوں کا مفصل تذکرہ ہے۔ چونکہ عربی احادیث ہیں۔ اس لئے ہم صرف شیعہ کی مستند تفسیر عمدۃ البیان سید عمار علی شیعی سے ایک عبارت لکھتے ہیں جو جامع و مانع ہے اور ان تمام احادیث کا نچوڑ ہے اور اُردو خوان اصحاب اس کو پڑھ کر مستفید ہو سکتے ہیں۔ وَھُوَ ھٰذا۔

جناب صادقؑ نے فرمایا کہ پینے والا شراب کا بیمار ہو تو اس کو پوچھنے نہ جاؤ اور اگر مر جائے تو اس کے جنازہ پر مت جاؤ اور اگر حاجتمند ہو تو اس کو زکوٰۃ مت دو۔ اور اگر عورت کو واسطے نکاح کے چاہے تو نکاح اس سے مت کرو اور جو شخص کہ اپنی دختر کا نکاح کسی شرابی سے کرے تو اس نے گویا اپنی بیٹی کو دوزخ میں ڈالا ہے۔ اور فرمایا جناب رسولِ خدا نے کہ جو کوئی شرابی کو ایک لقمہ کھانے کو دیوے یا ایک گھونٹ پانی کا دیوے تو البتہ معین کرے گا۔ خدا اوپر اس کے قبر میں سانپ اور بچھو کہ طول اس کے دندان کا ایک سو دس گز ہوگا اور پلایا جائے گا قیامت کے روز دوزخیوں کے زخموں کا پانی۔ اور جو کوئی حاجت روائی کرے شرابی کی گویا اُس نے ایک ہزار مومن کو قتل کیا یا خانہ کعبہ کو ڈھایا اور جو کوئی سلام کرے اس پر تو لعنت کریں گے اس پر ستر ہزار فرشتے۔ اور لعنت کی ہے خدا نے شراب پینے والے کو اور اس کے نچوڑنے والے کو اور اس کے پلانے والے کو اور اس کے اُٹھا لے جانے والے کو اور جس کے پاس لے جائے اس کو۔ اور تنبیہ الغافلین میں لکھا ہے کہ فرمایا جناب رسولِ خدا نے کہ جو کوئی ایک لقمہ بھنگ کا کھائے ایسا ہے کہ گویا اس نے خانہ کعبہ کو ستر بار ڈھایا اور جو کوئی خانہ کعبہ کو ایک بار ڈھائے تو ایسا ہے گویا اس نے ستر پیغمبروں کو قتل کیا اور قرآن میں جو شجرہ ملعونہ ہے، مراد اس سے بھنگ کا درخت ہے۔"

(تفسیر عمدۃ البیان مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی جلد ا صد ۳۲۸)

اب بھنگ اور شراب کی فضیلت آپ نے شیعہ کی مستند تفسیر سے سن لی ہے۔ آپ غور کریں کہ کتنے بھنگی اور شرابی مولا علی رض کے ملنگ اور پیر فقیر نکلتے ہیں جو شیعہ صاحبان کے قبلہ و کعبہ اور شیعہ مذہب کے

رُکنِ اعظم اور معتمد علیہ سمجھے جاتے ہیں۔ پھر کیوں نہ کہا جائے کہ اس مذہب میں روحانیت مطلق نہیں ہے ورنہ ان لوگوں کو ایسے محرمات کے علانیہ استعمال سے کچھ خوف ہو۔

ترکِ صلوٰۃ

اگرچہ نماز عماد الدین اور اسلام کا اعلےٰ رُکن ہے اور مسلمان و کافر میں مابہ الامتیاز ہی نماز سمجھی جاتی ہے، لیکن شیعہ صاحبان نماز سے ایسے بے پرواہیں کہ گویا اس کی فرضیت کے قائل ہی نہیں نہ صرف یہ کہ تارکِ صلوٰۃ ہیں بلکہ نماز پڑھنے والوں پر تمسخر کرتے اور پھبتیاں اُڑاتے ہیں۔ دعوے سے کہا جاتا ہے کہ ہمارے ملک کے شیعہ فیصدی شاید دو شخص بمشکل مل سکیں جو پانچ وقت نماز قائم کرتے ہوں، باقی سب بے نماز یا نماز میں سخت سُست نظر آئیں گے۔ بلکہ شیعہ کا وہ فرقہ جو اپنے آپ کو مولا علیؓ کے ملنگ کہلاتے اور عوام ان کو خدا رسیدہ اولیاء تصور کرتے ہیں اور دارہ پر بیٹھ کر ہر وقت بھنگ رگڑا کرتے اور بکواس کیا کرتے ہیں۔ یہ لوگ ننگ دھڑنگ دھوتی باندھے علی علی پکارتے پھرتے ہیں انہوں نے تو نماز کا عمر بھر کبھی نام ہی نہیں لیا۔ بلکہ جس شخص کو نماز پڑھتا ہوا دیکھ لیں اس سے ٹھٹھا کرتے اور سخت نفرت سے دیکھتے ہیں۔ ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ بخشش نماز میں نہیں بلکہ حُبّ حسین رضؓ میں ہے اور محفل حسین میں ماتم کرنا اور نوحہ کرنا ہزار نماز سے افضل ہے۔ حالانکہ شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد ا صـ ۵۱۳ میں ہے :۔ تَارِكُ الصَّلٰوةِ كَافِرٌ مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ (امام جعفر صادق کا قول ہے کہ تارک الصلوٰۃ کافرِ مطلق ہے) پھر سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ محبانِ حسینؓ اور مولا علیؓ کے ملنگ تارک الصلوٰۃ بفتویٰ امام جعفر کافرِ مطلق ہیں۔

اب ہم تارک الصلوٰۃ کی فضیلت میں شیعہ کی ایک معتبر کتاب تحفۃ العوام جلد ا صـ ۲۱ سے ایک نظم نقل کرتے ہیں تاکہ پڑھنے سننے والوں کو عبرت ہو۔

نظمِ اُردو

نماز ایک جس شخص نے ترک کی — تو خُوں اس نے اپنا کیا بے چھری
اگر دو نمازوں کا تارک ہؤا — تو گویا کہ خُوں اِک نبی کا کیا

ہوئی تین وقتوں کی جس سے قضاء — تو کعبہ کو اس شخص نے ڈھا دیا
دیا چار وقتوں کو گر ہاتھ سے — تو ایسا ہے جیسا کہ اس شخص نے
زنا اپنی مادر سے ہفتاد بار — کیا عین کعبے میں اسے ہوشیار
جو تارک ہوا پنج اوقات کا — بیاں کیا کروں اس کے حالات کا
ندا اس کو کرتا ہے یوں بے نیاز — یہ تُو نے جو کی ترک میری نماز
ہوا میری طاعت سے بیزار تُو — غضب کا ہوا اب سزاوار تُو
بہت میں بھی بیزار ہوں تجھ سے اب — خدا اور اپنے لئے کر طلب
مرے آسمان و زمیں سے نکل — کہیں اور رہ جا کے اسے بدعمل
یہ ارشاد کرتے ہیں شاہِ حجاز — سبک اور ضائع کرے جو نماز

نہیں مجھ سے اور میری اُمت سے وہ
بہت دُور ہے حق کی رحمت سے وہ

یہ تو شیعہ کی کتابی باتیں ہیں۔ لیکن عملی حالت سخت قابلِ افسوس ہے۔ جہاں کہیں شیعوں کی آبادی ہے مساجد ویران، دارے آباد ہیں۔ ہم نے دو جلسے مناظرہ کے دیکھے۔ ایک کندیاں ضلع میانوالی میں، دوسرا چک بیلی خان تحصیل گوجر خان میں۔ ظہر کی نماز کا وقت میدانِ مناظرہ میں آیا۔ تمام مسلمانوں نے نماز باجماعت پڑھی۔ مگر شیعہ کے علماء اور مقتدی سب یوں ہی کھڑے رہے۔ کسی ایک متنفس نے بھی نماز ادا نہ کی۔ لیکن شیعہ کو تکلیف برداشت کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ صرف متعہ جیسا کارِ ثواب کرنے سے امام حسن رضہ، امام حسین رضہ، علی المرتضیٰ اور رسولِ پاک کا درجہ مل جاتا ہے۔ عیدِ غدیر کا ہی شیعہ کے ہاں (۱۸ ذی الحجہ) روز متبرک ایسا آ جاتا ہے کہ شیعانِ علیؓ کے اس روز تمام صغیرہ و کبیرہ گناہ بخشے جاتے ہیں اور نویسندگانِ اعمال کو حکم ہوتا ہے کہ شیعانِ علی رضہ اور محبانِ اہلِ بیت کے گناہ تین روز تک نہ لکھو یعنی اٹھارویں سے بیسویں تک۔ (تحفۃ العوام جلد ۲ صفحہ ۱۶۱)

سیّد جنّتی ہے

شیعہ کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ اولادِ سادات کے لئے تو جنّت واجب ہو چکی ہے۔ سیّد

عبادت کرے نہ کرے کیسے ہی جرائم کبیرہ کا مرتکب ہو، جنت ہاتھ سے نہ جائے گی گویا ان کو رب العزت سے جنت کا ٹھیکہ مل چکا ہے ۔ زنا کرے ، چوریاں کرے ، وارداتِ قتل و ڈکیتی کا مجرم بنے ۔ دوزخ کی آگ سیّد پر حرام ہے اور جنت الفردوس کا واحد مالک ہے ۔ یہ اعتقاد عوام ہی کا نہیں بلکہ اخص الخواص شیعہ بھی یہ خبط رکھتے ہیں ۔ مگر ہم کتب شیعہ سے یہ مسئلہ بحوالہ احادیث بیان کر کے ان کی اس غلط فہمی کو رفع کرتے ہیں ۔

فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص۴۸ میں ہے :۔ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الصَّفَا فَقَالَ یَا بَنِیْ هَاشِمٍ یَا بَنِیْ مُطَّلِبٍ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ وَاِنِّیْ شَفِیْقٌ عَلَیْکُمْ وَاِنَّ لِیْ عَمَلِیْ وَلِکُلِّ رَجُلٍ مِنْکُمْ عَمَلُهٗ لَا تَقُوْلُوْا اِنَّ مُحَمَّدًا مِنَّا وَسَنَدْخُلُ مُدْخَلَهٗ فَلَا وَاللّٰهِ مَا اَوْلِیَائِیْ مِنْکُمْ وَلَا مُحَمَّدٌ مِنْ غَیْرِکُمْ یَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ۔

ترجمہ :۔ " امام محمد باقر سے روایت ہے کہ رسولِ خدا کوہ صفا پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے ۔ اے بنو ہاشم و بنو عبد المطلب ، مَیں خدا کا رسول ہوں اور تم پر شفقت کرنے والا ہوں ۔ لیکن میرے عمل میرے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے ہوں گے ۔ یہ نہ کہنا کہ محمدؐ ہم میں سے ہیں ۔ اور اس لئے ہم ان کی جگہ جنت میں جائیں گے ۔ بخدا میرے دوست اے بنی مطلب تم میں سے اور دوسروں میں سے نہیں مگر پرہیزگار ۔

حکم نکاح سیدہ با غیر سیّد ۔ یہ بھی شیعوں کا عقیدہ ہے کہ سیدزادی کا نکاح غیر سیّد سے ہرگز جائز نہیں ۔ جیسا کہ عینی شرح ہدایہ میں اس قول کو شیعہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے ۔ لیکن محققین اہل سنت کے نزدیک سیدہ کا نکاح غیر سید سے درست ہے ۔ چنانچہ اس مسئلہ کے متعلق حضرت مولینا مفتی محمد شفیع صاحب سابق مفتی دار العلوم دیوبند ایک استفسار کے جواب میں فرماتے ہیں ۔ ان لوگوں کا یہ خیال غلط اور بے دلیل ہے ۔ بنی ہاشم کی عورتوں کا نکاح بالغہ لڑکی اور اسکے اولیاء کی اجازت سے تو ہر قوم کے مسلمانوں میں ہو سکتا ہے ۔ لیکن بغیر رضا اولیاء قریش کے علاوہ کسی دوسری قوم میں کرنا درست نہیں ۔ اور اگر کر لیا گیا تو وہ نکاح قول مفتی بہ کے موافق درست نہ ہوگا ۔ علی ما اختارہٗ صاحب الدر المختار الشامی وغیرہ البتہ قریش کے تمام خاندان خواہ وہ بنی ہاشم میں سے ہوں یا نہ ہوں بنی ہاشم کی کفو ہیں نہیں نکاح بلا اجازت اولیاء بھی جائز ہے اور یہ حکم بنی ہاشم کی عورتوں کا نہیں بلکہ جملہ اقوام کا یہی حکم ہے کہ غیر کفو میں نکاح کر لینے پر اولیاء کو فسخ کرانے کا حق ہوتا ہے ۔ قَالَ فِی الهدایه وغیرہ وَاِذَا زوجت المرأة نفسها من غیر کفو فللاولیاء أن یفرقوا بینهما دفعًا الضرر العار عن أنفسهم انتهٰی والفتوی علٰی روایت الحسن عن انه ینعقد کما صرح به فی الدر المختار (جو لوگ بنی ہاشم کی عورتوں کے نکاح کو غیر بنی ہاشم سے حرام کہتے ہیں سخت گنہگار ہیں ۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ هٰذَا حَلَالٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ ط ۔ لیکن من حرّم حلالًا کا جو فتویٰ کتب عقائد سے نقل کیا گیا ہے ۔ وہ مقید بقیود ہے ۔ یہاں اس کا حکم نہیں کیا جا سکتا ۔ اور ان لوگوں کو اسلام سے خارج کہنا جائز نہیں ۔ (امداد المفتین باب الکفاءۃ ص۱۲) بفتاوی دار العلوم دیوبند

تم سے یا اور لوگوں سے وہی لوگ ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہیں"۔

یہ تو حضورؐ کا اپنے تمام قبیلہ بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب سے اعلان ہے کہ میری قرابت کا تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس گمراہی میں نہ رہنا کہ میرے طفیل تم بخشے جاؤ گے بلکہ اپنے اپنے اعمال کام آئیں گے اور میرے دوست وہی لوگ ہیں جو نیک اعمال کرتے اور خدا سے ڈرتے ہیں۔ ہاشمی ہوں یا غیر ہاشمی۔

اب حضور کا وہ فرمان سنیئے جو آپ نے مرض الموت میں اپنی دختر بلند اختر فاطمۃ الزہراء کے خطاب میں فرمایا۔ چنانچہ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۵۱ میں لکھا ہے:۔ "اے فاطمہؑ! عمل کُن و طاعت بجا آر اکہ بدوں عمل من فائدہ نتوانم بخشید" (اے فاطمہؑ! نیک اعمال کرنا اور عبادت الٰہی سے غافل نہ ہونا کہ نیک اعمال کے بغیر میری قرابت سے تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے گا)۔

کیا سیدوں کا رتبہ جگر گوشۂ رسول زہراء بتول سے زیادہ ہے کہ ان کو تو یہ ارشاد ہو کہ بدوں اعمال صالحہ قرابت رسولؐ کوئی فائدہ نہ دے گی۔ اور بعض لوگ جنہوں نے مدت سے اپنی حسب نسب کھو دی ہوئی ہے اور تیلی، کشمیری سب سیّد ہونے کے دعویدار ہیں۔ اس امر کی امید رکھ سکتے ہیں کہ چوری، زنا، قتل و غارت کرتے رہیں۔ قیامت کو جنّت کا تحفہ مل جائے گا۔ کلاّ و حاشا۔

حضرت نوحؑ کے بیٹے کو جو نبی کا فرزند، نبی کا پوتا تھا، رسولؐ کی فرزندی نے کوئی فائدہ نہ بخشا۔ رسول (نوحؑ) نے بھی التجا کی:۔ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ (یا اللہ! میرا بیٹا میری اہل سے ہے، اسے نجات دیجیؤ۔) لیکن دربارِ ایزدی سے تنبیہ کے ساتھ جواب ملا کہ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ، اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ۔ (یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے۔ اس کے اعمال اچھے نہیں)۔

پھر آج کل کے مشتبہ سید اتنی دُور کی نسبت سے کس طرح توقع کر سکتے ہیں کہ بدوں عملِ صالح جنّت کے مالک ہو جائیں گے۔ ائمۂ عظام بھی ایسے شیعوں سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں۔ جو بُرے اعمال کر کے امید رکھتے ہیں کہ صرف محبتِ اہل بیت ہمارے لئے کافی وسیلہ ہے، ہم قیامت کو سیدھے جنّت میں چلے جائیں گے۔

اصُولِ کافی صفحہ ۴۰۲ میں ہے:۔

عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرَ قَالَ قَالَ یَا جَابِرُ اَیَکْتَفِیْ مَنْ یَنْتَحِلُ التَّشَیُّعَ اَنْ یَّقُوْلَ بِحُبِّنَا اَھْلِ الْبَیْتِ فَوَاللہِ مَا شِیْعَتُنَا اِلَّا مَنِ اتَّقَ اللہَ وَاَطَاعَہٗ وَمَا کَانُوْا یُعْرَفُوْنَ یَا جَابِرُ اِلَّا بِالتَّوَاضُعِ وَالتَّخَشُّعِ وَالْاَمَانَۃِ وَکَثْرَۃِ

ذِكْرِ اللهِ وَالصَّوْمِ وَالصَّلٰوةِ وَالْبِرِّ بِالْوَالِدَيْنِ وَالتَّعَاهُدِ لِلْجِيْرَانِ مِنَ الْفُقَرَاءِ وَ اَهْلِ الْمَسْكَنَةِ وَالْغَارِمِيْنَ وَالْاَيْتَامِ وَصِدْقِ الْحَدِيْثِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَكَفِّ الْاَلْسُنِ مِنَ النَّاسِ اِلَّا مِنْ خَيْرٍ وَ كَانُوْا اُمَنَاءَ عَشَائِرِهِمْ فِي الْاَشْيَاءِ قَالَ جَابِرُ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللهِ مَا تَعْرِفُ الْيَوْمَ اَحَدًا بِهٰذِهِ الصِّفَةِ فَقَالَ يَا جَابِرُ لَا تَذْهَبَنَّ بِكَ الْمَذَاهِبُ حَسِبَ الرَّجُلُ اَنْ يَّقُوْلَ اُحِبُّ عَلِيًّا وَّ اَتَوَلَّاهُ ثُمَّ لَا يَكُوْنُ مَعَ ذٰلِكَ فَعَّالًا فَلَوْ قَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ رَسُوْلَ اللهِ فَرَسُوْلُ اللهِ خَيْرٌ مِّنْ عَلِيٍّ ثُمَّ لَا يَتَّبِعُ سِيْرَتَهٗ وَلَا يَعْمَلُ بِصِفَتِهٖ لَا يَنْفَعُهٗ حُبُّهٗ اِيَّاهُ شَيْئًا فَاتَّقُوا اللهَ وَ اعْلَمُوْا بِمَا عِنْدَ اللهِ لَيْسَ بَيْنَ اللهِ وَبَيْنَ اَحَدٍ قَرَابَةٌ اَحَبُّ الْعِبَادِ اِلَى اللهِ اَتْقَاهُمْ وَاَعْلَمُهُمْ بِطَاعَتِهٖ۔ (ترجمہ) جابرؓ نے امام باقرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اے جابرؓ! شیعہ پن یہی نہیں ہے کہ کہہ دیا جائے کہ ہم محبّ اہلبیت ہیں۔ بخدا ہمارے شیعہ وہی لوگ ہیں جو خدا سے ڈرتے اور اُس کی عبادت کرتے ہیں۔ شیعہ کی پہچان عجز و نیاز اور امانت اور یادِ الٰہی ہے، اور نماز و روزہ اور ماں باپ سے بھلائی کرنا، اپنے پڑوسیوں کی امداد کرنا اور لوگوں کی بدگوئی سے اپنی زبان کو روکنا ہے۔ اور کہ وہ بڑے امین ہوں اپنے قبائل میں۔ جابرؓ نے کہا۔ اے فرزندِ رسولؐ اس صفت کے شیعہ آج کل نظر نہیں آتے۔ آپ نے فرمایا۔ اے جابرؓ ہم مذہبی پابندی سے بچا نہیں سکتے۔ کوئی شخص گمان کرتا ہے کہ میں محبِّ علیؓ و اہلبیتؓ ہوں۔ پھر ان کے طریقہ پر نہیں چلتا۔ اگر وہ شخص کہے کہ میں محبِّ رسولؐ ہوں اور رسولؐ علیؓ سے بہتر ہیں، پھر رسولؐ کی سیرتِ پاک کی اتباع نہ کرے، نہ نیک عمل کرے تو یہ محبّت اسے نفع نہ دے گی۔ خدا سے ڈرو اور یہ سمجھو کہ خدائے پاک کی کسی شخص سے قرابت نہیں ہے۔ خدا کو وہی لوگ پسند ہیں جو بڑے متّقی اور عبادت گزار ہیں۔"

دیکھو۔ اس حدیث میں امام والا مقام نے سچّے شیعوں کی شناخت کا معیار مقرر کر دیا ہے کہ جو منکسر المزاج و متواضع اور امین ہوں۔ یادِ الٰہی میں ہمیشہ مشغول رہیں۔ نماز، روزہ کے سختی پابند ہوں۔ ماں باپ کے فرمانبردار، اپنے غریب پڑوسیوں کی امداد سے دریغ نہ کریں۔ سچ بولیں۔ تلاوتِ قرآن ان کا وظیفہ ہو۔ کسی کی بدگوئی نہ کریں۔ حضرت امام نے کھول کر فرما دیا کہ نرا محبّتِ علیؓ و اہلبیت کا ادّعا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا جب کہ اعمال یزید کے سے ہوں۔ یہ بھی فرمایا۔ کہ رسولِ پاکؐ کا درجہ علیؓ سے بھی بلند تر ہے۔ کوئی

شخص یہ کہہ دے کہ میں محبِ رسولؐ ہوں لیکن اس کے اعمال کفار کے سے ہوں تو حبِ رسولؐ اسے کیا فائدہ دے گی۔ جناب ممدوحؓ نے یہ بھی بتایا کہ بخشش تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ خدا کی کسی سے قرابت نہیں ہے۔ اس کو وہی لوگ پسند ہیں جو متقی اور عابد زاہد ہوں اب شیعہ اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر دیکھیں کہ ان میں اوصافِ بالا سے کوئی ایک صفت بھی پائی جاتی ہے۔ اتقا و ورع تو کُجا، نماز و روزہ کا تو کبھی نام بھی نہیں لیا۔ سچ تو کیا بولیں گے۔ تقیہ (جھُوٹ) عبادت سمجھ رکھی ہے۔ بدگوئی کا یہ حال ہے کہ شام و صبح اصحابؓ و ازواجِ رسولؐ پر لعنت و تبرّا زبان پر جاری رہتا ہے۔ تلاوتِ قرآن کی بجائے سُر تال سے مرثیہ خوانی میں مصروف رہتے ہیں جو سراسر توہینِ اہلبیت ہے۔ کیا ان لوگوں کو دعویٔ حُبِ علیؓ و حسنینؓ کچھ فائدہ دے سکتا ہے۔ کلّا و حاشا۔

ع :- ایں خیال است و محال است و جنُوں

ایسے لوگ قیامت میں امام حسینؓ نہیں بلکہ یزید کے گروہ میں اُٹھیں گے کیونکہ ان کے افعال و اعمال سب کے سب وہی ہیں جو یزید اور اس کے اتباع کے تھے۔ سیّد گیری کسی کام نہ آئے گی جبکہ اعمال درست نہ ہوں۔

نظم

خدا جانے روافض کا بُرا انجام کیا ہوگا
بُرا ہوگا۔ بُرا ہوگا، بُرا ہوگا، بُرا ہوگا

خدا کے پاک بندوں کو بُرا کہتے ہیں دُنیا میں
قیامت میں خدائے پاک بس ان سے خفا ہوگا

بُرا کہتے نبیؐ کے دوستوں کو اور احبا کو
خفا ان سے یقیناً شافعِ روزِ جزا ہوگا

نبیؐ کی بیویوں کو گالیاں دینا جفا کیا ہے
مسلماں کب بھلا ایسا یہ بندہ بے حیا ہوگا

بُرا کہتے ہیں حضرت غوثِ اعظمؓ کو یہ بد باطن
مگر حضرت کے والا شان کا نقصان کیا ہوگا

زباں پر ہے سدا دنیا میں ان کی وِرد لعنت کا
قیامت کو گلے میں طوقِ لعنت کا پڑا ہوگا

پیمبر ہیں ہمارے رحمۃٌ للعالمیں یارو
انہیں پیارا وہی ہوگا جو لعنت سے بچا ہوگا

نبی کے سخت دشمن ہیں جو دشمن ہیں صحابہؓ کے
جو مومن ہے سدا دل سے صحابہؓ پر فدا ہوگا

عقیدت مومنوں کو ہے خدا کے پاک بندوں سے
جو بدخواہ اُن کا ہے بندہ وہ دوزخ میں پڑا ہوگا

بُرا کہتا جو نامعقول حضرت کے خلیفوں کو — بھلا کب اس سے خوش یارو علی المرتضیٰ ہوگا

رسولِ پاک کی ازواج کو ہیں جو بُرا کہتے — نہ خوش ان سے کبھی روحِ بتول فاطمہؓ ہوگا

عجب بیباک دیکھا ہم نے ہے فرقہ روافض کا — نہ کوئی پاک بندہ شر سے ان کی بچا ہوگا

جو اہلِ بیت کی توہین کرتے ہیں سر اجلاس — یزیدی فوج نے ہرگز نہیں ایسا کیا ہوگا

محرم میں نکلتے سوانگ بھر کر جب روافض ہیں — تماشا رام لیلا کا نہ ایسا دل رُبا ہوگا

مسلماں ہو کے یہ بدعات کرنا ہے بہت افسوس — کبھی راضی نہ ان بدعات سے ربّ الوریٰ ہوگا

نہ سکھلائی کبھی اسلام نے بدعات ہیں ایسی — یہ شیطانی طریقہ ہے وہی مُوجد بنا ہوگا

عَلَم اور تعزیہ دُلدُل نئی بدعات ہیں ساری — رسومِ شرک ہیں یہ سب نہ کچھ ان میں بھلا ہوگا

قلندر، ڈوم، کنجر ماتمِ حسنینؓ کرتے ہیں — نہ کیوں خوش پھر بھلا روحِ شہیدِ کربلا ہوگا

عُمر گزری بُرائی اور بُرائی کی کمائی میں — عُمر میں اپنی استنجا نہیں ہرگز کیا ہوگا

وُہ کیسی نامبارک اور ہوگی نا سزا مجلس — کہ شامل جس میں یہ پُر از خباثت طائفہ ہوگا

وہ نامِ پاک لینے کے نہ یہ ناپاک ہیں لائق — نہ اس ماتم کا تم کو دوستو کچھ فائدہ ہوگا

پڑھو قرآن اور ارواح کو بخشو یہ نیکی ہے — اسی سے خوش خدا اور سرورِ ہر دوسرا ہوگا

اسی سے خوش ہوں اہلبیت اور شہداء کے ارواح — یقیناً فائدہ یارو تمہیں اس سے بڑا ہوگا

الٰہی کر ہدائت اپنے بندوں کو ز فضلِ خود — بجز تیری ہدائت کے نہ کوئی رہنما ہوگا

دبیر اب ختم کر دو نظمِ پُر تاثیر کو اپنی
اثر ہوگا اُسے دل ذرہ سے جس کا بھرا ہوگا

(از تازیانۂ سنّت)

اختلافی مسائل پر ہم بحث کر چکے ہیں اور کتبِ شیعہ کے حوالجات سے اپنا مدعا ثابت کیا جا چکا ہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ انصاف ناظرین کی اس سے تسلّی ہو جائے گی۔ اسلام کے تمام فرقوں سے نرالے عقائد شیعہ کے ہیں جو عقل و نقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابلِ تسلیم ہیں!

شیعہ صاحبان بغضِ خلفاءِ ثلاثہؓ کی وجہ سے عقل بھی کھو چکے ہیں اور ان کو سمجھ نہیں آتی کہ

سبائی مذہب کہاں تک اسلامی عقاید کی نقیض ہے!

نقشۂ اسلام حسب عقائدِ شیعہ

اس بات کو مخالفین اسلام بھی مانتے ہیں کہ اسلام نے تھوڑے عرصہ میں حیرت انگیز ترقی کی کہ اقطاع الارض میں اس کی روشنی پھیل گئی اور جس سینہ میں نورِ اسلام پرتو فگن ہوا پھر اس میں ظلمتِ کفر لوٹنا محال تھا اور یہی صداقتِ اسلام کی ایک روشن دلیل ہے لیکن تعجب ہے کہ شیعہ صاحبان اسلام کے دعوے دار ہو کر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہادیٔ اسلام (فداہ ابی و امی) کی تبلیغی جد و جہد اور خدا کے پاک کلام قرآن کی تعلیم کا صرف یہ نتیجہ ہوا کہ سچے مسلمان رسولِ پاک کے کنبہ کے لوگوں کے علاوہ صرف تین شخص ابوذرؓ، مقدادؓ، سلمان فارسیؓ پیدا ہوئے جو آخری دم تک اسلام پر ثابت قدم رہے۔ باقی تمام مسلمان جن کی تعداد لاکھوں کی تھی برائے نام مسلمان تھے۔ جو رسولِ پاک کی وفات کے بعد یک لخت اسلام سے پھر گئے اور اُلٹے خاندانِ نبوت کے جانی دشمن بن بیٹھے۔ اس کے متعلق شیعہ کی معتبر کتب کے حوالے درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

(۱) فروغ کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صـ۱۱۵ میں درج ہے:۔

عَنْ اَبِی جَعْفَرؒ قَالَ کَانَ النَّاسُ اَھْلَ رِدَّۃٍ بَعْدَ النَّبِیِّ اِلَّا ثَلَاثَۃٌ فَقُلْتُ وَمَنِ الثَّلَاثَۃُ فَقَالَ الْمِقْدَادُ ابْنُ الْاَسْوَدِ وَاَبُوْذَرٍ الْغِفَارِیُّ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ۔

ترجمہ:۔ امام محمد باقرؒ سے روایت ہے۔ فرمایا۔ رسولؐ خدا کی وفات کے بعد سب لوگ مُرتد ہو گئے۔ صرف تین مسلمان رہ گئے۔ راوی نے پُوچھا، وہ کون؛ کہا مقدادؓ، ابوذرؓ اور سلمان فارسی)۔

(۲) حیات القلوب جلد ۲ صـ۶۰ میں ہے:۔ "بسندِ معتبر از حضرت صادقؑ روایت کردہ است کہ مردم ہلاک شدند بعد از وفات رسول مگر سلمان، ابوذر و مقداد"۔ امام صادقؑ سے بسندِ معتبر روایت ہے۔ کہ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد سب لوگ ہلاک ہو گئے۔ (مرتد ہو گئے) صرف سلمانؓ اور ابوذرؓ و مقدادؓ مسلمان رہ گئے) ایسا ہی شیعہ کی دوسری کتابوں میں ہے اور یہ عقیدہ متفقہ ہے۔ اس لئے زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ مسلمان کیسے تھے۔

سلمانؓ و مقدادؓ کی ایمانی حالت

حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶ میں سلمان رضہ و مقداد رضہ کے ایمان کی کیفیت عجیب لکھی ہے کہ ایک کی حالت کی دوسرے کو خبر ہو تو فوراً کافر ہو جائے۔ عبارت یوں ہے:۔

درکتاب اختصاص بسند معتبر روایت کردہ است کہ حضرت رسولؐ فرمود کہ اے سلمان رضہ اگر عرض کنند علم ترا بر مقداد ہر آئینہ کافر میشود۔ (کتاب اختصاص میں معتبر سند سے امام صادقؑ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے سلمان رضہ۔ اگر تیرا علم مقداد پر پیش کیا جائے، تو ضرور وہ کافر ہو جائے) اس کے بعد یوں لکھا ہے: "پس فرمود اے مقداد رضہ اگر عرض کنند صبر ترا بر سلمان رضہ ہر آئینہ کافر میشود" (پھر جناب رسولؐ نے فرمایا۔ اے مقداد۔ اگر تمہارا صبر سلمان پر پیش کیا جائے تو ضرور وہ کافر ہو جائے)

کیا خُوب مُسلمانی ہے

کہ سلمان کے علم کی اطلاع مقداد کو ملے تو وہ کافر ہو جائے اور مقداد کے صبر کی سلمان کو خبر ملے تو وہ بھی کافر ہو جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہادیٔ اسلام نے ایسے بمشکل تین مسلمان پیدا کئے تھے جو بعد وفات رسولؐ مسلمان رہے۔ ان میں سے بھی دو ایسے ڈھلمل یقین تھے کہ ایک کی حالت پر دوسرا مطلع ہو جائے تو اسلام کو خیرباد کہہ دے۔ اب صرف ابوذر رضہ مسلمان رہ گئے۔ اس سے تو نہ صرف رسولؐ اور قرآن پاک ہی پر بلکہ خدائے پاک پر بھی حرف آتا ہے کہ اتنا بڑا کارخانۂ اسلام قائم ہوا۔ رسولؐ خاتم الانبیاء مبعوث ہوئے اور حسب فرمان وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ (ہم نے آپ کو ساری دنیا کا رسول بنا کر بھیجا ہے) رسول بھی سارے جہان جن و انس کی ہدایت کے لئے اور نتیجہ اس تمام کارگزاری کا یہ ہوا کہ صرف ایک مسلمان پیدا ہوا۔ کیا کوئی شخص شیعہ کا یہ عقیدہ درست مان کر مخالفین اسلام کے سامنے ایک منٹ کے لئے بھی کھڑا ہو کر صداقت اسلام پر بحث کر سکتا ہے تُف ایسے بُرے عقیدہ پر۔ مسلمانو غور کرو اور پھر غور کرو۔

شیعہ سے ایک سوال

شیعہ برائے مہربانی ہمیں یہ بتائیں کہ ان برائے نام مسلمانوں نے (جن کو تم معاذ اللہ کافر و مرتد کہتے ہو) تو اسلام کی وہ خدمات کیں کہ مُلک کے مُلک فتح کر کے زیرِ نگین اسلام کئے۔ لاکھوں کروڑوں نفوس کو مسلمان کر کے ان کو کلمہ توحید پڑھایا۔ ہزاروں مساجد تعمیر کرائیں۔ قرآن کی جمع و ترتیب میں اس قدر اہتمام کیا کہ اصلی قرآن جو نازل ہُوا تھا یک جا جمع کر کے سورتوں، رکوعوں اور آیات کو ترتیب دی۔ اعراب لگائے، سینکڑوں حافظ تیار کئے گئے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن تمہارے ان مخلص مسلمانوں ابوذر رضؓ، مقداد رضؓ، سلمان فارسیؓ نے کون کون سی خدمات اسلام کیں۔ کن کن کفار کو مسلمان کیا۔ کون کون سے ملک فتح کئے۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو یہی بتایا جائے کہ جناب امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انہوں نے کون سی امداد کی۔ کیا اس نازک وقت میں اُن کی امداد کو پہنچے جب کہ بقول فاسد تمہارے گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹ کر بیعتِ ابوبکر رضؓ کے لئے لے جا رہے تھے۔ یا ان کی خلافت جو چھین لی گئی تھی ان کو واپس دلائی یا فدکؔ جو بزعم تمہارے حق زہرا رضؓ کا چھین لیا گیا تھا واپس دلایا۔ غرض کون سا ایسا کارنامہ تین "سچے" اور "پکے" مسلمانوں کا پیش کیا جائے جس سے ان کی قدر و منزلت ظاہر ہو سکے۔ اگر ان تمام امُور سے ایک بھی انہوں نے نہیں کیا تو ان کی مسلمانی نے اسلام کو اور علیؓ المرتضیٰ کو کیا نفع۔ ان سے تو وہ برائے نام مسلمان ہی اچھے تھے جنہوں نے مُلک کے مُلک فتح کر کے اعلائے کلمۂ حق کیا۔ قیصر و کسریٰ کے تخت اُلٹ کر رسولِ خدا کی پیشین گوئیوں کو پُورا کیا۔ اور گرانقدر وظائف دے کر اہلِ بیت کو مالامال کر دیا۔ ہاں یہی بتاؤ کہ حضرت مولیٰ علی رضؓ نے ہی بعد وفاتِ رسُولؐ کونسا ایسا کارِ نمایاں کیا جس پر اسلام و مسلمانوں کو فخر ہو سکے۔ اپنے عہدِ حکومت میں کتنے کفّار کو تہ تیغ کر کے وسعتِ ممالکِ اسلام کی۔ ہم تو جہاں تک تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرتے ہیں، یہی پتہ چلتا ہے کہ آپ کے وقت میں مسلمانوں پر تلوار چلی۔ ہزاروں جلیل القدر صحابی رضؓ جن میں سینکڑوں حفّاظ قرآن تھے شہید ہوئے۔ آپ کا عام زمانہ خانہ جنگیوں ہی میں گزرا اور خدمتِ قرآن کا تو یہ حال ہے کہ قرآن جمع کر کے کہیں ایسا غائب غلہ کیا کہ شیعوں کی نذر سے بھی اوجھل ہے، اگر

ان برائے نام چند مسلمانوں (خلفاء ثلاثہؓ) کا وجود نہ ہوتا تو دنیا میں آج ایک بھی مسلمان کلمۂ توحید پڑھنے والا نظر نہ آتا۔ دنیائے اسلام ان نفوس مقدسہ (خلفاء ثلاثہ) کی بدولت تاقیامت گرویدۂ اسلام ہے جنہوں نے اپنی جانوں پر مصائب برداشت کر کے اسلام کو شرق سے غرب، جنوب سے شمال تک پھیلا دیا۔ تائید ایزدی ان کے شامل حال تھی اور فتح و نصرت ان کے پاؤں چومتی تھی۔ آؤ کچھ ہوش کرو کفرانِ نعمت نہ کرو۔ اگر حضرت عمرؓ نہ ہوتے تو آج ایک بھی سیّد جو اولاد حسینؓ بطن حضرت شہربانو سے پیدا ہوئے صفحہ دہر پر نہ ہوتے۔

شیعیانِ علیؓ

اب ہم شیعیان علیؓ سے مخاطب ہوتے ہیں۔ ذرا تم ہی بتاؤ کہ تم نے اسلام یا ائمہ اہلبیت کی کیا کچھ امداد کی۔ اپنے عہد میں علی المرتضیٰؓ تمہارا ہی رونا روتے رہے۔ ائمہ اہلبیت اپنے وقت میں تمہارے شاکی رہے۔ تم نے ہی جناب امیرؓ کو کوفہ میں جام شہادت پلایا۔ تم نے ہی حضرت مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ میں بُلا کر مع صغیر السن بچوں کے ذبح کیا۔ تم نے سیّد الشہدا حضرت امام حسینؓ کو خطوط عقیدت لکھ کر دھوکہ و فریب سے بلوا کر مع بال بچّے کربلا میں شہید کیا۔ کیا کوئی ایسا کارنامہ پیش کر سکتے ہو جو اس بات کا ثبوت ہو کہ تم نے اسلام یا ائمہ عظام ہی کو کچھ فائدہ پہنچایا۔ جناب امیر علیہ السلام کے ان خطبات سے جو نہج البلاغت میں بکثرت ہیں، تمہاری ایمانی حالت اور عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔ نمونۃً ہم آپ کا ایک خطبہ نیرنگِ فصاحت ترجمہ نہج البلاغت سے درج ذیل کرتے ہیں جو اس کے صفحہ ۲۶۰ میں ہے۔

خطبۂ امیر علیہ السلام اپنے شیعوں کی مذمت میں

"جو امر کہ گزر گیا اور جو فعل مقدر اور مشخص کر دیا ہے میں اس پر خدا کی حمد کرتا ہوں اور اس امر پر بھی اس کی تحمید و تقدیس کرتا ہوں کہ مجھے آپ کے ساتھ مبتلا کیا۔ اے میرے حکم کی اطاعت نہ کرنے والے اور دعوت کو قبول نہ کرنے والے گروہ اگر تمہیں محاربہ دشمن سے مہلت دی جاتی ہے تو تم لہو و لعب اور ہوا و ہوس میں مشغول ہو جاتے ہو اور تمہیں ساتھ لے کر دشمن سے جنگ کی

جاتی ہے تو مقابلے میں ضعیف و شکست ہو جاتے ہو۔ اگر لوگ اپنے امام کے پاس جمع ہوں تو تم میں تفرقہ پڑ جاتا ہے۔ اگر کسی مشقت و محنت کی طرف بلانے والی آواز کو قبول بھی کرتے ہو تو پھر بہت جلدی رجعتِ قہقہری کر جاتے ہو۔ تمہارے دشمن کے لئے کوئی مُربی باقی نہ رہے۔ وہ جہاد جو تمہارے ذمے واجب ہے اس میں نصرت حاصل کرنے کے لئے جس چیز کا تم انتظار کر رہے ہو وہ تمہاری موت اور ذلت ہے۔ تم جہاد اور نصرت میں سستی اور کاہلی سے کام لے رہے ہو اس کا انجام موت اور خواری ہے۔ قسم خدا کی اگر میرا روزِ موعود (موت) آجائے اور بیشک وہ ضرور آجائے گا تو وہ ایسی حالت میں میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کرے گا کہ میں تمہاری مصاحبت کے لئے دشمن ہو گا اور تمہارے سبب سے کسی قسم کی قوت و شوکت مجھے حاصل نہ ہو گی۔ تم میری زندگی تک مجھ سے برگشتہ رہو گے۔ مجھے دشمن سمجھو گے اور تمہارے سبب سے میں صاحب شوکت نہ ہوں گا۔ خدا کے بندو کیا دین میں اتنی بندش کی قوت نہیں کہ تمہیں ایک جگہ جمع کر دے۔ اپنے امثال و اقران کو بھی دیکھ کر حمیت و غیرت نہیں آتی۔ (جو تمہیں مدافعہ دشمن کے لئے) نیز و طرار کر سکے۔ کیا یہ مقام نصیحت نہیں کہ معاویہ نہایت ہی سفیہہ ستمگاروں کو بلاتا ہے اور وہ بغیر کسی قسم کے احسان و انعام و بخشش کے اس کی متابعت کرتے ہیں اور میں تمہیں انعام اور احسان کے ٹکڑوں کی طرف بلا رہا ہوں۔ حالانکہ تم اہلِ اسلام کے خلف ہو معقول انسانوں کی اولاد ہو۔ مگر پھر بھی مجھ سے متفرق ہوتے ہو اور برابر مجھ سے اختلاف کئے جاتے ہو۔ میرا کوئی حکم تمہارے لئے ایسا کوئی صادر نہیں ہوا جو موجب خوشنودی ہو اور تم اس پر رضامند ہو جاؤ اور نہ کوئی ایسی چیز جو باعثِ غفلت ہو اور تم اس پر اجتماع کر لو۔ میرا کوئی امر و نہی خواہ تمہیں پسند ہو یا ناپسند مگر اس سے لامحالہ انحراف کرو گے اور یاد رکھو کہ بہترین شے جس کی ملاقات کا مجھے اشتیاق ہے میرے نزدیک موت ہے۔ (کیونکہ میں اس کے سبب سے تمہاری بے جا مخالفتوں سے نجات پا کر بہشتِ بریں کی سیر کروں گا۔) میں نے تمہیں کتاب خدا کا سبق دیا۔ تمہاری تعلیم میں حجت و برہان کے ساتھ ابتداء کی۔ تمہیں اس چیز کو پہچنوا دیا جس کا تم انکار کرتے تھے جس سے تم جاہل تھے۔ میں نے تمہیں وہ چیز (شراب معارف دینیہ پلا دی) جسے تم اپنے لبوں سے دور رکھتے تھے جو تمہیں ناگوار خاطر تھی۔"

نہج البلاغۃ مطبوعہ طہران ص۲۴۳

اس خطبہ اور اسی قسم دیگر خطبات سے پتہ چلتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام اپنے وقت کے

شیعوں سے کس قدر نالاں تھے کہ ان کی مصاحبت پر موت کو ترجیح دیتے تھے۔ وہ اُن کا کوئی حکم نہ مانتے تھے اور ہر ایک کام میں نافرمانی کرتے تھے۔ ان کے وعظ و تذکیر کی ان کے دلوں پر مطلق تاثیر نہ ہوتی تھی اور نہ انعام و اکرام ہی سے ان کے سنگین دل موم ہوتے تھے۔

شیعہ کا امام حسنؑ سے سلوک

جو سلوک شیعہ حضرات نے حضرت امام حسنؑ سے کیا، اس کا ذکر جلاء العیون جلد ۱ صفحہ ۲۷۶ میں امام ممدوح کی زبانی یوں ہے :۔

" یہ لوگ دعوے کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں اور میرا ارادہ قتل کیا۔ میرا مال لوٹ لیا۔ بخدا سوگند اگر میں معاویہ سے عہد لوں اور اپنا خون حفظ کروں اور اپنے اہل و عیال میں امین ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں۔"

اسی کتاب کے صفحہ ۲۷۷ میں ایک شیعہ کی گستاخی کا حال یوں درج ہے :۔

" شیخ کشی نے بسند معتبر امام محمد باقرؒ سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسنؓ اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ ناگاہ ایک سوار آیا کہ اُسے سفیان بن لیلے کہتے تھے۔ اس نے کہا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اے ذلیل کنندۂ مومناں!"

اسی کتاب کے صفحہ ۲۶۸ میں لکھا ہے کہ آنجناب نے معاویہ سے صلح کا ارادہ کیا تو شیعوں نے چراغ پا ہو کر حرکت کی۔ پس سب اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا (معاذ اللہ) یہ شخص مثل پدر کافر ہو گیا ہے۔ یہ کہہ کر بلوہ کیا اور اسباب امام حسنؑ لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جائے نماز حضرت کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی اور رداء دوشِ مبارک سے اُتار لی۔" یہ تو حضرت امام حسینؑ کے بڑے بھائی سے دعویداران حُبِ حسینؑ کا سلوک ہے۔

امام حسینؑ سے سلوک

خود فخر الشہداء جناب امام حسینؑ سے تو شیعوں نے وفاداری کی حد کر دی۔ صاحب جلاء العیون جلد ۱ میں یوں رقمطراز ہے :۔

"پس بیس ہزار مرد عراقی نے امام حسین رضہ سے بیعت کی، اور جنہوں نے بیعت کی تھی، خود اُنہوں نے شمشیر امام حسینؓ پر کھینچی اور ہنوز بیعت ہائے امام حسینؑ ان کی گردنوں میں تھی کہ امام حسینؓ کو شہید کیا۔"

اس سے پہلے ہم اخبار ماتم کے حوالوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ شیعہ صاحبان نے ہی نہایت بے دردی و بے رحمی سے حضرت امام حسینؓ کو دشتِ کربلا میں بھوکا پیاسا مع بال بچوں کے شہید کیا۔ مستورات کو بے ستر کیا۔ سرِ امام حسینؑ کو نیزہ پر چڑھا کر یزید کے پاس لے گئے اور وہاں جا کر ماتم حسینؑ برپا کر دیا۔ شیعہ کی فیملی بھی شریکِ ماتم ہوئی۔ یزید علنید کے خاص حکم اور ہندہ زوجۂ یزید کے اہتمام سے یزید پلید کے گھر میں تین دن ماتم ہوتا رہا۔ یہ ہیں ماتمیوں کے کرتوت۔ خدا بچائے۔ اگر خدانخواستہ آج کوئی مخالفِ اسلام، اسلام پر حملہ کر دے اور پلاؤ زردہ پکا کر ماتمیوں کے سامنے رکھ دے تو یہ محبانِ حسینؑ جو صرف چاولوں کے ماتمی ہیں۔ بیت اللہ کعبہ پاک پر گولیاں چلانے سے کبھی دریغ نہ کریں۔ جب اس وقت یہ حالت تھی کہ ائمۂ عظام کی مقدس صورتیں ان کے سامنے تھیں اور مؤثر پُر درد الفاظ میں ان کو وعظ سنائے جاتے تھے اور ان کے پتھر دلوں میں ذرہ تاثیر نہ ہوتی تھی۔ (جیسے کہ خطبات جناب امیرؑ لکھے جا چکے ہیں) تو اب سینکڑوں سال کے بعد ان حضرات نے کیا حمیتِ اسلام دکھائی ہے۔

بعد کے شیعہ

یہ تو زمانہ خیر القرون کے شیعوں کا حال ہے۔ بعد کے شیعوں کی نسبت کتاب اصولِ کافی صٓ ۳۶۹ میں لکھا ہے: وَكَانَتِ الشِّيعَةُ قَبْلَ أَنْ يَكُونَ أَبُو جَعْفَرٍ وَهُمْ لَا يَعْرِفُونَ مَنَاسِكَ حَجِّهِمْ وَحَلَالَهُمْ وَحَرَامَهُمْ (حضرت امام باقرؒ سے پہلے شیعوں کی یہ حالت تھی کہ وہ احکامِ حج سے نابلد تھے اور حلال و حرام کی انہیں کوئی تمیز نہ تھی امام باقرؒ نے انہیں احکامِ حج بتلائے اور حلال و حرام کا بیان کیا) اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام باقرؒ سے پہلے کے شیعہ کفارِ جاہلیت کی طرح احکامِ حج سے نابلد اور حلال و حرام کی بھی تمیز نہ رکھتے تھے۔ امام باقرؒ نے ان کو حلال و حرام کی تعلیم دی، اور ضروری

احکام سکھائے۔

شیعہ کی تعداد حضرت صادقؒ کے وقت

اب شیعیت کی ترقی کا زمانہ لیجیے۔ شیعہ کے نزدیک ان کے مذہب کی ترویج حضرت امام جعفرؒ کے وقت میں ہوئی۔ بلکہ شیعہ صاحبان اس مذہب کو منسوب ہی امام ممدوح کی طرف کرتے ہیں۔ لیکن آپ نے جو اپنے وقت کے شیعوں کی حالت بتائی ہے۔ وہ سخت مایوس کن تھی

اصول کافی صـ۴۹۶ میں ہے:۔

عَنِ ابْنِ رِبَابٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ لِاَبِيْ بَصِيْرٍ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ اَنِّيْ اَجِدُ مِنْكُمْ ثَلَاثَةَ مُؤْمِنِيْنَ يَكْتُمُوْنَ حَدِيْثِيْ مَا اسْتَحْلَلْتُ اَنْ اَكْتُمَهُمْ حَدِيْثًا (راوی کہتا ہے کہ امام صادقؒ ابو بصیرؒ سے فرمانے لگے۔ اگر میں تم میں سے تین مومن بھی ایسے دیکھوں جو میری حدیث کو مخفی رکھ سکیں تو میں کبھی یہ روا نہ رکھوں کہ میں ان سے اپنی حدیث چھپا رکھوں۔)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب صادق کے عہد میں جو بقول شیعہ شیعیت کی ترقی کا زمانہ تھا یہ حالت تھی کہ جناب امام ہمامؓ کو ایسے تین شیعہ بھی نظر نہ آتے تھے جو خالص الایمان اور قابلِ اعتماد ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ سچی بات ایک کو بھی نہ بتا سکتے تھے بلکہ ایک سوال کے تین تین مختلف و متعارض جواب دے کر دفع الوقتی کرتے تھے۔

اسی صفحہ پر دوسری حدیث یوں ہے:۔

عَنْ سَدِيْرٍ الصَّيْرَفِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ فَقُلْتُ لَهٗ وَاللّٰهِ مَا يَسَعُكَ الْقُعُوْدُ فَقَالَ لِمَ يَا سَدِيْرُ قُلْتُ لِكَثْرَةِ مَوَالِيْكَ وَشِيْعَتِكَ وَاَنْصَارِكَ وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ لِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا لَكَ مِنْ شِيْعَةٍ وَالْاَنْصَارِ وَالْمَوَالِيْ مَا طَمِعَ فِيْهِ تَيْمٌ وَلَا عَدِيٌّ فَقَالَ يَا سَدِيْرُ وَكَمْ عَسٰى اَنْ يَكُوْنُوْا قُلْتُ مِائَةَ اَلْفٍ قَالَ مِائَةَ اَلْفٍ قُلْتُ نَعَمْ وَمِائَتَيْ اَلْفٍ قَالَ وَمِائَتَيْ اَلْفٍ قُلْتُ نَعَمْ وَنِصْفَ الدُّنْيَا قَالَ فَسَكَتَ عَنِّيْ ثُمَّ قَالَ اَيَخِفُّ عَلَيْكَ اَنْ تَبْلُغَ مَعَنَا اِلٰى يَنْبُعَ قُلْتُ نَعَمْ فَاَمَرَ بِحِمَارٍ وَبَغْلٍ اَنْ يُسْرَجَا فَبَادَرْتُ فَرَكِبْتُ الْحِمَارَ فَقَالَ يَا سَدِيْرُ تَرٰى اَنْ تُؤْثِرَنِيْ بِالْحِمَارِ قُلْتُ الْبَغْلُ اَزْيَنُ وَاَنْبَلُ قَالَ

الحمار ارفق لی فنزلت فرکب الحمار و رکبت البغل فمضینا فحانت الصلوٰۃ فقال یا سدیر انزل بنا نصلی ثم قال ھذہ ارض سبخۃ لایجوز الصلوٰۃ فیھا فسرنا الی ارض الحمراء و نظر الی غلام یرعی جداء فقال واللہ یا سدیر لو کان لی شیعۃ بعدد ھذہ الجداء ما وسعنی القعود و نزلنا و صلینا فلما فرغنا من الصلوٰۃ عطفت الی الجداء فعددتھا فاذا ھی سبعۃ عشر ا (ترجمہ) سدیر صیرفی سے روایت ہے کہا میں امام صادق کے پاس گیا، اور ان کو کہا۔ بخدا آپ کو اب بیٹھ نہیں رہنا چاہیئے۔ فرمایا کیوں؟ میں نے کہا، اس لئے کہ آپ کے پاس غلام اور شیعہ اور مددگار کثرت سے ہیں۔ بخدا اگر امیرؓ کے پاس اتنے آدمی ہوتے جتنے آپ کے پاس شیعے مددگار اور غلام ہیں، تو بنو تمیم و عدی طمع خلافت نہ کرتے۔ آپ نے فرمایا۔ سدیر، کتنے ہونے چاہئیں؟ میں نے کہا، ایک لاکھ۔ امام نے کہا، ایک لاکھ۔ میں نے کہا، ہاں دو لاکھ۔ امام نے کہا، اور دو لاکھ، میں نے کہا، ہاں نصف دُنیا۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ پھر کہا۔ کیا تجھے گنجائش ہے کہ میرے ساتھ باہر چلو۔ میں نے کہا، ہاں۔ آپ نے گدھے اور خچر کو کسنے کا حکم دیا۔ میں جلدی گدھے پر سوار ہو گیا۔ فرمایا۔ سدیر، مجھے گدھا دے سکتے ہو۔ میں نے کہا، خچر کی سواری اچھی اور تیز رفتار ہوتی ہے۔ فرمایا، گدھے کی سواری ہلکی ہوتی ہے۔ میں اُتر کر خچر پر سوار ہو گیا۔ آپ گدھے پر سوار ہو گئے۔ ہم چل دیئے۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ امام نے فرمایا۔ سدیر، اُترو نماز پڑھ لیں۔ پھر کہنے لگے، یہ شور زمین ہے۔ یہاں نماز نہیں ہو سکتی۔ پھر ہم ایک سُرخ مٹی کی زمین میں گئے۔ اور آپ نے ایک لڑکا دیکھا جو بھیڑیں چرا رہا تھا۔ امام باقرؒ فرمانے لگے۔ اگر میرے پاس اِن بھیڑوں جتنے بھی شیعہ ہوں تو بیٹھ نہ رہوں۔ (جنگ کے لئے اُٹھوں) پھر ہم نے اُتر کر نماز پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے ان بھیڑوں کا شمار کیا تو ان کی تعداد سترہ نکلی۔" اب آپ غور کریں کہ جہاں شیعہ کی تعداد لاکھ دو لاکھ بلکہ نصف دُنیا سمجھی جاتی تھی، وہاں خالص مخلص شیعے سترؔہ نکلے۔ اور زمانہ بھی صاحب المذہب امام جعفر صادق رضؓ کا تھا۔ وہاں آج کل کے شیعہ کی ایمانی حالت کا کیا ٹھکانا۔ یہ سب ڈوم، میراثی، قلندر، مصلّی، کنجر جو شیعہ بن کر محرّم میں رونق افزا مجلس ماتم ہوا کرتے ہیں۔ یہ سب چاولوں کے شیعہ ہیں۔ اگر منتظمانِ مجالس عزا، ایک سال چاول پکانے بند کر دیں تو دیکھیں کتنے شیعیانِ علی رضؓ سینہ کوبی کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

اِمام مہدی کے نہ ظاہر ہونے کا سبب

چونکہ کتب شیعہ میں تصریح ہے کہ امام غائب علیہ السلام اس وقت تشریف لائیں گے جب ان کے مخلص شیعوں کی تعداد تین سو تک پہنچ جائے گی۔ جو ان کے محافظ ہوں گے اور اعدار اسلام سے ان کی نگہبانی کریں گے۔ باوجودیکہ مدّعیانِ شیعیت کی تعداد اس وقت ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ سب برائے نام چاولوں کے شیعہ ہیں۔ اگر سچے شیعہ ہوتے تو کب کے امامِ منتظر تشریف لے آتے۔

اِمام کے ظہور کا وقت ہے

چونکہ اس وقت شیعوں پر سخت اعتراض ہو رہا ہے کہ ان کا قرآن جمع کردہ علی رضؓ کہیں نظر نہیں آتا۔ اس کے متعلق مطالبہ پر مطالبہ ہو رہا ہے کہ شیعہ کہیں سے وہ قرآن پیدا کریں ورنہ ان کی کوئی مسلمانی نہیں جبکہ ان کے ہاتھ میں کتاب آسمانی نہیں۔ شیعہ بیچارے سخت پریشان ہیں، کچھ جواب بن نہیں سکتا۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ وہ قرآن صاحب الامر حضرت امام مہدیؑ کے پاس موجود ہے۔ اور شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام بمعہ اپنے فرزندوں کے ایک غائب مُلک میں حکمرانی کر رہے ہیں۔

شیعوں کے قبلہ وکعبہ علامہ سید علی الحائری کی ایک مصنفہ کتاب "غایۃ المقصود" میں بہت سی حکایات درج ہیں کہ لوگوں نے وہاں جا کر آپ کی زیارت بھی کی۔ چنانچہ اسی کتاب کے صـ۲۵ سے صـ۳۰ تک ایک قصہ لکھا ہوا ہے کہ چند کس دریائی سفر کرتے ہوئے اس ملک میں جا پہنچے اور وہاں پانچ بڑے بڑے شہر دیکھے جو امام کے فرزندوں کے زیر حکومت تھے۔ ان میں سے بعض کا طول وعرض دو ماہ کا راستہ بعض کا چار ماہ کا راستہ ہے۔ وہاں بڑے بڑے شہر اور تجارت کی منڈیاں دیکھی گئیں اور عجیب وغریب باغات وجنات "تجری من تحتها الانہار" مشاہدہ میں آئے۔ ان لوگوں نے امامؑ کی زیارت بھی کی اور اسلام بھی تازہ ہوا۔" (معلوم نہیں اتنی بڑی آبادی جغرافیہ والوں کی آنکھوں سے

آج تک کیوں مخفی ہے جنہوں نے زمین کا چپہ چپہ پیمائش کر کے جغرافیہ دنیا تیار کیا ہے"
یہ سب داستانیں فرضی، بوستانِ خیال یا شیخ چلی کی گپّوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں،
بہر حال اگر امام اتنی بڑی سلطنت کے مالک، دُنیا کے کسی حصّہ میں رہتے ہیں، آپ گاہے
گاہے اپنے خواص شیعہ کو ملتے بھی رہتے ہیں جیسا کہ حائری کی کتاب غائۃ المقصود میں ہے،
تو کیا وجہ ہے کہ اس وقت کے شیعہ اس نعمت (زیارتِ امام سے محروم ہیں ؟
اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتی کہ یہ سب حلوے مانڈے اور چاولوں کے
شیعہ ہیں۔ اصلی شیعہ کی ان میں بُو تک نہیں ہے۔ ورنہ اگر اس وقت دُنیا میں کوئی ایک
بھی سچا شیعہ موجود ہوتا تو اس آڑے وقت میں حضرت امام ان کی ضرور دستگیری کرتے۔
اور اصلی قرآن اگر اس وقت ظاہر نہیں کیا جا سکتا تو اس کی نقل ہی کرا کر کسی مخلص شیعہ
کی معرفت دُنیا میں بھیج دیتے، تاکہ شیعہ بیچارے وہ قرآن دکھا کر سرخروئی حاصل کرتے۔

ایک عجیب حکائت

اسی کتاب غائۃ المقصود کے صنٖ ۱۷ میں ایک عجیب حکایت لکھی ہے جو قاضی نور اللہ
شوستری کی مجالس المومنین سے نقل کی گئی ہے :۔
• کہ ایک اجلّ فاضل اہل سنّت جو علامہ حلّی کے استادوں میں سے تھا اس نے
مذہب شیعہ امامیہ کے ردّ میں ایک مبسوط کتاب لکھی تھی اور وہ کتاب مختلف مجالس میں
سُنا کر شیعوں کو پھسلاتا تھا اور اس خوف سے کہ کوئی شیعہ اس کی تردید نہ کر دے، کسی
شیعہ عالم کے ہاتھ میں وہ کتاب نہ دیتا تھا۔ شیخ حلّی ہمیشہ اس کوشش میں رہتے تھے کہ
وہ کتاب ہاتھ آئے تاکہ اس کی تردید کی جائے۔ ایک روز استادی شاگردی کا وسیلہ پیش کر
کے کتاب عاریۃً دینے کی استدعا کی۔ استاد نے کہا صرف ایک رات کے لئے کتاب
دے سکتا ہوں۔ شیخ اس کو بھی غنیمت سمجھا اور کتاب لے لی اور اپنے گھر میں لے گئے
تاکہ کچھ نہ کچھ رات میں نقل کر لیں۔ جب لکھنے لگے تو نیند نے غلبہ کیا اور سو گئے۔ جناب
مہدی علیہ السلام نمودار ہو گئے اور شیخ کو فرمانے لگے کہ کتاب مجھے دے دو اور تم سو رہو۔
جب شیخ نیند سے جاگے تو دیکھا کہ کتاب ساری لکھی ہوئی موجود ہے۔ حالانکہ وہ کتاب ایک

سال سے کم عرصہ میں نہ لکھی جا سکتی تھی۔ یہ حکائت فارسی میں ہے۔ مَیں نے سہولت ناظرین کے لئے اس کا ترجمہ بجنسہٖ اُردو میں لکھ دیا ہے، جو چاہے اصل کتاب دیکھ سکتا ہے۔

اس قسم کی حکایات عجیب و غریب اس لئے وضع کی گئی ہیں کہ شیعوں کا اس بات پر اعتماد جما رہے کہ ضرور امام مہدی علیہ السلام اس وقت موجود ہیں اور کبھی کبھی خاص لوگوں کو ان کی زیارت ہو جایا کرتی ہے۔

مَیں کہتا ہوں کہ اگر یہ باتیں درست ہیں تو اس وقت شیعیانِ علی رضؓ کیوں کوشش نہیں کرتے کہ مل کر شب بیداری کریں اور مناجاتیں کر کے امام کی زیارت سے مستفید ہوں۔ اور منت و خوشامد سے عرض و معروض کریں کہ حضرت جی اس وقت بڑا آزادی کا وقت ہے آپ ظہور فرمائیں تو کوئی شخص آپ کا بال بینکا بھی نہیں کر سکتا اور لاکھوں کی تعداد میں لٹھ بند شیعہ جو گتکا باز بھی ہیں، آپ کی امداد میں موجود ہوں گے، تشریف لا کر شیعیت کی اشاعت فرمائیں۔ اور اگر آپ خود تشریف نہیں لا سکتے تو قرآن تو ہمیں مرحمت فرمائیں تاکہ مخالفین کو دکھا کر ہم سُرخروئی حاصل کریں اور مخالفین کے قرآن کے رہینِ منت نہ رہیں۔ شیعوں کے قبلہ و کعبہ سرکار شریعت مدار ہی اپنی رُوحانی کشش سے حضرت امام کو بُلا لیں لکھنؤ کے بڑے بڑے مجتہدین شیعہ کوئی حیلہ کریں۔ اور نہیں تو ایران کے بڑے بڑے جبّہ پوش مشائخ شیعہ ہی جدو جہد کریں۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے اور ہرگز نہیں ہو سکتا تو روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ اس وقت ان ہزاروں لاکھوں نمائشی شیعوں میں خالص مخلص اصلی شیعہ ایک بھی نہیں۔

شیعو! کوشش کرو۔ اپنے سے یہ دھبہ دُور کرو ورنہ ان عقائدِ شیعہ سے باز آجاؤ۔ ضد چھوڑ دو۔ آخر مرنا ہے اور خدا کے ہاں جواب دینا ہے۔ بزرگانِ دین کی سب و شتم سے باز آجاؤ۔ اسی قرآن کے کامل و مکمّل ہونے کے قائل ہو جاؤ۔ طریقِ اہل سنّت اختیار کر کے مسلمانوں کے سوادِ اعظم میں مل جاؤ۔ تاکہ نجات حاصل ہو۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

ہمارا کام کہہ دینا تھا یارو

ہو تم مختار مانو یا نہ مانو

کتاب بہت طویل ہو گئی ہے۔ اب ختم کرتا ہوں اور صدق دل سے درگاہ الٰہ العالمین

میں دُعا کرتا ہوں کہ میری اس ناچیز تحریر کو قبولِ عامہ کا شرف عطا ہو اور قیامت میں مغفرت کا وسیلہ ہو۔ اٰمین ثُمَّ اٰمین ؕ

یہ کتاب ان ناپاک حملوں کی مدافعت میں ایک زبردست حربہ ثابت ہو اور مسلمان بھائی اس کو پڑھ کر فائدہ اُٹھائیں ۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِاُسْتَاذِیْ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
اٰمِیْن بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ؕ

رَاقِمِ خاکسار
ابوالفضل محمد کرم الدین عفی عنہ دبیر
متوطن بھیں، تحصیل چکوال ضلع جہلم (پنجاب)
(مغربی پاکستان)
۲۸ر اگست ۱۹۲۵ء

فتوی تکفیر روافض

(از حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ)

جو روافض اصحاب و ازواج رسولؐ کو علانیہ گالیاں دیتے اور لعنت و تبرّا اور وِرد زبان رکھتے اور قرآن کریم کا انکار کرتے ہیں۔ بلا شبہ کافر ہیں۔ ان کی تکفیر کے فتاویٰ علمائے ہند و پاک ہی سے نہیں بلکہ علمائے حرمین شریفین سے صادر ہو چکے ہیں لیکن ذیل میں ہم صرف چند بزرگانِ اسلام اہل باطن کی وہ تحریرات درج کرتے ہیں جو انہوں نے غالی روافض کی تکفیر کے متعلق لکھی ہیں۔ سب سے پہلے حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے دو مکتوب لکھے جاتے ہیں۔

از مکتوبات مترجم اُردو

یقینی طور پر تصوّر فرمائیں کہ بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت سے زیادہ مؤثر ہے اور تمام بدعتی فرقوں میں بدتر اس گروہ کے لوگ ہیں جو پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے اصحاب سے بغض رکھتے ہیں اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام میں ان کا نام کفار رکھا ہے: لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ قرآن اور شریعت کی تبلیغ اصحابؓ نے ہی کی ہے۔ اگر ان پر طعن لگائیں تو قرآن اور شریعت پر طعن آتا ہے قرآن کو حضرت عثمان رضؓ نے جمع کیا ہے۔ اگر حضرت عثمان رضؓ مطعون ہیں تو قرآن مجید بھی مطعون ہے حق تعالیٰ ان زندیقیوں کے ایسے اعتقاد سے بچائے۔ مخالفت اور جھگڑے جو اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان واقعہ ہوئے ہیں نفسانی خواہشوں پر محمول نہیں ہیں کیونکہ خیر البشر صلے اللہ علیہ و سلّم کی صحبت میں ان کے نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا اور ان کا نفس امارہ پن سے آزاد ہو گیا تھا اس قدر جانتا ہوں کہ حضرت امیرؓ اس بارہ میں حق پر تھے۔ ان کے مخالف خطا پر، لیکن یہ خطا اجتہادی ہے فسق کی حد تک نہیں پہنچاتی بلکہ اس قسم کی خطا میں ملامت کی مجال نہیں۔ کیونکہ خطا کرنے والے کو بھی ایک درجہ ثواب کا حاصل ہے اور کمبخت یزید، اصحابؓ سے نہیں ہے۔ اس کی بدبختی میں کسی کو کلام نہیں۔ جو کام اس بدبخت نے کیا ہے کوئی کافر بھی نہیں کرتا۔ اہلِ سنّت والجماعت میں سے بعض علماء نے اس کو لعنت کرنے پر توقّف کیا ہے تو اس لحاظ سے نہیں کہ وہ اس سے راضی ہیں

بلکہ اس کے رجوع اور توبہ کے احتمال پر ہے۔

مکتوب نمبر ۸۰

تہتر[۱] فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ شریعت کی تابعداری کا مدعی ہے۔ اور اپنی نجات کا دعویٰ کرتا ہے لیکن وہ دلیل جو پیغمبر صادق علیہ السلام کے ان متعدد فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجیہ کی تمیز کے لئے بیان فرمائی ہے، یہ ہے:-

اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ یعنی فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں جو اس طریق پر ہوں جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔

اصحاب کا ذکر صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کافی ہونے کے باوجود اس مقام میں اسی واسطے ہو سکتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ میرا طریقہ بعینہٖ اصحاب کا طریق ہے اور نجات کا راستہ صرف ان کے طریق سے وابستہ ہے۔ جس طرح اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:- وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ پس رسول کی اطاعت عین حق کی اطاعت ہے اور ان کی مخالفت عین حق تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

جن لوگوں نے خدا تعالےٰ کی اطاعت کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے خلاف تصور کیا ہے، حق تعالےٰ نے ان کے حال کی خبر دی ہے اور ان پر کفر کا حکم لگایا ہے، حق تعالےٰ فرماتا ہے:-

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا۔ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا (ارادہ کرتے ہیں اللہ اور اس کے درمیان فرق ڈالیں۔ اور کہتے ہیں کہ بعض کے ساتھ ہم ایمان لاتے اور بعض سے ہم انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان راستہ اختیار کرلیں یہی لوگ پکے کافر ہیں۔)

پس مذکورہ بالا صورت میں اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طریق و تابعداری کے برخلاف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کا دعویٰ کرنا باطل اور جھوٹا ہے۔ بلکہ حقیقت

---

[۱] جو جھگڑے بعد از خلافت اصحاب ثلاثہ رض واقع ہوئے۔

ہیں وہ اتباع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عین نافرمانی ہے۔ پس اس مخالف طریق میں نجات کی کیا محال۔ وَتَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ○ (اور گمان کرتے ہیں یہ کہ وہ اوپر کسی چیز کے ہیں۔ خبردار تحقیق وہی جھوٹے ہیں۔) ان کے حال کے موافق ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہ فرقہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کو لازم پکڑا ہے اہل سنت و جماعت ہی ہیں۔ خدائے تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور فرمائے۔ پس یہی لوگ فرقہ ناجیہ ہیں۔ کیونکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحابؓ کو طعنہ لگانے والے ان کی اتباع سے محروم ہیں جیسے کہ شیعہ خارجیہ اور معتزلہ جو مذہب نیا رکھتے ہیں۔ ان کا رئیس واصل بن عطاء امام حسن بصری کے شاگردوں میں سے تھے جو ایمان اور کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرنے کے باعث امام سے جدا ہو گیا۔ اور امام صاحب نے اس کے حق میں فرمایا: اِعْتَزَلَ عَنَّا (ہم سے جدا ہو گیا) اسی طرح باقی فرقوں کو خیال کر لو۔ مَا اٰمَنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ مَنْ لَّمْ يُوَقِّرْ اَصْحَابَهٗ۔ (جس نے اصحاب کی تعظیم نہیں کی، وہ رسول اللہ پر ایمان نہیں لایا) کیونکہ ان کا حسد ان کے صاحب کے حسد تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس برے اعتقاد سے بچائے اور نیز جو قرآن و حدیث سے ہم تک پہنچے ہیں، وہ انہی کی نقل کے وسیلہ سے ہیں۔ جب مطعون ہوں گے تو ان کی نقل بھی مطعون ہو گی۔ کیونکہ یہ نقل ایسی نہیں کہ بعض کے سوا بعض کے ساتھ مخصوص ہو۔ بلکہ سب کے سب عدل اور صدق اور تبلیغ میں برابر ہیں۔ پس ان میں سے کسی کا طعن دین کے طعن کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالےٰ اس سے بچائے۔ اگر طعنہ دینے والے یہ کہیں کہ ہم بھی اصحابؓ کی متابعت کرتے ہیں۔ یہ لازم نہیں کہ ہم سب اصحابؓ کے تابع ہوں بلکہ ان کی راؤں کے متضاد ہونے اور مذہبوں کے اختلاف کے باعث سب کی تابعداری ممکن نہیں تو اس کا جواب ہم دیتے ہیں کہ بعض کی متابعت اس وقت فائدہ مند ہو سکتی ہے جب کہ بعض کا انکار ان کے ساتھ شامل نہ ہو۔ ورنہ بعض کا انکار کرنے سے بعض کی متابعت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضرت امیرؓ نے خلفائے ثلاثہؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت و تعظیم کی ہے اور ان کو اقتداء کے لائق جان کر ان سے بیعت کی ہے۔ پس خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کا انکار کرنا اور جناب امیر کی متابعت کا دعویٰ کرنا محض افترا ہے۔ بلکہ یہ انکار در حقیقت حضرت امیرؓ کا انکار ہے اور ان کے اقوال و افعال کا صریح رد ہے۔ اور تقیہ کے احتمال کو حضرت اسد اللہ کے حق میں دخل دینا بڑی بے وقوفی ہے۔ عقل صحیح ہرگز اس کو جائز نہیں

سمجھتی کہ حضرت اسد اللہ باوجود کمال معرفت و شجاعت کے خلفائے ثلاثہ رضہ کے بغض کو تیس سال تک پوشیدہ رکھیں اور ان کے برخلاف کچھ ظاہر نہ کریں۔ اور منافقانہ صحبت ان کے ساتھ رکھیں حالانکہ کسی ادنیٰ مسلمان سے اس قسم کا نفاق متصور نہیں ہو سکتا۔ اس فعل کی حقیقت کو معلوم کرنا چاہیئے کہ حضرت امیرؓ کے حق میں تقیہ جائز بھی سمجھا جائے تو وہ تعظیم و توقیر جو حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلّم خلفاء ثلاثہؓ کی کرتے تھے اور ابتداء سے انتہار تک ان کو بزرگ جانتے رہے ہیں۔ اس کا کیا جواب دیں گے۔ وہاں تقیہ کی گنجائش نہیں۔ حق امر کی تبلیغ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر واجب ہے۔ وہاں تقیہ کو دخل دینا زندقہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط (اے میرے رسول، جو کچھ تجھ پر تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کو پہنچا دے۔ اور اگر تُو نے ایسا نہ کیا تو رسالت کا حق ادا نہیں کیا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔)

کفار کہا کرتے تھے کہ محمدؐ اس وحی کو جو اس کے موافق ہو ظاہر کر دیتا ہے اور جو اس کے مخالف ہو اس کو ظاہر نہیں کرتا اور اس کو پوشیدہ رکھتا ہے اور یہ ثابت ہے کہ نبی کو خطا پر مقرر رکھنا جائز نہیں ورنہ اس کی شرافت میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ پس سب خلفائے ثلثہ کی تعظیم و توقیر کے خلاف آنحضرتؐ سے ظاہر نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ ان کی تعظیم خطا اور زوال سے محفوظ تھی۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور ان کے اعتراض کا جواب ذرا صاف طور پر لکھتے ہیں کہ تمام اصحابؓ کی متابعت دین کے اصول کے متعلق لازم ہے اور وہ ہرگز اختلاف نہیں رکھتے اگر اختلاف ہے تو فروع میں ہے اور جو اُن میں سے بعض کو طعن کرتا ہے وہ سب کی متابعت سے محروم ہے۔ ہر چند ان کا کلمہ متفق ہے مگر دین کے بزرگواروں کے انکار کی بدبختی اختلاف میں ڈال دیتی ہے اور اتفاق سے باہر نکال دیتی ہے بلکہ قائل کا انکار اس کے اقوال کے انکار تک پہنچا دیتا ہے اور نیز شریعت کے پہنچانے والے سب اصحابؓ ہی ہیں جیسا کہ ذکر ہو چکا کیونکہ سب کے سب اصحاب عادل تھے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ شریعت ہم تک پہنچائی ہے اور ایسے ہی قرآن بھی ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لے کر جمع کیا گیا ہے۔ پس بعض کا انکار منکر کے مادہ میں ثابت ہوتا ہے۔ پھر کس طرح نجات اور خلاصی کی اُمید ہے؟

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے: اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ

مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرَدُّوْنَ اِلٰۤی اَشَدِّ الْعَذَابِ (کیا تم بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ پس جو شخص تم میں سے ایسا کرتے ہیں۔ ان کی جزاء اس کے سوا اور کیا ہے کہ دُنیا میں خوار و ذلیل ہوں اور آخرت میں سخت عذاب کی طرف کھینچے جائیں) یا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن حضرت عثمان رضؓ کا جمع کیا ہُوا ہے بلکہ در حقیقت جامع القرآن حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت فاروق رضؓ ہیں اور حضرت امیرؓ کا جمع قرآن کے سوا ہے۔ پس سوچنا چاہیئے کہ ان بزرگوں کا انکار در حقیقت قرآن کا انکار ہے۔ (نعوذ باللہ)

ایک شخص نے شیعہ کے ایک مجتہد سے سوال کیا کہ قرآن حضرت عثمان رضؓ کا جمع کیا ہوا ہے آپ کا اس کے حق میں کیا اعتقاد ہے۔ اس نے کہا۔ مَیں اس کے انکار میں مصلحت نہیں دیکھتا کہ اس کے انکار سے تمام دین درہم برہم ہو جاتا ہے۔ دیگر عاقل آدمی ہرگز انکار نہیں کرسکتا کہ آنحضرتؐ کے اصحابؓ حضورؐ کی رحلت کے دن ۳۳ ہزار اصحاب حاضر تھے جنہوں نے رضا و رغبت سے حضرت صدیق رضؓ کی بیعت کی۔ اتنے اصحاب کا گمراہی پر اجتماع ہونا محال ہے حالانکہ حضورؐ نے فرمایا ہے: لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ (انتہی من غنیہ)

فتوٰی تکفیر روافض

(از دربارِ گولڑہ شریف)

روافض کے کفر کا فتویٰ جب درگاہ غوث اعظم حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز سے صادر ہو چکا ہے۔ جیسا کہ غنیۃ الطالبین صہ ۱۷۹ میں بروایت معاذ بن جبل و حضرت انس رضی اللہ عنہما بایں طور حدیث منقول ہے:۔ سَیَجِیْءُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ یَّنْقُصُوْنَ اَصْحَابِیْ فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُوَاکِلُوْهُمْ وَلَا تُنَاکِحُوْهُمْ وَلَا تُصَلُّوْا عَلَیْهِمْ وَلَا تُصَلُّوْا مَعَهُمْ۔ (آخر زمان میں ایک قوم ہو گی جو میرے اصحاب کی تنقیص شان کریں گے پس تم ان کی مجلس میں نہ بیٹھو، نہ اُن سے مل کر پیو نہ کھاؤ، نہ ان سے رشتہ بندی کرو، نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو، نہ اُن سے مل کر نماز پڑھو۔)

اس لئے غوثِ وقت حضرت قبلہ عالم خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب مدظلہم سجادہ نشین گولڑہ شریف سے بھی یہی توقع ہو سکتی تھی کہ اپنے جدِ امجد کی طرح روافض کی تکفیر کا فتوٰی صادر کریں ۔ لیکن رافضی لوگ لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالتے اور کہا کرتے ہیں کہ جناب پیر صاحب ممدوح شیعہ کو اچھا سمجھتے ہیں اور ان کو کفر کا حکم نہیں دیتے ۔

خاکسار نے ایک خاص عریضہ کے ذریعہ پیر صاحب مدظلہم سے اس بارہ میں استفسار کیا جس کے جواب میں جناب ممدوح کے حکم سے ایک معزز و مقتدر خاص حضوری جناب خان بہادر مولوی شیر محمد خان صاحب لاہوری نے ایک فتوٰی کی نقل بھیجی جو دربارۂ تکفیر روافض دربار گولڑہ شریف سے صادر ہو چکا ہے وھو ہذا[1] :-

السوال

(۱) قاذف سیدۃ النساء حضرت عائشۃ الصدیقۃ العلیا (۲) منکر صحابیت خلیفۃ الحق والصواب حضرت ابوبکر الصدیق رضؓ و عمرؓ بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہما (۳) منکر بنات رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سوائے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ۔ (۴) محرف و منکر قرآن مجید ساب الشیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہما (۵) بازدارندہ مردم از دین اسلام کافر است یا نے ۔ ازنباطِ نکاح و استنکاح داشتن و طریقِ الفت و محبت بوئے پیمودن و آمد و شد در اعراس شاں کردن و شمولیت در شادیہائے و مصائب و مواکلت و مشاربت بطریقِ مواخات و صداقت چہ حکم دارد و ہر کس با چنیں شخص طرح صداقت و محبت انداز د با و موالات و مصادقت جائز یا نہ از بیانِ شافی اطمینانِ قلب فرمائند ۔ والسلام ۔

ترجمہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کو قذف کرنے والا ، حضرت ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ کو صحابِ رسولؐ نہ سمجھنے والا ، رسولِ پاک کی دوسری بیٹیوں کو سوائے فاطمۃ الزہرا کے نہ ماننے والا ، قرآنِ موجود کا منکر اور اس کو محرف کہنے والا لوگوں کو دینِ حق (طریق اہلِ سنت والجماعت) سے ہٹانے والا کافر ہے یا نہ ۔ ایسے شخص سے رشتہ داری نکاح کرنا ، ان سے دوستی اور یارانہ گانٹھنا ، ایسے شخصوں کے عرسوں میں شمولیت ، شادی و غمی میں ان سے شرکت ، ان سے مل کر کھانا اور پینا بطور دوستی بھائی بندی جائز ہے یا نہ ؟ اور جو شخص ایسے شخص سے محبت و پیار کرے اس سے برتاؤ اور سلوک جائز ہے یا نہ ؟

جواب شافی دے کر
پوری تسلی فرمائیں ۔

[1] تحریر بدستخطی خان بہادر مولوی شیر محمد خاں صاحب مصنف کے پاس موجود ہے ، جو چاہے دیکھ لے ۱۲

الجواب

شخصے یا فرقہ کہ اوصافش در سوال مذکور شدہ خارج از دائرۂ اسلام است با چنیں شخص یا فرقہ ضالّہ باقتضائے اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ اختلاط و ارتباط ممنوع است سابّ شیخین عند الجمہور کافر است و محرّف و منکر کلام مجید از دائرۂ اسلام خارج، قاذف اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا، نیز منکر قرآن مجید است والباقی کذالک موالات و مصادقت با چنین اشخاص قطعی ممنوع است۔

حررہٗ غلام محمد خطیب جامع مسجد
(بحکم قبلۂ عالم از گولڑہ شریف)

ترجمہ

جس شخص یا فرقہ میں یہ اوصاف ہوں جو سوال میں مذکور ہیں۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے ایسے شخص یا گمراہ فرقہ سے حسب اقتضائے اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ خلط ملط اور راہ و رسم رکھنا منع ہے۔ شیخین کو بُرا کہنے والا جمہور المسلمین کے نزدیک کافر ہے اور قرآن کریم کا منکر اور تحریف کنندہ بھی مسلمانی سے خارج ہے۔ باقی امور کا بھی یہی جواب ہے۔ ایسے اشخاص سے برتاؤ کرنا اور اتحاد رکھنا بالکل ممنوع ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؓ کا فتویٰ

اصولِ کافی صـ۵۵۴ میں ہے:۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَا تُصْحِبُوْا اَھْلَ الْبِدْعَۃِ وَلَا تُجَالِسُوْھُمْ فَتَصِیْرُوْا عِنْدَ النَّاسِ کَوَاحِدٍ مِّنْھُمْ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ وَقَرِیْنِہٖ۔ (امام جعفر صادق رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا، بدعتی لوگوں کی صحبت نہ کرو۔ اور نہ ان سے مل کر بیٹھو۔ ورنہ ... لوگوں میں تم انہیں جیسے ہو جاؤ گے رسولِ پاکؐ نے فرمایا ہے، آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔)

جناب امام نے اس حدیث میں اہلِ بدعت سے برتاؤ کرنے، ان سے دوستی پیدا کرنے، ان سے مِل کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ روافض جن کا بھنگ، شراب وظیفہ، ترکِ صلوٰۃ شیوہ اور بزرگانِ دین کو بُرا بھلا کہنا پیشہ ہے، اہلِ بدعت ہیں۔ اِس لئے حسبِ فتویٰ حضرت امام ہمام ان سے مسلمانوں کو بائیکاٹ کر دینا چاہئے۔ ورنہ بحکمِ حدیث لہٰذا وہ اُن جیسے سمجھے جائیں گے۔

دوسری حدیث: اصول کافی ص۵۵۵ میں ہے: عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ قَعَدَ عِنْدَ سَبَّابٍ لِاَوْلِیَآءِ اللّٰہِ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ (جو شخص ایسے لوگوں کے پاس نشست و برخاست کرے، جو خدا کے دوستوں کو سب کیا کریں، وہ خدا کا سخت نافرمان ہے) اس حدیث میں امام ممدوح سبّی شخص کے پاس بیٹھنے سے منع فرماتے ہیں اور ظاہر ہے کہ روافض نہ صرف سب خلفاء ثلاثہ ہی کرتے ہیں بلکہ سب اہلبیتؓ سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ جناب امیر علیہ الرضوان کی سب کرنے کو بوقتِ ضرورت جائز سمجھتے ہیں۔ اِس لئے ان سے برتاؤ کرنے والا امام صادق رحمۃ اللہ علیہ کا نافرمان ہے۔ تحقیقِ بالا سے ثابت ہوگیا کہ روافض کی تکفیر قرآن وحدیث اور اقوال ائمۂ اہل بیت اور فتویٰ علماءِ ظاہر و باطن کی رُو سے ثابت ہے۔ ان سے کسی قسم کا برتاؤ کرنا خدا ورسُول صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں داخل ہے۔ ان سے بالکل قطع تعلق کرنا چاہیئے ان سے مِل کر کھانے میں نشست وبرخاست رکھنے، رشتے۔ ناطے کرنے، ان سے محبت واُلفت راہ و رسم رکھنے، ان کے جنازوں میں شامل ہونے، ان سے مل کر نماز پڑھنے و دیگر تعلقات قائم رکھنے کی سخت ممانعت ہے۔ مسلمانوں کو اس پر عمل پیرا ہو کر اپنے دین و ایمان کو بچانا چاہیئے۔ زمانہ بڑا پُر فتن ہے۔ نجات اسی صورت میں ہے کہ سوادِ اعظم مسلمانوں کے بڑے گروہ کی جماعت سے علیحدگی نہ ہو۔ ورنہ دین و ایمان کی خیر نہیں ہے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰىنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ o

خاکسار: محمد کرم الدین عفی عنہ متوطن بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم)

صفر ۱۳۴۴ھ ستمبر ۱۹۲۵ء

قرآن کا معجزہ

(کوئی شیعہ حافظ نہیں ہوسکتا)

قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (اس کو ناپاک مس بھی نہیں کر سکتے) یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کے سینوں میں جامعین قرآن (خلفائے ثلاثہ) کا بغض بھرا ہوا ہے، ان میں خدا کی پاک کتاب کا نقش جم نہیں سکتا۔ قرآن پاک کا یہ معجزہ مانا ہوا ہے کہ شیعہ میں

کوئی حافظ قرآن ہو نہیں سکتا۔ بارہا اہلِ سنّت کی طرف سے اعلان ہو چکا ہے اور انعامی اشتہار بھی شائع ہو چکے ہیں کہ شیعہ میں سے کوئی مردِ میدان ایسا نکلے جو اہلِ سنّت کے اس دعویٰ کو باطل کر سکے۔ لیکن کبھی کسی شیعہ کو اس کی جرأت نہیں ہو سکی۔ یوں تو گھر بیٹھ کر عوام میں شیعہ صاحبان یہ ڈینگ مار دیا کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں بہت سے حافظ موجود ہیں لیکن شیعہ مشن کے واحد آرگن رسالہ اصلاح نمبر ۶ جلد ۲۸ ماہ جمادی الآخر ۱۳۴۴ھ ص ۳۳ تا ۳۵) میں ایک مضمون بعنوان "شیعہ حافظِ قرآن" شائع ہوا ہے جس نے ڈھول کا پول ظاہر کر دیا ہے۔ اِس مضمون میں ایڑی چوٹی کا زور مار کر تمام شیعی دُنیا کی مردم شماری پر سرسری نظر کرتے ہوئے تین اشخاص کا نام لکھا گیا ہے جن کی نسبت حافظِ قرآن ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ وہ نام یہ ہیں :-

(۱) حافظ مولوی فیاض حسین میرٹھی (۲) حافظ میر کاظم ساکن نگینہ ضلع بجنور (۳) حافظ مولوی کفائت حسین پشاوری۔ یہ بات مسلّم ہے کہ طول و عرض ہند و پنجاب میں لاکھوں کی تعداد میں شیعہ آباد ہیں۔ ان میں اگر بفرضِ محال تین شخص حافظ ہوں بھی تو بحکم "النّادر کالمعدوم" اہلِ سنّت کے دعویٰ کی تردید نہیں ہو سکتی۔ بفضلِ خدا اہل سنّت والجماعت میں لاکھوں کی تعداد سے حافظ قرآن اس وقت موجود ہیں۔ پھر شیعہ کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ ان کا رسالہ اصلاح بہت مبالغہ سے کام لیتا ہوا ابھی صرف تین کی تعداد لکھ سکا ہے۔ لیکن یہ بھی اصلاح کے ایڈیٹر صاحب کا تقیہ (جھوٹ) ہے۔ کیونکہ ان تین میں سے آخری نام کفائت حسین کو ہم خوب جانتے ہیں۔ چکوال کے جلسہ میں اس کو چیلنج دیا گیا تھا کہ میدان میں نکل کر اہلسنّت والجماعت کے مقابلہ میں ایک پارہ قرآن مجید سُنا دے۔ لیکن کفائت حسین کو ہرگز اس کی جرأت نہ ہوئی اور وہ راتوں رات وہاں سے بھاگ گیا۔ پھر چک بیلی خان تحصیل گوجرخان ضلع راولپنڈی میں بھی یہی شخص شیعوں نے علماء اہلسنّت سے مناظرہ کے لئے بلوایا۔ لیکن کھڑے ہو کر آیت کا ایک آدھ ہی ٹکڑا پڑھا۔ وہ بھی غلط۔ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ کو لَا رَطْبٌ وَّلَا یَابِسٌ غلط پڑھا۔ ٹوکنے پر ایسا شرمندہ ہوا کہ فوراً منبر سے اُتر کر بھاگ گیا ؛

ایک دلچسپ نظم

پڑھو صلوٰۃ سب مومن رسول اللہؐ آتے ہیں ہزاروں رحمتیں اور سینکڑوں برکات لاتے ہیں

ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ بھی ہیں اردل میں اور ان کے ساتھ سب اصحاب بھی جلوہ دکھاتے ہیں

حسینؓ ابن علیؓ کی تیغ برّاں کو ذرا دیکھو کہ اک ضربت میں سو کافر کا سر تن سے اڑاتے ہیں

شمر کافر کو سب حسب و نسب اپنا بتاتے ہیں اور اس مردود کو نارِ جہنم سے ڈراتے ہیں

وہ کہتا ہے کہ سب سچ ہے مگر میں کیا کروں حضرت حکومت سے مجھے پیہم یہی پیغام آتے ہیں

امام پاک گر منظور کر لیں میری بیعت کو بہت کچھ دنیوی اعزاز ہم ان کو دلاتے ہیں

وگرنہ قتل کر دو مجھ کو ان سے سخت خطرہ ہے حکومت کو کوئی دم میں تہ و بالا کراتے ہیں

کہا حضرت نے حاضر ہوں شہادت کے لئے لیکن نوافل مجھ کو پڑھنے دو جو آخر کام آتے ہیں

نمازی ہو کے حاضر ہوں میں دربارِ رسالت میں کہ نانا جی مجھے دربار میں اپنے بلاتے ہیں

سبق بتلا گئے حضرت یہی اپنے محبوں کو کہ میرے دوست دنیا سے نمازی ہو کے جاتے ہیں

محبت کا جو شیعہ دعوےٰ کرتے ہیں یہ جھوٹا ہے نمازِ پنجگانہ سے جو اکثر جی چراتے ہیں

عموماً شیعہ ہیں محروم جمعہ اور جماعت سے امام المسلمین کو پھر روافض کیسے بھاتے ہیں

سعادت یہ ملی درگاہِ حق سے اہلِ سنت کو جو جمعہ اور جماعت میں بھی حاضر ہو ہی جاتے ہیں

نمازِ پنجگانہ سے کبھی غافل نہیں ہوتے فرائض اور نوافل کو شعار اپنا بناتے ہیں

بکثرت اہلِ سنت تو نمازی پکے ہوتے ہیں دبیر اس واسطے روزانہ یہ مسجد کو جاتے ہیں

مگر حضراتِ شیعہ بھنگ[1] والے میں رگڑتے ہیں نشہ سے ہو کے پھر بدمست بیٹھے بڑبڑاتے ہیں

تبرّہ اور لعنت رات دن ان کا وظیفہ ہے نمازوں کی بجائے کارِ ثواب اس کو بتاتے ہیں

برا کہتے ہیں ازواجِ نبیؐ اور صحابہؓ کو ٹھکانا اپنا درکاتِ جہنم میں بناتے ہیں

بکثرت اہلِ سنت حافظ قرآن ہوتے ہیں ہر اک رمضان میں جا کر مساجد میں سناتے ہیں

مگر چھینی گئی یہ نعمتِ عظمیٰ روافض سے کہ اس نعمت سے وہ ہرگز کبھی بہرہ نہ پاتے ہیں

ہزاروں مرتبہ یہ ہو چکی ہے آزمائش بھی یہ بیچارے ہر اک میدان میں ذلت اٹھاتے ہیں

---

[1] اس سے مراد بھنگ نوش اور تبرہ باز سبھی شیعہ ہیں ۱۲

اگر شیعہ کوئی حافظ ہے تو میدان میں آئے — نقودِ پنجصد انعام ہم اس کو دلاتے ہیں

قیامت تک رہیگا معجزہ قائم یہ قرآں کا
دبایا اس معجزہ کو پھر روافض کیوں چھپاتے ہیں

تقریظِ کتاب

(از جناب مولوی محمد حبیب شاہ صاحب رئیس تلہ گنگ ضلع اٹک)

وہی اسلام دُنیا جس نے غفلت سے جگا دی ہے — کہ بس لبّیک اِک عالم سے اُٹھتے ہی کرا دی ہے
وہی دینِ خدا بنیاد رکھی جس کی احمدؐ نے — بلندی جس کی خود عرشِ معلّیٰ سے ملا دی ہے
سلاطیں نے اُٹھایا سر مگر خود ہٹ گئے آخر — حقانیت صداقت جملہ عالم سے منا دی ہے
مسلماں نام رکھ ابنِ سبا نے دام پھیلایا — رواجِ رفض دے کر اس کی جڑ بن سے ہلا دی ہے
منافق نے دیا دھوکا عجب جاہل مسلماں کو — نفاقِ باہمی کی آگ گھر گھر میں لگا دی ہے
بنایا رفض نے آزاد اللہ سے بھی جاہل کو — بداء سے شانِ علم الغیب بالکل ہی مٹا دی ہے
علیؓ کا حق چھپایا ڈر کے سہ اشخاص اُمت سے — پیغمبرؐ نے حقِ تبلیغ پھر کیسے ادا کی ہے
کیا انکارِ قرآں سے مسلمانی کا دعوے ہے — روافض نے تو دیوارِ مسلمانی گرا دی ہے
لقب دے کر جنہیں خائن بنایا شاہِ حیدرؓ کو — شجاعت فاتحِ خیبر پہ اک خنجر چلا دی ہے
نبی کی بیبیاں ہیں امہات المؤمنیں یارو — بُرا کہتے ہیں ان کو کیسے شیطاں نے دغا دی ہے
بنایا سائلہ دُنیا کی ادنے اچیز کی خاطر — بتولِ پاکؓ کی وہ شانِ استغنا گنوا دی ہے
غرض کچھ اس طرح پھیلی ہے یہ طاعون دُنیا میں — مسلمانوں کے ہر گھر میں قیامت ہی مچا دی ہے
بہت علماء و فضلاء نے کئے حیلے رُکاوٹ کے — مرض بڑھتا گیا جوں جوں اطبّا نے دوا دی ہے
کوئی دن خاک مُنہ میں سیفِ مسلولؔ[1] نے ڈالی تھی — مرورِ دہر نے وہ ضربِ کاری اب بُھلا دی ہے
پڑا تھا تازیانہؔ[2] سر پہ عبرت کا روافض کو — مگر اب بھول کر وہ مار پھر آندھی مچا دی ہے

---

[1] سیف مسلول کی طرف اشارہ ہے جو حضرت مؤلف رح نے اس سے قبل تصنیف کر کے شائع کی اور اس کے جواب سے شیعہ اب تک عاجز ہیں۔

[2] تازیانہ سنت کی طرف اشارہ ہے جو جنابِ مؤلف کی دوسری لاجواب تصنیف ہے۔

ذبیحِ غازیُ الاسلام پر فضلِ خدائی ہے
لکھی ردِّ روافض سیفِ سُنّی کو بنا دی ہے

مخالف نام سن کر لرزہ بر اندام ہیں سارے
دلوں پر ان کے دہشت حق نے کچھ ایسی بٹھا دی ہے

کتابِ لاجواب ایسی نہ دیکھی اور سُنی پہلے
کہ ہستی مذہبِ باطل کی مٹی میں ملا دی ہے

لکھوں تعریف گر اس کی مری طاقت سے باہر ہے
حقیقت رفض کی تصویرِ تفصیلاً بنا دی ہے

ضرورت جس کو ہے مذہب کی یا ڈر ہے قیامت کا
سو اس کی جان دوزخ سے بفضل اللہ چھڑا دی ہے

مصنف اس کا عالم شہرۂ آفاق فاضل ہے
کہ ہر اک معرکہ میں حق نے فتح اس کو دلا دی ہے

خدا ہر دو جہاں میں اجر دے اس جانفشانی کا
حبیبِ ناتواں نے یہ مؤلف کو دعا دی ہے

قصیدہ تاریخیہ

(از جناب ابوالفخر مولوی محمد فیض الحسن صاحب مرحوم (مولوی فاضل) ہمشیرہ زادہ حضرتِ مصنف رح)

یہ تصنیف کیسی نرالی چھپی ہے
عجب دھوم دُنیا میں اس کی مچی ہے

عبارت ہے شستہ مضامین اعلیٰ
دلائل زبردست حجت قوی ہے

ہر اک ورق گویا کہ ورقِ طلا ہے
ہر اک سطر اک موتیوں کی لڑی ہے

ہے اثباتِ دعویٰ ز قرآن و سُنت
تصانیفِ شیعہ سے تائید بھی ہے

روایاتِ کافی کلینی ہیں اس میں
کہ جو حجۃ اللہ نے تصدیق کی ہے

ہوئے درج نہج البلاغت کے خطبے
جو مقبولِ قولِ جنابِ علیؓ ہے

عباراتِ تہذیب و لایحضر[1] اس میں
لکھی ہیں، علل[2] کی سند بھی لکھی ہے

حیات القلوب اور جلاء العیون سے
مسائل کے شیعہ کی تشریح لکھی ہے

کہیں پر ہیں حق الیقین کے حوالے
کہیں نقل از حملۂ حیدری ہے

اسی قسم کی مستند ہیں کتابیں
کہ شیعہ کی ساری بضاعت یہی ہے

لکھے ہیں بہت ایسے رنگیں مسائل
روافض کے مذہب کی قلعی کھلی ہے

---

[1] من لا یحضرہ الفقیہ
[2] علل الشرائع

مسائل کے شیعہ کے کیا کہنا یارو
کہ حیرت میں مخلوق سُن کر پڑی ہے

نہ قرآن پر ہے روافض کا ایماں
جو بنیاد اسلام و ایمان کی ہے

وہ کہتے ہیں اصلی یہ قرآں نہیں ہے
بہت کچھ ہوئی اس میں بیشی کمی ہے

بغل میں ہے مہدی کے شیعہ کا قرآں
ابھی ہاتھ شیعہ کا اس سے تہی ہے

تقیہ پہ بنیاد مذہب ہے ساری
تقیہ تو بس اک عبادت بڑی ہے

ہے پکّا وہ دیندار جو جھوٹ بولے
کہے سچ جو ایمان نہ اس میں ذری ہے

جو آئیں گے حضرت تو لائیں گے قرآں
کتابِ خدا غار میں جا دھری ہے

ہیں نو حصّے دیں کے تقیہ میں مضمر!
سند بس تقیہ ہی ایمان کی ہے

جو حق کو چھپائے ملے اس کو عزّت
جو ظاہر کرے اس کو ذلّت بڑی ہے

ائمہ کی عمریں تقیہ میں گزریں
کبھی حق کی بات ظاہر نہ کی ہے

ہر اِک کو الگ مسئلہ تھے بتاتے
کہ یہ امر ہی باعثِ زندگی ہے

ائمہ پہ بہتان ہیں یہ سراسر
کہ حق گوئی وصفِ نبی و ولی ہے

نہ بولیں کبھی جھوٹ گر جان جائے
کہ سچ بولنا کار ہر متّقی ہے

عجب مسئلہ ہے روافض کا متعہ
وہ کہتے ہیں اس میں فضیلت بڑی ہے

کرے مرد اور زن جو اِک بار متعہ
تو جنّت کی راہ اس پہ سیدھی کھُلی ہے

ملے ایک متعہ سے درجہ حسینؓ
دوبارہ فضیلت حسنؓ کی ملی ہے

جو سہ بار متعہ کرے وہ علیؓ ہے
کرے چار پُورے تو خاصہ نبی ہے

کریں مرد و زن جب کہ غسلِ جنابت
فرشتے ہوں ستّر جو بوند اک پڑی ہے

قیامت تلک کرتے تسبیح ہیں وُہ
ثواب اہلِ مُتعہ کو ملتا سبھی ہے

نہ کچھ فرق مُتعہ میں ہے اور زنا میں
زنا کو ہی متعہ سے تعبیر دی ہے

گواہ کی ضرورت نہ خطبہ کی حاجت
فقط مُٹھی بھر غلّہ ہی مکتفی ہے

کرے مرد ستّر سے اِک دن میں متعہ
مجاز اس کی بے شک زنِ رافضی ہے

اسی قسم کے سینکڑوں ہیں مسائل
رسالہ میں تفصیل جن کی لکھی ہے

غرض یہ کتاب ایسی جامع چھپی ہے
کہ رفض اور بدعت کی ہستی مٹی ہے

پڑی شیعی دُنیا میں ہلچل ہے اس سے
روافض کے ہاں صفِ ماتم بچھی ہے

مصنف جو اک فاضلِ بے بدل ہیں — فضیلت کی مخلوق قائل سبھی ہے
وہ ہیں شیرِ اسلام اک مردِ غازی — کہ سُن نام دشمن کی جاں کانپتی ہے
ہے شیعی، وہابی کی جرأت بھلا کیا — یہاں قادیانی کی جاں پر بنی ہے
جو میدان میں میرزا جی تھے ہارے — تو اُمت کی ہستی ہی کیا رہ گئی ہے
ثناء اللہ دو بار ہارے ہیں ایسے — کہ پھر سامنے آنے سے توبہ کی ہے
جو احمد علی کنڈیاں میں تھا ہارا — تو لاہور میں کانپتا حائری ہے
غرض ہر مخالف پہ دہشت ہے ایسی — کہ سُنتے ہی نام ان کو آتی غشی ہے
رہیں یا الٰہی سلامت ہمیشہ — یہ اسلامیوں کی دعا ہر گھڑی ہے
مبارک بنا تحفہ ہو سُنیوں کو! — یہ اک شمس یا بدر یا مُشتری ہے
کہوں اس کو گوہر کہ لعلِ بدخشاں — نہ تعریف ہو سکتی اس کی کبھی ہے
درم چند دے کر خریدو یہ موتی — کہ بس فائدہ کی یہ سوداگری ہے
تدبر کیا سال تصنیف میں جب — ندا فیض نے غیب سے یُوں سنی ہے

لکھو بے سرِ پاک مصرعہ یہ سالم
کہ شیعہ کے گھر صفِ ماتم بچھی ہے
۱۳ ھ ۴۴

طلوعِ آفتابِ ہدایت

کسی کو نہیں اب گلہ اور شکایت — طلوع جب ہوا آفتابِ ہدایت

از چوہدری ذکاء اللہ صاحب بسمل ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ایڈووکیٹ (چکوال)

الحمد گمرہوں پہ کھُلا نورِ حق کا باب — یعنی ہوا طلوع ہدایت کا آفتاب
بدعت کے جنگلوں میں تھے بطال سارے گم — چھایا غضب کا جن پہ تھا تاریک تر سحاب
آنکھیں گروہ کفر کی چندھیا کے رہ گئیں — چھنتا سحاب سے کہیں دیکھا جو ماہتاب
مدت سے مٹ چکی حق و باطل میں تھی تمیز — ان کے لئے تھے ایک صدف اور دُرِ ناب
تھی اک فریبِ اشک یا آغوشِ چشمِ نم — تھا اک طلسمِ ہوش رُبا آہِ سینہ تاب

حق سے عزا تھی اصل میں حب کا عزا تھا نام
دھوکا تھا اک محبتِ اولادِ بوتراب

سازش تھی دشمنانِ رسولِ انام کی
اسلام کی جہان میں مٹی کریں خراب

شیرِ خدا کے عشق و محبت کو چن لیا
جس جام پر سرور سے تھے مست شیخ و شاب

سوچا نہ کچھ بھی شیفتگانِ حسینؓ نے
اعدائے دیں کے ہو لئے مستی میں ہم رکاب

تعمیر اپنے خون سے شبیرؓ نے جو کی
دینے لگے وہ اس ہی عمارت کی تہ میں آب

اس پر غضب کہ سمجھے یہی ہے وہ راہِ رشد
تاکید جس پہ چلنے کی تھے کر گئے جناب

پوچھے تو ان سے کوئی کہ لائے بھی تھے کبھی
لب پر حسینؓ شکوۂ صدیقؓ یا خطابؓ

عثمانؓ کب نہ تھے انہیں مثلِ علیؓ عزیز
کب احترامِ عائشہؓ سے ان کو اجتناب

کب تھا عقیدہ ابن علیؓ کا کھو کر تھے
نانا نہ ان کے وحی کے معنی سے بہرہ یاب

کب مرتبہ میں شیرِ خدا کو کہا کہ ہے
ہم پایۂ حبیبِؐ خداوندِ ذو العقاب

وہ فاطمہؓ کی آنکھ کے تارے رہے مدام
مسرور از شراب ثنا خوانیٔ صحاب

میٹھی چھری تھی شیعہ و سُنی کا تفرقہ
اعدائے دیں کا جس نے جگر کر دیا کباب

افسوس عاشقانِ علیؓ بے خبر رہے
مستور اصل میں تھی قبا ہی پسِ حجاب

عاشق تھے کور اکور دماغوں نے کر دیا
رسمِ عزا سے کور تریں دیدۂ پر آب

وہ گم ظلامِ زلفِ امامت میں ہو گئے
ان چکروں سے آئے نکل تھی کسے کی تاب

کرنے لگے وہ یاس میں پھر سینہ کوبیاں
دشمن کو اک نوید تھی آواز داب داب

حق تھا جنہیں پسند وہ کرتے تھے آہ آہ
صد حیف صد دریغ کہ اعدا ہیں کامیاب

لب پر دعا تھی سوزِ جگر سے یہ ہر گھڑی
دکھلا دے گمرہوں کو الٰہی رہِ صواب

آئی ندائے غیب و نویدِ سرورِ خیر
اے حق پرست فرقہ دعا ہے یہ مستجاب

دیکھ آسماں سے نور کا دریا امنڈ پڑا
شب تاب و ماہ تاب، چمن تاب، شیشہ تاب

تھی دیر سے جو چہرۂ حق پر پڑی ہوئی
پلٹی ہے آفتابِ حقیقت نے وہ نقاب

چشمِ بشر نے دیکھ لیا نورِ حق کا منہ
سیپی نہیں ہے کہتے ہیں جس کو درِ خوشاب

ساقی کی چشمِ مست نے غمزہ سے کہہ دیا
رندو، یہ ہے خلاب وہ یاقوت ہے مذاب

رشد اور بغی میں ہوئی آخر عیاں تمیز
راہِ عذاب یہ ہے تو وہ ہے رہِ ثواب

فعلِ پیمبر اور ہے بدعت ہے اور چیز
ہوتے نہیں ہیں ایک پلاس اور کمخواب

رسمِ عزا کا دہر سے مٹنے کو نام ہے ہنگامہ خیز ہیں نغماتِ دف و رباب
ناقص ہے چشمِ شپرّہ کیا دیکھتی نہیں ہستی پر آفتاب کی حجّت ہے آفتاب
دیکھا جو جلوہ حق کا جنابِ دبیرؔ نے اس کا ہے آفتابِ ھدایت لب لباب
فیضِ علومِ باطن و ظاہر سے کر دیئے باہم یہ دیدہ زیب ورقہائے مستطاب
فکرِ بلند اور مضامین شائگاں حق بیں کو دِل پسند ہے بیحد وحساب
حق جُو و حق پرست کرِ ان کا مطالعہ بہتر زسیر ملکِ پشنگ و فراسیاب
رندانِ لم یزل کے لئے جامِ جاں فروز جو یانِ حُسن کے لئے خود حُسن کا شباب
ہے فلسفی کے واسطے اک کانِ فلسفہ اور منطقی کے واسطے بُرہان لاجواب
صد مرحبا دبیرؔ حق آگاہ و حق پرست روشن تر آفتاب سے تم نے لکھی کتاب
بسمؔل کی ہے دُعا کہ بتوفیق کردگار پھل لائے حسبِ نیّت دہقانِ کشتِ آب

چالیس شعر جانئے چہلم عزا کا ہے
صد شکر بند اب سے ہُوا بدعتوں کا باب

تَمَّتْ بِالْخَیْرِ

نوٹ

ردِ شیعہ میں مولانا مرحوم کی ایک دوسری مختصر تصنیف رسائل ثلاثہ ہے جس میں صحابہ کرام کا کامل الایمان ہونا آیاتِ قرآنی سے ثابت کیا ہے ۔ ماتم و تعزیہ مروجہ کی مدلل تردید کے علاوہ شیعہ کے عقائدِ باطلہ کی فہرست بقید حوالہ کتب بھی درج ہیں لیکن عرصہ ہُوا یہ کتاب ختم ہو چکی ہے۔

مولانا مرحوم کے دوسرے رسائل تاج المتّقین (عربی) وغیرہ اب نایاب ہیں ؛

(تازیانۂ عبرت)

(مطبوعہ:۔۔۔ تعلیمی پریس بیرون اکبری دروازہ لاہور)

دینی مطبوعات

تازیانۂ عبرت: اس کتاب میں گورداسپور کے ان فوجداری مقدمات کی مفصل روئداد درج ہے جو مولانا ابوالفضل مرحوم اور مرزا غلام احمد قادیانی کے مابین دو سال تک جاری رہے اور مرزا قادیانی کو چھ ماہ قید یا پانچ سو روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی جس سے بصد مشکل اپیل میں رہائی حاصل کی

قیمت ۱½ روپیہ علاوہ محصول

چند الزامات کا جواب: مولفہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب مہتمم مدرسہ حنفیہ تعلیم اسلام جہلم

اس رسالہ میں ان الزامات کا تسلّی بخش جواب دیا گیا ہے جو علماء سُو کی طرف سے اکابر اُمّت اور علماء ربّانی پر عاید کیے جاتے ہیں نیز علماء دیوبند کے عقاید کی توضیح کرتے ہوئے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بزرگانِ دیوبند کا مسلک وہی ہے جو مجدّدینِ امت اور محققینِ اہلِ سنّت کا ہے۔

قیمت چار آنے

سلاسلِ طیّبہ: جس میں شجراتِ چشتیہ صابریہ، نظامیہ و نقشبندیہ و قادریہ و سہروردیہ، رشیدیہ امدادیہ اور اذکار، اوراد و اعمالِ نافعۂ سلوک درج ہیں۔ جمع فرمودہ قطب العالم شیخ الاسلام حضرت مولانا السیّد حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند، قدّس سرّہٗ، مع اضافاتِ جدیدہ از حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلّہ، مجاز حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

قیمت ایک روپیہ

قادیانی دجل کا جواب: مؤلّفہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مہتمم مدرسہ اظہار الاسلام چکوال

اس رسالہ میں ایک قادیانی پمفلٹ کا جواب دے کر آیت خاتم النّبیین کا صحیح مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ نیز مرزا غلام احمد قادیانی کے عقایدِ باطلہ کی بھی مختصر فہرست دی گئی ہے۔

قیمت دو آنے

مودودی جماعت کے عقاید و نظریات پر ایک تنقیدی نظر: مؤلّفہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خلیفۂ مجاز حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ اس کتاب میں مودودی صاحب کے عقاید و نظریات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے اور مسلکِ اہلِ سنت والجماعت کو واضح کیا گیا ہے۔

قیمت سوا روپیہ

ملنے کا پتہ

مدرسہ حنفیہ تعلیم اسلام جامع مسجد گنبد والی جہلم ○ مدرسہ اظہار الاسلام چکوال ضلع جہلم

سورۂ فاتحہ[1] کے منظوم مطالب

شروع کرتا ہوں تیرے نام سے مشکل کشا تو ہے
رحیم و مہرباں ہے صاحبِ جود و عطا تو ہے

تجھی کو حمد زیبا ہے سزاوارِ ثنا تو ہے
مربّی ہے جہاں کا، خالقِ ارض و سما تو ہے

زمیں سے آسماں تک سب پہ بیشک ہے کرم تیرا
نہایت رحم والا، مالکِ روزِ جزا تو ہے

توئی معبودِ برحق ہے تجھی کو پوجتے ہیں ہم
تجھی سے چاہتے ہیں ہم مدد حاجت روا تو ہے

چلا تو ہم کو سیدھی راہ جو پہنچائے منزل تک
اے خلاقِ جہاں! عالم کا بیشک رہنما تو ہے

پر اُن کا راستہ انعام سے جن کو نوازا ہے
وہ تیرے پاک بندے جن سے راضی اے خدا تو ہے

نہ اُن کا راستہ جن پر ہوا نازل غضب تیرا
نہ اُن بھٹکے ہوؤں کا راستہ جن پر خفا تو ہے

الٰہی اس جمیلِ[2] غمزدہ کی التجا سن لے
دلِ مضطر کی جو حالت ہے اس کو جانتا تو ہے

ماخوذ از ماہنامہ دار العلوم دیوبند

[1] سورۂ فاتحہ چونکہ ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے اور یہ سورۃ خلاصہ ہے تمام قرآن کا جس کا ترجمہ اور معنی سمجھنا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے سکولوں کے لڑکے اور عامۃ المسلمین اگر اس نظم کو یاد کرلیں اور اس کے مضمون پر دھیان کرتے ہوئے بطورِ مناجات کے اس کو پڑھ لیا کریں تو انشاء اللہ عقیدہ و عمل کی اصلاح کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی۔ واللہ الہادی

[2] جمیل شاعر کا نام و تخلّص ہے۔ پڑھنے والا اگر چاہے تو بجائے جمیل کے فقیر یا غریب پڑھ لے۔

احقر مظہر حسین غفرلہٗ